

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



کمال الدین و تمام النعمان

للسیخ الجلیلک الافقده
الصداق

ابن جعفر محمد بن علی بن الحسن بن بابن القتی
المؤلف ۳۸۱

ناشرا

الکتاب و پبلیشرز

آر. ۱۵۱ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتمہ کراچی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کمال الدین و تمام النعمه	نام کتاب
شیخ الصدوق علیہ الرحمہ	تالیف
علی اکبر غفاری	تصحیح و تحقیق
گروه مترجمین	ترجمہ
سید عطا محمد عابدی	نظر ثانی
سید فیضیاب علی رضوی	ترمیم
شگفتہ کمپوزنگ اینڈ گرافک سینٹر	کمپوزنگ
اگست 1999ء ربیع الثانی 1420ھ	اشاعت اول
جولائی 2002ء ربیع الثانی 1423ھ	اشاعت دوم
ایک ہزار	تعداد
۳۰۰ روپے	قیمت

النساء پبلشرز

آر. ۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی



کمال الدین و تمام النعمت (جلد اول)

فہرست

صفحہ نمبر

عنوان

نمبر شمار

۱	گفتار مصحح	۱
۳	تمہید۔ مولف کا تعارف اور ان کے مختصر حالات زندگی	۲
۸	قیمتی تالیفات	
۱۲	مولف کے اساتذہ اور شاگرد	
۱۲	وفات اور دفن گاہ (روضہ)	
۱۴	کمال الدین و تمام النعمت	۳
۱۴	اس کتاب کی طباعتیں	
۱۴	کتاب کی تصحیح میں جن اصولوں پر تکیہ کیا گیا	
۱۶	تصحیح اور تحقیق میں میری (علی اکبر غفاری کی) کاوش	
۱۸	مقدمہ	۴
۲۱	نماقت سے قبل ملافات	
۲۲	خلافہ کی اطاعت کا وجوب	

- ۲۶ خدائے عزوجل کے سوا کسی کو بھی خلیفہ چننے کا اختیار نہیں ہے
- ۲۷ ہر زمانے میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت
- ۲۸ وجود خلیفہ کی ضرورت
- ۲۹ عصمت امام کی ضرورت
- ۳۱ ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کے خدائی حکم کا راز
- ۳۸ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی معرفت کا واجب ہونا
- ۳۹ غیبت کا اثبات اور اس کی حکمت
- ۴۲ ایک اعتراض کا جواب
- ۴۴ شبہت کے اثبات کی دوسری دلیل
- ۴۷ جواب اعتراض
- ۵۵ بعض روایات میں سے بعض جو کہ محمد بن حنفیہ کی وفات سے متعلق ہیں
- ۵۶ غیبت کے بارے میں ناووسی اور واقفی فرقوں کے قول کا باطل ہونا
- ۵۷ بعض روایات جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی وفات کے بارے میں ہیں
- ۵۹ واقعہ فرقہ کا دعویٰ غیبت (امام) عسکری علیہ السلام کے بارے میں
- ۶۰ حضرت امام حسن بن علی بن محمد عسکری کی وفات کے ثبوت میں بعض روایات
- ۶۵ ایک اعتراض کا جواب
- ۶۸ دوسرے اعتراض کا جواب
- ۷۲ ابن بشار کے اعتراضات
- ۸۵ زیدیہ فرقہ کی رد میں مشائخ میں سے ایک کا کلام
- ۸۷ عترت میں سے امام غائب کے وجود پر استدلال جو ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا

۸۹	زیدیہ فرقہ کا پہلا اعتراض	
۹۰	زیدیہ فرقہ کا دوسرا اعتراض	
۹۲	زیدیہ فرقہ کا تیسرا اعتراض	
۹۶	زیدیہ فرقہ کا چوتھا اعتراض	
۹۹	زیدیہ فرقہ کا پانچواں اعتراض	
۱۰۰	زیدیہ فرقہ کا چھٹا اعتراض	
۱۰۰	جواب	
۱۰۱	زیدیہ فرقہ کا ساتواں اعتراض	
۱۰۴	زیدیہ فرقہ کا آٹھواں اعتراض	
۱۰۵	مخالفین کے شبہات اور اس کا ازالہ	
۱۱۰	رکن الدولہ کے دربار میں مولف کا ایک طعنے سے مناظرہ	
۱۵۶	حضرت ادریس کی غیبت کے بارے میں	۵
۱۶۲	حضرت نوح کے ظہور کے بارے میں	۶
۱۶۶	حضرت صالح کے بارے میں	۷
۱۶۷	حضرت ابراہیم کی غیبت	۸
۱۷۱	غیبت حضرت یوسف	۹
۱۷۶	حضرت موسیٰ کی غیبت	۱۰
۱۸۳	حضرت موسیٰ کی وفات کا تذکرہ اور حضرت مسیح کے دور تک اوصیاء اور اللہ کی جنتوں کی غیبت کا تذکرہ	۱۱
۱۹۱	حضرت عیسیٰ بن مریم کا پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ کی آمد کی بشارت دینا	۱۲
۱۹۳	سامان فارسی کو حضور اکرم کی آمد کی خبر ہونا	۱۳
۱۹۸	قس بن ساعدۃ الایادی کے بارے میں روایت	۱۴

۲۰۲	تبع کے بارے میں روایات	۱۵
۲۰۴	حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابو طالب علیہما السلام کے بارے میں روایات	۱۶
۲۰۹	سیف بن ذی یزن کے بارے میں	۱۷
۲۱۳	بحیری راہب کے بارے میں	۱۸
۲۱۸	خالد بن اسید بن الحیص اور طلیق بن سفیان بن امیہ کا بیان بزرگ راہب سے شام کے راستے میں نبی کے بارے میں	۱۹
۲۱۹	ابوالمویہب راہب کی خبر	۲۰
۲۲۰	سیح کاہن کی خبر	۲۱
۲۲۳	یوسف یہودی کا حضور اکرم کی نبوت کی صفات و علامات کے ساتھ خبر دینا	۲۲
۲۲۵	شام سے ابن حواش المقبیل کی خبر	۲۳
۲۲۵	زید بن عمرو بن نفیل کی خبر	۲۴
۲۲۷	ہر زمانے میں امام کا موجود ہونا	۲۵
۲۳۶	حضرت آدم سے لے کر آخر حجت تک وصیت کا متصل ہونا اور زمین کا قیامت تک حجت خدا سے خالی نہ ہونا	۲۶
۲۴۳	عترت و آل و اہل و ذریت و سلالہ کے معنی	۲۷
۲۷۰	امام زمانہ کے وجود اور ان کی امامت پر اللہ تعالیٰ کی نص	۲۸
۲۷۶	امام قائم کی امامت پر رسول اللہ کے نصوص	۲۹
۳۰۴	غیبت قائم سے متعلق حضور اکرم کے ارشادات	۳۰
۳۰۶	غیبت امام قائم سے متعلق امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے ارشادات	۳۱
۳۲۱	جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین اور اہمات ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں	۳۲

۳۳ امام قائمؑ کا تذکرہ اس لوح میں جو حضورؐ نے جناب فاطمہ الزہراؑ سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۳۲۲	
۳۲۶	غیبت امام قائمؑ کے بارے میں حضرت امام حسنؑ کا خبر دینا
۳۲۹	غیبت امامؑ کے بارے میں حضرت امام حسینؑ کے ارشادات
۳۳۰	غیبت امامؑ کے بارے میں حضرت امام زین العابدینؑ کے ارشادات
۳۳۴	غیبت امامؑ سے متعلق حضرت امام محمد باقرؑ کے ارشادات

کمال الدین و تمام النعمت (جلد دوم)

فہرست

صفحہ نمبر

عنوان

باب نمبر

۳۴۲	غیبت امام قائم علیہ السلام کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات	۳۳
۳۴۳	غیبت قائم علیہ السلام، ان کی نبیت اور ان کی امامت کے بارے میں غیبت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ارشادات	۳۴
۳۶۵	ہشام بن سالم کا مناظرہ	
۳۷۰	امام قائم علیہ السلام، ان کی نبیت اور ان کی امامت پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ارشادات گرامی	۳۵
۳۷۶	امام زمانہ علیہ السلام اور ان کی نبیت کے بارے میں حضرت امام محمد بن علی (محمد تقی) جواد علیہ السلام کے ارشادات گرامی	۳۶
۳۷۷	امام قائم علیہ السلام اور ان کے نبیت کے بارے میں حضرت امام علی بن محمد (تقی) مایمنا علیہ السلام کے ارشادات گرامی	۳۷
۳۸۱	امام زمانہ اور ان کی نبیت کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ارشادات	۳۸
۳۸۲	وہ روایات جو حضرت فخر علیہ السلام کے بارے میں آئی ہیں۔	
۳۸۷	وہ روایات جو ذوالقرنین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔	
۳۸۸	وہ احادیث جو ذوالقرنین کے سیاق و سباق کے حامل روایات میں آئی ہیں۔	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

الحمد لله الذي جعلنا من امة محمد صلى الله عليه وآله وصلى على هداية
المهديين ونجباء الاكرميين

اما بعد۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب اور ائمہ طاہرین کے صدقے میں ہم گناہ گاروں پر ایک مرتبہ پھر ایک احسان عظیم کیا ہے جس کے لئے ہم اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم قطعاً اس قابل نہ تھے کہ وہ کچھ کر سکیں کہ صرف بڑے بڑے ادارے ہی جس کے اہل ہیں مگر پروردگار عالم نے ہم سے وہ کام لے لیا یعنی مذہب حقہ کی بنیادی کتاب ”من لا یحضرہ الفقیہ“ (جو کتب اربعہ میں سے ایک ہے) اور ”علل الشرائع“ کہ دونوں کے مولف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں کا اردو ترجمہ شائع کروا دیا۔ اس وقت انہی بزرگ کی ایک اور کتاب ”کمال الدین و تمام النعمان“ جو غیبت امام عصر کے بارے میں ہے کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایران کے شہر قم کے ایک علمی اور دینی گھرانے میں جناب امام عصر کی دعا سے ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۷۵ سال کی عمر پا کر ۳۸۱ھ میں اسی شہر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ یہ بزرگ سرداروں کے سردار، دین حق کے پیثار، نابغہ روزگار تھے۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کے بارے میں امام عصر کی طرف سے ایک تحریر آئی تھی جس میں ان کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ بہت نیک اور بابرکت فقیہ ہوں گے۔ اس تحریر کی بنیاد پر بعد کے تمام آنے اور لکھنے والوں نے ان کو سچا، اچھا، نیک اور مستند مانا ہے۔ انہوں نے تقریباً تین سو کتب تالیف و تصنیف کی ہیں۔ بے شک ہمارے بزرگ اہل دین اور اہل قلم نے ہر طرح کے مصائب و آلام برداشت کئے۔ اس پر آشوب اور شدید مخالفانہ دور میں جب کہ علی اور اولاد علی کا نام لینا بھی جرم اور سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا، اشاعت اور طباعت کی اتنی آسانیاں بھی میرے تھیں لیکن ان سب کے باوجود انہوں نے ہمیں مفلس و نادار نہیں چھوڑا بلکہ اتنا علمی اور دینی سرمایہ ہمارے لئے چھوڑ گئے جو کافی سے زیادہ تھا مگر افسوس کہ بہت سا علمی سرمایہ زمانے کے حادثات کی نذر ہو گیا اس کے باوجود ہمارے پاس اتنا دینی سرمایہ گیا جو ہمارے لئے کافی ہے اور جس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔

وہ کتاب ہے جو امام عصر کے علم پر مبنی تھی ہے اور اس بات کا تذکرہ خود کتاب کے
 مؤلف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ امام عصر کا حکم اس کتاب کی اہمیت پر
 دلیل ہے اور جس بات کا حکم امام دین اس کی نشر و اشاعت عالم اسلام میں کرنا ہر مسلم کا فرض عینی بنتا ہے۔ تاکہ وہ نہ
 صرف خود کو بلکہ دوسروں کو بھی جاہلیت کی موت مرنے سے بچاسکے۔ یہ کتاب غیبت کے ابتدائی دور میں شیخ صدوق علیہ
 الرحمہ کے محتاط قلم سے تحریر ہوئی ہے اس وجہ سے اس کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ نیز ہمارا یہ کہنا بھی بجا ہوگا
 کہ جب امام عصر نے اس کی فرمائش کی ہے تو اس کی تحریر کی بھی نگرانی یقیناً کی ہوگی۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے
 منفرد، عدیم النظیر، اپنے ابواب میں ممتاز، کامل، مستند، شیریں اور پرکشش ہے۔ اس کتاب میں امام عصر کی شخصیت و وجود
 اور غیبت کے بارے میں قرآن، حدیث اور اقوال معصومین کے حوالے سے ثبوت فراہم کئے گئے ہیں۔ اس میں مخالفین،
 منکرین اور منافقین سے مناظرے ہیں ان کے شکوک و شبہات کو روشن اور واضح دلائل سے غلط اور باطل ثابت کیا گیا ہے
 یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ کسی فرقہ کے کسی فرد نے آج تک اس خاص موضوع یعنی "غیبت" پر اتنی ضخیم اور
 مستند کتاب تالیف یا تصنیف کر کے اپنی قوم کے حوالے نہیں کی سوائے ہمارے اہل قلم اور اہل حق بزرگ جناب شیخ
 صدوق علیہ الرحمہ کے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے امام عصر کے بارے میں عوام الناس کی معرفت اور معلومات میں اضافہ
 ہوگا۔ غیبت کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلانے جارہے ہیں ان کا بھی باسانی ازالہ ہو سکے گا۔ اس کتاب کے مطالعہ
 سے آپ کو ایسی احادیث نظر آئیں گی جن کی رو سے مسلمانوں بلکہ شیعوں تک میں سے اکثر لوگ غیبت کی طوالت کی وجہ
 سے امام عصر کے وجود کے ہی منکر ہو جائیں گے گو کہ عقیدہ ظہور مہدی متفق علیہ ہے۔ لیکن کچھ حلقوں سے یہ بات بھی کچھ
 عرصہ سے اٹھائی جا رہی ہے کہ اب کوئی ہادی نہیں آئے گا بلکہ یہ عقیدہ اسرائیلی سازش کے تحت پھیلا یا گیا ہے تاکہ
 مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اچھے دنوں کے انتظار میں بیٹھے رہیں اور ان میں تحرک کا جذبہ ختم ہو جائے۔ افسوس تو اس بات
 پر ہوتا ہے کہ جب منفی سوچ کے حامل افراد یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ امام عصر کا ظہور تو اس وقت ہوگا جب دنیا ظلم
 و جور سے بھر چکی ہوگی۔ چنانچہ ہم جو کچھ ناجائز اور غلط کام کر رہے ہیں دراصل امام عصر کے آنے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔
 ان لوگوں کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کیوں امام عصر کو پکارا جا رہا ہے؟ بند کرو یہ ندبہ کے غلغلے۔ کیا تم
 چاہتے ہو کہ امام عصر آئیں اور ہماری سرکوبی اور سرزنش کریں۔ یہ دو الگ الگ متضاد فکریں ہیں جن کی جڑیں جہالت سے
 پھوٹی ہیں۔ اور اس جہالت کے پھیلانے کے ذمہ دار سب سے زیادہ قابضین منبر ہیں جن کے پاس اپنی بات
 پھیلانے کا سب سے موثر ذریعہ یہی منبر ہیں۔ اہل قلم کی تحریریں کم لوگوں تک پہنچ پاتی ہیں۔ اگر یہ لوگ دین و
 دیانت کی باتیں اپنے کثیر سنے والوں کے گوش گزار کرتے رہتے تو یقیناً یہ قوم اثر لیتی لیکن انہوں نے اپنے دنیاوی فائدوں
 کے لئے قوم کو خوف خدا، خوف آخرت اور خوف قبر سے بالکل بے پروا کر دیا۔ اور اس حد تک غافل رکھا کہ وہ جو چاہیں

کریں، لوگوں کے حقوق غصب کریں، قطع رحم کریں اور اپنے گناہوں میں بے حیائی کی حدیں پار کر لیں۔ لیکن نعوذ باللہ گویا ائمہ کرام ان کے انتظار میں ہیں کہ جب ایسے لوگ قبر میں آئیں تو وہ نکیرین کو سوالات کرنے سے پہلے ہی پھنکر کر بھگا دیں کہ دیکھتے نہیں یہ وہ ہیں جو ہمارے احکامات پر عمل تو نہیں کرتے تھے مگر ہمارا نام ضرور لیتے تھے۔

اس منفی سوچ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظار امام عصر کا اہم ترین تقاضا یعنی تربیت ذات اور تربیت قوم پس پشت ڈال دیا گیا۔ بلکہ یہ بات پھیلائی گئی کہ امام عصر تشریف لا کر معجزانہ طور پر دشمنان اسلام کو نیست و نابود کر دیں گے۔ اس فکر کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جب سب کچھ امام عصر خود ہی کر لیں گے تو ہمیں کسی تیاری کی کیا ضرورت ہے؟

تاریخ پر نظر ڈالئے تو پروردگار عالم کی ایک سنت نظر آئے گی کہ کوئی تحریک افرادی قوت کے بغیر کامیاب نہیں ہوتی۔ کوئی فرد خواہ وہ پیغمبر ہو یا امام اس وقت تک اس نے تلوار نہیں اٹھائی جب تک کوئی گروہ اس کی مدد پر تیار نہ ہوا چاہے وہ گروہ قلیل تعداد میں ہی کیوں نہ ہو۔ امام عصر کی غیبت کو تقریباً بارہ سو سال گزر چکے ہیں اور یہ حقیقت افسوسناک بلکہ شرمناک ہے کہ ابھی تک یہ تعداد سامنے نہ آسکی یا تیار نہ ہو سکی جس کی بنیاد پر ظہور کا جواز ممکن ہوتا۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل حقیقت ہے کہ اہل تشیع میں سے اکثر لوگ قرآن و حدیث رسول اور تعلیمات ائمہ طاہرین سے قطعاً ناواقف ہیں اور افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ انہیں اپنی لاعلمی کا ادراک بھی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے و ما کان المؤمنون لینفروا كافة فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقہوا فی الدین و لینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون (سورہ توبہ آیت ۱۲۲) ”پس ان کے لئے ہر بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا سا جتھا اس غرض سے کیوں نہیں نکلتا کہ دین کا علم حاصل کرے اور جب اپنی قوم میں پلٹ کر آئے تو انہیں ڈرانے تاکہ وہ لوگ بھی بچیں“ کیا یہ حقیقت اس بات کی متقاضی نہیں کہ ہم میں ایک تبلیغی جماعت ہو جو یہ بتائے کہ ہم کیا بھول گئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے؟ اور یہ کہ امام عصر کی نصرت کے لئے رضاکار کس طرح تیار ہوں گے؟ ”ممکن ہے کہ ہماری موجودہ نسل اس طرح کے پروگرام سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکے مگر یہ بیچ جب دلوں کی زمین میں بو دیا جائے گا تو ان شاء اللہ ایک دو نسلوں کے بعد بار آور ہوگا اور پھر اس سلسلے میں ابتداء کرنے والی یہ موجودہ نسل بھی مثبت ہوگی۔ پس آئندہ نسلوں کے لئے دنیا کو خوبصورت اور امن و عافیت کا مقام بنانے اور آخرت میں یقینی کامیابی کے لئے آگے بڑھیں پروردگار عالم آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

ہم اہل تشیع کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن پاک پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور اس کے کل احکامات پر عمل کرتے ہیں جیسے امت۔ خمس وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ دوسرے مسلمان نہیں مانتے مگر ہم لوگ مانتے ہیں۔ مزید کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء

قرودوا الی اللہ و الرسول ان کنتم تو منون باللہ و الیوم الاخر ذلک خیر و احسن

تاویلاً" اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑا ہو کسی بات میں تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام " (سورہ نساء آیت ۵۹) دوسرے مسلمان صاحبان امر سے مراد حکومت کرنے والوں کو لیتے ہیں جبکہ ہمارے نزدیک صاحبان امر وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے امام بنائے گئے اور ہم تمام ائمہ کو صاحبان امر مانتے ہیں اور ان کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ بات ۲۵۶ھ تک تو تسلیم کی جاسکتی ہے کیونکہ اس وقت تک ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام بقید حیات اور ظاہر تھے عوام اور خواص دونوں ان تک کسی نہ کسی ذریعہ سے رسائی رکھتے تھے۔ اپنے خمس کا مال ان تک پہنچاتے تھے اور اپنے مسائل کا حل ان سے دریافت کرتے تھے۔ ۲۵۶ھ سے ۳۲۸ھ تک یعنی غیبت صغریٰ کے دور میں بھی جو تقریباً ۷۰ / ۷۲ سال کا دور تھا امام عصر کے مقرر کردہ نائبین کے ذریعہ مال خمس آپ تک پہنچایا جاتا تھا اور اپنے مسائل کا حل اور اپنے سوالات کے جوابات حاصل کئے جاتے تھے۔ ۳۲۸ھ کے بعد امام عصر نے اپنے نائبین مقرر کرنا موقوف کر دیئے اور اپنے شیعوں کو ہدایت کردی کہ وہ مسائل کے حل کے لئے ان دین دار حضرات سے رجوع کریں جو مسئلہ کے حل کے لئے ہماری حدیثیں بیان کریں۔ وہ تم پر حجت ہیں اور میں ان پر حجت ہوں۔

حضور اکرم کے بعد مسلمانوں نے دین کے معاملات میں اپنی عقل اور رائے کا استعمال شروع کر دیا جس کے نتیجے میں واقعہ کر بلا پیش آیا۔ چونکہ وہ لوگ امامت کے ایسے قائل نہیں ہیں جیسے ہم لوگ ہیں اس وجہ سے ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتے مگر اہل تشیع جو امامت کے قائل ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے حکم سے پردہ غیبت میں ہیں اور اللہ ہی کے حکم سے ظہور کریں گے اور اس دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی لیکن اہل تشیع نے بھی امام عصر کے پردہ غیبت میں چلے جانے کے بعد وہی کام کیا جو مسلمانوں کے دوسرے فرقوں نے کیا تھا یعنی دین کے معاملات میں اپنی ناقص عقل اور رائے کا استعمال۔ جس کے لئے ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے سختی سے منع کیا ہے۔

یہ بات انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہی ہے کہ ایک طرف ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم لا وارث نہیں بلکہ ہمارا امام زندہ ہے اور ہماری اور ہمارے دین کی حفاظت کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف ہمارا عمل اس کے برعکس ہے کہ ہم دین کے معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے اپنی عقل اور رائے سے کام لیتے ہوئے نہ صرف ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں بلکہ دین میں بھی بگاڑ پیدا کر رہے ہیں۔ کیا ایسا کرنا منافقت نہیں ہے؟

پروردگار عالم نے گو صاحب الزماں کو غیبت میں رکھا ہوا ہے لیکن وہ اہل ایمان کے مسائل اور پریشانیوں کو حل فرماتے رہتے ہیں۔ ہماری ذمہ داری امام عصر سے رجوع کرنا ہے جس کا طریقہ شاید عوام الناس نہ جانتے ہوں مگر دین سے اگاہی رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں اور ہماری کتابیں ایسی باتوں سے بھری پڑی ہیں۔ کیا کوئی مسئلہ امام عصر کے لئے مشکل

ہے؟ کیا ہمارے کسی امام نے کسی شخص کو کسی وقت یہ کہہ کر نال دیا ہو یا منع کر دیا ہو کہ یہ میں نہیں جانتا۔ ہمارے کسی امام نے کسی سوال کرنے والے کو کبھی مایوس نہیں کیا چاہے سوال کسی نوعیت کا ہو۔ دینی ہو یا دنیاوی، ریاضی کا ہو یا معاشیات کا، بیماری کا ہو یا صحت کا، سائنس کا ہو یا جغرافیہ کا۔ ایسے ان گنت واقعات کتابوں میں درج ہیں کہ لوگوں نے اپنی پریشانیوں اور مشکل حالات میں امام عصر سے رجوع کیا اور آپ نے فوراً مدد کی۔ آپ کے اذہان عالیہ میں یقیناً بہت سے واقعات ہوں گے۔ صرف یاد دہانی کے لئے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ انگریزوں کے تسلط کے دوران بحرین کے ایک ناصبی وزیر نے والی بحرین کی خدمت میں ایک انار پیش کیا جس پر کچھ نام ابھرے ہوئے تھے۔ اور کہا یہ دیکھیں یہ کتنی بزرگ ہستیاں تھیں جن کے نام اللہ تعالیٰ نے انار پر لکھے ہیں۔ آپ اہل تشیع کو بلا کر دکھائیں اور جواب طلب کریں اگر کوئی معقول جواب نہ ملے تو سب کو مذہب تبدیل کرنے کا حکم دیں بصورت دیگر انہیں قتل کرادیں والی بحرین اس کی باتوں میں آگیا اور چند ذمہ دار اہل تشیع کو بلا کر انار دکھایا اور وزیر کے حسب منشاء فیصلہ سنا دیا۔ شیعوں نے جواب کے لئے تین دن کی مہلت طلب کی اور پریشانی کے عالم میں امام عصر سے رجوع کیا۔ آپ نے حقائق سے پردہ اٹھایا اور صحیح صورت حال سے ان لوگوں کو آگاہ کیا کہ مذکورہ وزیر نے مٹی کا سانچہ بنا کر ایک انار پر باندھ دیا اور جب یہ انار بڑا ہوا تو یہ نام اس پر ابھر آئے۔ یہ سانچہ وزیر کے گھر کے فلاں کمرے میں ایک طاق میں ہے۔ حکمران کو ساتھ لے جا کر یہ سانچہ دکھلا دینا تاکہ وہ خود تمام حالات کا مشاہدہ کرے۔ غرض حسب ہدایت ایسا ہی کیا گیا۔ جب حکمران کے سامنے ساری حقیقت آگئی تو اس نے وزیر کو قتل کرادیا اور مذہب حقہ اختیار کر لیا۔ (حوالے کے لئے بحار الانوار جلد ۱۲۔ اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)۔

جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا کہ امام عصر نے حکم دیا کہ اپنے مسائل کے حل کے لئے ان لوگوں سے رجوع کرو جو ہماری حدیثیں بیان کریں۔ اس واضح ہدایت کی روشنی میں ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ کون حضرات ہیں جو امام کے اقوال سنا کر لوگوں کے مسائل حل کر رہے ہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور ابھی تک اس طریقہ کار کو فروغ نہیں ملا تو پوری قوم مسئول اور ذمہ دار قرار پائے گی۔ خدا ہمیں کسی ابتلاء میں پڑنے سے محفوظ رکھے۔ حقیقتاً ہدایات و تعلیمات ائمہ علیہم السلام پر عمل کرنا دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہے تو کیا یہ یقین رکھنے کے باوجود ہم معصومین کی کچھ ہدایات پر عمل اور کچھ ہدایات سے روگردانی کرتے رہیں گے؟ جو منافقت کے زمرہ میں آتا ہے۔

انسان حسب حیثیت کوشش کرتا ہے مگر مقصد میں کامیابی اس وقت ہوتی ہے جب پروردگار عالم چاہتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ ہمارے ساتھ بھی گزرا ہے۔ "کمال الدین و تمام النعمہ" کے ترجمہ کرانے کے سلسلے میں جن مشکلات اور حالات کا سامنا ہمیں کرنا پڑا ان کی تفصیلات انتہائی افسوسناک ہیں۔ جنہیں سنا کر ہم آپ کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہتے۔

حرف آخر کے طور پر آپ سے عرض ہے کہ ادارہ الکساء پبلیشرز کے ہر فرد نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بہترین طریقہ

سے بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کی مکمل کوشش کی ہے اور پروردگار عالم سے ائمہ ظاہرین کے توسط سے دعا بھی کی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی خامی یا غلطی نہ رہنے پائے کیونکہ یہی ہمارے اختیار میں تھا اس کے باوجود اگر کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو تو آپ ہماری معذرت قبول فرمائیں لیکن اس خامی یا غلطی کی طرف ہماری توجہ مبذول ضرور فرمائیں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس غلطی کا ازالہ کیا جاسکے۔

والسلام

خاکپائے اہلبیت

سید فیضیاب علی رضوی

سید اشفاق حسین نقوی

جلد اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے

تمہید

مؤلف کا تعارف اور ان کے مختصر حالات زندگی

وہ شیخ اعظم ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن بن بابویہ ہیں جو صدوق کے نام سے مشہور ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اعلام میں سے تھے، طائفہ کے سرداروں کے سردار، حق اور دین کے مینار، نابغہ روزگار، اپنے ماسلف کے پیشوا، وصف و مدحت کا دائرہ ان کی شخصیت کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، زبان قلم ان کی توصیف بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پوری امت مسلمہ ان کی پیشوائی اور بلند مرتبتی کی قائل ہے۔ وہ حضرت صاحب الزماں عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی دعا سے پیدا ہوئے اور آپ کی جانب سے ایک تحریر ان کے بارے میں جاری ہوئی ہے کہ ”وہ بہت ہی نیک اور بابرکت فقیہ ہیں“ اس تحریر مقدس کے بعد ان کے بارے میں جو کچھ بھی زبان سے جاری ہو جائے یا نوک قلم سے ورق پر ثبت ہو جائے وہ یقیناً ان کی عظمت اور شان سے بہت کم ہوگا۔ ان کی برکات تمام لوگوں کا احاطہ کر چکی ہیں اور ان کی تالیفات اور کتابوں سے ہر خاص و عام نے نفع اٹھایا ہے۔ ان کے علم و عمل کے جس نمونے کی طرف بھی اشارہ کریں گے تو اس کو ان کے اعلیٰ مقام اور عظمت کی گواہی دیتے ہوئے پائیں گے۔ اور جو شخص کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرے اور عظیم شخصیات کے حالات زندگی پر مبنی کتابوں کو پڑھے تو ان (شیخ صدوق) کو فضائل کی کثرت اور علم کی بہتات کی بناء پر اپنے بعد آنے والوں کا امام اور پیشوا پانے گا۔ فقہ کے وہ علمبردار ہیں، حدیث میں وہ درایت اور روایت کے امام ہیں اور علم کلام کے وہ رمز شناس ہیں۔

انہوں نے اپنے وجود میں علم کی کثرت، عقل کے کمال، حسن فہم، اعلیٰ یادداشت اور اعلیٰ ذکاوت کے ساتھ بلند ہمتی کو جمع کر لیا۔ انہوں نے احادیث کے حصول اور مشائخ سے بالمشافہ دیدار کے لئے اپنے جائے پیدائش سے دور دراز

علاقوں کی طرف سفر کیا۔ ان میں رے، استرآباد، گرگان، نیشاپور، مرو روڈ، سمرقند، فرغانہ، بلخ، ہمدان، بغداد، فید اور مکہ و مدینہ شامل ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ سفر کے عظیم فوائد ہیں۔ یہ عقل و ذہن کو مہذب کرنے اور علم میں نبوغ حاصل کرنے کا نزدیک ترین راستہ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں علم کی نشر و اشاعت، مذہب کی ترویج اور حقائق کو پھیلانے جیسے امور بھی سرانجام پاتے ہیں۔ اور اگر اس امت میں ایسی عظیم ہستیاں نہ ہوتیں جو راہ سفر اختیار کرتیں اور پہلے خود سرچشمہ علم سے سیراب ہوتیں پھر اسکو رواں کرتیں تو بہت سی اقوام جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتی رہتیں اور فکر و عقل کی لپستی میں پڑی رہتیں۔ اور اگر راہ سفر اختیار کرنے والی ہستی ہوشیار، سعی و کوشش کرنے والی اور عارف ہو تو دوسرے علاقوں کے علماء سے علم و معرفت کی ایسی باتیں حاصل کرے گی جو اپنے علاقے کے علماء سے نہ ملتی ہوں اور بہت سی باتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی جو اپنے اساتذہ سے نہ ملتی ہوں۔ اسی طرح ایسی ہستی سے بھی لوگ وہ چیزیں حاصل کریں گے جو اپنے ملک کے علماء سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور ایسی باتیں سنیں گے جو اپنے مشائخ سے نہیں سنیں۔ اور کتنے مناظرے اس مسافر عالم دین اور دوسرے ملکوں کے علماء کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں فریقین پر حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور مذہب حقہ ظاہر ہو جاتا ہے اور یوں ان کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کے اور بھی فوائد ہیں۔ چنانچہ خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون (سورہ توبہ آیت ۱۲۲) کیوں ہر گروہ میں سے ایک جماعت راہ سفر اختیار نہیں کرتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور اپنی قوم کو (عذاب خدا سے) ڈرائے جب وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ کر جائے۔ شاید وہ خدا سے خوف کھائیں۔

ہمارے یہ بزرگوار (شیخ صدوق) اس میدان کے شہسوار ہیں، جنہوں نے سب پر سبقت حاصل کی اور کوئی بھی شخص ان کی کامیابیوں کا دسواں حصہ بھی نہ پاسکا۔ دراصل وہ اپنے سفروں کی محنتوں اور مشقتوں کو بہت ہی آسان گردانتے تھے اور راہ پیمائی کی تھکن کو غیر اہم سمجھتے تھے۔ انہوں نے بے آب و گیاہ بیابانوں، جنگلوں، مختلف شہروں اور صحراؤں کو طے کیا اور دشوار گزار پہاڑوں کو سر کیا بڑے بڑے ملکوں سے گذرے اور اس حالت میں کہ اس زمانے میں ایک مسافر کے لئے کتنے ہی خطرات درپیش ہوتے تھے اور سواری اور سفر کی محنتوں کا حال ناگفتہ بہ تھا۔

اگر آپ ان کی مسافرتوں کی تفصیلات جانتا چاہتے ہیں تو لیجئے بغور مطالعہ کریں:

وہ شہر قم میں پیدا ہوئے اور وہیں انہوں نے نشوونما پائی۔ وہاں کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور علماء قم سے کسب فیض کیا۔ اس کے بعد شہر "رے" کے باشندوں کی التماس اور درخواست کی وجہ سے اس طرف کا رخ کیا اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ اس کے بعد امام رضاؑ کے روضہ مطہرہ کی طرف سفر کیا وہاں سے واپس شہر "رے"

کی طرف آئے۔ دورانِ واپسی راستہ میں نیشاپور کے بزرگوں نے انہیں گھیر لیا اور علماء ان کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوئے، ان کے انوار سے فائدہ حاصل کیا اور ان سے کسبِ فیض کیا اس طرح موصوف نے بھی اس شہر کے مشائخِ عظام جن میں ابو علی حسین بن احمد بیہقی جیسے بزرگ شامل تھے سے ان کے گھر میں احادیث سنیں۔ اسی طرح عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری، ابو منصور احمد بن ابراہیم ابن بکر الثوری، ابو سعید المعلم محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق مذکر نیشاپوری، ابو طیب حسین بن احمد بن محمد رازی، عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب سجزی اور ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید سے احادیث سماعت کیں۔

ان کے نیشاپور میں قیام کے دوران لوگ جوق در جوق ان کے پاس آتے تھے۔ انہوں نے ان ملاقاتوں میں یہ محسوس کیا کہ ان میں سے اکثر حضرت حجت (عج) کے بارے میں شک و شبہ اور سرگردانی میں مبتلا ہیں اور دلائل کے قائل نہیں ہیں تو اپنی پوری جدوجہد اور کوشش اس راہ میں مرکوز کی کہ انہیں راہِ راست کی طرف لائیں اور شک و شبہ کو زائل کر دیں۔ اور اپنے علم اور فضل کے ذریعے ان کی سماعتوں اور بینائیوں کو بہرہ مند کر دیں۔ یوں وہاں آپ کی برتری اور بزرگی پر سب متفق ہوئے اور مشائخِ خراسان کے سردار کا لقب آپ کو دیا گیا۔ پھر وہاں سے ”مروالروذ“ کی طرف رخ کیا، یہاں انہوں نے ایک جماعت سے احادیث سنیں ان میں ابوالحسن محمد بن علی بن الشاہ فقیہ اور ابو یوسف رافع بن عبداللہ بن عبدالملک شامل ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بغداد کا رخ کیا یہاں لوگوں نے نہایت احترام اور اکرام کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور طائفہ امامیہ کے بزرگوں نے ان سے احادیث سماعت کیں۔ بغداد میں مشائخ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث سنیں جن میں حسن بن یحییٰ علوی حسینی جو ابن ابی طاہر کے نام سے مشہور ہیں، ابراہیم بن ہارون ہیتی، علی بن ثابت دوالیبی اور محمد بن عمر الحافظ شامل ہیں۔ بغداد میں آپ دو بار آئے پہلی بار ۳۵۲ھ میں اور دوسری مرتبہ ۳۵۵ھ میں۔

بیت اللہ الحرام کی زیارت کے بعد واپسی میں جب آپ شہرِ فید میں پہنچے تو ابو علی احمد بن ابی جعفر بیہقی نے آپ کو احادیث سنائیں۔ اس کے بعد آپ کوفہ میں داخل ہوئے وہاں کے مشائخ سے آپ نے احادیث سنیں جن میں محمد بن بکران نقاش، احمد بن ابراہیم بن ہارون قاضی فامی (سبزی فروش) سے مسجد کوفہ میں، حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی ابوالحسن علی بن عیسیٰ مجاور سے مسجد کوفہ میں ابوالقاسم حسن بن محمد السکری مذکر، ابو ذر یحییٰ بن زید بن العباس بزاز (کپڑا فروش) اور ابو الحسن علی بن الحسن بن سفیان بن یعقوب الہمدانی سے ان کے گھر میں (حدیث سنی) شامل ہیں۔ اسکے بعد ہمدان میں داخل ہوئے اور وہاں قاسم بن محمد بن احمد بن عبدویہ السراج، فضل بن الفضل بن العباس کندی اور محمد بن الفضل بن زینویہ جلاب ہمدانی سے احادیث سنیں۔ اسکے بعد بلخ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے بزرگ علماء بمحمد حسین بن محمد اشائی الرازی العدل، حسین بن احمد استرآبادی حسن بن علی بن محمد بن علی بن عمر عطار،

حاکم ابو حامد احمد بن الحسن بن علی، عبید اللہ بن احمد الفقیہ، طاہر بن محمد بن یونس بن حیوۃ الفقیہ اور ابو الحسن محمد بن سعید سمرقندی الفقیہ شامل ہیں سے احادیث سنیں اس کے بعد آپ ایلاق میں داخل ہوئے اور آپ کو محمد بن عمرو بن علی بن عبد اللہ بصری، محمد بن الحسن بن ابراہیم الکرخی الکاتب، ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن الفضل الشاشی الحاکم اور ابو الحسن علی بن عبد اللہ ابن احمد اسواری نے احادیث سنائیں۔ اس قصبہ میں شریف الدین ابو عبد اللہ جو ابن نعمہ کے نام سے مشہور ہیں آپ سے ملاقات کے لئے آئے اور آپ سے درخواست کی کہ فقہ، حلال و حرام اور شرایع و احکام کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کریں تو آپ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کے لئے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ تصنیف کی۔ اس کے بعد "سمرقند" میں داخل ہوئے اور وہاں ابو محمد عبدوس بن علی بن العباس الجرجانی اور ابو اسد عبد الصمد بن عبد الشہید الانصاری سے احادیث حاصل کیں۔ فرغانہ کے سفر میں تمیم بن عبد اللہ القرشی ابو احمد محمد بن جعفر البندار الشافعی الفرغانی، اسماعیل بن منصور بن احمد القصار اور ابو احمد محمد بن ابو عبد اللہ الشافعی نے آپ کو احادیث سنائیں۔

یہ سب کچھ صرف کتاب خدا سے تمسک اور خاندانِ وحی سے رابطہ رکھنے، ان کے حریم سے دفاع کرنے، خدمت کے فرائض انجام دینے، حق کا فرض ادا کرنے، معارف کے پرچم گاڑنے اور مذہب کی ترویج کرنے کے لئے تھا۔

یقیناً انہوں نے (خدا کی رضوان ان پر ہو) تاریخ اسلام میں اپنی ذات کے لئے ایک روشن اور وسیع باب کھولا ہے اور اسکا دائرہ برج جوزاء کے برابر ہے۔ اور اس میں ان کی تالیفات اور آثار چمک رہے ہیں۔ زمانے کی گردش اسے مٹا نہیں سکتی۔ کیوں ایسا ہو وہ تو دریائے پر تلاطم و ذخار ہیں۔ حدیث اور روایات کے شیخ المشائخ ہیں۔ اپنی تالیفات سے انہوں نے گوشہ ہائے عالم کو منور کر دیا، فتاویٰ میں وہ وسیع مرجعیت کے مالک تھے۔ عالم اسلام کے گوشہ و کنار سے اور علمی حلقوں کی طرف سے مختلف موضوعات سے مربوط سوالات ان کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے اور ان کی طرف سے جوابات دیئے جاتے تھے۔ اس بارے میں نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں جوابات "المسائل" کے عنوان سے جو کچھ ضبط تحریر کیا ہے وہ آپ کی آگہی کا باعث ہوگا۔ نجاشی کہتے ہیں ان (صدوق) کی ایک کتاب "قرودین" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات، "مصر" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات، "بصرہ" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات اور "مدائن" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات کے عنوان سے ہے۔ ایک کتاب "نیشاپور کا سوال" اور ایک کتاب وہ ہے جو انہوں نے بطور خط ابو محمد فارسی کے لئے بھیجی، دوسرا خط بغداد کی طرف بھیجا اور یہ ایک خط کا جواب ہے جو ماہ رمضان المبارک کے بارے میں بھیجا گیا تھا اور ایک خط "رے" کے باشندگان وغیرہ کے لئے غیبت کے بارے میں بھیجا گیا تھا۔ اسی طرح مذہب حقہ کی حمایت اور باطل کے مقابلے کے سلسلے میں مناظرے اور تسلی بخش جوابات بھی موجود ہیں ان میں سے ایک مناظرہ وہ ہے جو بادشاہ رکن الدولہ بویہی دیلی کے دربار میں واقع ہوا اور یہ اس وقت کی بات ہے

جب ان کی برتری کی خبر اور شہرت دنیا کے گوشہ و کنار تک پھیل گئی تھی۔ بادشاہ نے ان کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا اور ان سے التماس کی کہ وہ ان کے پاس تشریف لائیں۔ آپؑ جب دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے ان کا خود استقبال کیا، اپنے پاس بٹھایا اور ان کی تعظیم و تکریم اور احترام بہت زیادہ کیا۔ اور ان کے سامنے مذہب کے بارے میں نہایت پیچیدہ سوالات پیش کئے۔ آپ نے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے اور روشن دلائل کے ذریعے مذہب کی حقانیت ثابت کی بادشاہ اور حاضرین نے قبول کیا اور مخالفین کے لئے آپ کے دلائل کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔

نجاشی نے آپ کی کتابوں کے ضمن میں "رکن الدولہ کے حضور واقع ہونے والی محفل (مناظرہ) کا تذکرہ"، "ایک اور محفل (مناظرہ) کا تذکرہ"، "تیسری محفل مناظرہ کا تذکرہ"، "چوتھی محفل مناظرہ کا تذکرہ"، "پانچویں محفل مناظرہ کا تذکرہ" کے عنوان سے کیا ہے۔ ان مجالس مناظرہ میں سب سے اہم بات مذہب امامیہ کی حقانیت کا اثبات بالخصوص مسئلہ غیبت کا اثبات تھا۔

(مناظروں کا یہ اہتمام) اس لئے کیا گیا کہ جب سے شیعہ فرقہ اثناعشریہ اپنے پیشوا سے جدا ہوا ان میں تفرقہ آیا وہ تنزلی کا شکار ہوئے اور حق کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے حیرت اور سرگردانی کا شکار ہوئے پس حضرت حجت (ع) کا معاملہ آپ کے پسندیدہ نائبین کے زمانے سے چوتھی صدی کے وسط تک غیب کے پردہ میں مخفی رہا کہ کبھی سرگوشی یا پس پردہ آواز کی طرح سنائی دیا کرتا تھا۔ اس معاملہ سے سوائے گنتی کے چند افراد کے کوئی واقف نہیں تھا اور آپ کو شیعوں میں سے خاص خاص افراد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور یہ لوگ بھی آپ کا نام یا آپ کی صفت (لقب وغیرہ) ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اپنے اجتماعات میں وہ آپ کو کبھی صاحب کبھی عزیز کبھی رجل اور کبھی قائم بتاتے تھے۔ اور اپنے آپس میں رمز کے طور پر (م ح م د) سے تعبیر کرتے تھے۔ یوں امام کا معاملہ ان دنوں میں نہایت خفیہ تھا۔ دوسری طرف شکوک و شبہات کی کثرت تھی جو مخالفین جیسے زید (اور یہ اس میں اہم کردار ادا کر رہے تھے) کیسانہ، اسماعیلیہ اور واقفہ جو امام موسیٰ بن جعفر کے بعد کے ائمہ کو نہیں مانتے تھے سے ظاہر ہو رہے تھے یہ لوگ باہم متحد ہو گئے اور یہم آگے بڑھتے رہے اور روز بروز شدت پکڑتے گئے یہاں تک کہ معاملہ عقائد میں تنزل اور امام غائب کے بارے میں حیرت اور سرگردانی کی جانب بڑھا اور سادہ لوحوں کی جماعت کے دین و مذہب سے پھر جانے اور جن پر وہ اور ان کے آباء و اجداد قائم تھے اس سے ہٹ جانے پر منتج ہوا۔

مؤلف نے اس عظیم خطرے کو محسوس کیا اور اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ شیعوں کو اس وبائی شر اور یقینی نابودی اور حتی ہلاکت سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اگر آپ کی کوششیں نہ ہوتیں اور ان کے مناظرے نہ ہوتے جو انہوں نے شہر "رے" میں مخالفین کے ساتھ رکن الدولہ بوہی کے سامنے اور نیشاپور میں ان کے حضور شرفیاب ہونے

والوں کے ساتھ اور بغداد میں ایک سے زیادہ منکرین کے ساتھ کئے تھے تو مذہب امامیہ کی رسی ٹوٹ جاتی اور حضرت حجت پر ان کا اعتقاد زائل ہو جاتا ان کا نقش بھی باقی نہ رہتا اور ان کا انجام نابودی، خفت، ہلاکت اور انہدام ہوتا۔ حدیث و تاریخ کی یہ کتابیں ہمیں اس عظیم مجاہد اور مردان علم کی کثیر تعداد کے کردار کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انہوں نے حق کی حمایت اور افکار عامہ کو روشن کرنے، مخالفین کے شبہات اور ان کے دشمنی پر مبنی فضولیات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور فرقہ حقہ کو زوال کے خطرے اور نابودی سے نجات دلانے کے لئے کس طرح قیام کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین علماء کو بہترین جزا عنایت فرمائے۔

قیمتی تالیفات

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فنون اسلامی پر بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں ان کی تالیفات میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے جو امت مسلمہ کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ تمام تالیفات نئے انداز اور جدید ترتیب کی حامل ہیں۔ ان کی تعداد جیسا کہ شیخ طوسی نے ذکر فرمایا ہے کہ تین سو ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ضائع ہو گئیں اور ان کی تحریریں مٹ گئیں یا بوسیدگی کی نظر ہو گئیں یا کتب خانوں کے گوشوں میں پڑی پڑی خراب ہو گئیں اور وادی فراموشی کے سپرد ہو گئیں۔ پس وہ مٹ گئیں اور جو باقی رہ گیا وہ صرف اس کا نقش ہے اور جو نابود ہو گئیں صرف ان کا نام باقی رہ گیا۔ ہاں ان میں سے کچھ صدیوں تک رہیں لیکن پھر اس طرح سے گم ہو گئیں کہ گویا آسمان کی طرف اٹھالی گئیں۔ اور ان میں سے جو ہمارے پاس ہے وہ اس عظیم دولت میں سے بالکل تھوڑا سا ہے جس کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تعداد بھی اغلاط کی کثرت، نقائص اور تحریفات کی وجہ سے غیر معیاری طباعت کی بھینٹ چڑھ گئیں اور اس طرح سے اشاعت پذیر ہوئیں کہ جس سے نہ علم راضی ہے نہ اہل علم۔ کیونکہ ان کتب میں سے اکثر کتب کی طباعت کا اہتمام ان لوگوں نے کیا جو نہ علم کی قیمت سے واقف تھے اور نہ کتاب کی ارزش سے اور نہ ہی انہیں اس فن کا تجربہ تھا۔

یوں اس یکتائے زمانہ مؤلف کی کتب غارت شدہ ورثہ اور ضائع شدہ علم بن گئیں جبکہ وہ مفید علم، روشن دلیلیں نور، ہدایت، روشنی جو امت کے لئے باعث فخر ہی نہیں بلکہ اسکی ترقی اور پیشرفت پر گواہ اور اسکے رشد و تکامل کا معیار تھیں زمانے نے ان کتب کو نابود کر دیا اور ان کے اعلیٰ و ارفع اثرات کو مٹا دیا۔

یہ آفت صرف شیخ صدوق کی کتب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس نے بہت سی عظیم ہستیوں کی تالیفات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ لیجئے ابن قولویہ کے بارے میں بتادوں کہ ان کی تالیفات میں سے سوائے کتاب "کامل الزیارات" کے اور کچھ بھی باقی نہ رہا جبکہ ان کی تعداد فقہ کے ابواب کے برابر ہے۔ شیخ مفید کی تقریباً دو سو تالیفات ہیں

ان میں سے محدودے چند کے باقی سب ناپید ہو گئیں۔ اسی طرح شیخ طوسی اور علامہ حلی کی تالیفات کا حال ہے۔ طبری نے اپنے کتابی مجموعہ میں بعض اعلیٰ پایہ کے علماء سے نقل کیا ہے کہ علامہ حلی کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی پانچ سو تصانیف ملی ہیں اور یہ علامہ کی ان کتابوں کے علاوہ ہیں جو دوسروں کے ہاتھوں لکھی گئی ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے نوے فیصد ضائع ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی آپس میں خونریز جنگیں واقع ہوئیں، فتنے برپا ہوئے اور اس دوران بہت سے کتب خانے غارت گری کا نشانہ بنے۔ کبھی ان کتابوں کو جلایا گیا اور کبھی دریاؤں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کے بعد جو کتب بچ گئیں وہ تاتاریوں کے حملے کا شکار ہو گئیں۔ پس ہمارے قلمی آثار ہمیشہ آفتوں اور حوادث کا نشانہ بنتے رہے۔ حالیہ دور میں بھی جب ہم غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو دور دراز علاقوں سے کچھ لوگ جو کتاب کی قدر و قیمت، علم کی روشنی اور قلمی آثار کی اہمیت سے واقف تھے ہمارے پاس آئے اور ہم سے عظیم علمی غزینوں کو چھین لیا اور اس کے بدلے ہمیں ناچیز معاوضہ دیا اور ہم اسی پر راضی رہے۔

اب میں کلام کو طول دے کر آپ کو تھکانا نہیں چاہتا اور یہ میرا مقصد بھی نہیں ہے۔ بلکہ ہم ان ناگوار باتوں کی طرف باتوں باتوں میں پہنچ گئے۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ قارئین اس بات سے آگاہ ہو جائیں تاکہ حقیقت کی نگاہیں کھول کر غور و فکر کے ساتھ ان خطرات کو دیکھیں جو ہماری لاپرواہی کی وجہ سے سر پر منڈ لارہے ہیں۔ کیونکہ ہم اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی کوشش کرنے سے باز رہے ہیں۔ حقیقتوں کا سامنا کرنا اور انہیں حقیقت کی نگاہ سے دیکھنا عیب اور برائی نہیں ہے۔ یہ قلمی نسخوں کے انجام کے بارے میں مختصر سی گزارش تھی۔

لیکن آئیے مطبوعہ کتب کے بارے میں بھی جان لیجئے ان کی تباہی کچھ اس طرح ہے کہ یہ بدترین صورت میں چھاپ کر شائع کی گئی ہیں۔ ان کے نقائص میں تحریف، اغلاط اور دوسری برائیوں کے علاوہ یہ برائی بھی ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی اصل کیا ہے اور وہ کس نسخے کے مطابق ہے، کس نے تصحیح کی اور اس نے اصل کے ساتھ اس کا موازنہ بھی کیا؟ ان ساری باتوں سے چشم پوشی بھی کر لی جائے تو ان کتابوں کے بارے میں آپ کیا گمان رکھیں گے جن کے ساتھ پیشہ ور کتب فروش اور چھاپہ خانے والے بدترین سلوک کرتے ہیں۔

ایسی کتابیں جب محقق کے ہاتھ لگتی ہیں تو اگر ایک جملہ، ایک لفظ یا ایک سطر کو وہ سمجھنا چاہے تو حیران و پریشان رہ جاتا ہے کبھی کتاب کے متن کا مطالعہ کرتا ہے کبھی اس کے حاشیہ پر غور کرتا ہے پھر کافی غور کے بعد بھی اسے سمجھ میں نہیں آتا اور کف افسوس ملتا رہتا ہے۔ اس طرح ایک ان پڑھ ناشر یا نادان کاتب کی سہل انکاریوں کے باعث محقق کی ساری محنتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

ہاں! اس غبار آلود فضا میں کچھ کتابیں ستاروں کی مانند چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں جن کی تصحیح بعض بزرگ علماء کرام نے کی ہے۔ خدا ان کو اسلام کی خدمت کرنے کے عوض اجر عنایت فرمائے اور صرف یہی وہ کتب ہیں جن پر اعتماد کیا

جاتا ہے۔

رہی کتب فروشوں کی بات تو یہ جماعت ایسی ہے کہ ان میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جو کتاب کی قدر و قیمت سے بالکل واقف نہیں ہیں، وہ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ اپنے جرائم کا نام کتاب رکھ لیتے ہیں پھر انہیں شائع کرتے ہیں اور لوگ ان کتابوں کو احترام و تعظیم کے ساتھ لے لیتے ہیں وہ بے چارے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کتابیں صحیح ہیں اس لئے ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ان میں لکھے گئے مطالب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں صحیح کتب کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

جن علمی کتب پر یہ آفات نازل ہو رہی ہیں ان میں خاص طور پر احادیث، تفاسیر، فقہ اور علم کلام شامل ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چھپی ہوئی کتب اکثر ناقابل اعتماد ہوتی ہیں اور ان پر غفلت زدہ لوگ ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی باتوں کی گنجائش موجود ہے اور میں اس مختصر وقت میں ان پر تفصیلی بات نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ تفصیلی گفتگو کا موقع ہے۔ لہذا اس کو چھوڑ ہی دیتا ہوں۔ مختصر کلام یہ ہے کہ مذہبی کتابوں کا امر سنگین ہے اس کے لئے وسیع کوششوں، ہمہ پہلو صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی معارف کے سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں۔ پس اس کے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے مردانِ علم، علماءِ اسلام، لغت سے واقف لوگ اور فنِ تصحیح کے ماہرین جو کتابوں کی تصحیح پر مکمل توجہ رکھتے ہوں اور انہیں موازنہ کر کے اصل کے ساتھ تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، سے رجوع کرنا چاہئے۔ یہی وہ طریقہ اور روش ہے جو دنیا کی ہر قوم و ملت میں رائج ہے۔ دوسری اقوام اپنی مذہبی کتابوں کو ایسے کتب فروشوں کے سپرد نہیں کرتیں جو ان کو اپنی خواہش کی بھینٹ چرمھائیں، ان کی طباعت سے تجارت کریں اور ان کی اشاعت سے اپنے خزانے بھریں۔ وہ ناشرین جو اپنی دینی مطبوعات کی صحت کا مکمل خیال رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسے ناشرین جو اپنی مطبوعات کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے پہچانتے ہوں محدود ہیں۔ بعض فضلاء اور تصحیح کنندگان کی یہ روش رہی ہے کہ وہ حدیث کی کتابوں میں طبع شدہ بعض الفاظ کے بارے میں تحقیق کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر اور تاویل ان قرآن کے بناء پر کرتے تھے جو ان کے نزدیک اس کے لئے قرینہ کی حیثیت رکھتے تھے یا گمان آور دلائل جن معانی کی طرف اشارہ کرتے تھے ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کتابوں کے اصلی نسخوں کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے تاکہ ان کے اصل سے ان الفاظ کا ہونا یا نہ ہونا ثابت کر سکیں۔

اور یہ کام حدیث کو اخذ کرنے اور اس کی بناء پر استدلال کرنے کے سلسلے میں لغزش کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی لغزشیں حدیث کو نقل کرنے میں سرزد ہو جاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حرف یا لفظ چھپائی سے رہ جاتا ہے تو اس صورت میں حدیث کا معنی الٹ جاتا ہے اور اس کا مفہوم اپنی ضد میں بدل جاتا ہے اور پڑھنے والا ایسی

جاتا ہے۔

رہی کتب فروشوں کی بات تو یہ جماعت ایسی ہے کہ ان میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جو کتاب کی قدر و قیمت سے بالکل واقف نہیں ہیں، وہ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ اپنے جرائم کا نام کتاب رکھ لیتے ہیں پھر انہیں شائع کرتے ہیں اور لوگ ان کتابوں کو احترام و تعظیم کے ساتھ لے لیتے ہیں وہ بے چارے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کتابیں صحیح ہیں اس لئے ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ان میں لکھے گئے مطالب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں صحیح کتب کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

جن علمی کتب پر یہ آفات نازل ہو رہی ہیں ان میں خاص طور پر احادیث، تفاسیر، فقہ اور علم کلام شامل ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چھپی ہوئی کتب اکثر ناقابل اعتماد ہوتی ہیں اور ان پر غفلت زدہ لوگ ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی باتوں کی گنجائش موجود ہے اور میں اس مختصر وقت میں ان پر تفصیلی بات نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ تفصیلی گفتگو کا موقع ہے۔ لہذا اس کو چھوڑ ہی دیتا ہوں۔ مختصر کلام یہ ہے کہ مذہبی کتابوں کا امر سنگین ہے اس کے لئے وسیع کوششوں، ہمہ پہلو صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی معارف کے سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں۔ پس اس کے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے مردانِ علم، علماءِ اسلام، لغت سے واقف لوگ اور فنِ تصحیح کے ماہرین جو کتابوں کی تصحیح پر مکمل توجہ رکھتے ہوں اور انہیں موازنہ کر کے اصل کے ساتھ تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، سے رجوع کرنا چاہئے۔ یہی وہ طریقہ اور روش ہے جو دنیا کی ہر قوم و ملت میں رائج ہے۔ دوسری اقوام اپنی مذہبی کتابوں کو ایسے کتب فروشوں کے سپرد نہیں کرتیں جو ان کو اپنی خواہش کی بھینٹ چرمھائیں، ان کی طباعت سے تجارت کریں اور ان کی اشاعت سے اپنے خزانے بھریں۔ وہ ناشرین جو اپنی دینی مطبوعات کی صحت کا مکمل خیال رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسے ناشرین جو اپنی مطبوعات کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے پہچانتے ہوں محدود ہیں۔ بعض فضلاء اور تصحیح کنندگان کی یہ روش رہی ہے کہ وہ حدیث کی کتابوں میں طبع شدہ بعض الفاظ کے بارے میں تحقیق کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر اور تاویل ان قرآن کے بناء پر کرتے تھے جو ان کے نزدیک اس کے لئے قرینہ کی حیثیت رکھتے تھے یا گمان آور دلائل جن معانی کی طرف اشارہ کرتے تھے ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کتابوں کے اصلی نسخوں کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے تاکہ ان کے اصل سے ان الفاظ کا ہونا یا نہ ہونا ثابت کر سکیں۔

اور یہ کام حدیث کو اخذ کرنے اور اس کی بناء پر استدلال کرنے کے سلسلے میں لغزش کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی لغزشیں حدیث کو نقل کرنے میں سرزد ہو جاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حرف یا لفظ چھپائی سے رہ جاتا ہے تو اس صورت میں حدیث کا معنی الٹ جاتا ہے اور اس کا مفہوم اپنی ضد میں بدل جاتا ہے اور پڑھنے والا ایسی

سرگردانی اور حیرت سے دوچار ہو جاتا ہے کہ جس سے نکلنا اس کے لئے دشوار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مشہور حدیث نبویؐ جو کہ کتاب تحف (العقول) اور خصال میں مروی ہے کہ قال علیہ السلام ثلاثة ان لم تظلمهم ظلموک زوجتک و خادمک و السفلة اس عبارت کے ساتھ اس حدیث کے معنی یہ ہیں "تین ایسے ہیں اگر تو ان پر ظلم نہیں کرے گا وہ تجھ پر ظلم کریں گے۔ تیری زوجہ، خد متگذار اور حقیر و پست لوگ" یہاں ایک واو چھپنے سے رہ گیا ہے جیسا کہ تحف (العقول) میں ہے اور صحیح حدیث یہ ہے **ثلاثة وان تظلمهم ظلموک** :

"واو" کے ساتھ حدیث کے معنی یہ ہیں "تین ایسے ہیں اگرچہ تو ان پر ظلم نہیں کرے گا وہ تجھ پر ظلم کریں گے۔۔۔۔" اور کبھی ایک سطر یا شعر کا ایک مصرع گرجاتا ہے ایسے میں معنی اور مفہوم قابل فہم نہیں رہتا تو بحث و تحقیق کرنے والا لفظ کے بیچ و خم میں پھنس جاتا ہے مختلف قسم کی تاویلات اور تفسیرات میں سرگرداں ہوتا ہے اور نہایت مشقت کے بعد اس ناقص عبارت کے لئے کوئی نہ کوئی مفہوم اور معنی تلاش کر لیتا ہے جبکہ اس کا نفس ہنوز مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کی ایک مثال کتاب "معادن الحکمہ" کے مؤلف نے حکمین (ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص) کی خدمت کے بارے میں امیرالمومنینؑ کا ایک مرقومہ اپنے شیعوں کے نام اپنی کتاب میں اس طرح سے ذکر کیا ہے۔ **فنبذا مافی الكتاب و خالفا مافی القرآن و کانا اہلہ اس کے معنی یوں ہیں** "پس ان دونوں نے جو کچھ کتاب خدا میں تھا اسکو پھینک دیا اور قرآن میں جو کچھ تھا اسکی مخالفت کی اور وہ دونوں اسی کے اہل تھے" اس آخری فقرے کے معنی کے سلسلے میں مؤلف نے پر تکلف توجیہ اور تاویل پیش کی ہے اور کہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دونوں اپنے گمان میں اہل قرآن تھے یا نادان لوگوں کی نظر میں وہ اہل قرآن تھے یا وہ دونوں قرآن کی مخالفت کرنے کے اہل تھے۔ حالانکہ اس مرقومہ شریفہ کی ایک سطر مؤلف کتاب سے چھوٹ گئی ہے۔ اور صحیح عبارت دوسری کتابوں کے مطابق یوں ہے **و خالفا مافی الكتاب و اتبعوا ہوا ہما بغیر ہدی من اللہ نجنبہما اللہ السداد و اہویٰ بہما فی غمرة الضلال و کانا اہل ذلک** "یعنی ان دونوں نے کتاب خدا میں جو کچھ تھا اس کی مخالفت کی اور اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر اپنی خواہشات کی پیروی کی پس اللہ نے ان دونوں کو ہدایت اور راستی سے کنارہ کش کر دیا اور انہیں گمراہی میں پھینک دیا اور وہ دونوں اسی کے اہل اور اسی قابل تھے"۔

حافظ اپنی کتاب حیوان جلد ۱ ص ۶۳ طبع بیروت میں کہتا ہے "اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مؤلف کتاب ایک غلطی کی اصلاح کرنا یا ایک چھوٹے ہوئے لفظ کو اپنے مقام پر لگانا چاہتا ہے مگر اس کی اور نقص کو دور کر کے کلام کو متصل و مربوط بنانے سے دس ورق اس لفظ کی تفسیر و تشریح میں لکھنا اسے زیادہ آسان نظر آتا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ "اگر کسی کتاب کی نقل بنائی جائے اور اس کی اصل سے مطابقت نہ کی جائے پھر دوبارہ اس نقل سے ایک اور نقل بنائی جائے اور اس کی اصل سے مطابقت نہ کی جائے تو وہ کتاب بالکل اصل سے اجنبی لگے گی"

اور یہی واضح حق ہے اور حق اتنا روشن ہوتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لئے زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مؤلف کے اساتذہ اور شاگرد

شیخ صدوق "قدس سرہ" نے اہم محدثین میں سے کافی بڑی تعداد سے روایات نقل کی ہیں۔ ان محدثین کی تعداد ۲۵۰ تک پہنچ جاتی ہے اس سلسلے میں کتاب "معانی الاخبار" کی تمہید کی طرف رجوع کریں تو آپ ان کے اسماء گرامی اور حالات سے واقف ہو جائیں گے۔

اسی طرح علم و فضل کے بہت سے علم برداروں نے ان سے احادیث نقل کی ہیں جن کی تعداد بیس (۲۰) تک پہنچتی ہے۔ اس سلسلے میں کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے مقدمے کی طرف بھی رجوع کریں جو آپ کو ان بزرگوں سے واقف کرائے گا جنہیں آپ شاید نہیں جانتے۔

وفات اور دفن گاہ (روضہ)

ماخوذ از مقدمہ معانی الاخبار بقلم استاد شیخ عبدالرحیم ربانی دام ظلہ

وہ (خدا ان کی روح کو پاکیزہ بنادے) ۳۸۱ھ ق کو وفات پا گئے۔ ان کی عمر اس وقت ستر اور کچھ سال تھی۔ ان کی قبر عبدالعظیم حسنی کی قبر کے نزدیک شہر "رے" میں "طغرلیہ" نامی باغ کے نزدیک ایک نہایت عالیشان روضہ میں موجود ہے۔ اس روضہ کے اوپر ایک بلند و بالا قبہ بنا ہوا ہے لوگ وہاں کی زیارت کرتے ہیں اور اسے متبرک سمجھتے ہیں اس روضہ کی تعمیر تو فتح علی شاہ قاجار نے تقریباً ۱۲۳۸ ہجری میں کی۔ اور یہ اس کرامت کے ظاہر ہونے کے بعد تھا جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی اور بادشاہ اس کی ملکہ اور حکومتی اراکین پر اس کی حقانیت ثابت ہو گئی۔ اسکی تفصیل بزرگان کی ایک جماعت نے نقل کی ہے جیسے خوانساری نے اپنی کتاب روضات میں، سکا بنی نے "قصص العلماء" میں مامقانی نے "تنقیح المقال" میں خراسانی نے "منتخب التواریخ" میں، قمی نے "فوائد الرضویہ" میں اور دوسروں نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ خوانساری فرماتے ہیں "ان کی کرامات میں سے ایک جو موجودہ دور میں ظاہر ہوئی اور صاحبان بصیرت میں سے کثیر تعداد نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور دور دراز کے لوگوں نے بھی دیکھ لی وہ یہ ہے کہ ان کا روضہ شریف جو کہ شہر "رے" کے گوشے میں خراب شدہ علاقہ میں واقع تھا میں بارش کی بہتات کی وجہ سے ایک شکاف پڑ گیا جب لوگوں نے اس کی تعمیر کی غرض سے اس شکاف کے بارے میں غور کیا تو اس شکاف کے راستے وہ ایک خانے میں پہنچ گئے جو کہ آپ کی دفن گاہ تھا وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت پاکیزہ و خوبصورت جسد نیم برسنہ لیکن شرمگاہ مستور لیم و شمیم ہے ناخونوں پر خضاب کے آثار ہیں اور اس کے اطراف میں ان کے خاک خوردہ کفن کے دھاگے

بتیوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ یہ خبر تہران شہر میں پھیل گئی اور بات فتح علی شاہ قاجار اس دور کے بادشاہ ناصرالدین شاہ کے پردادا کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اور یہ تقریباً ۱۲۳۸ھ کی بات ہے۔ پس بادشاہ نیک اندیش بذات خود اس واقعہ کو پنجم خود دیکھنے کے لئے حاضر ہوئے اور اپنے ملک کے بزرگوں اور علماء کو اس سے خانے میں بھیج دیا اور یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا کہ ان کی مقتدر حکومت کے اراکین نے حکومت کی مصطلحت کے برخلاف جانا کہ بادشاہ بذات خود اس سے خانے میں داخل ہو جائیں۔ لیکن اس واقعہ کی خبر دینے والوں کی کثرت نے ان پر اس کی سچائی اور صدق کو عین الیقین کے مرحلہ تک پہنچا دیا۔ پس بادشاہ نے اس شکاف کو پر کرنے اور اس روضہ کی تعمیر نو کرنے اور روضہ کو بہترین زمینوں کے ساتھ آراستہ کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اور میں بذات خود اس واقعہ کے بعض عینی شاہدوں سے ملاقات کر چکا ہوں۔ ہمارے بعض بزرگ اساتذہ جو دین و دنیا کے سردار تھے اس حکایت اور واقعہ کو نقل کرتے تھے۔

مامقانی نے اس واقعہ کو عدل و سچائی اور امانت کے پیکر سید ابراہیم لواسانی تہرانی قدس سرہ کی کتاب تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ سے نقل کیا ہے۔

کمال الدین و تمام النعمہ

یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت رسا اور اپنے باب میں ممتاز ہے اور اس موضوع میں اس کتاب سے زیادہ کامل تر، شیریں تر اور پر کشش تر کوئی اور کتاب دیکھی نہیں گئی ہے۔ علماء متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کی تالیف بھی اس کتاب کی مانند نہیں ہے جبکہ اس موضوع میں نہایت فکر انگیز اور گہری کتابیں کثرت سے لکھی گئی ہیں۔ نہ ہی اس کتاب کے مؤلف کی تیز فہمی اور سمجھ بوجھ ان میں ہے۔ ان کے محکم آراء اس میں چمکتے نظر آتے ہیں اور اس کے صفحات میں ان کے علوم کی بجلیاں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ علم میں ان کی برتری اور دستری پر ان کی خوش بیانی اور تمہید کی خوش اسلوبی دلالت کرتی ہیں۔ اس کتاب میں امام غائب کی شخصیت، آپ کے وجود، آپ کی غیبت اور جو کچھ آپ سے متعلق ہے کے بارے میں تجزیہ و تحلیل کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ معصومین سے وارد احادیث کے ذریعہ ثابت کئے گئے ہیں۔ اس میں امام کے مخالفین اور منکرین سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے شبہات اور شک اندازیوں کو روشن براہین اور محکم دلائل کے ذریعہ باطل قرار دیتے ہیں۔ منکرین کی رد میں طویل بحث کی ہے اور اس میں آپ کی امامت اور غیبت کو ثابت کرنے کے سلسلے میں ہمہ گیر بحث کی ہے۔ اور دلائل سے ہمکنار مدعا کو قرآن کی آیات اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی برگزیدہ عمرت کی احادیث سے پائیدار ترین بنا کر پیش کرتے ہیں اس کتاب میں انہوں نے اس موضوع کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے اور لوگوں کے درمیان شہرت پا گیا ہے خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف، حسن ہو یا غیر حسن سب کو جمع کیا ہے۔ لیکن مقام استدلال میں صحیح، اجماعی اور متواتر احادیث کا ہی

سہارا لیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے ایک سے زیادہ مقامات پر جیسا کہ صفحہ ۵۰۱ اور ۶۰۶ میں روایات کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے "یہ حدیث اور اس جیسی احادیث جو معمرین و غیرہ سے منقول ہیں ان چیزوں میں شامل نہیں ہیں جن کے ذریعے غیبت کی صحت ثابت کی جائے کیوں کہ غیبت کی سچائی اور درستی میرے نزدیک پیغمبر خدا اور ائمہ کی ان احادیث اور روایات سے ثابت ہے جس طرح احادیث سے دین اسلام، اس کی شریعت اور اس کے احکام ثابت ہیں۔"

اس کتاب کی طباعتیں

یہ کتاب دو بار ایران میں طبع حجری کے ساتھ چھپی اور ایک بار طبع حروفی کے ساتھ نجف اشرف میں چھاپی گئی اور ایک بار ترجمہ کے ساتھ چھاپی گئی اور یہ ساری طباعتیں نقص، تحریف اور غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں اور ان کی ایک سطر پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب کی تصحیح میں جن اصولوں پر تکیہ کیا گیا

کتاب کی تصحیح اور اس کے تقابلیں میں ہم نے اس کے سات قلمی نسخوں پر اعتماد کیا اور اب ہم آپ کو ہر ایک کے بارے میں بتائیں گے۔

۱۔ قیسی قلمی نسخہ جس کی لال روشنائی کے ساتھ تصحیح کی گئی ہے حاشیہ سے پُر ہے۔ جس میں سے اکثر رجال کے بارے میں ہے۔ یہ نسخہ ۲۵۱ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۲۰ سطور اور اسکا سائز ۲۰ X ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ دو جزو ہیں جبکہ جلد ایک ہے۔ اس کے جزو اول کے اختتام کی تاریخ شب پنجشنبہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۰۷۹ھ ق ہے اور دوسرے جزو کا خاتمہ بروز اتوار ۹ رجب المرجب ۱۰۸۱ھ ق ہوا ہے۔ اس کے کاتب ابو طالب محمد بن ہاشم بن عبداللہ الحسینی قتال ہیں اس قلمی نسخہ کا چھ نسخوں کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ کاتب نے موازنہ کی تاریخ ۱۰۸۱ھ لکھی ہے۔ جیسا کہ اس کی پشت پر یوں تحریر ہے۔

"وہ نسخے جن کے ساتھ اس نسخے کا موازنہ کیا گیا ہے۔"

۲۔ نفیس تصحیح شدہ قلمی نسخہ جس کی کتابت مختلف ہے۔ ایک نسخہ سے نقل کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ اس کی کتابت اور موازنہ سے فراغت کی تاریخ جمعرات کی سہ پہر ۴ صفر المظفر ۹۶۰ھ ہے یہ ۶۸۷ صفحات اور ہر صفحہ ۱۹ سطور پر مشتمل ہے اور اس کا سائز ۲۰ X ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ یہ ایک ہی جلد ہے لیکن دو حصوں پر مشتمل ہے

اس کے کاتب جیسا کہ اس کے دونوں حصوں کی پشت پر تحریر ہے ابراہیم بن محمد الحسینی ہیں۔ اس کے اول سے ایک ورقہ گر گیا ہے۔

۳۔ قیمتی قلمی نسخہ جو حصہ اول کے آخر سے کتاب کے خاتمہ تک ہے اس کا دوسرا حصہ ۲۶۵ صفحات، ہر صفحہ ۲۱ سطروں میں اور سائز ۲۱ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے۔ اس کا کاتب فضل اللہ بن حسین تائینی ہے۔ اس کی تاریخ ماہ جمادی الآخر ۱۰۶۸ھ ق ہے۔

یہ تینوں نسخے اس عمومی لائبریری کے ہیں جس کو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی دام ظلہ نے قائم کیا ہے۔

۴۔ ایک نفیس تصحیح شدہ اور اعراب سے مزین نسخہ جو حاشیوں سے پر ہے یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے یہ نسخہ عالم، کامل، فاضل میرزا حسن مصطفوی تبریزی دام مجدہ ساکن تہران کی لائبریری کا ہے یہ پانچسو (۵۰۰) صفحات اور ہر صفحہ ۲۵ سطور پر مشتمل ہے اور ۱۸ X ۳۲ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے۔ اس کا کاتب، تصحیح کنندہ، موازنہ کرنے والا اور حاشیہ لکھنے والا ابن صفی الدین محمد احمد حسینی قمی ہے۔ تاریخ فراغت بروز اتوار ۱۲ محرم الحرام ۱۰۹۰ھ اس کے شروع اور درمیان کے کچھ اوراق گر چکے ہیں۔

۵۔ نہایت قیمتی قدیمی نسخہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے۔ یہ عالم کامل محقق ماہر شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی ساکن قم مقدسہ کی کتابوں کے خزانے کا حصہ ہے۔ یہ ایک جلد میں تاریخ اور کاتب کے نام کے بغیر ہے۔ ۱۶، صفحات، ۱۳ سطروں اور ۲۶ X ۱۹ سینٹی میٹر میں ہے اس کے اول سے ایک ورقہ اور درمیان سے چند اوراق غائب ہیں۔

۶۔ نفیس نسخہ نستعلیق رسم الخط میں ہے اور یہ کتاب علل الشرائع کے ساتھ ایک جلد میں ہے۔ یہ ہمارے عظیم

استاد سید جلال الدین ارموی جو محدث کے نام سے مشہور ہیں کی لائبریری سے متعلق ہے یہ ۲۶۶ صفحات ۲۶ سطروں میں اور ۳۰ X ۲۰ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے۔ اس کی تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۰۶۹ھ ہے اس کی کتابت کا ذکر نہیں ہے۔

۷۔ نہایت قیمتی طلائی نسخہ جو خط نستعلیق سے مزین ہے اس کے عناوین لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں یہ فاضل

صاحب ذکاوت حاجی باقر ترقی، خدا انہیں ہمیشہ تائیدات سے ہمکنار رکھے کے خزانہ کتب میں سے ہے۔ یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ۵۳۲ صفحات ۱۸ سطروں میں ۲۳ X ۱۵ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے۔ اس کا کاتب محمد معصوم انجو

حسینی ہیں۔ اس کے جز اول پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے: بروز بدھ ماہ رجب المرجب ۱۰۵۲ھ اور جز دوم پر روز سنچر ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۲ھ لکھا ہے۔

ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ہمارے استاد جناب ربانی صاحب کا ہے۔

اس کے کاتب جیسا کہ اس کے دونوں حصوں کی پشت پر تحریر ہے ابراہیم بن محمد الحسینی ہیں۔ اس کے اول سے ایک ورقہ گر گیا ہے۔

۳۔ قیمتی قلمی نسخہ جو حصہ اول کے آخر سے کتاب کے خاتمہ تک ہے اس کا دوسرا حصہ ۲۶۵ صفحات، ہر صفحہ ۲۱ سطروں میں اور سائز ۲۱ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے۔ اس کا کاتب فضل اللہ بن حسین تائینی ہے۔ اس کی تاریخ ماہ جمادی الآخر ۱۰۷۸ھ ق ہے۔

یہ تینوں نسخے اس عمومی لائبریری کے ہیں جس کو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی دام ظلہ نے قائم کیا ہے۔

۴۔ ایک نفیس تصحیح شدہ اور اعراب سے مزین نسخہ جو حاشیوں سے پر ہے یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے یہ نسخہ عالم، کامل، فاضل میرزا حسن مصطفوی تبریزی دام مجدہ ساکن تہران کی لائبریری کا ہے یہ پانچسو (۵۰۰) صفحات اور ہر صفحہ ۲۵ سطور پر مشتمل ہے اور ۱۸ X ۳۲ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے۔ اس کا کاتب، تصحیح کنندہ، موازنہ کرنے والا اور حاشیہ لکھنے والا ابن صفی الدین محمد احمد حسینی قمی ہے۔ تاریخ فراغت بروز اتوار ۱۲ محرم الحرام ۱۰۹۰ھ اس کے شروع اور درمیان کے کچھ اوراق گر چکے ہیں۔

۵۔ نہایت قیمتی قدیمی نسخہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے۔ یہ عالم کامل محقق ماہر شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی ساکن قم مقدسہ کی کتابوں کے خزانے کا حصہ ہے۔ یہ ایک جلد میں تاریخ اور کاتب کے نام کے بغیر ہے۔ ۱۶، صفحات، ۱۳ سطروں اور ۲۶ X ۱۹.۵ سینٹی میٹر میں ہے اس کے اول سے ایک ورقہ اور درمیان سے چند اوراق غائب ہیں۔

۶۔ نفیس نسخہ نستعلیق رسم الخط میں ہے اور یہ کتاب علل الشرائع کے ساتھ ایک جلد میں ہے۔ یہ ہمارے عظیم

استاد سید جلال الدین ارموی جو محدث کے نام سے مشہور ہیں کی لائبریری سے متعلق ہے یہ ۲۶۶ صفحات ۲۶ سطروں میں اور ۳۰ X ۲۰ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے۔ اس کی تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۰۶۹ھ ہے اس کی کتابت کا ذکر نہیں ہے۔

۷۔ نہایت قیمتی طلائی نسخہ جو خط نستعلیق سے مزین ہے اس کے عناوین لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں یہ فاضل

صاحب ذکاوت حاجی باقر ترقی، خدا انہیں ہمیشہ تائیدات سے ہمکنار رکھے کے خزانہ کتب میں سے ہے۔ یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ۵۳۲ صفحات ۱۸ سطروں میں ۲۳ X ۱۵ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے۔ اس کا کاتب محمد معصوم انجو

حسینی ہیں۔ اس کے جز اول پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے: بروز بدھ ماہ رجب المرجب ۱۰۵۳ھ اور جز دوم پر روز سنچر ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۳ھ لکھا ہے۔

ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ہمارے استاد جناب ربانی صاحب کا ہے۔

تصحیح اور تحقیق میں میری (علی اکبر غفاری کی) کاوش

آگاہ ہوں کہ میں نے سب سے پہلے اس کے اصلی متون پہلا نسخہ، چوتھا نسخہ اور پانچویں نسخے کی طرف رجوع کیا پھر اس کو اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھ موازنہ کیا جس کا ذکر میں نے سب سے آخر میں کیا ہے اور جس کا موازنہ بعض فضلاء کی کوششوں سے ایک قلمی نسخہ کے ساتھ کیا گیا۔ پھر میں نے باقی نسخوں کے اختلافی مواد کی طرف رجوع کیا اس سلسلے میں بحار الانوار نیا ایڈیشن حروفی طبع کی طرف بھی کثرت سے رجوع کیا۔ اور ان اصلی متون کے مطابق اس کتاب کو صحیح اور مکمل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن سابقہ مطبوعہ نسخے خواہ وہ حجری طبع ہو یا حروفی۔ خواہ وہ ترجمہ شدہ ہوں یا غیر ترجمہ شدہ یہ نہایت ناقابل اعتماد، تحریفات، غلطیوں، لفظی خطاؤں اور نقص سے پُر ہیں ان کی ایک سطر پر بھی مجھے اعتماد نہیں ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مؤلف کا مقدمہ جو کتاب کے ایک بڑے حصہ پر مشتمل ہے، گو کہ ایک خالص علم کلام کی بحث ہے لیکن علم کلام کے ماہرین کی روش سے ہٹ کر ہے اور نسخوں میں اس بارے میں کافی اختلاف ہے۔ اس حصہ کی تصحیح کے سلسلے میں میرے جلیل القدر استاد سید ابوالحسن مرتضوی موسوی دام ظلہ العالی نے میری مدد کی ہے۔ میں ان کے حسن تعاون اور مدد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صرف اس حصہ کے لئے میں نے ہر موضوع کا ایک عنوان قرار دیا ہے تاکہ پڑھنے والا اس ہدف اور غرض سے آگاہ ہو جائے جو اس میں موجود ہے اور موضوع کو پہچاننے کے لئے ایک راہ بن سکے اور یہ اس لئے کیا گیا تاکہ بحث و تحقیق کرنے والوں کا وقت کتاب کے موضوعات اور اغراض کو تلاش کرنے میں ضائع نہ ہو جائے۔

رجال احادیث کے صحیح طور پر تحریر کرنے کے سلسلے میں ان نسخوں میں جہاں بھی مجھے خطا اور غلطی کا احساس ہوا وہاں میں نے تصحیح کی اور حاشیہ کتاب میں اس کا تذکرہ کیا تاکہ علم رجال سے ناواقف بعض لوگ اس کو دیکھ کر مجھ پر غلطی اور بے توجہی کا الزام نہ لگائیں جبکہ میں حق پر ہوں۔

کتاب کی تحقیق کی بات تو ایسی ہے کہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ شہود و عیاں سے سب پر واضح ہے۔ پس اے معزز قاری اس کتاب کو پیش کرنے کے سلسلے میں میری کاوشوں کے اس نتیجہ کو کم تر نہ سمجھیں خدائے پاک و مزہ ہی جانتا ہے کہ میں نے اس کی ترتیب میں کتنی زحماتیں اٹھائی ہیں اور اس کی غلطیوں کو صحیح کرنے میں کتنی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ لہذا اگر کسی سہو کا مورد آئے تو صحیح کو سرزنش کرنے میں عجلت سے کام نہ لیں۔ کیونکہ

اس نے تو اس کو نکھارنے میں اپنی کوشش مبذول کی ہے لیکن طباعت کی غلطیاں تو ایسی ہیں کہ اس سے بچاؤ نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں اس طباعت کے ایک صفحہ کو اس سے قبل چھپنے والی کتابوں سے مقابلہ کرنا اس بات کے لئے کافی ہے کہ آپ حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور جو زحمات میں نے اٹھائی ہیں اس کا آپ کو احساس ہو جائے۔

خاتمہ میں خدائے پاک و مزہ کی بارگاہ میں تضرع سے معمور دستِ سوال دراز کرتا ہوں اور اس سے اس کی قبولیت کا طلبگار ہوں بے شک وہ بہترین عطا کرنے والا اور اکرم ترین مسئول ہے۔

دین و علم کا خادم

علی اکبر عنقاری

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِیْنَ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو یکہ و یکتا اور فرد ہے۔ بے نیاز، حق، قادر، علیم و حکیم ہے۔ وہ مخلوقات کی صفت سے پاک، برتر اور بالاتر ہے۔ صاحب جلالت و اکرام اور فضل و مقام ہے۔ اٹل مشیت اور کامل ارادہ کا مالک ہے اس جیسا کوئی نہیں۔ اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آنکھیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور وہ آنکھوں کو درک کر لیتا ہے اور وہ مہربان اور نہایت باخبر ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا اور لاشریک ہے۔ ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک ہر چیز کا مقرر کرنے والا، ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر چیز کا پروردگار ہے۔ اور یہ کہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور فیصلہ کرنے میں عدل کرتا ہے اور قسط پر حکم کرتا ہے۔ عدل و احسان اور ذی القربیٰ کے حق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور فحشاء و منکر اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتا اور اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بوجھ نہیں ڈالتا اور اسی کے پاس حجت بالغہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت کر دے۔ دارالسلام کی طرف لوگوں کو پکارتا ہے۔ اور جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کر دیتا ہے۔

عقوبت اور سزا دینے میں جلد بازی نہیں کرتا اور جنت اور بہان کی وضاحت کرنے اور اپنی نشانیاں اور تشبیہ پیش کئے بغیر عذاب نہیں دیتا۔ اپنے بندوں سے ان موارد میں عبادت اور بندگی نہیں مانگتا جنہیں ان کے لئے بیان نہیں کیا ہے اور انہیں اس کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیتا جس کو اس نے ان کے لئے منصوب نہیں کیا ہے۔ اور اپنی اطاعت کے سلسلے میں انہیں ان کے حال و اختیار اور رائے پر نہیں چھوڑا ہے اور اپنی خلافت کے سلسلے میں انہیں اختراع و ایجاد کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ بہت ہی بلند ہے اس کی ذات ان باتوں سے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ، رسول اور امین ہیں۔ اور آپ نے اپنے رب کی طرف سے کماحقہ تبلیغ کی ہے۔ اور اس کی سبیل اور راہ کی طرف حکمت اور نیک موعظہ کے ذریعہ دعوت دی ہے۔ اور کتاب پر عمل کیا ہے اور اس کے اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اور اپنے بعد ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم کے ساتھ متمسک رہنے کی وصیت کی ہے۔ اور یہ کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے جب تک آپ کے حضور حوض کوثر پر وارد نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کا ان دونوں کو تھامے رکھنا واضح دلیل کی بنیاد پر راہ مستقیم کی اساس پر اور روشن دین پر مبنی ہے۔ جس کی شب دن کی مانند اور باطن ظاہر جیسا ہے۔ اور کوئی ایسا بہان اور کوئی ایسی جنت آپ نے نہیں چھوڑی جس کی راہ نہ بتائی ہو اور مسلمانوں کے لئے اس پر دلیل قائم نہ کی ہو تاکہ رسولوں کے بھیجنے

کے بعد لوگوں کے لئے اللہ کے حضور کوئی ایسی حجت و دلیل اور قابل قبول عذر باقی نہ رہے۔ تاکہ جو ہلاکت پائے وہ بھی دلیل واضح کے بعد ہی ہلاک ہو اور جو زندگی پائے وہ بھی روشن دلیل سے زندگی پائے۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً کوئی انسان مومن یا مومنہ نہیں بن سکتا جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ کریں اور وہ اس امر میں اپنا اختیار اور مرضی اپنائے۔ اور بے شک اللہ جو چاہے خلق کرتا ہے اور جو چاہے اختیار کرتا ہے۔ اور وہ لوگ ایمان لاہی نہیں سیکتے جب تک رسول کو اپنے تنازعات میں حاکم اور فیصلہ کرنے والا نہ بنا دیں اور اس کے بعد جو کچھ آپ نے فیصلہ کیا اس پر ان کے نفسوں میں تنگی نہ ہو اور اس کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کریں جو تسلیم کرنے کا حق ہے اور یقیناً جو شخص کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام کر دے یا کسی سنت کو بدل دے یا کسی واجب کو کم کر دے یا کسی شرعی حکم کو بدل دے یا کوئی بدعت ایجاد کرے تاکہ اس کے ذریعے اس کی پیروی ہو جائے اور لوگوں کے رخ اس طرف موڑ دے تو اس نے اپنے آپ کو خدا کا شریک قرار دیا ہے اور جس نے ایسے شخص کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کے علاوہ ایک اور پروردگار کے ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وہ خدا کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کی منزل اور ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔ اس کے اعمال ضائع کئے گئے اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ اور درود ہو محمد اور آپ کی پاکیزہ آل پر۔

شیخ فقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی اس کتاب کے مصنف نے کہا (خدا اپنی اطاعت میں ان کی مدد کرے) مجھے اس کتاب کو تالیف کرنے پر جس چیز نے آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب میں (امام) علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہ کی زیارت کے شرف سے سرفراز ہوا تو میں نیشاپور واپس آیا اور وہاں ٹھہرا۔ میں نے دیکھا (شیعوں میں سے) میرے پاس آنے جانے والوں کی اکثریت کو غیبت کے موضوع نے حیران کر رکھا ہے۔ اور حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں ان کے دلوں میں شبہ داخل ہو گیا ہے اور صحیح نظریات اور معیاروں کو تسلیم کرنے کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ پس انہیں حق کی طرف ہدایت کرنے اور صحیح راستہ کی طرف پلٹانے کے لئے میں نے پیغمبر خدا اور ائمہ صلوات اللہ علیہم سے منقول روایت کے ذریعے اپنی کوششیں شروع کر دیں یہاں تک کہ بخارا سے فضل و علم اور ذکاوت کے مالک ایک بزرگ ہمارے پاس قم میں تشریف لائے۔ ان کی دیانت، مضبوط رائے اور روش کی درستگی کی بناء پر مجھے ان سے ملاقات کی بہت تمنا تھی اور ان کے دیدار کا میں بہت مشتاق تھا۔ اور وہ شیخ نجم الدین ابو سعید محمد بن الحسن بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمی تھے خدا ان کی توفیق کو جاری رکھے۔ میں اور میرے والد ان کے جد محمد بن احمد بن علی بن صلت (خدا ان کی روح کو پاکیزہ بنا دے) سے روایت نقل کرتے تھے اور ان کے علم و عمل، زہد و فضیلت اور عبادت کے بارے میں بتاتے تھے۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ اپنی تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کے ساتھ ابو طالب عبد اللہ ابن صلت قمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور عبد اللہ بن صلت باقی رہے یہاں تک کہ محمد بن الحسن صفار سے

ان کی ملاقات ہوئی اور ان سے روایت نقل کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے رفیع و اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والے ان شیخ سے ملاقات کرائی تو میں نے اس ملاقات کو آسان بنانے اور ان کی اخوت سے مجھے سرفراز کرنے اور ان کی محبت اور خلوص سے نوازنے پر ان کا شکر ادا کیا۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے بات چیت کے دوران ایک ایسے آدمی سے اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا جو بخارا کے بڑے فلاسفر اور منطقیین میں سے تھا اور حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں اس کے ایک قول کو نقل کیا جس نے آپ کے بارے میں حیرت اور شک و شبہ میں ڈال دیا تھا آپ کی غیبت کے طولانی ہونے اور آپ کے بارے میں اخبار منقطع ہونے کی بناء پر۔ پس میں نے آپ کے وجود کے بارے میں کچھ حقائق بیان کئے اور آپ کی غیبت کے بارے میں پیغمبر خدا اور ائمہ علیہم السلام سے کچھ روایت نقل کیں جس سے ان کے نفس کو سکون ملا اور ان کے دل میں جو شک و شبہ اور تردد داخل ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔ اور جو کچھ روایات صحیح میں سے انہوں نے مجھ سے سنا اس کو بغور سنا اور تہ دل سے تسلیم کر لیا۔ اور مجھ سے درخواست کی کہ میں اس بارے میں (ان کے لئے) ایک کتاب تصنیف کروں۔ میں نے ان کی اس درخواست کو مان لیا اور ان سے وعدہ کیا کہ جب اللہ تعالیٰ میرے لئے اپنے وطن اور قرار گاہ "رے" کی طرف لوٹنے میں آسانی کر دے تو میں روایات میں سے جو کچھ چاہتا ہوں ان کو یکجا کروں گا۔

ایک رات جب کہ میں اپنے اہل و عیال و برادران اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں، جن کو میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا تھا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور خواب دیکھا کہ گویا میں مکہ میں بیت اللہ الحرام کا طواف کر رہا ہوں اور ساتویں شوٹ کے ساتھ میں حجر اسود کے قریب ہوں اور اس کے پاس پہنچ کر اسے بوسہ دے رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں "میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور عہد و میثاق پوری کر دی تاکہ تو عہد پر وفا کرنے پر گواہ بنے" لتنے میں ہمارے آقا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے کعبہ کے دروازے پر اسیتادہ حالت میں دیدار سے شرفیاب ہوتا ہوں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور فکر و پریشانی کی حالت میں آپ میرے چہرے سے میری دلی کیفیت سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے مجھ کو سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا کیوں غیبت کے بارے میں ایک کتاب تصنیف نہیں کرتے تاکہ تمہارے ہم و غم کو دور کر دے؟ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا میں نے غیبت کے بارے میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس روش پر نہیں میں حکم دیتا ہوں تمہیں کہ اب ایک ایسی کتاب تصنیف کرو غیبت کے بارے میں اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی غیبتوں کا ذکر کرو۔ اس کے بعد آپ صلوات اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ اب جو نیند سے میں چونکا تو طلوع فجر تک دعا و گریہ و زاری اور تفرع میں گزارا۔ جب صبح ہو گئی تو ولی خدا اور اس کی حجت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کر دیا۔ درحالیکہ خدا سے مدد چاہتا ہوں اس پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں اور اپنی کوتاہی پر استغفار کرتا ہوں۔ اور میری توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے اسی پر میرا

کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔" اور اگر خلافت کا معاملہ نبوت ہی ہوتا تو اس آیت کی رُو سے اللہ عزوجل پر واجب ہوتا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی مبعوث فرماتا اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صحیح نہ ہوتا کہ **و خاتم النبیین** (سورۃ احزاب آیت ۴۰) اور (محمدؐ) تمام نبیوں کا خاتم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کا وعدہ غیر نبوت کے بارے میں ہے اور ثابت ہوا کہ خلافت ایک صورت میں نبوت سے مختلف ہے اور کبھی کوئی غیر نبی خلیفہ بن سکتا ہے لیکن نبی سوائے خلیفہ کے نہیں ہو سکتا۔

ایک اور معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر منافق کے نفاق اور مخلص کے خلوص کو ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسا کہ زمانہ اور خبر نے ان دونوں کے چہروں سے پردہ ہٹا دیا ان دونوں سے مراد خدا کے ملائکہ اور شیطان ہیں۔ اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ امام اور پیشوا کو چننے کا اختیار اس کے سپرد کر دیا جاتا جس کے دل میں برائی اور کھوٹ ہے تو زمانہ اس کو بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں منافق اسی کو چن لے گا جو اس کے نفس، اس کی اطاعت کرنے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ پس اس صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ دلوں میں مخفی اور پوشیدہ نفاق، خلوص یا حسد اور دوسری پوشیدہ بیماریوں تک پہنچ جائیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ الفاظ اور کلمات متکلم اور مخاطب کے رتبے کے اعتبار سے برتری اور فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ ایک آدمی کا اپنے غلام سے بات کرنا اس بات سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو وہ اپنے مولا سے کرتا ہے۔ یہاں مخاطب اللہ عزوجل ہے اور سامعین اس کے ملائکہ اول سے آخر تک ہیں۔ اور عمومیت رکھنے والے ایک لفظ میں ایک عمومیت رکھنے والی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح ایک خصوصیت رکھنے والے لفظ کی مصلحت بھی خاص ہوتی ہے۔ اور عمومیت رکھنے والی شے کا ثواب اس چیز کے ثواب سے زیادہ عظیم ہے جو خاص ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر توحید پر ایمان لانا جو تمام مخلوقات خدا پر مشتمل ہے یہ فریضہ حج، زکاۃ اور شریعت کے دوسرے ابواب سے مختلف ہے کیونکہ یہ چیزیں خاص ہیں۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ "جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں توحید کے معانی میں ایک معنی مضمحل ہے کیونکہ یہاں پر بھی لفظ کو عموم ہی لایا گیا ہے۔ اور جب ایک لفظ معنی میں دوسرے لفظ کے قریب ہو جائے تو اگر دونوں کے معنی ایک ہوں تو جو ایک لفظ کا لازمہ ہوگا وہ دوسرے کا بھی لازمہ ہوگا۔ یہاں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس کی مخلوقات میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس کی وحدانیت کا اقرار کریں گے اور اس کی اطاعت کریں گے اور اس گروہ کے ایسے دشمن بھی ہوں گے جو ان پر الزامات لگائیں گے اور ان کی حرمت کو پامال کریں گے اور خدائے عزوجل انہیں بزور اور جبراً روک لیتا تو خلقت کی حکمت پوری نہ ہوتی اور جبر و اکراہ ثابت ہو جاتا اور یوں ثواب و عقاب اور عبادات کا تصور بھی باطل ہو جاتا۔

اور جب یہ صورت ناممکن ہوئی تو ضروری ہوا کہ وہ اپنے اولیاء اور دوستوں کا دفاع اس صورت سے کرے کہ جس سے عبادات اور ثواب کا تصور باطل نہ ہو جائے اور وہ صورت حدود کا قائم کرنا تھی۔ جیسے اعضاء کا قطع کرنا، پھانسی پر چڑھانا، قتل کرنا، قید کر دینا اور حقوق کو لے لینا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "سلطان اور حاکم جتنا قرآن منع کرتا ہے اس سے زیادہ منع نہیں کرتا۔ اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لا انتم اشد رہبۃ فی صدورہم من اللہ (سورۃ حشر آیت ۱۳)" (مومنوں) تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بڑھ کر ہے" پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ منصوب کرے جو دشمنوں کے ہاتھوں کو اپنے دوستوں تک پہنچنے سے روک لے اور وہ اس طرح سے کہ اس کے ساتھ ولایت اور سرپرستی پر کوئی اعتراض نہ آئے کیونکہ ولایت اسے نہیں ملتی جس نے حقوق سے غفلت برتی ہو اور واجبات کو ادا نہ کیا ہو اور عقلی لحاظ سے اس کا معزول کرنا ضروری ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ایسی بات سے بہت بلند و بالا ہے۔ اور خلیفہ ایک مشترک معنی رکھنے والا اسم ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایک مسجد بنالے اور اس میں اذان نہ دے بلکہ اس میں ایک شخص کو مؤذن معین کر لے تو یہ شخص مؤذن ہی کہلائے گا لیکن اگر اس میں کچھ دن خود اذان دے پھر اس میں ایک شخص کو مؤذن مقرر کر لے تو دوسرا شخص اس کا خلیفہ اور جانشین کہلائے گا۔ یہی صورت معقولات اور معارف کے بارے میں بھی جاری ہو جاتی ہے مثلاً جب صاحب دیوان خراج یہ کہے کہ یہ شخص میرا جانشین ہوگا تو وہ شخص صرف خراج کی وصولیابی میں اس کا جانشین ہوگا قاصد (کے ذریعے) اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کی وصولیابی میں نہیں۔ کہ یہی بات قاصد اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کے لینے والے کے بارے میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفہ مشترک اسماء میں سے ہے۔ اور اللہ کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے مظالم کے سلسلے میں اپنے دوستوں کے لئے عدل و انصاف فراہم کرے۔ پس اس سلسلے میں اپنے خلیفہ کو اختیار سپرد کر دیا۔ اس بناء پر خلافت اور جانشینی کا معنی اس منتخب پر اطلاق ہوا اور معبود اور الوہیت میں شریک ہونے کا معنی درست نہیں۔ اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا۔ یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت (سورۃ ص آیت ۷۵) "اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس کو سجدہ نہ کر جسے میں نے خلق کیا" اس کے بعد ارشاد ہوا بیدی استکبرت جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے (پیدا کیا) تو نے تکبر کیا اور اس سے بہانہ اور عذر ختم ہو جاتا ہے اور یہ وہم و گمان رفع ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا خلیفہ ہے جو اللہ کی وحدانیت میں اس کا شریک بنا ہے۔ پس اللہ کا ارشاد یہ تھا کہ "تمہیں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کو اللہ نے خلق کیا ہے تو کس چیز نے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اور پھر کہا "بیدی استکبرت" یہ لغت میں کبھی نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس پر اللہ کی دو نعمتیں ایسی تھیں جس نے بہت سی نعمتوں کو سمیٹ لیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔ واسبع علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ (سورۃ لقمان آیت ۲۰) "اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔ اور دو نعمتیں ایسی تھیں کہ انہوں نے اتنی نعمتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا کہ

وہ ناقابل شمار ہیں۔ پھر اس پر طرز تحکم کو سخت کر لیا بیدی استکبرت جیسا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم میری ہی تلوار سے مجھ سے جنگ کرتے ہو۔ اور میرے تیرے مجھ پر وار کرتے ہو۔ اور یہ طرز گفتار قبح اور برا بھلا کہنے میں زیادہ بلیغ اور رسا ہے۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں ایک متشابہ کلام ہے اور اس کی تشابہ کی ایک صورت یہ ہے کہ جاہل کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ عزوجل ان باتوں میں جو اس پر مشتبہ ہو جاتی ہیں اپنی مخلوق کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور صاحب دلیل جبکہ وہ اللہ کے افعال کے محکم ہونے اور اس کی جلالت پر دلیل رکھتا ہے کے نزدیک اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے کہ اس پر کوئی بات مشتبہ ہو جائے یا کوئی صورت اس کو عاجز بنا دے۔ کیوں کہ وہ ذات ایسی ہے کہ آسمانوں اور زمین پر کوئی شے اسے عاجز اور ناتواں نہیں کر سکتی۔ پس اس آیت متشابہ کو سمجھنے کی راہ وہی راہ ہے جو اس جیسی دوسری متشابہ آیات کے لئے متعین ہے یعنی ان کو محکم آیات کی طرف پلٹایا جائے گا جس سے یقین حاصل ہو جائے اور نادان اور کفر و الحاد کی طرف جانے والوں کے لئے کوئی بہانہ نہ رہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں" اس معنی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ انہیں ایک عظیم اطاعت جو توحید سے منسلک ہے کی طرف ہدایت کر رہا ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ عزوجل سے ہر قسم کی خواہشات نفس کی پیروی، ظلم، حقوق کا نصاب ہونا اور ہر وہ چیز جس سے ولایت غیر صحیح ہو کی نفی ہو جائے۔ پس اس صورت میں حجت کامل ہو جاتی ہے اور کسی کے لئے حق سے غفلت برتنے کی صورت میں کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہتا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ اس کا ایک بندہ اطاعتوں میں سے ایک چیز میں اپنی مرضی کے ساتھ عبادت کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ بندگی حاصل ہو اور ثواب کا مستحق ٹھہرے اور اللہ اس سلسلے میں چشم پوشی اختیار کرے۔ ایسی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر تو مخلوقات اول سے آخر تک کے تمام حقوق کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی چشم پوشی کا امکان موجود ہے جبکہ اللہ اس چیز سے بلند و بالاتر ہے۔ پس حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ذمہ دار کے لئے عظیم ثواب ہے اور جب کوئی غور و فکر کرنے والا اس پر فکر کرے گا اس کے بعض جزئیات تک پہنچ جائے گا کیونکہ اس کی عظمت اور شان کی بلندی کی وجہ سے رب تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اور ان میں سے ایک معنی جو اس کا ایک جز ہے وہ یہ کہ امام عادل کے سبب سے چیونٹی، مچھر اور تمام حیوانات بھی سعادت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں اور اس پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷) "اور ہم نے انہیں بھیجا آپ کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر" اور اس قول کی تائید کرتا ہے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد جو حضرت نوح کی داستان میں ہے فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً۔ یرسل السماء علیکم مدراراً (سورۃ نوح آیت ۱۰-۱۱) "پس آپ نے کہا اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت

کرنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تم پر مینہ برسائے گا۔ اور مینہ اور بارش سے انسان اور ہر حیوان برہ مند ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ کے دین کی طرف دعوت کرنے والے اور حق اللہ کی طرف ہدایت کرنے والوں کے سبب سے نازل ہوتا ہے۔ پس ثواب اور نوازش اپنی مقدار سے ہے اور عقوبت اور سزا بھی اس کے ساتھ عناد اور سرکشی کرنے والوں کے لئے اپنے حساب سے ہے۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کی احتیاج اس لئے ہے تاکہ کاسبات باقی رہے۔

اس کتاب میں میں نے اس معنی کی طرف اشارہ کرنے والی روایات کو اس باب میں نقل کیا ہے جس کا عنوان ہے "وہ سبب اور علت جس کی وجہ سے وجود امام کی طرف احتیاج ہے۔"

خدائے عزوجل کے سوا کسی کو بھی خلیفہ چننے کا اختیار نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفة. (سورة بقرہ آیت ۳۰) "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں "یہاں" جاعل" پر تنوین ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ اس کا ارشاد ہے "انی خالق بشر من طین" (سورة ص آیت ۷۱) "اور میں گارے سے بشر بنانے والا ہوں" "یہاں بھی "خالق" کو تنوین کے ساتھ لایا ہے اور اس کو اپنے لئے صفت قرار دیا ہے۔ اس بناء پر جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے لئے امام اور پیشوا انتخاب کرنے کا حق رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ پہلے گارے سے ایک بشر بھی پیدا کرے۔ پس جب یہ چیز اس کے لئے ممکن نہیں ہے تو دوسرا بھی اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی منبع سے ہیں۔

ایک اور معنی یہ ہے کہ ملائکہ اپنی فضیلت، برتری اور عصمت کے باوجود امام کے انتخاب کے لئے اہلیت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اس امر عظیم کو اللہ تعالیٰ ہی نے سرانجام دیا اور اس کے ذریعہ اپنی تمام مخلوقات پر یہ حجت قائم کر دی کہ دیکھو انتخاب امام میں تمہارے لئے کوئی سبیل اور راہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ملائکہ کے لئے اپنے خلوص، صفا، وفاداری اور عصمت کے باوجود اس سلسلے میں کوئی راہ اور سبیل نہیں ہے۔ جبکہ آیات کثیرہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ہم بامر لا یعملون (سورة انبیاء آیت ۲۶-۲۷) "بلکہ وہ مکرم بندگان ہیں قول میں اس پر سبقت نہیں لیتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یومرون (سورة تحریم آیت ۶) جو کچھ اللہ حکم دیتا ہے اس میں نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں"

اور پھر انسان کے اندر نقص عقل اور نادانی اور جہالت کے ہوتے ہوئے وہ کس طرح اس عظیم کام کو صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے۔ دیکھئے امامت کے علاوہ احکام جیسے نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز

اس کی مرضی اور منشاء پر نہیں چھوڑی ہے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ تمام احکام اور تمام حقائق کی جامع سب سے اہم چیز کو ان کے سپرد کر دے۔

ہر زمانہ میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں "خلیفہ" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک ہی خلیفہ ہوگا اور اس سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ثابت ہو جاتا ہے جو بات کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں کئی اماموں کا ہونا ممکن ہے۔ جبکہ اللہ نے صرف ایک ہی پر اکتفا کیا ہے۔ اور اگر ان لوگوں کی وہ دلیل صحیح ہوتی جو چند اماموں کے ہونے پر انہوں نے قائم کی ہے تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایک پر اکتفا نہ کرتا اور ہمارا دعویٰ ان کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہے اور قرآن ہمارے دعویٰ کو ترجیح دے رہا ہے نہ کہ ان کے قول کو۔ اور اگر دو کلام ایک دوسرے کے مد مقابل میں ہوں اور قرآن ان میں سے ایک کو ترجیح دے تو ترجیح پانے والا قول ہی قابل تسلیم ہے۔

وجودِ خلیفہ کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں "واذ قال ربک للملائکہ (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا "جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خطاب کیا ہے جہاں ارشاد فرماتا ہے ربک" یعنی تیرے پروردگار نے "یہ بہترین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معنی کو آپ کی امامت میں قیامت تک جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے زمین امت محمدی کے لئے خدا کی حجت سے کبھی خالی نہیں رہتی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ربک یعنی "تیرے پروردگار" کہنے کی کوئی حکمت اور مصلحت نہ ہوتی اور ضروری ہوتا کہ وہ لفظ ربکم یعنی ان (ملائکہ) کے پروردگار استعمال کرتا اور جو حکمت اللہ تعالیٰ گذشتہ نسلوں کے لئے اختیار کرتا ہے وہی حکمت بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے بھی انتخاب کرتا ہے۔ اور اس کی حکمت اور مصلحت میں زمانے کے گزرنے اور گردش ایام کی وجہ سے تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ذات عروج عدل و حکمت والی ہے اس کا اپنی کسی مخلوق کے ساتھ کوئی خاص نسبت اور رشتہ نہیں ہے اور وہ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

عصمتِ امام کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" کے لئے ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بناتا مگر اس کو جس کے باطن اور اندرون میں

طہارت اور پاکیزگی ہو، تاکہ وہ خیانت سے دور رہے۔ کیونکہ اگر کسی ایسے کو انتخاب کرے جس کا اندرون پاک اور طاہر نہ ہو تو اس نے (نعوذ باللہ) اپنی مخلوقات کے ساتھ خیانت کی۔ جیسے اگر کوئی دلالی کرنے والا کسی تاجر کو کوئی قلی دیدے اور وہ قلی اس کے ساتھ خیانت کرے تو اس صورت میں دلالی کرنے والا خائن ہوگا پس کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرے جبکہ اس کا ارشاد ہے۔ اور اس کا قول حق ہے۔ ان اللہ لایہدی کید الخائنین۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۲) "بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا" اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ادب تعلیم فرما رہا ہے اپنے اس قول کے توسط سے کہ ولا تکن للخائنین خصیماً۔ (سورۃ نساء آیت ۱۰۵) "اور دغا بازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا پس کیوں کر اور کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کام کو کر ڈالے جسے خود نہیں کرتا ہے۔ جبکہ اس نے یہود کو ان کے نفاق کے سبب سے برا بھلا کہا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ اقامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب۔ افلا تعقلون۔ (سورۃ بقرہ آیت ۴۴) "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہو جبکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے"

اور اللہ تعالیٰ کے قول میں "اور جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا "میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں ایک محکم دلیل ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" اس کلام کے ساتھ ایک چیز کو واجب قرار دیا اور وہ یہ ہے کہ سب کے سب اس کی اطاعت کے معتقد ہو جائیں۔ اور دشمن خدا "شیطان" نے اس لفظ سے نفاق کو اپنے دل میں جگہ دی اور اسے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اسی کی وجہ سے وہ منافق بن گیا اور یہ تھا کہ جب بھی اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جائے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ پس اس کا نفاق بدترین نفاق تھا کیونکہ وہ پیٹھ پیچھے کا نفاق ہے۔ اس بناء پر وہ تمام منافقین میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہو گیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو اس (خلافت قائم کرنے) کے بارے میں بتایا تو ان کے دلوں میں اس کی اطاعت پر اعتقاد تھا اور وہ اس کے مشاق تھے اور اسی کو اپنے دل میں پہنا کئے ہوئے تھے بالکل اس چیز کے متضاد جو شیطان اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ اس بناء پر ملائکہ کے رتبے اور درجات میں دسیوں گنا اضافہ ہو گیا جتنا دشمن خدا کو ذلت اور حقارت کی مذلت سے دوچار ہونا پڑا۔ پس پیٹھ پیچھے کی اطاعت اور اتباع زیادہ ثواب اور مدح و تعریف کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی اطاعت شبہ اور مغالطہ سے دور ہے۔ اور اسی لئے رسول خدا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "جو شخص اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرے تو آسمان سے ایک فرشتہ اسے ندا دیتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہوگی۔"

اور اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے اپنے دین کی ایمان بالغیب پر اور کہا ہے ہدی للمتقین۔ الذین

یومنون بالغیب۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲-۳) (قرآن) ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ پس غیب پر ایمان لانا صاحب ایمان کے لئے عظیم ترین ثواب کا باعث ہے کیونکہ ایسا ایمان ہر قسم کے عیب و شک و شبہ سے خالی ہے اس لئے کہ خلیفہ کی بیعت اس وقت جب وہ سامنے ہو تو بیعت کرنے والے کے بارے میں یہ وہم و گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ اس کی اطاعت کسی مفاد یا مال کی خاطر کر رہا ہے یا قتل وغیرہ کے خوف سے ایسا کر رہا ہے جیسا کہ دنیا والے اپنے اپنے بادشاہوں کی اطاعت اسی بناء پر کرتے ہیں جبکہ غیب پر ایمان لے آنا ان تمام باتوں سے محفوظ اور مبرا ہے اور ان جیسے عیبوں سے پاک ہے۔ اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فلما راوا باسنا قالوا امنا باللہ و کفرنا بما کنا بہ مشرکین۔ فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا۔ (سورۃ مومن آیت ۸۴-۸۵) پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو کہنے لگے ہم خدائے یکتا پر ایمان لے آئے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا اور جب اطاعت گزار بندوں کو ایمان بالغیب حاصل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو بھی ثواب سے محروم نہیں رکھا۔ روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حضرت آدمؑ کی خلقت سے سات سو سال پہلے ہوا تھا۔

اور اس مدت میں ملائکہ کو اطاعت کا ثواب اپنے اپنے حساب سے ملتا رہا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس روایت کا اور اس میں مذکورہ مدت کا منکر ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایک لمحہ کے لئے غیب کا قائل ہو جائے اور ایک لمحہ بھی مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں رہتا۔ اب جہاں ایک لمحہ اور ساعت میں ایک حکمت اور مصلحت ہو وہاں دو لمحوں اور دو ساعتوں میں دو حکمتیں ہیں اسی طرح لمحات اور ساعات میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اور جتنا وقت اور مدت میں اضافہ ہوتا جائے گا اتنا ہی ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا اور جتنا ثواب میں زیادتی ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت سے پردے اٹھ جائیں گے اور اس کی عظمت اور جلالت پر دلالت کرے گی۔ اس بناء پر یہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس میں حکمت اور ثواب کی تائید ہے اور حجت کی تبلیغ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں۔ کئی پہلوؤں اور صورتوں سے امام علیہ السلام کی غیبت پر دلائل موجود ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وجود سے قبل کی غیبت اپنی نوعیت میں سب سے کامل غیبت ہے کیونکہ ملائکہ نے اس سے قبل کسی خلیفہ کو نہیں دیکھا تھا، لیکن ہم نے بہت سے خلفاء کو دیکھا ہے جن کے بارے میں قرآن نے ہمیں بتایا ہے اور روایات بھی متواتر ہیں جس سے یہ مشاہدہ کی صورت تک پہنچ چکی ہے۔ اور ملائکہ نے ایک کو بھی نہیں دیکھا تھا پس اس بناء پر اس وقت کی غیبت اپنی نوعیت میں سے سب سے اکمل و اعلیٰ تھی دوسری بات یہ ہے کہ وہ

غیبت اللہ ہی کی طرف سے تھی اور موجودہ غیبت کا سبب اللہ کے دشمن ہیں۔ پس جب اس غیبت کی بناء پر جو کہ اللہ کی جانب سے تھی اس کے فرشتے اطاعت گزار اور عبادت گزار بن سکتے ہیں تو اس غیبت کے بارے میں جو کہ اللہ کے دشمنوں کی وجہ سے ہے کہ بارے میں کیسا گمان اور خیال ہونا چاہیے۔ اور امام کی غیبت میں ایک خالص عبادت موجود ہے جبکہ اس غیبت میں موجود نہیں تھی اور یہ اس لئے کہ امام غائب علیہ السلام اپنے حق کے سلسلے میں مغلوب، مجبور اور مزاحمت کے شکار ہیں جنہیں بزور مغلوب کیا گیا ہے اور دشمنان خدا کی طرف سے ان کے پیروکاروں پر خونریزی، غارتِ اموال، احکامِ الہی کا معطل کرنا، یتیموں پر ظلم و ستم کرنا، صدقات کو تبدیل کرنا اور ان جیسے مظالم جو پوشیدہ نہیں ہیں ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور جو شخص آپ کی حجت اور ولایت پر ایمان لے آیا تو وہ آپ کے ساتھ اجر اور جہاد میں شریک ہے اور جس نے آپ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت کی۔ اور آپ کے دوستوں کے لئے آپ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت میں اجر و ثواب ہے اور آپ کے دوستوں کی آپ سے دوستی اور ولایت کا اجر ملائکہ کے لئے اس امام غائب جو عدم سے وجود میں نہیں آیا تھا پر ایمان لانے کے اجر سے بہت زیادہ ہے۔ اور اللہ نے حضرت آدم کی خبر اس لئے دی تھی تاکہ ان کی توقیر اور تعظیم ہو جائے اور ملائکہ ان کی فرمانبرداری کریں اور ان کی اطاعت کا ارادہ کر لیں۔

اس کی مثال ہمارے پاس عرف عام میں یوں ہے کہ ایک بادشاہ اپنے دوستوں کے پاس ایک خط یا اپنی اس پیغام کے ساتھ بھیجتا ہے کہ میں تمہارے پاس آنے والا ہوں تاکہ وہ لوگ اس کے استقبال کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنے اپنے تحائف اس کے سامنے پیش کریں۔ اس طرح کہ اس کی خدمت کرنے میں کوتاہی کا ہر قسم کا عذر ان کے لئے باقی نہ رہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے خلیفہ کی جلالت اور مرتبت کو آشکار کرنے کے لئے اس کے تذکرہ سے خلقت کی ابتداء کی۔ اب خلیفہ کا معاملہ بعد میں آنے والوں کے لئے بالکل ویسا ہی ہے جیسا پہلے والوں کے لئے تھا۔ پس جب بھی اس نے اپنے کسی خلیفہ کو اس دنیا سے اٹھایا اپنی مخلوقات کو اس کے بعد آنے والے خلیفہ کی پہچان ضرور کرائی۔ اور اس بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ **افمن كان على بينة من ربه ويتلوا شاهد منه**۔ (سورۃ ہود آیت ۱۷) ”بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے بنیہ (روشن دلیل) رکھتے ہوں اور ایک گواہ اس کی جانب سے اس کے بعد آئے گا۔ یہاں پروردگار کی طرف سے بنیہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہ گواہ جو اس کے بعد آئے گا سے مراد امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے **ومن قبله كتب موسى اماماً ورحمة**۔ (سورۃ ہود آیت ۱۷) ”اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت ہے“ اور وہ کلام اور قول جو کتاب موسیٰ میں اس معنی پر مکمل طور پر بعینہ دلالت کرتا ہے۔ یہ ہے **ووعدنا موسى ثلثين ليلة و اتمناها بعشر فتم ميقات ربه اربعين ليلة وقال موسى لا خيه**

ہرون اخلفنی فی قومی واصلاح ولا تتبع سبیل المفسدین۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۴۲) " اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس راتیں ملا کر اسے پورا کر دیا اور اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میرے بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو ان کی اصلاح کرتے رہنا اور شیروں کے رستے نہ چلنا۔"

ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کے خدائی حکم کا راز

اللہ عزوجل نے ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ان کی تعظیم کرانے کی خاطر دیا جب انہیں ان لوگوں کی آنکھوں سے غائب رکھا۔ اور اللہ عزوجل نے انہیں آدم کو سجدہ کرنے کا حکم اس وقت دیا جب اپنی جنتوں کی مقدس ارواح کو ان کے صلب میں ودیعت کر دیا۔ پس وہ سجدہ اللہ کے لئے عبادت کے طور پر، آدم کے لئے اطاعت کے طور پر اور ان ارواح کے لئے جو ان کے صلب میں تھیں تعظیم کے طور پر تھا۔ پس ابلیس نے حسد کی بناء پر آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ آدم کے صلب کو اللہ نے اپنی جنتوں کی امانت گاہ قرار دیا اور اس کے صلب میں ایسا قرار نہیں دیا۔ پس اپنے حسد اور انکار کی وجہ سے راہ کفر اختیار کی اور اپنے پروردگار کے حکم کو ماننے کے رستے سے ہٹ گیا۔ اور اس بناء پر جو ارب رب سے مطرود اور بھگایا گیا اس پر لعنت کی گئی اور اسے رجیم (ملعون) نام دیا گیا۔ کیونکہ اس نے غیبت کا انکار کر دیا۔ اور اس نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کے لئے یہ بہانہ پیش کر دیا کہ انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۲) " میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے پیدا کیا ہے۔" پس جو کچھ اس کی قدرت بصارت سے پوشیدہ تھا اس کا انکار کر دیا اور اس کی تصدیق نہیں کی۔ اور آدم کا ظاہری بدن جو اس کے لئے قابل مشاہدہ تھا کو بہانہ اور دلیل بنایا۔ اور اس بات کا انکار کیا کہ اس کے صلب میں کوئی موجود ہے۔ اور اس پر ایمان نہیں لے آیا کہ آدم کو ملائکہ کے لئے صرف قبلہ بنایا گیا تھا اور فرشتوں کو ان کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا تاکہ ان ہستیوں کی تعظیم عمل میں آئے جو ان کے صلب میں تھیں۔ پس اس شخص کی مثال جو حضرت قائم علیہ السلام پر ان کی غیبت کے دنوں میں ایمان لے آتا ہے ان فرشتوں کی مثال ہے جنہوں نے آدم کو سجدہ کرنے کے ذریعے اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی۔

اور اس شخص کی مثال جو حضرت قائم علیہ السلام کی غیبت کے دنوں میں آپ کے وجود کا انکار کرے شیطان اور ابلیس کی مثال ہے جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ حضرت امام جعفر بن محمد (صادق) علیہما السلام سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ اور اس روایت کو بتایا ہمیں محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بتایا ہمیں محمد بن ابو عبد اللہ الکوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برکی سے انہوں نے جعفر بن عبد اللہ الکوفی سے

انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے محمد بن زیاد سے انہوں نے ایمن بن محرز سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی تمام جنتوں کے نام بتائے اس کے بعد انہیں جبکہ وہ بصورت ارواح تھے ملائکہ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا مجھے بتاؤ ان لوگوں کے نام اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ تم ہی زمین پر خلیفہ بننے کے آدم علیہ السلام سے زیادہ سزاوار ہو کیونکہ تم تسبیح و تقدیس کرتے ہو۔ انہوں نے کہا پاک و منزہ ہے تیری ذات ہمیں کوئی علم ہی نہیں مگر وہ کچھ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے بے شک تو ہی علیم و حکیم ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم بتاؤ انہیں ان لوگوں کے اسماء پس جب آدم نے انہیں بتایا تو وہ ان ہستیوں کی اللہ کے نزدیک عظیم رتبہ اور منزلت سے واقف ہو گئے اور یہ جان گئے کہ وہ لوگ ہی زمین پر اللہ کے خلیفے اور جانشین بننے اور اس کی مخلوقات کے لئے حجت قرار پانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے ان ہستیوں کو فرشتوں کی نظروں سے مخفی کر دیا اور انہیں ان کی ولایت اور حجت کا حکم دے دیا اور ان سے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

بتایا ہمیں اس بارے میں احمد بن الحسن القطان نے انہوں نے کہا بتایا ہمیں حسین بن علی السکری نے انہوں نے کہا ہمیں بتایا محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا بتایا ہمیں جعفر بن محمد بن عمارہ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے اور انہوں نے امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام سے روایت کرتے ہوئے۔

اور یہ اللہ عزوجل کا غیبت پر ملائکہ کو فرمانبردار بنانا ہے۔ اور آیت کی ابتداء خلیفہ کی بات سے ہوئی اور جب اس کی انتہا بھی اس کی مانند ہو تو کلام میں ایک ترتیب اور نظم پایا جاتا ہے اور نظم میں حجت اور برہان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام بتائے جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں تو لامحالہ ائمہ علیہم السلام کے نام بھی اس میں شامل ہیں۔ پس جو کچھ ہم نے پہلے کہا تھا اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور اس بات پر سب سے صحیح ترین دلیل یہ ہے کہ جب ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کی راہنمائی کی گئی تو لامحالہ اس سے انہیں عبادت مل گئی اور جب یہ عبادت ملی تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں وہ کچھ بھی حاصل ہو جائے جو اس کے درجے میں ہے چاہے وہ اسی وقت ہو یا دوسرے اوقات میں ہو کیونکہ اوقات کی تبدیلی سے حکمت میں تبدیلی نہیں آتی نہ ہی حجت بدلتی ہے۔ ان میں اول آخر کی طرح اور آخر اول کی طرح ہے۔ حکمت الہی میں یہ ناممکن ہے کہ وہ ثواب کی کسی قسم سے انہیں محروم رکھے اور ائمہ کے فیض و فضل و کرم میں سے کسی چیز کے بارے میں ان کے ساتھ بخل برتے۔ کیونکہ وہ سب کے سب برابر ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء کے بارے میں جب کوئی شخص ان میں سے ایک پر ایمان لے آئے یا ان میں سے ایک گروہ پر ایمان لے آئے اور صرف ایک کا انکار کرے تو اس کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی بعینہ ائمہ علیہم السلام کے بارے میں ہے اول سے آخر تک سب ایک ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "ہمارے آخر کا منکر

ایسا ہے جیسا کہ وہ ہمارے اول کا بھی منکر ہے " اور آپ نے فرمایا " اگر کوئی شخص زندوں میں سے ایک کا منکر ہو جائے تو وہ تمام اموات کا بھی منکر ہے ۔ "

اس بارے میں اپنے مقام پر اسی کتاب میں روایت کو سند کے ساتھ ذکر کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں " اور آدم کو تمام اسماء سکھائے " سے مراد ائمہ علیہم السلام کے اسماء ہیں اور اسماء کے بہت سے معانی ہیں اور اس کے معانی میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے ۔ اور اسماء کے اور کوئی وصف دوسرے سے اولی اور برتر نہیں ہے ۔ پس یہاں اسماء کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اول سے آخر تک ائمہ علیہم السلام کے تمام اوصاف بتا دیئے ۔ اور ان کے اوصاف میں سے علم و حلم ، تقویٰ ، شجاعت ، عصمت ، سخاوت اور وفاء ہے ۔ اور کتاب خدا نے انہیں اوصاف کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے ساتھ ذکر کی ہے ۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ۔ واذکر فی الکتب ابراہیم ۔ انه کان صدیقاً نبیاً ۔ (سورۃ مریم آیت ۴۱) " اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے نبی تھے ۔ "

واذکر فی الکتب اسمعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولا نبیاً و کان یامر اہله بالصلوۃ والزکوۃ و کان عند ربہ مرضیاً ۔ واذکر فی الکتب ادريس انه کان صدیقاً نبیاً و رفعہ مکاناً علیاً ۔ (سورۃ مریم آیت ۵۲ تا ۵۴) " اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدہ کے سچے اور ہمارے فرستادہ نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے ۔ اور کتاب میں ادريس کا ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اٹھایا تھا ۔ "

واذکر فی الکتب موسیٰ انه کان مخلصاً و کان رسولا نبیاً و نادینہ من جانب الطور الایمن و قربنہ نجیاً ۔ و وہبنا لہ من رحمنا اخاہ ہرون نبیاً ۔ (سورۃ مریم آیت ۵۱ تا ۵۳) " اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو وہ بے شک مخلص اور نبی مرسل تھے اور ہم نے ان کو طور کی دہلی

طرف سے پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا اور اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون نبی عطا کیا ۔ "

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی تعریف و تجید ان چیزوں کے ذریعے کی ہے ۔ پسندیدہ خصلتیں اور پاکیزہ اخلاق ان میں موجود تھے ۔ اور یہ ان کے اوصاف اور اسماء ہیں اسی طرح اللہ عزوجل نے آدم کو تمام اسماء سکھائے ۔

اور اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ اسماء سے واقف ہونے اور فرمانبرداری کے عوامل سے آگاہ ہونے کا راستہ صرف اور صرف سننا ہے ۔ عقل اس بات کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی ۔ چنانچہ اگر کوئی عاقل نزدیک یا دور سے ایک آدمی کو آتے ہوئے دیکھ لے تو اپنی عقل کے ذریعے اس کے نام سے واقف نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے سوائے سماعت کے راستے کے اور کوئی راہ نہیں ہے ۔ پس اللہ عزوجل نے بھی خلیفہ کے سلسلے میں عمدہ وسیلہ کو سماعت اور سننا قرار دیا ہے

اور اسی لئے اس نے مخلوقات کے اس سلسلے میں اختیار اور انتخاب کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ انتخاب کرنا آراء کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور خلیفہ کی بات اسماء کی بنیاد پر ہے اور اسماء سماعت کی راہ سے ہی قابل شناخت ہیں۔ پس اس بناء پر امام کے سلسلے میں ہمارا راستہ ہی صحیح ہے کیونکہ ہم نص اور تعین کے ذریعے اطاعت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور تعین اور اشارہ کی بات اللہ کے اس قول میں مضمر ہے کہ **ثم عرضهم علی الملیکة**۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱) "پھر انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کر دیا" اور پیش کرنا وجود عینی اور اشارہ پر مبنی ہے۔ اور اسم سماعت پر مبنی ہے تو یوں اشارہ اور نص دونوں کے معنی صحیح ثابت ہوئے۔

اور لفظ عرض (سامنا کرنا) جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے "پھر انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کر دیا" کے دو معنی ہیں ایک تو یہ ہے ان کو بذات خود اور صورت میں دکھانا جیسا کہ ہم نے ذرا اور اخذ میثاق کے باب کی روایات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کو صفت اور نسبت کی راہ سے ملائکہ کے سامنے کر دیا جیسا کہ ہمارے مخالفین کا ایک گروہ کا قول ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کو ایمان بالنبی لانے کے امر کے معنی حاصل ہو جاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ اور کہا کہ **انبنو نی باسماء هولاء ان کنتم صادقین**۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱) اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ" بہت سی حکمت آمیز باتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ اہلیت اور صلاحیت عطا کی کہ وہ ملائکہ کو ائمہ کے اسماء کی تعلیم دیں اور ملائکہ کو اس کا اہل اور قابل قرار دیا کہ وہ آدم سے ان کے اسماء سیکھ لیں پس اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا اور آدم نے ملائکہ کو سکھایا۔ پس آدم کا درجہ استاد اور معلم کا ہے اور فرشتوں کا درجہ شاگرد اور متعلم کا ہے۔ اور یہ وہ معنی ہے جس کی صراحت قرآن نے کی ہے۔

اور ملائکہ کا یہ قول **سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم** (سورۃ بقرہ آیت ۳۲) "پاک و منزہ ہے تیری ذات ہمیں کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور تو ہی بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" اس بات پر بہترین دلیل اور واضح حجت ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ائمہ کے اسماء اور اوصاف کے بارے میں کچھ کہے مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے تعلیم کردہ ہو۔ اور اگر یہ بات کسی کے لئے جائز ہوتی تو اس سلسلہ میں ملائکہ کے لئے زیادہ جائز ہوتی۔ اور جب انہوں نے خدا کی تسبیح کی تو ان کی تسبیح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں اپنی طرف سے کچھ کہنا توحید کے منافی ہے۔ کیونکہ تسبیح کا مطلب اللہ عزوجل کی تنزیہ اور اس کو ہر عیب اور نقص سے پاک گردانتا ہے اور قرآن میں تنزیہ کا کوئی ایسا مورد نہیں ہے مگر یہ کہ وہ کسی منکر، ملحد اور توحید کو باطل قرار دینے اور اس میں اعتراض کرنے کے درپے شخص کی بات کے بعد ہی آیا ہے۔ پس فرشتوں نے اپنی

لا علمی کے اظہار کے سلسلے میں غرور نہیں کیا اور کہا "ہمیں کوئی علم نہیں" پس جس شخص نے اس چیز کے بارے میں حجب وہ نہیں جانتا اپنے آپ کو عالم ظاہر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس موقف کے ذریعہ اس پر جت قائم کر دے گا اور وہی دنیا اور آخرت میں اس کے خلاف اللہ کے گواہ اور شاہد ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی ناتوانی اور لاعلمیت کے اعتراف کے بعد اس قابل بنا دیا کہ انہیں زبانِ آدم کے ذریعہ صاحب علم بنا دے۔ اور ارشاد فرمایا یا آدم انبئہم باسماءہم۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۳) "اے آدم انہیں ان کے اسماء سے آگاہ کرو۔"

ایک آدمی نے شہر سلام (بغداد) میں مجھ سے کہا۔ غیبت (قائم) طول پکڑ چکی ہے اور حیرانگی شدت پا چکی ہے۔ اور مدت کے طویل ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ اطاعت کے عقیدہ سے پھر گئے ہیں تو بتائیے یہ کیا ہے؟

میں نے اس سے کہا "سابقہ امتوں کی سنتیں اس امت میں ہو رہی ہیں اور ایک ایک کر کے جاری ہو جائیں گی جیسا کہ رسول خدا سے ایک سے زیادہ روایات میں منقول ہے۔ اور حضرت موسیٰ اپنے پروردگار کے میقات پر چلے گئے تاکہ تیس راتوں کے بعد اپنی قوم کی طرف واپس پلٹیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں دس کا اضافہ کر دیا اور میقات پروردگار چالیس راتوں میں پوری ہو گئی۔ مقررہ مدت سے دس دن کی تاخیر اور زیادہ ہونے کو موسیٰ کی امت نے اس کوتاہ عرصہ کو بہت زیادہ گردانا اور ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰ کے حکم سے پھر گئے اور ان کے جان نشین حضرت ہارون کی نافرمانی کی، انہیں کمزور بنایا اور قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بیل کی آواز دینے والے ایک بچھڑے کے پتلے کی عبادت کی۔ اور سامری نے ان سے کہا "یہی تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے" اور حضرت ہارون انہیں نصیحت کرتے رہے اور انہیں اس بچھڑے کی عبادت سے منع کرتے رہے۔ اور فرمایا ولقد قال لہم ہرون من قبل یقوم انما فتنتم بہ و ان ربکم الرحمن فاتبعونی و اطیعوا امری۔ قالوا لن نبرح علیہ عکفین حتی یرجع الینا موسیٰ۔ (سورۃ طہ آیت ۹۰-۹۱) "لوگوں اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو خدا ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس پر قائم رہیں گے" ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال بنسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقیہ الا لواح و اخذ براس اخیه یجرہ الیہ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۵۰) اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے تم نے میرے بعد بہت ہی بد اطواری کی۔ کیا تم نے اپنے پروردگار کے حکم میں جلدی کی اور تختیاں ڈالیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے" اور اس کی داستان بہت ہی مشہور ہے پس یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ اس امت کے جاہل لوگ بھی ہمارے امام زمانہ کی مدت غیبت کو طولانی گردانیں اور بغیر کسی بصیرت اور دلیل کے اس چیز سے منہ پھیر لیں جس کے وہ محقق ہو چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے درس عبرت حاصل

نہ کریں جہاں ارشاد فرماتا ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذكر اللہ و ما نزل من الحق ولا یكونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیرمنہم فاسقون۔ (سورۃ حدید آیت ۱۶) ”کیا ابھی تک مؤمنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت اور جو حق سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔“

پس اس آدمی نے کہا ”اس (یعنی حضرت قائم) کے بارے میں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں کیا نازل فرمایا“ میں نے کہا ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آلم ذلک الکتب لاریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳) وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لے آتے ہیں“ یعنی حضرت قائم اور ان کی غیبت پر ایمان لے آتے ہیں۔

محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا اور کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ العطار نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد عیسیٰ نے۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے ایک سے زیادہ افراد سے انہوں نے داؤد ابن کثیر الرقی سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ، ہدایت ہے متقین کے لئے جو لوگ غیب پر ایمان لے آتے ہیں آپ نے فرمایا ”اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت قائم کے قیام کا اقرار کرتے ہیں اور اسے حق سمجھتے ہیں۔“

ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابو عبداللہ الکوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران النخعی نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے یحییٰ بن ابو القاسم سے انہوں نے کہا میں نے جعفر صادق بن محمد سے سوال کیا اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں کہ آلم ذلک الکتب لاریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳) ”وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں“ عزوجل کے اس قول کے بارے میں کہ آلم وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ”متقین علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور غیب سے مراد حجت غائب ہیں۔ اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ ویقولون لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ فانظر وانی معکم من المنتظرین (سورۃ یونس آیت ۲۰) ”اور وہ کہتے ہیں کیوں اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوتی۔ کہہ دو کہ غیب تو خدا ہی کا ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار

کرنے والوں میں سے ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ غیب ہی اس کی نشانی ہے اور غیب ہی حجت ہے اور اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے کہ جہاں ارشاد الہی ہے کہ **و جعلنا ابن مریم و امہ آیتہ**۔ (سورۃ مؤمنون آیت ۵۰) اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اسکی ماں کو نشانی قرار دیا یعنی انہیں حجت قرار دیا۔

ہم سے بیان کیا ہمارے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن الحسن ابن ابی الخطاب سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے علی بن رباب سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ **"یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفساً ایمانہا لم تکن آمنت من قبل"**۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۹) "ایک دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی کا ایمان اس وقت فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو۔ آپ نے فرمایا آیات اور نشانیوں سے مراد ائمہ ہیں اور وہ آیت اور نشانی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ حضرت قائم ہیں۔ پس اس دن کسی انسان کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل کہ وہ بوسیہ تلوار قیام کریں ان پر ایمان نہ لے آیا ہو اگرچہ ان سے قبل ان کے آباء طاہرین پر ایمان کیوں نہ لایا ہو۔

اور اللہ عزوجل نے حضرت یوسف کو غیب کا نام دیا جب ان کی داستان اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی۔ اور ارشاد فرمایا **ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک و ما کنت لدیہم اذ اجمعوا امرہم و ہم یمکرون** (سورۃ یوسف آیت ۱۰۲) "اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے (برادران یوسف نے) اپنی بات پر اتفاق کیا تھا۔ مخالفین میں سے ایک نے اس آیت کے بارے میں مجھ سے بات کی اور کہا: اللہ عزوجل کے اس ارشاد "وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں" سے مراد دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت کے حالات ہیں۔ میں نے اس سے کہا: تم نے اپنی اس تاویل میں جہالت سے کام لیا اور اپنے کلام میں گمراہی اختیار کی۔ کیا یہود و نصاریٰ اور بہت سے مشرک اور مخالفین دین اسلام فریق قیامت پر اور حشر و نشر، حساب و کتاب، ثواب و عتاب پر ایمان نہیں رکھتے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنین کی تعریف ایک ایسی صفت سے کرے جس میں ان کے ساتھ کفر و الحاد کے فریق شریک ہوں بلکہ اللہ عزوجل نے ان کی تعریف و تجمید ایک ایسی بات سے کی ہے جو انہی کے ساتھ مختص ہے اور ان کے علاوہ کوئی بھی ان کا شریک نہیں ہے۔

حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی معرفت کا واجب ہونا

کسی ایمان والے کا ایمان صحیح نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اس کے حال سے آگاہ اور واقف ہو جائے جس پر وہ ایمان لا چکا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **الَا مِنْ شَہْدٍ بِالْحَقِّ وَہُمْ یَعْلَمُونَ**۔ (سورۃ زخرف آیت ۸۶)

"مگر جو لوگ سمجھ بوجھ کر حق بات کی گواہی دیں" بنا برائے اللہ نے لوگوں کی گواہی کی صحت کو قبول نہیں کیا مگر ان کے علم و معرفت کے بعد۔ پس اسی طرح حضرت مہدی قائم علیہ السلام پر ایمان لانے والے کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا جب تک وہ آپ کے متعلق آپ کی غیبت کے بارے میں جاننے والا نہ ہو۔ اور وہ یہ کہ ائمہ علیہم السلام نے آپ کی غیبت کی خبر دی ہے اور ان سے منقول روایات میں اس غیبت کے واقع ہونے کو اپنے شیعوں سے بیان فرمایا ہے اور یہ چیزیں کتابوں میں محفوظ ہو گئیں اور کم و بیش غیبت کے واقع ہونے سے دو سو سال قبل کی تالیف شدہ کتابوں میں ثبت و تحریر ہو گئیں۔ ائمہ کے پیروکاروں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اپنی کتابوں اور روایات میں اس کا تذکرہ نہ کیا ہو اور اپنی تصنیفات میں اس کو ثبت نہ کیا ہو۔ اور یہ وہ کتابیں ہیں جو شیعیان آل محمد کے نزدیک "اصول" کے نام سے پہچانی جاتی ہیں اور جو غیبت سے مذکورہ عرصہ سے قبل مدون اور محفوظ کر لی گئی ہیں۔ اور میں نے غیبت کے بارے میں مستند روایات میں سے جو کچھ میرے علم میں آتی تھیں ان کو اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے۔ اب ان کتابوں کے مؤلفین کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس وقت جو غیبت واقع ہوئی اس کے بارے میں وہ قبل از وقت از خود جان گئے اور اس کو اپنی تصنیفات میں اور کتابوں میں لکھ ڈالا جو کہ اصل عقل و علم کے نزدیک ناممکن چیز ہے۔ یا انہوں نے اپنی کتابوں میں ایک جھوٹی پیش گوئی کی بنیاد ڈالی اور پھر اچانک ان کی اس جھوٹی پیش گوئی نے بعینہ حقیقت کا جامہ پہن لیا اور جو کچھ ان سب نے ایک دوسرے سے دور ہونے، نظریات کے مختلف ہونے اور ملکوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود گھڑ لیا تھا وہ وقوع پذیر ہوا یہ صورت بھی پہلی صورت کی طرح بالکل محال ہے۔ بنا برائے اس بارے میں اس کے سوا کوئی صورت باقی نہیں رہتی کہ ان مؤلفین نے اپنے ائمہ جو رسول خدا کی وصیت کے محافظ ہیں سے غیب کے تذکرے اور اس کے ایک مقام کے بعد دوسرے مقام اور دیگر مقامات پر وقوع پذیر ہونے کو جس طرح انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور اپنے اصول میں ترتیب و تالیف دی، اخذ کیا اور اس کو محفوظ کر لیا۔ پس اس طرح اور ان جیسی دلیلوں سے حق غالب آیا اور باطل مٹ گیا باطل کو تو مٹنا ہی ہے۔

اور ہمارے دشمنوں اور مخالفین نے جو گمراہ کن ارادے رکھتے ہیں حضرت قائم امام کی غیبت کے بارے میں حق کو ٹھکرانے اور اس کے ساتھ دشمنی کرنے اور اس کی حقانیت پر مشاہدے کی حد تک دیکھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے پردے ڈالنے کا ارادہ کر لیا تاکہ اس طریقہ سے حقیقت ان لوگوں پر مشتتب ہو جائے جن کی اس بارے میں معرفت مضبوط نہیں اور بصیرت مستحکم نہیں۔

غیبت کا اثبات اور اس کی حکمت

پس کہوں گا۔ اور توفیق اللہ کی جانب سے ہے۔ جب غیبت ہمارے امام زمانہ کے لئے واقع ہوئی اس کی حکمت اور مصطلحت ثابت، اس کی حقیقت آشکار اور اس کی دلیل غالب ہے کیونکہ ہم نے اللہ عزوجل کی حکمت کے آثار اور اس کی تدبیر کی صحت کو گذشتہ زمانے میں اسکی سابقہ حجّتوں کے رہبران گمراہی کے بارے میں دیکھا ہے اور جان لیا ہے کہ خالی زمانوں میں سرکش لوگ ابھرتے ہیں اور فرعون صفتوں کو غلبہ ملتا ہے۔ بالکل ویسا ہی جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے کہ رہبران کفر، جھوٹ، ظلم اور بہتان کے ذریعہ غالب ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ ہمارے مخالفین نے ہم سے امام زمانہ کے وجود کے بارے میں دوسرے گزشتہ ائمہ کی مانند دلیل کا مطالبہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "تمہارے بقول ہمارے نبی کی وفات کے بعد سے گیارہ امام گذرے ہیں جن میں سے ہر ایک موجود تھے اور اپنے نام اور ذات سے خاص و عام میں پہچانے جاتے تھے اور اگر وہ اس طرح نہ ہوں تو اس صورت میں تمہارے گذرے زمانے کے ائمہ میں تمہاری دلیل اور تمہارا عقیدہ باطل ہے جس طرح تمہارے اس زمانے کے امام کے بارے میں ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں اور ان کا وجود ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس کے جواب میں، میں یہ کہوں گا اور سب توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے۔ ہمارے مخالفین ہر زمانے میں گمراہ رہنماؤں کی باطل ادوار حکومت میں خدا کی حجّتوں کے بارے میں اللہ کی حکمت کے آثار کو نہیں جانتے اور حق کے موارد اور سیدھے راستے سے غافل ہیں کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ باطل کی حکمرانی کے دوران اللہ کی حجّتوں کا اپنے مقام میں ظہور کرنا ممکنہ صورت میں اور اہل زمان کی مصطلحت کے مطابق انجام پاتا ہے۔ پس بنا براین حجت خدا کا خاص و عام کے درمیان موجود ہونا اولیاء کی تدبیر ہے۔ پس اگر حالات دوستداروں کی کار سازی کے لئے حجت خدا کے عوام و خواص کے درمیان موجود رہنے کیلئے سازگار ہوں تو اس صورت میں حجت کا ظہور لازمی ہوگا اور اگر دوستداروں کے امور کو چلانے کے لئے حجت خدا کے خواص و عوام میں موجود ہونا ممکن نہ ہو اور اس کا مخفی رہنا حکمت کے لوازمات میں سے ہو اور تدبیر کا تقاضا ہو تو اللہ تعالیٰ معینہ مدت کے آنے تک اس کو مخفی رکھے گا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے قبل اللہ کی حجّتوں حضرت آدم علیہ السلام کی وفات سے لے کر موجودہ دور تک دیکھا ہے ان میں سے بعض مخفی اور بعض ظاہر تھے اس سلسلے میں روایات نقل ہو چکی ہیں اور کتاب خدا نے بھی ہمیں بتایا ہے۔

بیان کیا مجھ سے اس بارے میں میرے والد نے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد البرقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسحاق بن جریر سے انہوں نے عبد الحمید ابن ابی دلیم سے انہوں نے کہا کہ امام جعفر بن محمد الصادق نے فرمایا "اے عبد الحمید اللہ کے کچھ رسول اعلانیہ اور ظاہر ہیں اور کچھ رسول مخفی اور پنہاں میں پس جب بھی تم اس سے ظاہر

رسول کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرو تو اس سے مخفی اور پہناں رسولوں کے حق کا بھی واسطہ دیکر سوال کیا کرو۔ اور کتاب خدا سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے **وَرَسُولًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرَسُولًا نَقَّصْنَاهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا**۔ (سورۃ نساء آیت ۱۶۴) اور کچھ رسول وہ ہیں جن کی سرگزشت ہم نے پہلے تمہیں بتادی اور کچھ رسول ایسے بھی ہیں جن کی داستان ہم نے تمہیں نہیں بتائی اور اللہ نے موسیٰ سے تکلم کیا جس طرح تکلم کرنے کا حق ہے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت ابراہیمؑ کے ظہور کے وقت تک اللہ کی جتیں اسی طرح سے وصیوں کی صورت میں ظاہر اور پوشیدہ رہیں اور جب حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چھپا رکھا اور ان کی ولادت کو پہناں کر دیا۔ کیونکہ ان کے زمانے میں حجت کے ظہور کے امکانات نہیں تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کی بادشاہت میں اپنے کام کو چھپا رکھا اور اپنی ذات کو ظاہر نہیں کیا۔ اور نمرود حضرت ابراہیمؑ کی تلاش میں رعیت اور اہل مملکت کے ہر نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور اپنے کام کا آشکار کیا۔ اور یہ اس وقت جب غیبت انتہا کو پہنچی اور ان پر واجب اور ضروری ہو گیا اس چیز کا اظہار کرنا جس کا انہوں نے اظہار کرنا تھا تاکہ اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ حجت کے اثبات اور تکمیل دین کے سلسلے میں پورا ہو جائے۔ اور جب حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا وقت آیا تو ان کے بھی بہت سے وصی تھے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کی زمین پر حجت تھے جو وصیت کے وارث تھے یہ بھی کچھ ظاہر بظاہر اور کچھ پہناں اور مخفی تھے۔ اور یہ سلسلہ حضرت موسیٰ کے وجود کے وقت تک جاری رہا۔ اس وقت فرعون حضرت موسیٰ کی تلاش میں بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا جن کی کہانی مشہور ہو گئی تھی اور ان کے آنے کی خبر پھیل گئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش کو مستور رکھا اس کے بعد ان کی والدہ نے انہیں دریا کے حوالے کر دیا جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دی ہے۔ **فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ**۔ (سورۃ قصص آیت ۸) پھر فرعون کے لوگوں نے انہیں اٹھالیا اور حضرت موسیٰ فرعون کے دامن میں ہی پرورش پا رہے تھے اور فرعون ان کو پہچانتا نہیں تھا۔ اور دوسری طرف فرعون انہی کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے اپنی دعوت کا اظہار کر دیا اور اپنے آپ کو متعارف کرایا اور ان کی سرگزشت وہی ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ اور جب حضرت موسیٰ کی وفات کا وقت آگیا تو ان کے بھی بہت سے وصی تھے جو اللہ کی حجت تھے کچھ ظاہر اور کچھ پہناں اور مخفی اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ کے وقت ظہور تک جاری رہا۔

پھر حضرت عیسیٰ اپنی پیدائش کے وقت ہی ظاہر اور آشکار ہو گئے۔ انہوں نے اپنی ذات کو مخفی نہیں رکھا کیونکہ ان کا زمانہ ہی ایسا تھا کہ اس زمانہ میں حجت کے اسی انداز میں ظاہر ہونے کے امکانات موجود تھے۔ اس کے بعد ان کے بھی اوصیاء تھے جو اللہ کی حجت تھے اسی طرح اعلانیہ اور مخفیانہ طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کے وقت ظہور تک موجود رہے۔ اللہ عزوجل قرآن کریم میں اپنے نبی سے ارشاد فرما رہا ہے مایقال لک
 الاماقد قبیل للرسول من قبلک (سورۃ فصّلت آیت ۴۳) ”تجھے وہی کہتے ہیں جو تجھ سے پہلے سب رسولوں
 سے کہہ چکے ہیں۔“ اور آپؐ سے کچھ نہیں کہا جائے گا مگر وہ جو ہم نے آپ سے قبل کے رسولوں کو کہا تھا۔ پھر اللہ
 عزوجل نے فرمایا۔ سنة من قدر سلنا قبلک من رسلنا (سورۃ اسراء آیت ۷۷) ”ان کی سنت جنہیں ہم
 نے آپ سے پہلے بھیجا تھا ہمارے رسولوں میں سے۔ پس ان باتوں میں سے جو آپ سے کہی گئی تھیں اور آپ سے پہلے
 آنے والے رسولوں کی سنتیں جو آپ کے لئے بھی لازم قرار پائی تھیں میں سے ایک آپ کے لئے اوصیاء مقرر کرنا ہے
 جس طرح آپ سے پہلے آنے والوں کے لئے اوصیاء مقرر کئے گئے تھے۔ بنا براین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 اپنے لئے اوصیاء مقرر کئے اور یہ بتا دیا کہ حضرت مہدی علیہ السلام تمام ائمہ علیہم السلام کے خاتم ہوں گے اور وہ زمین
 کو قسط و عدل سے بھر دیں گے جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس کو پوری امت نے آپ سے روایت کیا
 ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ظہور کے وقت نازل ہوں گے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پس
 تمام اوصیاء کی پیدائش اور مقامات یکے بعد دیگرے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام جن کا انتظار قسط و عدل کی خاطر
 ہو رہا ہے کی ولادت تک محفوظ کر لی گئیں۔ جس طرح حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ جن جتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے
 ان کے وجود غائب رہے۔

اس ملت کے افراد کے خاص و عام میں یہ بات مشہور اور مسلمہ ہے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کے والد
 حضرت امام حسن ابن علی علیہما السلام کے زمانے کا طاغوت آپ کی وفات تک آپ کی سخت نگرانی کر رہا تھا۔ اور جب
 آپ علیہ السلام وفات پا گئے تو ان کے متعلقین اہل خانہ پر نگرانی کی جانے لگی اور ان کے مقربین کو قید کر دیا گیا اور آپ
 کے نومولود (امام زمانہ) کی سخت تلاش کی جانے لگی۔ اور آپ کے اوپر موکل اور نگرانی کرنے والوں میں سے ایک آپ کا
 چچا جعفر (کذاب) تھا جو آپ کے والد حضرت امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام کا بھائی تھا جس نے اپنے لئے امامت
 کا دعویٰ کر دیا تھا اور یہ امید کرتا تھا کہ امامت کے لئے اس کی آرزو اس کے بھیجے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی
 موجودگی میں پوری ہو جائے۔ اس بناء پر آپ کی غیبت میں بھی وہی سنت جاری ہو گئی جو سنتیں ان جہتائے خدا کے
 بارے میں جاری ہوئی تھیں جن کا ہم نے ذکر کیا تھا۔ اور آپ کی غیبت میں یہی حکمت پوشیدہ ہے جو ان کی غیبت میں
 پوشیدہ تھی۔

ایک اعتراض کا جواب

ہمارے دشمنوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کیوں آپ لوگ ان چیزوں کو ائمہ کیلئے ضروری سمجھتے ہیں جو انبیاء کے لئے ضروری ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی انکار نہیں کیا ہے کہ یہ چیزیں انبیاء کے لئے ممکن ہیں اور ائمہ کے لئے ناممکن۔ درحالیکہ ائمہ انبیاء جیسے نہیں ہیں اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ ائمہ کا حال انبیاء کے حال جیسا ہو۔ پس ہمارے لئے ایک مطمئن کرنے والی دلیل پیش کریں کہ وہ چیزیں ائمہ میں ہونا ممکن ہیں جو جن کا انبیاء اور رسولوں میں ہونا ممکن ہے جنہیں آپ لوگوں نے ائمہ کے مشابہ قرار دیا درحالیکہ وہ انبیاء اور رسولوں کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ ہر شکل کا اپنی جیسی شکل اور ہر مثل کا اپنے جیسے مثل سے موازنہ ہوتا ہے پس بنا براین اس بارے میں تمہارا دعویٰ ثابت ہرگز نہیں ہوگا اور ائمہ کے حال کو انبیاء علیہم السلام کے حال کے ساتھ تشبیہ دینے کے سلسلے میں تمہارا قیاس صحیح نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی مطمئن کنندہ دلیل موجود ہو۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں۔ ہمارے دشمن نے جس چیز میں ہم سے معارضہ کیا ہے اس میں جہالت اور نادانی سے کام لیا ہے۔ اور اگر یہ لوگ تشخص دینے والے، غور و فکر اور سوچ و بچار والے ہوتے اور اس کے ساتھ اپنے بزرگوں اور اپنے گزشتہ اسلاف کے بارے میں ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ دیتے تو یقیناً جان لیتے کہ جو کچھ انبیاء کے بارے میں ممکن حالات متصور ہیں اس کا ہو بہو ائمہ کے لئے ہونا ضروری اور واجب ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انبیاء ائمہ کی اصل بنیاد اور ان کا سرچشمہ ہیں اور انبیاء کے جانشین ان کے اوصیاء اور اللہ کی حجت کو قائم رکھنے والے ہیں ان لوگوں پر جو انبیاء کے بعد موجود ہوتے ہیں تاکہ اللہ کی جتیں اور اس کے حدود اور شرائع باطل نہ ہوں جب تک بندوں پر تکلیف باقی ہے اور حکم کی تعمیل ان پر لازم ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ ائمہ اللہ کی حجت ہوں کیونکہ وہ نبی نہیں ہیں نہ ہی انبیاء جیسے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہوتا کہ اس بناء پر انہیں ائمہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انبیاء ہی ائمہ تھے اور یہ لوگ تو نبی نہیں ہیں تاکہ انبیاء کی طرح ائمہ کہلا سکیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جو کچھ رسول خدا فرماتے تھے جیسے جہاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر شریعت کے ابواب یہ لوگ ان کو قائم کریں۔ کیونکہ نہ تو یہ رسول کے مانند ہیں نہ بذات خود رسول ہیں۔ اور اسی طرح کے نامعقول اور ناممکن اعتراضات بہت ہی زیادہ ہیں جن کے ذکر سے کتاب طولانی ہو جائے گی۔ پس جب یہ سارے اعتراضات نامعقول اور باطل ثابت ہوئے تو ہمارے مخالفین کا یہ تعارض اور مزاحمت بھی بذات خود باطل ہوئی۔

اس کے علاوہ اب ہم ان تمام باتوں کے باوجود انبیاء اور ائمہ کے درمیان شبہات کے واضح اور روشن ہونے کی وضاحت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ خلق خدا پر ان کا حجت ہونا ثابت ہو جائے گا جس طرح انبیاء بندگان خدا پر اس کی

حجت ہیں۔ اور ان کی اطاعت اس طرح فرض اور لازم ہے جس طرح انبیاء کی اطاعت فرض و لازم ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ **اطيعوا الله واطيعوا الرسول والى امر منكم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) "اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحبان امر ہیں۔"

پس صاحبان امر، رسول کے بعد آپ کے اوصیاء اور ائمہ ہی تو ہیں جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ہم پلہ قرار دیا اور بندوں پر واجب قرار دیا ان کے بارے میں اس فرض کو جس کو اس نے واجب قرار دیا تھا رسول کے بارے میں۔ جس طرح اس نے بندوں پر واجب قرار دیا رسول کی اطاعت کو اسی طریقہ سے جس طرح اس نے اپنی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے۔ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔" اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ **من يطع الرسول فقد اطاع الله** (سورۃ نساء آیت ۸۰) "جس نے اطاعت کی رسول کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی ہے۔"

اور جب ائمہ علیہم السلام ان لوگوں پر اللہ کی حجت ہیں جنہوں نے فرمان رسول کو رد نہیں کیا اور آپ کو نہیں دیکھا اور آپ کے بعد دنیا میں آئے جس طرح رسول خود حجت تھے ان لوگوں کیلئے جو آپ کے زمانے میں تو موجود تھے لیکن آپ کی زیارت نہیں کی تھی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت جس طرح لازم اور فرض ہے اسی طرح ائمہ علیہم السلام کی اطاعت فرض اور لازم ہے۔ بنا براین دونوں ایک ہی جیسے ہیں اور جو شبہات ہم نے بتائی تھی وہ صحیح اور درست ثابت ہوئی۔ اور رسول اللہ ائمہ سے افضل ہیں مگر حجت ہونے میں نام، کام اور فرض میں ایک جیسے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو ائمہ کا نام دیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔ **انى جاعلك للناس اماما** (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴) "یقیناً میں تمہیں لوگوں کا امام قرار دینے والا ہوں۔" اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے انبیاء اور رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے **تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض**۔ **منهم من كلم الله**۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳) "وہ فرستادے جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور انہی میں سے کچھ کے ساتھ اللہ نے کلام فرمایا اور فرمایا۔ **ولقد فضلنا بعض النبيين على بعض**۔ (سورۃ اسراء آیت ۵۵) "اور یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت اور برتری دی ہے۔"

پس تمام انبیاء نبوت میں تو ایک جیسے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض سے افضل ہیں بالکل ویسی ہی ہے انبیاء اور ان کے اوصیاء کے درمیان شبہات اور مماثلت کی صورت جس نے ائمہ کے حال کو انبیاء کے حال کے ساتھ موازنہ کیا اور انبیاء کے فعل اور اعمال کے ذریعہ ائمہ کے اعمال اور فعل پر دلیل قائم کی تو اس نے بالکل درست موازنہ کیا اور اس کا استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ ہم نے پہلے ہی بیان کیا کہ انبیاء اور اوصیاء میں شبہات موجود ہے۔

شباہت کے اثبات کی دوسری دلیل

ایک اور دلیل اس حقیقت پر جو انبیاء اور اوصیاء کے درمیان شباہت کے بارے میں ہم نے تشریح کی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ احزاب آیت ۲۱)۔ اور تمہارے لئے ہے رسول خدا میں ایک اچھا نمونہ ہے۔ اور فرمایا۔ وَمَا تَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (سورۃ حشر آیت ۷) جو کچھ رسول تمہیں دیدے وہ تم لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے اجتناب کرو۔

بنا برائیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کریں اور اپنے امور کو اس شکل و صورت میں چلائیں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلایا تھا خواہ وہ فعل ہو یا قول۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین میں سے ایک فرمان جو ہماری اس بات کی حقیقت کو ثابت کرتا ہے جو کہ ہم نے انبیاء اور ائمہ کے درمیان شباہت کے وجود کے بارے میں کہی تھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "علیٰ کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتادیا کہ علی علیہ السلام تو نبی نہیں ہیں لیکن آپ نے ان کو ہارون سے تشبیہ دی جبکہ ہارون نبی اور رسول تھے۔ (اور) اسی طرح آپ نے علی کو بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی تشبیہ دی ہے۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ المتوکل رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین السعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد الملک بن ہارون بن عنقرہ الشیبانی نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے عبد اللہ بن عباس سے انہوں نے کہا: ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا جو شخص آدم کو ان کے علم میں اور نوح کو ان کی صلح جوئی میں اور ابراہیم کو ان کے حلم میں اور موسیٰ کو ان کی ذہانت میں اور داؤد کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہتا ہے تو اس کی طرف دیکھ لے۔ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں جب ہم نے اس طرف دیکھا جس طرف آپ نے اشارہ فرمایا تو ہم نے دیکھا کہ علی ابن ابی طالب ہماری طرف آرہے ہیں جبکہ اپنے قدموں کو بلند لیکن بغیر غرور و تکبر کے اٹھا رہے ہیں۔ پس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ علیہم السلام میں سے ایک کو انبیاء اور رسولوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ دلیل قانع کنندہ اور مطمئن کرنے والی ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے (انبیاء) جن کی غیبت واقع ہوئی ہے سے شباہت رکھتی ہے۔ اور یہ کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت طاغوتوں کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور شاید اس

رہیں گے۔ رسول خدا؟ آپ نے فرمایا تیس سال۔ تحقیق موسیٰ کے وصی یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ان کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ صفرا بنت شعیب نے بغاوت کی اور یہ کہا کہ میں زیادہ حقدار ہوں تم سے اس امر کے بارے میں۔ پس انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کے مارنے والوں کو قتل کر دیا اور اس عورت کو اسیر اور قیدی بنا لیا لیکن اس کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا۔ اور تحقیق ابوبکر کی بیٹی بھی علیؑ کے خلاف بغاوت کرے گی۔ ایسی ایسی جگہ پر اور اس کے ساتھ میری امت میں سے ایک ہزار آدمی ہوں گے اور وہ علیؑ کے ساتھ جنگ کرے گی اور علیؑ اس کے جنگجوؤں کو قتل کریں گے اور اس کو قیدی بنائیں گے اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں گے اور اسی کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ**۔ (سورۃ احزاب آیت ۳۳) اور اپنے گھروں میں نجلی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔

یہاں اشارہ صفراء بنت شعیب کی سیرت کی طرف ہے۔ پس یہ مشابہت ائمہ اور انبیاء کے درمیان اسم و صفت اور مدح و عمل میں ثابت ہو چکی ہے۔ اس لئے ہر وہ چیز جو انبیاء کے لئے ممکن ہے اس کا ہو بہو ویسا ہی ائمہ کے بارے میں جاری ہونا ممکن ہے۔ اور اگر حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کی وجہ سے ان کے وجود کا اس لئے انکار کرنا صحیح ہو کہ ان سے ما قبل آنے والے ائمہ میں سے کسی کے لئے غیبت واقع نہیں ہوئی تھی تو یہ بات لازم آتی ہے کہ ہم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی بھی غیبت کی وجہ سے ان کی نبوت کا انکار کر دیں کیونکہ تمام انبیاء کے لئے ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ان کی غیبت کی وجہ سے نشانہ اعتراض نہیں بنتی اور ان کی نبوت ان کی غیبت کے وقوع کے باوجود صحیح اور مسلم ہے جس طرح دوسرے انبیاء جن کے لئے کوئی غیبت واقع نہیں ہوئی ہے کی نبوت صحیح اور مسلم ہے اسی طرح حضرت امام زمانہ کی امامت آپ کی غیبت کے باوجود صحیح اور مسلم ہے جس طرح آپ سے پہلے آنے والے ائمہ کی امامت ان کی غیبت کے بغیر صحیح اور مسلم ہے۔

اور جس طرح یہ ممکن ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دامن میں پرورش پائیں اور وہ ان کو نہ پہچانے اور ان کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا رہے۔ بالکل ویسے ہی یہ ممکن اور صحیح ہے کہ ہمارے امام زمانہ لوگوں کے درمیان موجود ہوں، ان کے اجتماعات میں شرکت کریں، ان کے بازاروں میں چلیں اور لوگ آپ کو نہ پہچانتے ہوں یہاں تک کہ مشیت الہی میں یہ سلسلہ اتہا کو پہنچے۔

امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ قائم میں ایک سنت موسیٰ کی، ایک سنت یوسف کی، ایک سنت عیسیٰ کی، ایک سنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ پس موسیٰ کی سنت یہ ہے کہ ڈرے پہے ہوئے تھے اور یوسف کی سنت یہ تھی کہ ان کے بھائی ان کی بیعت کر رہے تھے اور ان سے باتیں

کر رہے تھے جبکہ وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے اور عیسیٰ کی سنت سیاحت ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تلوار ہے۔

جواب اعتراض

مزید اعتراض جو ہمارے مخالفین نے ہم پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کا انکار تمہارے لئے ممکن نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کی طرح تمہارے امام کیلئے بھی غیبت ثابت ہو جائے اور اسی طرح دوسرے ائمہ کیلئے جن کی غیبت واقع ہوئی تھی مگر حضرت موسیٰ کی پیروی کسی پر لازم اور واجب تھی ہی نہیں جب تک کہ انہوں نے اپنی دعوت کا اظہار نہ کیا اور اپنے آپ کو نہ پہچنویا اسی طرح تمہارے امام کی اطاعت اور اس کا حجت ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ ان کی جگہ اور وہ خود مخفی اور پوشیدہ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی دعوت کا اظہار کریں اور اپنے نفس اور ذات کو پہچنائیں اس وقت ان کی حجت لازم قرار پاتی ہے اور اطاعت واجب ہو جاتی ہے اور جو عرصہ غیبت کے پردے میں گزاریں اس میں ان کی حجت لازم نہیں اور اطاعت واجب نہیں ہے۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ ہمارے مخالفین اس بات سے غافل ہیں کہ اللہ کی جتوں کا بحالت ظہور یا غیبت حجت قرار پانا کس طرح لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب میں حجت تمام کر دی ہے اور انہیں بے لگام نہیں چھوڑا ہے۔ لیکن وہ لوگ ویسے ہی ہیں جیسا کہ ارشاد اللہ عزوجل ہے **افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها** (سورۃ محمد آیت ۲۳) "کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر اور سوچ بچار نہیں کرتے یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ہمیں بتایا ہے کہ ان کے کچھ شیعہ اور پیروکار تھے جو ان کے امر سے واقف تھے ان کی ولایت سے متمسک تھے اور ان کی دعوت اور پکار کے منظر تھے اور یہ ان کی دعوت کے اعلان سے قبل کی بات ہے اور اس سے پہلے ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچنوائیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

و دخل المدينة على حين غفلة من اهلها فوجد فيها رجلين يقتتلان هذا من شيعته و هذا من عدو له. (سورۃ قصص آیت ۱۵) "اور ایک دن موسیٰ شہر میں ایسے وقت میں آئے کہ وہاں کے لوگ نیند کی غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں یہ ایک تو ان کے پیروکاروں میں سے تھا اور وہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے۔"

اور اللہ تعالیٰ موسیٰ کے پیروکاروں کی زبانی ارشاد فرما رہا ہے۔ **قالوا او ذینا من قبل ان تاتینا و من بعد ماجئتنا.** (سورۃ اعراف آیت ۱۲۹) "وہ کہنے لگے تمہارے آنے کے قبل ہی سے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہم کو تو برابر تکلیف ہی پہنچ رہی ہے۔" پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے کچھ پیروکار اس سے پہلے تھے کہ

وہ اپنی نبوت کا اظہار کریں۔ اور اس سے قبل کہ وہ اپنی دعوت کا اعلان کریں وہ انہیں پہنچانتے تھے اور موسیٰ بھی انہیں پہنچانتے تھے اور وہ ایسے موسیٰ کی ولایت کے قائل تھے جو دعوت لے کر اٹھے گا درحالانکہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ فلاں شخص (جس کا نام موسیٰ ہے) وہی موسیٰ ہے۔ حضرت موسیٰ کی نبوت اس وقت ظاہر اور اعلانیہ ہو گئی جب وہ حضرت شعیب کے پاس سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ برسوں بعد واپس چلے ان برسوں میں حضرت شعیب کے بھید بکریوں کی گدہ بانی کرتے تھے اس وجہ سے ان کی زوجہ ان پر حلال ہو گئی اور شہر میں داخل ہونے اور وہاں دو آدمیوں کو لڑتے پانے کا واقعہ شعیب کی طرف جانے سے پہلے کی بات ہے۔ اسی طرح ہم نے پایا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کچھ اقوام اور گروہ آپ کی ولادت سے قبل اور آپ کی ولادت کے بعد آپ کے امر سے واقف تھے۔ اور آپ کے مکانِ ظہور اور آپ کے مقامِ ہجرت سے بھی آگاہ تھے اور یہ اس سے قبل کہ آپ اپنی نبوت کا اظہار کر دیں اور اپنی دعوت کا اعلان کریں۔ اس ضمن میں سلمان فارسی رحمہ اللہ علیہ، قیس بن ساعدہ ایادی، تیج الملک، عبدالمطلب، ابوطالب، سیف بن ذی یزن، راہب بحیری، سفر شام کے دوران ملاقات کرنے والے راہب، ابی موسہب راہب، سطح کاہن، یوسف یہودی، ابو حواش الحبر جو شام سے آئے تھے، زید بن عمرو بن نفیل اور ان جیسے بہت سے لوگوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی صفت اور اوصاف نام مبادک اور نسب کے ساتھ آپ کی ولادت سے قبل اور بعد میں پہچان لیا تھا۔ اور اس سلسلے میں روایات عامہ اور خاصہ دونوں کے پاس موجود ہیں۔ اور میں نے ان روایات کو اسناد کے ساتھ اس کتاب میں اپنے مقام پر ذکر کیا ہے۔ پس حجتِ خدا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ مومنین نے ان کے وقت پیدائش کو یاد نہ رکھا ہو اور ہر عصر اور زمانہ میں ان کے والدین اور ان کے سلسلہ نسب کو نہ پہچانا ہو تاکہ اللہ کی جنتوں کے بارے میں ان کے ظہور اور غیبت کے دوران ان لوگوں پر کوئی بات مشتتبہ اور مشکوک نہ رہ جائے اور منکرین، گمراہ اور ناشکر گزار لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا تو ان کے پاس اپنے امر کے بارے میں کوئی علم نہ رہا۔ بالکل اسی طرح ہمارے امام زمانہ کے بارے میں ہے کہ آپ کے مومن دوستان جو اہل معرفت اور علم ہیں نے آپ کے وقت اور زمانہ کو یاد رکھا اور آپ کی علامتوں کو پہچانا اور آپ کے زمانہ کے آثار اور شواہد کو جان لیا اور آپ کے وجود میں آنے اور وقت پیدائش اور نسب سے واقف ہو گئے۔ پس یہ لوگ آپ کے سلسلے میں یقین پر ہیں چاہے آپ غیبت میں ہوں یا ظاہر ہوں۔ اور (اس زمانے کے) منکرین اور ہٹ دھرم لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ہمارے امام زمانہ کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ **یوم یاتی بعض ایت ربک لا ینفع نفساً ایما نہا لم تکن امننت من قبل۔** (سورۃ النعام آیت ۱۵۹) "ایک ایسا دن آئے گا جس میں تمہارے رب کی نشانیاں آئیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لے آیا ہو۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا نشانیاں ائمہ ہیں اور جس

آیت اور نشانی کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ قائم مہدی علیہ السلام ہیں۔ پس جب وہ قیام فرمائیں گے تو کسی نفس کا ایمان لانا اس وقت قبول نہیں ہوگا جو آپ کے تلوار کے ساتھ قیام کرنے سے پہلے ایمان نہ لے آیا ہو چاہے آپ سے پہلے آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام پر ایمان کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس کے متعلق ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر اور حسن بن محبوب سے اور انہوں نے علی ابن رئاب وغیرہ سے کہ امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام نے یہ روایت کی۔

اس کی تصدیق اور تائید (یعنی نشانیوں اور آیات سے مراد جہائی خدا ہیں) اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ **وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَآمَةَ آيَةً**۔ (سورۃ مومنون آیت ۵۰) ہم نے مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو نشانی قرار دیا یعنی انہیں جت قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے جہاں حضرت عزیز کو ایک سو (۱۰۰) سال موت دینے کے بعد جب دوبارہ زندہ کر دیا تو فرمایا **وَانظُرْ اِلَى حَمَارِكِ وَلِنَجْعَلَ آيَةً لِلنَّاسِ** (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۹) پس تم دیکھو اپنے گدھے کو اور ہم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ تمہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دیں۔ یعنی جت قرار دیں پس اللہ عزوجل نے ان کو اپنی مخلوقات پر جت قرار دیا اور انہیں نشانی کا نام دیا۔ اور چونکہ لوگوں کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جت خدا کی غیبت کا معاملہ بالکل مسلم اور درست متصور تھا اس لئے بہت سے لوگوں نے غیبت کو نامناسب مقامات پر جعل کرنے کی کوشش کی ان میں سب سے پہلے عمر بن الخطاب ہیں جنہوں نے اس وقت جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو یہ کہا "خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرے نہیں ہے بلکہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً آپ اپنی غیبت کے بعد تم پر ظہور فرمائیں گے۔"

مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن صقر سنار نے جو کہ عادل ہیں۔ انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن العباس ابن بسام نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن یزاد نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا نصر بن سیار بن داؤد اشعری نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن عبد ربہ اور عبد اللہ بن خالد السلولی نے ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو مشرئج المدنی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن قیس اور محمد بن کعب القرظی اور عمارۃ بن غزیہ اور سعید بن ابی سعید المقبری اور عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے اور ان کے علاوہ اہل مدینہ کے بعض بزرگوں نے کہا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے تو عمر بن الخطاب یہ کہتے ہوئے آئے کہ خدا کی قسم محمد مرے نہیں ہیں بلکہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً وہ عنقریب ظاہر ہونگے اپنی غیبت کے بعد اور اس بات کو وہ اس قدر دھراتے رہے کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ ان کی عقل زائل

ہو گئی ہے۔ پھر ابو بکرؓ ان کے پاس آئے جبکہ لوگ عمرؓ کی اس بات سے تعجب اور حیرت کرتے ہوئے ان کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے ابو بکرؓ نے کہا اے عمرؓ توقف کرو اور جس چیز کی تم قسم کھا رہے ہو اس سے رک جاؤ۔ یقیناً اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے انک میت وانہم میتون۔ (سورۃ زمر آیت ۳۰) اے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم بھی مر جاؤ گے اور وہ بھی مر جائیں گے۔

عمرؓ نے کہا۔ کیا سچ سچ یہ آیت کتاب خدا میں ہے اے ابو بکرؓ؟ انہوں نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمدؐ نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے۔ حالت یہ تھی کہ عمرؓ پورے قرآن کو پڑھ نہیں چکا تھا یا یاد نہیں کیا تھا۔

کیسانیہ فرقہ:

اس کے بعد کیسانیہ فرقہ نے اس بارے میں غلطی کی یہاں تک کہ انہوں نے محمد بن حنفیہ قدس اللہ روحہ کیلئے غیبت کا دعویٰ کر ڈالا اور سید بن محمد حمیری رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کو اپنایا اور اس سلسلے میں یہ اشعار کہے۔

أَلَا إِنَّ الْأئِمَّةَ مِنْ قَرِيشٍ
وَلَا الْأَمْرَ أَرْبَعَةٌ سِوَا
أَكَاہ رَہو یَقِیناً قَرِیشِ مِیں سَے جُو ائِمَّہ ہِیں
عَلِیٌّ وَالثَّلَاثَةُ مِنْ بَنِيهِ
وہ چار صَاحبانِ امر، جُو سب سب کَے برابر ہِیں
عَلِیٌّ اور ان کَے تینوں فرزند
فَسِبُّوا سِبْطَ إِيْمَانٍ وَبِرٍّ
ہِی ہمارے اسباط اور اوصیاء ہِیں
ایک سبب وہ ہے جُو مجسمہ ایمان اور نیکی ہے
وَسِبُّوا لَا يَذُوقُ الْمَوْتَ حَتَّى
اور ایک سبب وہ ہے جُو موت کا ذائقہ نہیں چکھے گا
اور ایک سبب وہ ہے جُو موت کا ذائقہ نہیں چکھے گا

يَغِيبُ فَلَا يَرَى عَنَّا زَمَانًا
وہ غائب ہوگا ایک زمانے تک اور ہمیں دکھائی
بِرْضَوِي عِنْدَ عَسَلٍ وَ مَاءٍ
اور رضوی میں اس کے پاس شہد اور پانی ہوگا
نہیں دے گا

اور انہی کے بارے میں سید رحمہ اللہ علیہ نے یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

أَيُّ شَعْبٍ رَضَوِي مَالِمَنْ بَكَ لَا يَرِي
فَحَتَّى مَتَى يَخْفَى وَأَنْتَ قَرِيبٌ
اے درہ رضوی کیوں وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے
اور کب تک مخفی رہے گا جبکہ تو قریب ہے
جو تیرے یہاں ہے

فلو غاب عنا عمر نوح لایقنت
 اگرچہ وہ نوح کی عمر کے برابر ہم سے غائب رہیں
 منا النفوس بأنه سیووب
 مایوس نہیں ہوں گے ہمارے دل اس بات سے کہ وہ
 واپس آئیں گے

اور سید نے ان کے بارے میں یہ بھی اشعار کہے ہیں۔

ألا حتی المقیم بشعب رضوی
 اے درہ رضویٰ میں مقیم بستی والو
 واملدہ بمنزلہ السلام
 اے اس کی منزل میں سلام کا تحفہ پیش کرو
 أطلت بذلک الجبل المقاما
 آپ نے اس پہاڑی پر اپنے قیام کو طول دیا
 وسموک الخلیفۃ و الاماما
 جنہوں نے آپ کو خلیفہ اور امام کا نام دیا

فما ذاق ابن خولة طعم موت
 خولہ کے بیٹے نے موت کا مزا ابھی تک نہیں چکھا ہے
 ولا وارت له أرض عظاما
 نہ ہی زمین نے اس کی ہڈیوں کو چھپایا ہے۔

موصوف سید غیبت کے معاملہ میں گمراہ ہی رہے اور اس کو محمد بن حنیفہ کے ساتھ متعلق سمجھتے رہے یہاں تک کہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے ان کی ملاقات ہوئی اس دوران آپ کے اندر امامت کی علامات اور وصایت کی نشانیوں کو پایا اور آپ سے غیبت کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ یہ حق ہے لیکن یہ ائمہ علیہم السلام میں سے بارہویں فرد پر واقع ہوگی اور محمد بن حنیفہ کی موت کی آپ نے سید کو خبر دی اور اپنے پدر بزرگوار (امام محمد باقر) کو ان کے دفن ہونے کا گواہ بتایا۔ پس سید اپنی سابقہ باتوں سے پلٹ گئے اور اپنے عقیدہ سے توبہ کی اور حق کے واضح اور روشن ہونے کے بعد اس کی طرف واپس پلٹے اور امامت سے قریب ہوتے گئے۔

مجھ سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد العطار نیشاپوری نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد قتیبہ نیشاپوری نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیر سے انہوں نے حیان السراج سے انہوں نے کہا: میں نے سید بن محمد حمیری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں پہلے غلو کی باتیں کرتا تھا اور محمد بن علی ابن حنیفہ کی غیبت پر اعتقاد رکھتا تھا اور یوں ایک عرصہ تک اس گمراہی اور ضلالت میں گزاری پس اللہ تعالیٰ نے جعفر بن محمد صادق کے توسط سے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے جہنم کی آگ سے بچالیا۔ اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت

فرمائی۔ اس کے بعد میں نے آپ سے سوال کیا کہ میں نے آپ کے اندر ان علامات اور نشانیوں کو پایا جن سے آپ کا مجھ پر اور اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر خدا کی جہت ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ اور آپ ہی وہ امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور پیروی کو واجب قرار دیا ہے کہ اے فرزند رسول غیبت کے بارے میں آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام سے کچھ روایات پہنچ چکی ہیں اور اس کے واقع ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے تو فرمائیے یہ غیبت کس پر واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: بے شک یہ غیبت میری نسل میں سے چھٹے فرزند پر واقع ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ ہدیٰ میں سے بارہویں امام ہوں گے جن میں سب سے اول امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور آخر قائم بالحق زمین خدا پر بقیتہ اللہ اور صاحب الزماں ہونگے خدا کی قسم اگر آپ کی غیبت عمر نوح کے برابر طولانی ہو جائے تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ظہور نہیں فرمائیں گے اور زمین کو قسط اور عدل سے پر نہیں کریں گے جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ سید نے کہا جب میں نے اپنے مولا جعفر بن محمد الصادق سے یہ سن لیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے سب سے توبہ کی اور وہ قصیدہ کہہ ڈالا جس کی ابتداء یہ ہے۔

تجعفرت باسم اللہ فیمن تجعفروا
تو میں اللہ کے نام کے ساتھ جعفری بننے والوں کے ساتھ
جعفری بن گیا

وایقنت ان اللہ یعفو و یغفر
اور مجھے یقین ہوا کہ بے شک اللہ عفو اور درگزر کرتا ہے

بہ ونہانی سید الناس جعفر
اور جس سے تمام لوگوں کے مولا جعفر نے مجھے منع کیا
تھا

والا فدینی دین من یتنصر
یا میرا دین ان کا دین تھا جو نصاریٰ ہیں

وانی قد اسلمت و اللہ اکبر
اور میں یقیناً اسلام قبول کرتا ہوں اور اللہ ہی بڑا ہے

فلما رایت الناس فی الذین قد غفوا
جب میں نے دیکھا کہ لوگ دین کے سلسلے میں گمراہ
ہو رہے ہیں

ونادیت باسم اللہ و اللہ اکبر
اور میں نے اللہ کا نام لے کر پکارا اور اللہ ہی بزرگ
و برتر ہے

و دنت بدین اللہ ما کنت دیناً
اور میں نے دین خدا کو اپنا لیا اس کے بدلے جس
کو میں نے اپنا دین بنایا تھا

فقلت : فہبنی قد تہودت برہۃ
اور میں نے کہا فرض کرو ایک عرصہ میں یہودی بنا
رہا

وانی الی الرحمن من ذاک تائب
اور میں رحمن کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرنے والا
ہوں

الی ماعلیہ کنت اخفی و اظہر
اس چیز کی طرف جس کو چھپاتا اور ظاہر کرتا رہتا تھا

وان عاب جہال مقالی و اکثر و
اگرچہ جاہل لوگ مجھے برا بھلا کہیں اور اس میں زیادتی
کریں

علی افضل الحالات یقفی و یخبر
بہترین حالات کے ساتھ، پاک و پاکیزوں کے ساتھ
من المصطفیٰ فرع زکی و عنصر
جو حضور اکرمؐ کے پاکیزہ نسل سے ہیں

اس قصیدہ کے آخر تک (یہ بہت ہی طولانی ہے) اور اس کے بعد میں نے ایک اور قصیدہ کہا ہے۔

عذافرة بطوی بها کل سبب
جو شیر کی طرح بیابانوں کو طے کر رہے ہو

فقل لولی اللہ و ابن المہذب
پس اس خدا کے دوست اور مہذب کے فرزند سے کہو

اتوب الی الرحمن ثم تاوبی
میں بارگاہِ خدائے رحمن میں توبہ کرتا ہوں پھر پلٹتا ہوں
احارب فیہ جاہداً کل معرب
جنگ کروں گا اس میں مجاہدانہ طریقے سے ہر اس شخص
سے جو غیر مہذب ہوگا

معاندة منی لنسل المطیب
پاک و پاکیزہ ذریت کے عناد اور دشمنی پر مبنی نہیں تھا
وما کان فیما قال بالمتکذب
اور جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ جھوٹ پر مبنی نہیں ہے

فلست بغال ما حییت و راجع
اور جب تک زندہ ہوں غلو نہیں کروں گا نہ میں
پلٹوں گا

ولا قائل حتی برضوی محمد
نہ ہی اس بات کا قائل ہوں کہ رضویؐ میں محمد ہیں

ولکنہ ممن مضمی لسبیلہ
مگر وہ (محمد بن حنفیہ) ان میں سے ہیں جو گزر گئے
مع الطیبین الظاہرین الا ولی لهم
پاک و پاکیزہ ہستیوں کے ساتھ۔

اس قصیدہ کے آخر تک (یہ بہت ہی طولانی ہے) اور اس کے بعد میں نے ایک اور قصیدہ کہا ہے۔
ایا راکباً نحو المدینة جسرۃ
اے مدینہ کی طرف دلیری کے ساتھ جانے والے
سوار

اذا ما ہداک اللہ عایت جعفرأ
جب اللہ تجھے ہدایت دے اور تم جعفرؑ کو دیکھو

الا یا أمین اللہ و ابن امینہ
اے خدا کے امین کے فرزند اور خدا کے امین
الیک من الامر الذی کنت مطمئناً
تمہاری طرف اس امر سے جس میں مبالغہ کر رہا تھا

وما کان قولی فی ابن خولة مطمئناً
فرزند خولہ کے بارے میں میرا مبالغہ آمیز قول
ولکن روینا عن وصی محمد
لیکن ہمیں محمدؐ کے وصی سے روایت ملی ہے

ستيراً كفعل الخائف المترقب
اس طرح چھپے ہونگے جیسے کوئی ڈرا سہما شخص ہے

تغیبه بین الصفيح المنصب
اس کی غیبت آسمان کی بلندیوں پر ہوئی ہے

كنبئة جدی من الافق كوكب
جیسے برج جدی افق پر ابھرتا ہے

على سودد منه و امر مسبب
اور اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی سرداری اور حکم
مسبب کے ساتھ

فيقتلهم قتلًا كحمران مغضب
پس انہیں اس طرح مار ڈالیں گے جس طرح بے قابو
اور غضبناک گھوڑے قتل کرتے ہیں

صرفنا اليه قولنا لم نكذب
ہم نے اپنے کلام کا رخ ان کی طرف پلٹ دیا اور اس
میں کوئی جھوٹ نہیں بولا

يعيش به من عدله كل مجذب
کے عدل و انصاف کی بدولت ہر تشنہ کو زندگی ملے گی
امرت فحتم غير ما متعصب
جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ حتیٰ ہے اور اس میں
تعصب نہیں ہے

على الناس طراً من مطيع و مذنب
تمام لوگوں پر چاہے وہ اطاعت گزار ہوں یا گناہ گار

بانّ وليّ الامر يفقد لا يرى
کہ صاحب امر پوشیدہ رہیں گے اور دیکھے نہیں جائیں
گے

فتقسم اموال الفقيد كأنماً
اس فقید اور غائب کے اموال اس طرح تقسیم
ہونگے جیسے

فيمكث حيناً ثم ينبع نبعة
ایک زمانہ وہ ٹھہریں گے اور اس کے بعد اس طرح
ظاہر ہونگے

يسير بنصر الله من بيت ربه
اللہ کی نصرت اور مدد کے ساتھ اپنے پروردگار کے گھر
سے چلیں گے

يسير الى اعدائه بلوائه
وہ بڑھیں گے اپنے دشمنوں کی طرف اپنے پرچم کے
ساتھ

فلما روى ان ابن خولة غائب
جب خبر دی گئی کہ خولہ کے فرزند غائب ہیں

وقلنا هو المهدى والقائم الذي
اور ہم نے کہا یہ وہی مہدی اور قائم ہیں جن
فان قلت لا فالحق قولك والذي
پس اگر تو نے اس کا انکار کیا تو تیرا قول حق ہے

واشهد ربّي ان قولك حجة
اور اپنے پروردگار کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ تیرا قول
حجت ہے

بَانَ وَلِيَّ الْأَمْرِ وَالْقَائِمِ الَّذِي تَطَّلِعُ نَفْسِي نَحْوَهُ بِنَتَطَرَّبُ
 یہ کہ صاحب امر اور وہ قائم جس پر
 لَهُ غَيْبَةٌ لَا بَدَّ مِنْ أَنْ يَغِيبَهَا
 اس کے لئے ایسی غیبت ہے کہ اس کے لئے غائب
 ہونا ضروری ہے

فِي مَكْتَحِبٍ حِينًا ثُمَّ يَظْهَرُ حِينَهُ
 کچھ عرصہ اور ٹھہریں گے پھر اپنے وقت پر ظاہر ہونگے
 بَذَاكَ أَدِينُ اللَّهِ سِرًّا وَ جَهْرَةً
 اسی پر میرا عقیدہ و ایمان ہے خواہ ظاہر ہوں خواہ
 چھپے ہوئے

فِي مَلِكٍ مِنْ فِي شَرْقِهَا وَالْمَغْرِبِ
 اس کے بعد مشرق اور مغرب والوں پر حکومت کریں
 گے
 وَلَسْتُ وَأَنْ عَوْتَبْتُ فِيهِ بِمَعْتَبِ
 اور اگرچہ اس میں میری سرزنش کی جائے لیکن سرزنش
 قبول نہیں کروں گا

حیان سراج جو اس حدیث کا راوی ہے وہ فرقہ کیسانیہ میں سے تھا پس جب بھی محمد بن حنفیہ کی موت واقع ہونا درست ثابت ہو جائے تو وہ اخبار اور روایات جن میں ان کی غیبت کے وقوع کی خبر دی گئی ہے کا غلط ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

ان روایات میں سے بعض جو کہ محمد بن حنفیہ کی وفات سے متعلق ہیں

ان میں سے ایک وہ ہے جو محمد بن عصام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن علی قزوینی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا علی بن اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے کہا حیان سراج ایک دفعہ جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اے حیان تمہارے ساتھی محمد بن حنفیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں اس نے عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور رزق پا رہے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اس کی بیماری میں عیادت کی اور اس کی موت کے بعد اس کی آنکھوں کو بند کر دیا اور اس کو قبر میں داخل کر دیا اور اس کی عورتوں کو دوسروں کے عقد میں دیدیا اور اس کی میراث تقسیم کی۔ اس نے کہا۔ اے

ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ کی مثال اس امت میں عیسیٰ بن مریم کی مثال ہے لوگوں پر ان کا معاملہ مشتتبہ ہو گیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کا معاملہ اس کے دوستوں پر مشتتبہ ہوا ہے یا اس کے دشمنوں پر؟ اس نے عرض کیا۔ اس کے دشمنوں پر۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ابو جعفر بن علی باقر علیہما السلام اپنے چچا محمد بن حنفیہ کے دشمن تھے۔ اس نے عرض کیا۔ نہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے حیان تم لوگوں نے اللہ کی نشانیوں سے منہ پھیر لیا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے **سنجرے الذین یصدقون عن ایتنا سوء العذاب بما کانوا یصدقون**۔ (سورۃ النعام آیت ۱۵۸) "جلد ہی ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے لوہے کی نشانیوں سے پھر گئے ہیں بدترین عذاب کی پاداش دیں گے اس کے سبب سے کہ وہ پھر جاتے ہیں۔"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا محمد بن حنفیہ اس وقت تک نہیں مرے جب تک انہوں نے علی بن الحسین علیہما السلام کی امامت کا اقرار نہ کیا۔ اور ان کی وفات سنہ ۸۴ ہجری میں واقع ہوئی۔

مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبدالصمد بن محمد سے انہوں نے حنان بن سدر سے انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا۔ میں محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچا اس وقت جب ان کی زبان بند ہو گئی تھی تو میں نے انہیں وصیت کرنے کا حکم دیا تو وہ بول نہ سکے آپ نے فرمایا پھر میں نے حکم دیا کہ تانبے کا ایک برتن لایا جائے جس میں عام طور پر ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اس میں ریت ڈالی گئی پس اس کو ان کے قریب رکھا گیا میں نے ان سے کہا۔ اپنے ہاتھ سے اس پر لکھو امام فرماتے ہیں تب انہوں نے اپنی وصیت اپنے ہاتھ سے اس ریت پر لکھنی شروع کر دی اور میں نے اس کو ایک کاغذ (صحیفہ) پر نقل کر لیا۔

غیبت کے بارے میں ناووسی اور واقفی فرقوں کے قول کا باطل ہونا

اس کے بعد ناووسی فرقہ غیبت کے معاملہ میں غلطی کا مرتکب ہوا جبکہ غیبت کا ایک حجت خدا پر واقع ہونا ان کے پاس ثابت ہو چکا تھا لیکن مورد کے بارے میں جہالت اور نادانی کی بناء پر وہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو آپ علیہ السلام کی وفات اور کاظم غیظ (غصہ کو پی جانے والے) اور حلیم و بردبار ہستی امام ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے امر امامت سنبھلنے کے ساتھ ہی باطل ثابت کر دیا۔

اسی طرح واقفیہ فرقے نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں ایسا ہی دعویٰ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ

کی وفات اور آپ کے روضہ کے مقام کو ظاہر کر کے اور حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے آپ کے بعد امر امامت سنبھالنے اور آپ کی امامت کی نشانیوں کو ظاہر ہونے اور اس کے ساتھ آپ کے آباء طاہرین سے نص اور روایات صحیحہ کے وارد ہونے کے ذریعے ان کے قول کے باطل ہونے کو ثابت کر دیا۔

بعض روایات جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی وفات کے بارے میں ہیں

ان روایات میں سے ایک وہ ہے جسے مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عمار نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد قطعی نے انہوں نے حسن بن علی نخاس عدل سے انہوں نے حسن بن عبدالواحد خزاز سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے عمر بن واقد سے انہوں نے کہا۔ سندی بن شاہک نے ایک رات مجھے بلا بھیجا جبکہ میں بغداد میں رہتا تھا مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ تو نہیں رکھتا اس لئے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور اس کے بعد میں اس کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ اے ابو حفص شاید ہم نے تمہیں خوفزدہ اور مرعوب کر دیا تھا میں نے کہا ہاں پھر اس نے کہا اے ابو حفص کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیا تم موسیٰ بن جعفر کو جانتے ہو میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اور میرے اور ان کے درمیان ایک عرصہ سے دوستی چلی آرہی ہے۔ اس نے کہا: یہاں بغداد میں کون لوگ انہیں پہچانتے ہیں جن کی بات معتبر اور قابل قبول ہے؟ میں نے بعض گروہوں کا نام لیا اور اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ آپ وفات پاچکے ہیں۔ اس کے بعد اس نے ان کو بلا بھیجا اور انہیں حاضر کر دیا گیا جس طرح مجھے حاضر کیا گیا تھا۔ پھر ان سے کہا: کیا تم لوگ ان لوگوں کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفر کو پہچانتے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک گروہ کا نام لیا پھر انہیں بلا بھیجا اور یوں صبح تک پچاس مرد سے زیادہ اس گھر میں جمع ہو گئے جو موسیٰ کاظم کو پہچانتے تھے اور ان کی صحبت سے شرفیاب ہوتے تھے۔ وہ کہتے ہیں: اس کے بعد سندی اٹھا اور اندر چلا گیا اور ہم نے نماز پڑھی۔ اب اس کا منشی ہاتھ میں ایک لمبا صحیفہ لے کر آیا اس پر ہمارے نام، پتے اور پیشے لکھ لئے اس کے بعد وہ سندی کے پاس گیا۔ وہ کہتے ہیں اس کے بعد سندی نکلا اور اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا اے ابو حفص اٹھ کھڑے ہو جاؤ پس میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے ساتھی بھی اٹھ گئے اور ہم (جیل میں) داخل ہو گئے۔ اس نے مجھ سے کہا: اے ابو حفص موسیٰ ابن جعفر کے چہرے (مبارک) سے کپڑا ہٹاؤ۔ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ آپ وفات پاچکے ہیں پس میں رویا اور میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اس کے بعد اس نے اس گروہ سے کہا: ان کو دیکھو پس ایک ایک کر کے سب

آگے بڑھے اور آپ کی زیارت کی۔ پھر اس نے کہا سب لوگ یہ گواہی دیتے ہو کہ یقیناً یہی موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں سب نے کہا: ہاں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں۔ پھر اس نے ایک غلام سے کہا: اے غلام ان کی شرم گاہ پر کوئی رومال ڈال دو اور ان کے جسم کو برہنہ کر دو۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر ہم سے کہا: کیا تم ان کے جسم پر کوئی ایسی چیز دیکھ رہے ہو جس کو تم برا سمجھتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں ہم ان پر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھ رہے ہیں اور ہم صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ اس نے کہا: پس تم یہاں سے نہیں جاؤ گے جب تک تم انہیں غسل نہیں دو گے اور میں انہیں کفن پہننا کے دفن نہ کر دوں۔ وہ کہتے ہیں پس ہم وہیں رکے رہے جب تک آپ کو غسل و کفن دے کر آپ کا جنازہ اٹھایا نہیں گیا پھر سندی بن شاحک نے ان پر نماز پڑھی اور ہم نے آپ کو دفن کیا اور اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ پس عمر بن واقد کہتا ہے: کوئی بھی موسیٰ بن جعفر کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ پس تم لوگ یہ کیسے کہہ رہے ہو کہ وہ زندہ ہیں جبکہ میں انہیں دفن کر چکا ہوں۔

ہم سے بیان کیا عبدالوحد بن محمد العطار نے اس نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نے انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے انہوں نے حسن بن عبداللہ صیرانی سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا: موسیٰ بن جعفر سندی بن شاحک کے ہاتھوں وفات پا گئے اس کے بعد آپ کو ایک تابوت پر اٹھایا گیا اور یہ اعلان کر دیا کہ یہ رافضیوں کے امام ہیں پس تم پہچان لو۔ جب آپ کے تابوت کو فوجیوں کے درمیان لایا گیا تو اس کو چار آدمیوں نے اٹھایا اور یہ آواز دینے لگے: آگاہ ہو جاؤ! لوگوں جو خبیث کے خبیث بیٹے موسیٰ بن جعفر کو دیکھنا چاہے تو وہ باہر نکلے پس سلیمان بن ابو جعفر اپنے محل سے نہر کی طرف نکلا تو جمع و پکار اور شور و غل سن لیا اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: سندی بن شاحک موسیٰ بن جعفر کے جنازے پر شور و غل کر رہا ہے۔ پس اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا: قریب ہے کہ نہر کے مغربی حصہ میں بھی اس جنازے کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا پس اگر وہ وہاں سے گزرے تو تم لوگ غلاموں کے ساتھ نیچے اترو اور جنازے کو ان کے ہاتھوں سے لے لو۔ اور اگر وہ منع کریں تو تم انہیں مارو اور انہیں منتشر کر دو وہ کہتے ہیں جب جنازہ کو لے کر وہ وہاں سے گزرے تو یہ لوگ ان کی طرف بڑھے اور جنازے کو ان کے ہاتھ سے لے لیا اور انہیں مارا پیٹا اور ان کو منتشر کر دیا اور جنازہ کو ایک چوراہے پر رکھا اور کچھ پکارنے والے یوں پکارنے لگے آگاہ ہو جاؤ! جو شخص طیب و پاک کے فرزند طیب موسیٰ بن جعفر کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ باہر نکلے پس لوگ حاضر ہو گئے اور آپ کو غسل دیا، حنوط کیا، اور آپ کی تکفین ایک ایسے کفن سے کی گئی کہ جس میں ڈھائی ہزار دینار کی قیمت کی ایک یمنی چادر تھی جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا۔ پس وہ برہنہ پا آپ کے جنازے پر آیا اور پیچھے اس حالت میں چلا کہ ماتمی لباس پہنے ہوئے اور گریبان چاک کئے ہوئے تھا اور قریش کی قبور تک آیا اور آپ علیہ السلام کو وہاں دفن کر دیا اور رشید (ہارون) کو یہ خبر لکھ کر بھیج دی۔ پس اس نے سلیمان بن ابی جعفر کو یہ لکھا۔ اے

چچا تم نے صلہ رحم کیا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ خدا کی قسم جو کچھ سندی بن شاہک، لعنۃ اللہ علیہ نے کیا ہے وہ ہمارے حکم سے نہیں کیا ہے۔

ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے محمد بن صدقہ عنبری سے انہوں نے کہا جب ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام وفات پاگئے تو ہارون الرشید نے طالبیہ کے بزرگوں، عباسی سرداروں اور تمام اہل مملکت اور حکام کو جمع کیا اور ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے جسد کو سامنے کر دیا اور کہا یہ موسیٰ بن جعفر ہیں جو طبعی موت مرے ہیں اور میرے اور ان کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں تھی جس کیلئے مجھے بارگاہ الہی میں توبہ کرنے کی ضرورت پڑے یعنی ان کو قتل کرنے کی سازش۔ پس ان کو آکر دیکھو پس آپ کے شیعوں میں سے ستر آدمی داخل ہوئے اور انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو دیکھا جبکہ ان پر زخم، زہریا گلا دبانے کا کوئی اثر نہیں تھا اور آپ کے ہاتھوں پر مہندی کے اثرات تھے پس سلیمان بن ابو جعفر نے آپ کے جسد کو اٹھایا اور آپ کے غسل و تکفین کا ذمہ لے لیا اور آپ کے جنازے میں برہنہ پا اور بغیر عمامہ کے برہنہ سر چلا۔

ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے معلیٰ بن محمد بصری سے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا علی بن رباط نے انہوں نے کہا میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے عرض کیا ہمارے پاس ایک ایسا مرد ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار علیہ السلام زندہ ہیں جبکہ آپ اس بارے میں بہتر جانتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا سبحان اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مر گئے جبکہ موسیٰ بن جعفر نہیں مرے ہیں۔ ہاں خدا کی قسم بے شک وہ مرے ہیں اور ان کے اموال تقسیم کئے گئے اور ان کی کنیزوں نے دوسروں سے نکاح کیا۔

واقفہ فرقہ کا دعویٰ غیبت (امام) عسکری علیہ السلام کے بارے میں

پھر واقفہ فرقہ نے حسن بن علی بن محمد علیہما السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ غیبت ان پر واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اس لئے تھا کہ غیبت کا معاملہ ان کے نزدیک صحیح تھا لیکن مورد کے بارے میں وہ نادانی کر گئے اور آپ ہی کو مہدی قائم سمجھتے رہے پس جب آپ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو گئی تو آپ کے بارے میں ان کا نظریہ باطل ہو گیا۔ اور صحیح روایات سے جن کا ذکر ہم نے اس کتاب میں کیا ہے یہ ثابت ہو گیا کہ غیبت آپ کے فرزند کے ذریعے واقع ہوئی ہے نہ کہ آپ کے ذریعے۔

حضرت امام حسن بن علی بن محمد عسکری کی وفات کے ثبوت میں بعض روایات

ان میں سے ایک وہ ہے جسے ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے۔ ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ان لوگوں نے جو حسن بن علی بن محمد العسکری علیہم السلام کی وفات اور آپ کی تدفین میں حاضر تھے اور جن کی تعداد کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور یہ ناممکن ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹ پر متفق ہو جائیں۔ اور اس کے بعد ہم ماہ شعبان سنہ ۲۷۸ (ہجری) میں یعنی ابو محمد حسن بن علی عسکری علیہما السلام کی وفات کے اٹھارہ سال یا اس سے زیادہ کے بعد احمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کے دربار میں پہنچے وہ ان دنوں بادشاہ کی طرف سے ضلع قم میں ٹیکس جمع کرنے پر مامور تھا۔ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ناصبی اور ان (اہلبیت) کے ساتھ بہت زیادہ دشمنی رکھنے والا تھا۔ وہاں آل ابوطالب میں سے جو لوگ سرمن رائے (سامراء) میں مقیم تھے ان کے عقیدے، مسلک، نیکی اور بادشاہ کے نزدیک ان کی منزلت کے بارے میں بات چھڑ گئی تو احمد بن عبید اللہ نے کہا میں نے علوی خاندان میں سے سرمن رائے (سامراء) میں کسی کو نہیں دیکھا نہ ہی پہچانا جو حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام کی طرح ہو۔ نہ ہی کسی ایسے شخص کے بارے میں سنا جو آپ کی طرح سیرت، سکون، پاکدامنی، ذہانت کی بدولت اپنے اہل بیت اور بادشاہ اور تمام بنی ہاشم کے نزدیک صاحبِ عمت ہو۔ نہ ہی اس بات میں کہ وہ لوگ اپنے عمر رسیدہ اور ذی قدروں پر آپ کو ترجیح دینے میں آپ کی طرح ہوں اسی طرح فوج کے سردار، وزراء، دربار کے کاتب اور عوام الناس بھی۔ ایک دن میں اپنے والد کے سرہانے کھڑا تھا وہ دن ان لوگوں کے ساتھ دربار لگانے کا دن تھا اتنے میں انکے دربان آئے اور ان سے کہا کہ ابن الرضا دروازے پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ انہیں اجازت دے دیں پس ایک ایسا مرد داخل ہوا جو گندم گوں جن کی پتلی بڑی اور چوڑی تھی خوبصورت قد، حسین چہرہ، بہترین جسم اور نوجوان تھے وہ جلالت اور ہیبت کے مالک تھے۔ جب میرے والد کی نظر ان پر پڑی تو وہ اٹھے اور ان کی جانب چند قدم چلے اور میرے علم میں نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح کا سلوک بنی ہاشم میں سے یا فوج کے سرداروں میں سے یا ولی عہدوں میں سے کبھی کسی کے ساتھ کیا ہو۔ جب وہ ان کے قریب پہنچے تو انہیں لگے لگایا ان کے چہرے اور ان کے دونوں پہلوؤں کو بوسہ دیا اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر انہیں اس جائے نماز پر بیٹھا دیا جس پر وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خود ان کے پاس بیٹھ گئے جبکہ اپنا چہرہ ان کی جانب کیا ہوا تھا اور ان سے باتیں کرنے لگے اور ان کو کنیت سے پکارتے رہے اور بار بار یہ کہتے تھے کہ میری جان اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حالانکہ میں اس منظر سے بہت متعجب ہوا تھا اتنے میں دربان داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ موفق آیا ہے۔ (موفق: خلیفہ معتمد علی اللہ احمد بن المتوکل کا بھائی اور اس کی فوج کا سردار تھا) اور جب بھی موفق کا میرے والد کے پاس آنا ہوتا تھا

تو یہ معمول تھا کہ اس کے دربان اور اس کے خاص سرداران فوج پہلے داخل ہو جاتے اور گھر کے دروازے سے لے کر میرے والد کے دربار تک صف لگائے کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ وہ دربار میں داخل ہو جائے اور جب تک وہ داخل نہ ہو جاتا وہ ایسے ہی کھڑے رہتے تھے میرے والد لاپرواہی کے ساتھ ان کے (امام عسکری) سامنے بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے خاص غلاموں کی طرف دیکھا پھر ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو تشریف لے جائیے خدا مجھے آپ پر قربان کر دے اے ابو محمد! پھر اپنے غلاموں سے مخاطب ہوئے کہ ان کو صف میں کھڑے لوگوں کے پیچھے لے جاؤ تاکہ امیر یعنی موفق انہیں دیکھ نہ لے۔ پس وہ کھڑے ہو گئے اور میرے والد بھی کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ گلے ملے اور چہرے کا بوسہ لیا اور وہ چلے گئے۔ میں نے اپنے والد کے دربان اور غلاموں سے پوچھا۔ تمہیں ہلاکت ہو یہ کون ہیں جن کے ساتھ میرے والد نے ایسا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا یہ علوی خاندان کا ایک مرد ہے جن کو حسن بن علی کہا جاتا ہے اور ابن الرضا کے نام سے پہچانے جاتے ہیں پس میرے تعجب میں اور اضافہ ہو گیا۔ پس وہ پورا دن ان کے بارے میں اور اپنے والد اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا کے بارے میں بے چین اور مضطرب رہا یہاں تک کہ رات آگئی ان کی عادت یہ تھی کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد امور مملکت سے متعلق جن باتوں کی ضرورت تھی اور جو کچھ بادشاہ کو پیش کرنے ہوتے تھے پر نظر ڈالنے کیلئے بیٹھ جاتے تھے جب انہوں نے نماز پڑھ لی اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے احمد کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ میں نے کہا ہاں اے بابا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کے بارے میں آپ سے سوال کروں گا؟ انہوں نے کہا۔ اے میرے بیٹے میں نے تجھے اجازت دے دی اب جو تو پسند کرتا ہے مجھ سے کہو میں نے ان سے کہا اے بابا وہ مرد کون تھا جو صبح آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے تکریم و تجلیل اور احترام کا سلوک ان کے ساتھ کیا اور آپ بار بار اپنے آپ کو اور اپنے والدین کو ان پر قربان ہونے کی تمنا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا اے بیٹا وہ رافضیوں کے امام ہیں۔ وہ ابن الرضا ہیں پھر ایک لمحہ خاموش رہے اور اس کے بعد بولے۔ اے بیٹا اگر خلافت بنی العباس کے خلفاء سے زائل ہو جائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہوگا سوائے ان کے۔ یہ تو اپنی فضیلت، پاکدامنی، وقار، تسلط بر نفس، زہد، عبادت، خوش اخلاقی اور نیکی کی بناء پر اس کے مستحق ہیں۔ اگر تو ان کے پدر بزرگوار کو دیکھتا تو انہیں بھی ایک جلیل القدر ذہین، نہایت نیک اور فاضل مرد پاتا۔ اپنے بابا سے ان کے بارے میں یہ سن کر میری بے چینی اور فکر مندی اور باپ کے خلاف غم و غصہ میں اضافہ ہوا اب اس کے بعد میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور مقصد نہیں تھا کہ میں ان کے بارے میں پوچھوں، ان کے بارے میں تحقیق کروں پس میں نے بنی ہاشم سے اور قائدین فوج، کاتبین، قاضیوں فقہاء سے اور تمام لوگوں میں سے جس سے بھی ان کے بارے میں پوچھا میں نے یہی پایا کہ وہ ان کے نزدیک نہایت معزز اور مکرم اور اعلیٰ مقام اور حسن کلام والے ہیں اور وہ لوگ ان کو ان کے گھر والوں اور بزرگوں اور سب پر ترجیح

دیتے ہیں اور ہر ایک یہی کہتا ہے وہ رافضیوں کے امام ہیں پس ان کی منزلت میری نگاہ میں عظیم ہو گئی کیونکہ میں نے نہیں پایا ان کے کسی دوست یا دشمن کو مگر یہ کہ وہ ان کے بارے میں اچھی باتیں کرتا اور ان کی مدحت کرتا تھا۔

اس دوران اہل دربار میں بعض اشعرین نے ان سے کہا اے ابابکر ان کے بھائی جعفر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو اس نے کہا جعفر کون ہے جس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہو یا اس کا ان کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ یقیناً جعفر علی الاعلان فسق و فجور کرنے والا، لاپرواہ اور بدترین شرابی ہے۔ اس جیسا آدمی میں نے کم ہی دیکھا ہے جو اپنی عرت کو پامال کرنے والا ہو۔

وہ احمق شرابی ہے، احساس حقارت میں گرفتار ہے اور نہایت ہلکی عقل کا ہے۔ خدا کی قسم حسن بن علی علیہما السلام کی وفات کے وقت جب وہ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر وارد ہوا تو مجھے بالکل اس سے حیرت نہیں ہوئی اور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح گرے گا۔ ہوا یہ تھا کہ جب وہ (امام) بیمار ہو گئے اس نے میرے والد کے پاس آدمی بھیجا کہ ابن الرضا بیمار ہو گئے ہیں۔ پس اسی لمحہ وہ سوار ہو گئے اور دارالخلافہ کی طرف چل پڑے پھر نہایت عجلت میں واپس آگئے جبکہ ان کے ساتھ امیرالمومنین کے پانچ نوکر تھے سب کے سب اس کے معتمد اور خواص تھے ان میں سے ایک نخریر تھا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ حسن بن علی علیہما السلام کے گھر پر پہرہ دیں اور ان کے حال چال سے باخبر رہیں اور اطباء کے ایک گروہ کو بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مسلسل ان کے پاس آتے جاتے رہیں اور صبح و شام ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ اس کے دو دن کے بعد ایک آدمی یہ خبر لے کر آیا کہ وہ نہایت صغیف اور کمزور ہو چکے ہیں تو وہ ان کے پاس جانے کیلئے چل پڑے یہاں تک کہ صبح تک ان کے پاس رہے پھر اطباء کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس رہیں۔ اس کے بعد قاضی القضاات (چیف جسٹس) کو بلا بھیجا وہ دربار میں حاضر ہوا تو اسے حکم دیا کہ وہ ان کے اصحاب میں دس آدمی جن کی دیانت، امانتداری اور پرہیزگاری، قابل اعتماد ہو، کا انتخاب کرے۔ پس انہیں حاضر کیا گیا اور انہیں (امام) حسن (عسکری) علیہ السلام کے گھر بھیجا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ دن رات وہ وہیں رہیں۔ یعنی وہ وہاں رکے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام وفات پا گئے۔ اور یہ ۲۶۰ھ ماہ ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد کی بات ہے۔

پس پورے سرمن رائے (سامراء) میں یہ پکار تھی کہ ابن الرضا فوت ہو گئے بادشاہ نے ان کے گھر تفتیش کیلئے آدمی بھیجے تاکہ وہ ایک ایک کمرہ کی تفتیش کریں۔ اور وہاں ہر چیز پر ان لوگوں نے مہر لگادی اس دوران ان لوگوں نے ان کے وارث اور بیٹے کو دیکھنا چاہا پس ایسی عورتوں کو لے کر آئے جو حاملہ عورت کی تشخیص کر سکتی تھیں پس وہ عورتیں آپ کی کنیزوں پر وارد ہوئیں انہوں نے ان کا معائنہ کیا ان میں سے بعض نے یہ بتایا کہ وہاں ایک کنیز ایسی ہے جو حاملہ ہے چنانچہ اس کو لانے کا حکم دیا گیا پس اس کو ایک کمرہ میں رکھ دیا گیا اور اس پر نخریر نامی خادم اور اس کے ساتھی اور چند عورتوں کو نگران قرار دیا گیا۔ پھر اس کے بعد آپ کی رسومات کی ادائیگی کیلئے تیاری شروع ہو گئی۔ تمام بازاروں کو

بند کر دیا گیا۔ میرے والد اور دیگر بنی ہاشم کے افراد، فوج کے قائدین اور دربار کے کاتب اور تمام لوگ آپ کی تشیع جنازے میں شریک ہوئے پس اس دن سرمن رانی (سامراء) میں قیامت جیسا منظر برپا تھا۔ جب وہ رسومات سے فارغ ہو گئے تو بادشاہ نے ابو عیسیٰ ابن متوکل کو بلا بھیجا اور ان سے کہا گیا کہ وہ نماز جنازہ ادا کریں۔ پس جب جنازے کو نماز کیلئے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ اس سے نزدیک ہوئے اور آپ کے چہرے سے کفن ہٹا کر بنی ہاشم کے افراد، یعنی علوی اور عباسی خاندان کے افراد فوج کے قائدین، دربار کے کاتب، تمام قاضیوں، فقہاء اور معتبرین قوم کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگا۔ یہ حسن بن علی بن محمد بن الرضا ہیں جو اپنے بستر پر طبعی موت مرے ہیں اور امیرالمومنین کے نوکروں اور خادموں اور ان کے قابل اعتماد لوگوں سے فلاں فلاں اور اطباء میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں اس وقت موجود تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ان کے چہرے کو ڈھانپ دیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں پھر جنازے کو اٹھانے کا حکم دیا گیا پس ان کے گھر سے جنازہ اٹھایا گیا اور وہاں دفن کر دیا گیا جہاں ان کے والد دفن کئے گئے تھے۔

جب دفن کے بعد لوگ منتشر ہو گئے تو سلطان اور اس کے ساتھی ان کے فرزند اور بیٹے کی تلاش میں بے چین ہو گئے۔ اور گھروں پر چھاپہ مارا گیا۔ پھر ان کی میراث کو تقسیم کرنے کے سلسلے میں توقف کیا گیا۔ اور وہ کنیز جس کے بارے میں حاملہ ہونے کا شبہ اور وہم انہیں لاحق ہو گیا تھا اس کی دو سال سے زیادہ نگرانی وہی لوگ کرتے رہے جو اس کام پر مامور کئے گئے تھے اس کے بعد ان کی میراث کو ان کی والدہ اور انکے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کیا گیا تو ان کی والدہ نے میراث کے بارے میں وصیت کا دعویٰ کیا اور یہ بات قاضی کے پاس ثابت ہو گئی۔ اور بادشاہ اس بہانہ ان کے بیٹے کی تلاش میں مسلسل رہا۔ میراث کی تقسیم کے بعد جعفر میرے والد کے پاس آئے اور ان سے کہا مجھے میرے والد اور میرے بھائی کا درجہ اور مقام دے دو میں ہر سال بیس ہزار دینار تم کو پہنچاؤں گا تو میرے والد نے اسے ڈانٹ پلائی اور کہا جا بے وقوف اور احمق کہ بادشاہ، خدا سے عمت دے ان لوگوں پر تلوار اور کوڑے برسائے جو یہ گمان رکھتے تھے کہ تیرا والد اور تیرا بھائی امام ہیں تاکہ اس طرح انہیں اس بات سے پلٹا دے تو وہ اس بات پر قادر نہ ہوا اور وہ انہیں ان دونوں کے بارے میں اس عقیدہ اور نظریہ سے روگرداں نہ کر سکا اور اپنی سی کوشش بھی کر ڈالی کہ تمہارے باپ اور بھائی کو اس مرتبہ اور منزلت سے ہٹا دے پس وہ ایسا نہ کر سکا۔ اگر تم اپنے باپ اور بھائی کے پیروکاروں کے نزدیک امام ہو تو تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ بادشاہ یا کوئی اور تمہیں ایسا رتبہ اور مقام دیدے۔ اور اگر ایسا رتبہ اور منزلت تمہیں ان کے پاس حاصل نہیں ہے تو ہمارے ذریعے بھی تمہیں یہ چیز حاصل نہیں ہوگی۔ (میرے والد) نے اس کے بعد اسے پست اور بے حیثیت قرار دیا اور حکم دیا کہ دوبارہ اسے دربار میں آنے سے منع کیا جائے پس اسے میرے والد کے پاس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی یہاں تک کہ میرے والد مر گئے اور ہم وہاں سے نکل گئے۔

صورت حال ویسی کی ویسی رہی اور بادشاہ آج تک حسن بن علی علیہما السلام کے بیٹے کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔ پس موت کے واقع ہونے میں اس سے بالاتر اور کوئی چیز ہے؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ آنکھوں دیکھے کو مسترد کریں اور اس کو جھٹلائیں۔ اور بادشاہ ان کے بیٹے کی تلاش میں اس لئے باز نہیں آتا تھا کیونکہ اس کے کان میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ ان کا کوئی بیٹا ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنے والد کی وفات سے چند سال پہلے پیدا ہوا ہے اور انہوں نے اپنے اصحاب کے سامنے بیٹے کو پیش کر کے ان سے کہا ہے کہ یہ میرے بعد تمہارا امام ہوگا اور تم پر میرا جانشین ہوگا پس اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد متفرق نہ ہونا اگر ایسا کرو گے تو اپنے دین کے بارے میں ہلاکت میں پڑ جاؤ گے اور یہ بھی کہ تم لوگ اس کے بعد ان کو نہ دیکھو گے۔ پھر انہیں غائب کر دیا اور ان کو ظاہر نہیں کیا اسی لئے بادشاہ اس کی تلاش سے باز نہیں آتا تھا۔

اور مروی ہے کہ اس امر (غیبت) کا مالک وہی ہے جس کی ولادت لوگوں پر مخفی اور پوشیدہ ہو گئی اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے تاکہ جب وہ ظہور کریں تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو اور وہ وہی ہیں جن کی وراثت تقسیم ہوگی جبکہ خود زندہ ہونگے۔ اور میں نے اس سلسلے میں روایت کو اس کتاب میں اپنے مقام پر سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے سے ہماری مراد یہ تھی کہ ہم حسن بن علی علیہما السلام کی موت کے واقع ہونے کو ثابت کریں۔ پس جب غیبت کے واقع ہونے کے سلسلے میں محمد بن حنفیہ، امام جعفر بن محمد الصادق، امام موسیٰ بن جعفر اور امام حسن بن عسکری علیہم السلام کے بارے میں جو کچھ دعویٰ کیا گیا تھا وہ غلط اور باطل ثابت ہوا اور وہ اس طرح کہ ان کی وفات کا وقوع پایہ ثبوت کو پہنچا تو ثابت ہوا کہ یہ غیبت ان پر واقع ہوئی ہے جن کے بارے میں پیغمبر خدا اور گیارہ ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نص اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور وہ مجتہد بن الحسن بن علی بن محمد العسکری علیہم السلام ہیں اور میں نے اس بارے میں روایات کو سند کے ساتھ اس کتاب میں آپ صلوات اللہ علیہ کے بارے میں بیان شدہ نصوص کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں ہم سے سوال کرنے والا ان دو باتوں سے خالی نہیں ہے یا تو وہ ہمارے گیارہ اماموں علیہم السلام کو ماننے والا ہے یا ان کے امامت کا قائل نہیں ہے؟ اگر وہ ان کی امامت کا قائل ہے تو اس کے لئے ضروری اور واجب ہے کہ بارہویں امام کی امامت کا بھی قائل ہو جائے کیونکہ آپ کے پدران جو ائمہ علیہم السلام ہیں کی طرف سے آپ کے نام اور نسب کے متعلق نصوص موجود ہیں۔ اور ان کے شیعوں کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ وہ امام ہیں اور وہی قائم ہیں جو اپنی طویل غیبت کے بعد ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل و قسط سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اگر پوچھنے والا گیارہ اماموں کو ماننے والوں میں سے نہ ہو تو ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بارہویں قائم امام علیہ السلام کے بارے میں اس کو کوئی جواب دیں بلکہ اس کے اور ہمارے

درمیان آپ کے گیارہ آباء جو ائمہ علیہم السلام ہیں کی امامت کو ثابت کرنے کے بارے میں بات ہوگی اور یہ اس طرح ہے جیسے اگر کوئی یہودی ہم سے پوچھے کہ کیوں ظہر کی نماز چار رکعت، عصر کی چار رکعت، عشاء کی چار رکعت، صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعتیں ہو گئیں؟ تو ہم پر اس بارے میں کوئی جواب دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اس سے کہیں کہ تم تو اس نبی کی نبوت کے منکر ہو جس نے یہ نمازیں اور ان کی رکعتوں کی تعداد ہم تک پہنچائی ہے پس تم ہم سے اس کی نبوت کے بارے میں بات کرو اگر نبوت ثابت نہیں ہوگی تو یہ نمازیں بھی ثابت نہیں ہوگی اور اسکے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر ان کی نبوت ثابت ہو گئی تو تمہیں ان نمازوں کا انہی تعداد کے ساتھ فرض ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ ان کو لانے والے کی درستگی ثابت ہو چکی ہے اور اس کی امت کا بھی اس پر اتفاق رائے ہے خواہ تم اس بارے میں علت کو جانو یا نہ جانو اور یہی جواب ہو جو حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں پوچھنے والے کے لئے ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

کبھی حکمت کے آثار سے نابلد ملت کے مفاد میں اور صحیح تدبیر سے غافل اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ غیبت تمہارے زمانہ کے امام کے ذریعے کیوں واقع ہوئی اور کیوں ان کے گزشتہ آباء جن کو تم ائمہ گمان کرتے ہو کے ذریعے واقع نہیں ہوئی؟ حالانکہ ہم آل محمد علیہم السلام کے شیعوں کو اس زمانے میں بہتر حالت میں پاتے ہیں اور ان کی زندگی فراخی میں ہے بہ نسبت بنی امیہ کے زمانے کے جب کہ اس دوران ان کو اس بات پر مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بیزاری کا اظہار کریں اور اسی طرح کے ناگوار حالات جیسے قتل اور دھمکی سے دوچار تھے۔ اور وہ ان حالات میں محفوظ اور سلامتی کے ساتھ ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہو رہے ہیں اور ان کے انصار کثرت پا رہے ہیں اور حکومتوں کے اکابرین اور بادشاہوں کے قرابتداروں کے ان سے محبت کی وجہ سے ان کے نام ظاہر اور آشکار ہیں۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ اور اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے۔ یقیناً جہالت غفلوں اور جھٹلانے والوں اور شک و شبہ میں مبتلا لوگوں سے زائل نہیں ہوتی۔ ہماری گزشتہ گفتگو میں یہ بات گزر گئی کہ اللہ کی ججوتوں علیہم السلام کا ظہور اور ان کا پوشیدہ ہونا حکمت کے مطابق ہوتا ہے اور یہ اہل ایمان کے لئے امکان اور تدبیر کے حساب سے ہوتا ہے۔ اور جب معاملہ ایسا ہے تو صاحبان رائے اور تمیز یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت معاملہ، اگرچہ صورتحال ویسی ہے جیسی بیان کی گئی، گزشتہ ائمہ علیہم السلام کے زمانوں سے زیادہ سخت اور شدید ہے اور وہ اس طرح کہ گزشتہ ائمہ ہر وقت اپنے شیعوں اور اپنی ولایت کے ماننے والوں اور لوگوں میں سے جو ان کی طرف مائل تھے کو خفیہ طور پر یہ بات بتاتے

بتایا جاتا۔ پھر تو ان کے دشمن ان کو مہلت ہی نہیں دیتے اور انتظار بھی نہیں کرتے۔ جیسے فرعون کا فعل بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کے سلسلے میں اور وجہ یہ تھی کہ ان کے پیروکاروں سے یہ بات ظاہر ہو گئی اور ان کے درمیان پھیل گئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں گے اور فرعون اور اس کی حکومت کی نابودی انہی کے ہاتھوں ہوگی۔ اور اس طرح اس سے قبل نمرود کا کام اپنی رعیت اور اہل مملکت کے بچوں کو ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں قتل کرنے کے سلسلے میں جب ان کی پیدائش کے وقت کی خبر پھیل گئی اور یہ بات منتشر ہو گئی کہ نمرود اور اس کی اہل مملکت اور دین انہی کے ہاتھوں نابود ہوں گے۔ اس طرح امام حسن بن علی (ہمارے امام زمانہ کے والد گرامی) علیہما السلام کی وفات کے زمانے کے طاغوت کا حال ہے کہ وہ ان کے فرزند کی تلاش میں رہا اور ان کے گھر کی نگرانی کی گئی اور ان کی کنیزوں کو جس میں رکھا گیا اور اس بات کا انتظار کیا گیا کہ جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے، پس اگر ان کے ارادوں اور نیت میں یہ بات نہ ہوتی جو ہم نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بتائی ہے تو وہ کبھی ایسا اقدام نہ کرتے۔ درحالیہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے پیچھے اپنے اہل و عیال اور اپنے فرزند کو چھوڑ گئے تھے۔ جبکہ وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ ان کے مذہب اور دین کے مطابق بیٹا اور والدین کی موجودگی میں سوائے شوہر اور بیوی کے کوئی اور شخص میراث کا مستحق نہیں ہوتا۔ پس ہرگز اس کے علاوہ کوئی اور بات کسی عاقل کے ذہن میں آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بغیر وہ کچھ اور سمجھ سکتا ہے اس کے علاوہ تدبیر اور حکمت صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ظہور اور غیبت کی مدت اپنی اتہا کو پہنچ جانی چاہیے۔ پس اگر یہ بات ہے تو غیبت واقع ہوتی ہے اور امام ان سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اور وہ ان کی جگہ سے ناواقف ہیں۔ اس حالت میں ان کے شیعوں میں سے کوئی شخص ان کے معاملہ میں کوئی بات پھیلا دیتا ہے جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ درحالیہ وہ پوشیدگی کی حالت میں ہیں ایسے میں زمانہ کے طاغوت یا عوام میں سے ایک فتنہ پرور جماعت ان کی پوشیدگی کے بارے میں وارد شدہ چیزوں اور ذکر شدہ روایات کی بناء پر جستجو اور تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو اسے کوئی ایسی حقیقت ہاتھ نہیں آتی جس کی طرف اشارہ کر کے کہا جاسکے کہ یہ وہی ہے نہ ہی کوئی ایسا شبہ نظر آتا ہے جو اس سے متعلق ہو تو یہ جماعت منتشر ہو جائے گی اور فتنہ خاموش ہو جائے گا اور غصہ ختم ہو جائے گا۔ پس ایسی صورت میں ان کے شیعوں کے خلاف اور نہ ہی ان سے متعلق چیزوں کے خلاف ان کے دشمنوں کے پاس اقدام کرنے کا بہانہ ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی راہ ہوگی۔ اور ایسے میں دشمنی اور عداوت کی آگ بجھ جائے گی اور دشمنی سے وہ جماعت باز آجائے گی یوں ان کے حالات ظاہر ہو جائیں گے ان پر جو ان کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان کے معاملہ میں سوچنے والے پر وضاحت ہو جائے گی اور ان کے مسلک اور راہ کے بارے میں ایک مؤمن اور مفکر شخص تحقیق کرے گا پس وہ شخص جو جہل کے میدان میں سرگردان تھا حجت خدا کے دوستوں سے ملحق ہو جائے گا اور ان پر ظالموں کے حق پر پردہ ڈالنے کی سازشیں حق کے بارے میں غور و فکر کے دوران روشن دلائل اور شواہد کے ذریعے

کشف ہو جائے گی جس طرح ہماری اس کتاب میں غور و فکر کرنے والے پر واضح اور کشف ہو جائیں گی جبکہ وہ نجات کا خواہاں، گمراہی کے راستوں سے بھاگنے والا اور ان سے ملحق ہونے والا ہو جن کو اللہ کی طرف سے نیکی اس سے قبل عنایت ہو چکی ہو اور یوں وہ گمراہی پر ہدایت کو ترجیح دیتا ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اور ان چیزوں میں سے جن کے بارے میں حق سے عناد رکھنے والوں نے سوال کیا ہے وہ یہ ہے کہ تم ہمیں بتاؤ کہ کیا اس وقت کا امام اپنی امامت کا دعویٰ کرتا ہے یا کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتا؟ اور ہم ان کے پاس جائیں گے اور ان سے اپنے دین کے راستوں کے بارے میں سوال کریں گے اگر وہ ہمیں جواب دیں اور امامت کا دعویٰ بھی کریں تو ہم جان لیں گے کہ وہ امام ہیں اور اگر وہ امامت کا دعویٰ نہیں کرتے اور ہمیں ہمارے سوالوں کا کوئی جواب بھی نہیں دیتے جب ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ اور دوسرے لوگ جو امام نہیں ہیں ایک ہی جیسے ہوں گے۔

ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ کے سچے اور صادق امام کے بارے میں ان سے پہلے گزرنے والوں نے اشارہ کیا ہے اور انہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ وہ امام ہیں مگر یہ کہ وہ اس بات کو یاد دہانی یا تاکید کیلئے کہیں۔ لیکن اس طرح دعویٰ کریں کہ اس کے بعد انہیں دلیل لانے کی ضرورت پڑے ایسا نہیں ہے۔ کیوں ان سے قبل کے صدق گونے ان پر نص کی ہے اور ان کے امر کو روشن اور واضح کر دیا ہے۔ اور دعویٰ کرنے کی ضرورت سے انہیں بے نیاز کر دیا ہے۔ اور اس بارے میں ہمارا قول اس قول کی طرح ہے جو ہم علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر نص کی ہے اور وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ اپنی ذات کیلئے امامت کا دعویٰ کرتے پھریں۔ رہی یہ بات کہ وہ ہمارے دین کے معاملات کا جواب دیں تو اگر تم ان کے پاس رشد و ہدایت حاصل کرنے اور علم پانے کی غرض سے اور ان کے مقام و منزلت کی معرفت کے ساتھ اور ان کی امامت کا اقرار کرتے ہوئے جاؤ گے تو وہ تمہیں ضرور پہچنائیں گے اور تعلیم دیں گے اور اگر تم ان کے پاس دشمنی کے ساتھ جاؤ گے اور اس تاک میں کہ ان کے دشمنوں سے ان کے بارے میں چغلی کرو گے اور حق کے دشمنوں کے پاس ان کی بدی چاہتے ہوئے ان کے گرد جمع ہو گے اور دین کے پوشیدہ معاملوں کو پہچاننے کے بعد اس کو فاش کرنے کی غرض سے جاؤ گے تو وہ تمہیں جواب نہیں دیں گے کیونکہ وہ تم سے اپنی جان کے بارے میں خوف رکھتے ہیں۔ اگر یہ اس اعتراض کا جواب کسی کو قائل کرنے کیلئے کافی نہیں ہے تو ہم سوال کا رخ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیں گے کہ جب وہ غار میں چھپے ہوئے تھے تو اگر لوگ انہیں دین کے بارے میں پوچھنا چاہتے تو کیا وہ ان سے ملاقات کر سکتے تھے اور کیا وہ ان تک پہنچ جاتے یا نہیں۔ اگر ان کا پہنچنا ممکن تھا تو ان کا غار میں روپوش ہونا

غلط اور باطل ثابت ہوگا اور اگر وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تو تمہاری بیان کردہ وجہ اور دلیل کی بناء پر ان کا ہونا اور نہ ہونا اس دنیا میں برابر ہے۔ اگر تم یہ کہو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپوش ہونا عارضی تھا، تو کہا جائے گا کہ اسی طرح امام علیہ السلام کا اس وقت روپوش رہنا عارضی ہے۔ اگر تم لوگ یہ کہو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ظاہر ہوئے (یعنی غار سے نکلے) اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہم جواب میں کہیں گے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیا غار سے نکلنے اور ظاہر ہونے سے پہلے وہ نبی نہیں تھے یعنی اس دوران جب وہ غار میں روپوش تھے لیکن ان کی نبوت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اسی طرح امام کے بارے میں بھی ہے کہ وہ امام ہیں اگرچہ اپنی امامت کو ان لوگوں سے چھپا رہے ہیں جن سے اپنی زندگی اور نفس کے متعلق خوف لاحق ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاضل ترین اور ان میں سے سچائی میں مقدم ترین لوگوں کے بارے میں جب مشرکوں کے کسی گروہ سے ان کی ملاقات ہوتی اور وہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں ہوتے لیکن وہ آپ کو نہیں پہنچاتے تو اصحاب سے پوچھتے کہ کیا وہ یہ شخص ہیں؟ جبکہ آپ ان کے سامنے ہوتے۔ یا وہ کیسے روپوش ہوئے یا وہ کہاں ہیں؟ تو وہ لوگ کہتے کہ ہم ان کی جگہ کو نہیں پہنچاتے یا یہ وہ شخص نہیں ہیں۔ کیا خیال ہے کہ وہ اصحاب جھوٹے اور قابل مذمت اور سچ سے رخ موڑنے والے اور ناپسندیدہ تھے یا نہیں؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ جھوٹے تھے تو تم دین اسلام سے خارج ہوئے کیونکہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا قرار دیا اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ ایسی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کلام میں تحریف کردی اور الفاظ سے ایسے معانی مراد لئے کہ ان کی بات جھوٹ ہونے سے نکل گئی اگرچہ اس کا ظاہر جھوٹ ہو؟ پس اس بنا پر وہ قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ وہ پسندیدہ ہیں کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قتل ہونے کو دفع کر دیا۔

ان کے جواب میں کہا جائے گا اسی طرح امام کے بارے میں بھی ہے اگر وہ یہ کہیں کہ میں امام نہیں ہوں اور اپنے دشمنوں کو ان کے سوالوں کا جواب نہ دیں تو ان کی امامت زائل نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے نفس کے بارے میں خوفزدہ ہیں۔ اور اگر ان کا اپنے دشمنوں کے سامنے خوف کی حالت میں اپنے امام ہونے سے انکار کرنا اس بات کا موجب ہے کہ ان کی امامت باطل ہو جائے تو یہاں بھی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب میں سچا ہونا باطل ثابت ہو جائے گا اور اگر یہ چیز صحابہ کی صداقت پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتی تو یہاں امام کا اپنی امامت کو پوشیدہ رکھنا بھی ان کی امامت کو زائل نہیں کرتا۔ اور ان دونوں پر کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان شخص ایسے کافروں کے ہاتھوں اسیر ہو جائے جو مسلمانوں کو قتل کرتے ہوں تو اس حالت میں اگر اس شخص سے پوچھا جائے کیا تم مسلمان ہو؟ اور اس نے کہا نہیں تو یہ بات اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والے نہیں ہے۔ اس طرح امام اگر اپنے دشمنوں کے سامنے اور جن سے اپنی ذات کے بارے میں خوف رکھتا ہے اپنی امامت کا انکار کرے تو یہ بات اس کو امامت سے خارج

نہیں کرے گی۔

اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ ایک مسلمان کو دنیا میں لوگوں کو تعلیم دینے اور حدود نافذ کرنے کے لئے قرار نہیں دیا گیا ہے اس لئے ان دونوں کے احکام مختلف اور جدا ہیں پس امام پر ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کو کبھی پوشیدہ نہ رکھے ان سے کہا جائے گا ہم نے یہ نہیں کہا امام اپنی ذات کو تمام لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے انہیں منصوب کر دیا ہے اور اپنے بندوں کو ان کے مقام اور منزلت اس سچے امام کے قول جو ان سے پہلے آئے ہیں اور ان کی طرف سے منصوب کئے گئے ہیں کے ذریعے سے پہنچائی ہے۔ ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ یقیناً امام اپنے دشمنوں کے سامنے اس بات کا اقرار نہیں کرتے اور وہ بھی اس ڈر سے کہ کہیں وہ انہیں قتل نہ کر ڈالیں۔ لیکن یہ بات کہ وہ پوشیدہ رہیں تمام مخلوقات سے یہ بات نہیں ہے کیونکہ تمام لوگ اگر ان سے پوچھا جائے کہ امامیہ فرقے کا امام کون ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ فلاں بن فلاں ہیں۔ اور یہ پوری امت کے نزدیک مشہور ہے۔ ہم نے بات صرف اس بارے میں کی تھی کہ آیا وہ اپنے دشمنوں کے سامنے بھی اقرار کرتے ہیں یا اقرار نہیں کرتے۔ اور اس سلسلے میں ہم تمہارے لئے غار میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپوش ہونا تقابل کے طور پر لائے درحالیکہ آپ مبعوث ہو چکے تھے آپ کے ساتھ معجزات بھی تھے اور ایک نئی شریعت کے ساتھ آئے تھے اور سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر چکے تھے اور ہم نے تمہیں دکھا دیا کہ جب وہ خوفزدہ ہو جائیں تو ان کے لئے یہ ممکن اور جائز ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے امام ہونے کا انکار کر دیں اور ان کے سوالات کا کوئی جواب نہ دیں اور یہ بات انہیں امام ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ان دونوں موارد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ اگر تم یہ جائز سمجھتے ہو امام کے لئے کہ وہ خوف کی صورت میں اپنے دشمنوں کے سامنے اپنی امامت کا انکار کریں تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بھی یہ جائز ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے خوف کی صورت میں اپنی نبوت کا انکار کر دیں؟ ان سے کہا جائے گا اہل حق میں سے ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام کے درمیان فرق کا قائل ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رسالت کی طرف دعوت دینے والے اور بذات خود لوگوں کے سامنے اس کو بیان اور واضح کرنے والے ہیں پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں اور تقیہ کی وجہ سے اس کو چھپائیں تو حجت باطل ہو جائے گی اور ان کی طرف سے بیان کرنے والا کوئی اور نہیں ہوگا جبکہ امام کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجت پوری کر دی ہے ان کی امامت کے معاملے کو واضح کر دیا ہے۔ پس اگر وہ خاموش ہو جائیں یا انکار کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملے میں بات پوری کر دی ہے۔ لیکن ہمارا یہ جواب نہیں ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تقیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بالکل ایک ہی جیسا ہے جب وہ اللہ کے حکم کو ظاہر کر چکے ہوں اور اس کی رسالت کو پہنچا چکے ہوں اور معجزات کو دکھا چکے ہوں۔ لیکن ان باتوں سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اور صلح حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیفہ سے اپنا نام مٹا دیا جب سہل بن

عمر و اور حفص بن الاحنف نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اس کو مٹاؤ اور لکھو؟ یہ وہ ہے جس پر مصالحت کی محمد بن عبداللہ نے۔ پس یہ بات آپ کی نبوت کے لئے مضر نہیں ہوئی جبکہ اس سے قبل دلائل محکم اس بات پر ثابت ہو چکے تھے۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے عمار کے اس عذر کو قبول کیا جب مشرکین نے انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب و شتم کرنے پر مجبور کیا اور اس کے بغیر وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے رسول کی شان میں سب کیا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس لوٹے تو آپ نے فرمایا اے عمار کامیاب و رستگار ہو چکے ہو؟ عرض کیا میں رستگار نہیں ہوا کیونکہ میں نے آپ کو سب کیا ہے اے رسول خدا آپ نے فرمایا کیا اس وقت تمہارا دل ایمان پر مطمئن نہیں تھا؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول بس اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ نازل ہوا۔ **الا من اکره و قلبه مطمئن بالايمان**۔ (سورۃ نحل آیت ۱۰۶) مگر وہ جس کو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ اور یہ بات شریعت کے منافی ہے کہ ایک مقام پر اس کی اجازت دے اور دوسرے مقام پر اس سے منع کرے۔ اور جب امام کیلئے اپنی امامت کا انکار کرنا جائز ہوا تو یہ بھی ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کو پوشیدہ رکھیں جب بھی حکمت ان کی روپوشی اور غیبت کی متقاضی ہو۔ اور اگر ایک دن کسی بناء پر ان کی غیبت جائز ہوئی تو ایک سال بھی جائز ہو سکتی ہے اور اگر ایک سال جائز ہو سکتی ہے تو سو سال بھی جائز ہو سکتی ہے اور اگر ایک سو سال جائز ہو سکتی ہے تو اسے سے زیادہ بھی غائب رہنا جائز ہو سکتا ہے یہاں تک کہ حکمت ان کے ظہور کی متقاضی ہو جس طرح ان کی غیبت کو ضروری قرار دے چکی تھی۔ اور نہیں ہے کوئی طاقت مگر اللہ کے ذریعے سے۔

اور ہم کہتے ہیں اس کے ساتھ امام کے ساتھ روپوشی اور ظہور میں سے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ نہیں آتا مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک عہد کے وسیلے سے آتا ہے جیسا کہ اس بارے میں ہمارے ائمہ علیہم السلام کی طرف سے روایات وارد ہوئی ہیں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبدالسلام بن صالح الہروی سے انہوں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے آباء طاہرین سے انہوں نے علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے یقیناً میرے فرزندوں میں سے امام قائم غائب ہو جائے گا میری جانب سے ایک عہد کی بناء پر یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ کہیں گے کہ اللہ کو آل محمد سے کیا کام ہے۔ اور کچھ دوسرے ان کی ولادت کے متعلق شک کریں گے بس جو شخص ان کے زمانہ میں پہنچے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے دین کا دامن تھامے رکھے اور اپنے شک کی بناء پر شیطان کیلئے کوئی راستہ نہ قرار دے نہیں

تو وہ اس کو میری ملت اور راہ سے ہٹا دے گا اور میرے دین سے خارج کر دے گا اور اس سے قبل تمہارے ماں باپ (آدم و حوا) کو جنت سے نکال چکا ہے۔ اور یقیناً اللہ عزوجل نے شیاطین کو ان لوگوں کا سرپرست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔

ابن بشار کے اعتراضات

ابوالحسن علی بن احمد بن بشار نے غیبت کے خلاف باتیں کی ہیں اور ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قتیبہ رازی نے اس کو جواب دیا ہے۔ علی بن احمد بن بشار کی ہمارے خلاف غیبت کے بارے میں باتوں میں سے ایک یہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے: میں کہتا ہوں: یقیناً تمام اہل باطل جس چیز کے لئے دعویٰ کرتے ہیں اور اس سے تمسک کرتے ہیں اور جس پر قائم ہیں اور اس سے وابستہ ہیں اس بات سے بے نیاز ہیں کہ اس کے وجود کو ثابت کریں کیونکہ وہ بذات خود موجود ہیں اور اس کی موجودگی ثابت ہے۔ اور یہ لوگ یعنی ہمدے ساتھی (شیعہ) محتاج اور دست نگر ہیں اس چیز کی طرف جس سے بے نیاز ہے ہر اہل باطل جن کے لئے اطاعت کے فرض کو ثابت کرنے پر مجبور ہوں۔ پس یہ لوگ اس بات کی طرف نیاز مند ہیں جن سے تمام اہل باطل بے نیاز ہیں اور ان لوگوں نے ایک اور خاص بات میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ باطل کی طرف چلے گئے۔ اور یوں وہ سارے اہل باطل کے مقابلے میں پست ہو گئے کیونکہ باطل کی کثرت انحطاط اور پستی لاتی ہے اور خیر اور سچائی کی کثرت بلندی عطا کرتی ہے اور ساری تعریفیں پروردگار عالمین کے لئے منحصر ہیں اس کے بعد اس نے کہا: اور میں ایسی بات کہوں گا جس میں تم ہماری طرف سے زیادہ انصاف پاؤ گے اگرچہ یہ بات ہم پر واجب نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ بات بالکل واضح اور معلوم ہے کہ ہر مدعی اور مدعی علیہ کا حق پر ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور ہر وہ شخص جو مدعی سے اپنے دعویٰ کی صحت اور درستی کو ثابت کرنے کا سوال کرتا ہے وہ منصف ہی ہوتا ہے۔ اور اس گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی ہستی ہے جس کی امامت کا معاملہ ان پر صحیح ثابت ہوا ہے اور لوگوں پر اس کی پیروی اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب قرار پایا ہے۔ اور ہم اس گروہ کے اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے آپ کا باطل پر ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات نہایت ناممکن ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ وہ جس کے لئے امامت کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کا وجود اور ذات ہمیں دکھائیں اس صورت میں ہم ان سے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے بھی نہیں کہیں گے۔ پس اگر ہماری اس بات میں انصاف سے بھی بڑھ کر بات ہے تو ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ پس اگر وہ ہمارا مطالبہ پورا کر سکے تو انہوں نے ہماری بات کو باطل قرار دیا اور اگر اس بات سے عاجز اور ناتواں رہے تو یہ بات واضح ہو گئی جو ہم نے ان کے بارے میں کی تھی کہ وہ ہر اہل باطل سے جو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں عاجز ہے زیادہ عاجز اور ناتواں ہیں۔ اور یہ لوگ

باطل کی ہر قسم میں ایک خاص بات کے ساتھ بھی مخصوص ہیں جس کی وجہ سے وہ تمام اہل باطل سے پست تر ہو گئے ہیں کیونکہ گذشتہ ہر باطل والا اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں اس بات کا حق رکھتا ہے کہ جس کے لئے وہ دعویٰ کر رہے ہیں اس کے وجود کو پیش کریں۔ اور یہ لوگ اس بات سے بھی عاجز ہیں جس پر ہر اہل باطل قادر ہے۔ مگر یہ کہ ہم اس بات کی طرف پلٹیں جو وہ کہتے ہیں کہ: بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی حجت جس کے ذریعہ واجب قرار پائے اس کا ہونا ضروری ہے۔ ہاں اس کا موجود ہونا ضروری ہے چہ جائے کہ اس کا صرف ہونا (عقلی طور پر) ضروری ہو۔ پس تم لوگ اس کے وجود کو پیش کرو ہمیں تمہارے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔

اور مجھے بتایا گیا ابو جعفر بن ابو غانم کے بارے میں کہ انہوں نے بعض پوچھنے والوں کے اس سوال کہ: کس کے ذریعہ تم ان لوگوں کے سامنے اپنے مدعی کو جہاں تم اور تم لوگ کہتے ہو کہ "اس خاندان سے ایک شخص کا ہونا ضروری ہے" ثابت کرو گے۔ اس نے کہا: میں ان سے کہوں گا کہ یہ جعفر ہے؟ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ شخص لوگوں کی بات کو اس بات سے غلط ثابت کر رہا ہے جس سے خود اس کا دامن پاک نہیں ہے۔ ایک بزرگ اس علاقہ میں رہتے تھے وہ کہتے تھے کہ: میں ان لوگوں کو "لابدیہ" کا نام دیتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی پناہ گاہ اور مضبوط ستون نہیں ہے مگر یہ کہ وہ یہ کہیں کہ ضروری ہے اور اس سے ناچار ہیں کہ اس کا ہونا جس کا کائنات میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ پس اس نے ان کا نام ہی یہ رکھا۔ اور ہم بھی ان کو یہی نام دیتے ہیں یہ لوگ ہر اس گروہ سے بھی الگ اور جدا ہیں جو ناچاری کے نام پر کسی کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ بت پرستوں میں سے ایک گروہ جن کو "بد" کہا جاتا تھا وہ بھی کسی وجود رکھنے والی چیز کے سامنے جھکے اگرچہ وہ اہل باطل تھے جبکہ یہ لوگ ایک ایسے عدم سے مربوط ہو گئے جو بالکل نہیں ہے اور باطل محض ہے اور یہ حقیقتاً لابیہ کہنے کے قابل ہیں۔ یعنی وہ اس بات سے ناچار ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھک جائیں کیونکہ ہر وہ جس کی اطاعت کی جائے وہ درحقیقت معبود ہی ہوتا ہے۔ اور یوں ہماری یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ باطل کی ہر قسم میں سے ایک خاص قسم کے ساتھ مختص ہیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ پستی میں گرے ہوئے ہیں۔ الحمد للہ۔

پھر وہ کہتا ہے: ہم اس کتاب کا خاتمہ اس بات سے کرتے ہیں کہ: ہمارا مناظرہ اور ہماری بات اس سے ہے جو اس سے پہلے ہم سے یہ اتفاق رائے رکھے کہ اس خاندان (اہلبیت) سے ایک امام قائم کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ذریعے خدا کی حجت ہم پر واجب ہو جائے اور جس کے ذریعے خلق خدا کا فقر اور فاقہ ختم ہو جائے اور جو شخص اس بات میں ہم سے اتفاق نہیں رکھتا وہ ہماری کتاب کو دیکھنے سے خارج ہے۔ چہ جائے کہ ہم اس سے یہ مطالبہ کریں۔ اور ہم کہتے ہیں ہر اس شخص سے جو ہمارے ساتھ مذکورہ بات میں اتفاق رائے رکھتا ہے اور ہم سے پہلے اس بات کا قائل ہے کہ: دیکھیں ہمارا اور آپ کا اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ کسی گھر کا ایک کمرہ اس کے بغیر خالی نہیں ہے کہ اس میں ایک

چراغ اور روشنی موجود ہے۔ پھر ہم اس گھر میں داخل ہو گئے اور ہم نے وہاں ایک کمرے کے علاوہ کوئی اور نہیں پایا اس بناء پر ضروری ہوا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس گھر میں ایک چراغ موجود ہے۔ والحمد لله رب العالمین

ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قتبہ رازی نے اس کا جواب دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے (اور توفیق اللہ سے ہے) :

دعویٰ میں اسراف کرنا اور مخالف پر جھوٹ باندھنا ان چیزوں میں سے نہیں ہے جن سے حجت ثابت ہو جائے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو اختلاف کرنے والوں کے درمیان جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے اور ہر شخص اپنے مخالف کے بارے میں جو برا نظریہ اس کے ذہن میں آتا ہے اسی پر اعتماد کر بیٹھے گا۔ جبکہ اختلاف اور تضاد کی وجہ سے لوگوں میں مباحثہ اور مناظرہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اور انصاف کرنا وہ بہترین کردار ہے جو اہل دین اپناتے ہیں اور ابوالحسن کا قول نہ ہماری پناہ گاہ ہے جس کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں نہ کوئی درست قول ہے جس کی طرف ہم مائل ہو جائیں نہ ہی کوئی سند اور ستون ہے جس سے ہم ان کے قول کو حجت سمجھ کر تمسک کریں۔ کیونکہ ان کا یہ دعویٰ دلیل و برہان سے خالی ہے۔ اور جب کوئی دعویٰ برہان و دلیل سے الگ ہو تو وہ صاحبان عقل و فکر کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا اور ہم یہ کہنے سے ناتوانی کا احساس نہیں کرتے کہ : ہاں ہمارے پاس الحمد للہ وہ ذات ہے جس کی طرح ہم رجوع کرتے ہیں اور ان کے حکم پر چلتے ہیں جن کا حجت ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اس کے دلائل روشن ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہ پوچھیں گے کہ وہ کہاں ہیں ہمیں بتادیں؟ تو ہم کہیں گے۔ کس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہیں دکھا دیں۔ کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں حکم دیں کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تمہاری طرف آجائیں اور خود کو تمہارے سامنے پیش کریں یا تم یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ ہم ان کے لئے ایک گھر بنائیں اور ہم انہیں اس میں منتقل کریں اور تمام مشرق و مغرب والوں کو اس سے باخبر کریں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر یہ کام کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور اگر تم یہ کہو گے : تو پھر کس طرح تم ان کی حجت کو ہم پر لازم قرار دیتے ہو اور ان کی امامت کو واجب ٹہراتے ہو؟ ہم کہیں گے ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد عسکری کے فرزندوں میں سے ایک رجل اور مرد کا ہونا ضروری ہے جن کے ذریعے سے اللہ کی حجت ہم پر لازم ہو جائے ہم نے تمہیں اس کی طرف راہنمائی کی تاکہ تم اگر صاحب انصاف ہو اور سب سے پہلی چیز جو ہم اور تم دونوں پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس بات سے تجاوز نہ کریں جس پر صاحبان غور و فکر راضی ہوئے ہیں اور اس کو بروئے کار لائے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس کی مخالفت کرے تو بے شک اس نے علماء کی روش چھوڑ دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم کسی ایسے فرع اور شاخ کے بارے میں بات ہی نہیں کرتے جس کی اصل (جڑ) ثابت نہ ہو اور یہ رجل اور ہستی جن کے وجود کے تم منکر ہو اس کے لئے اپنے پدر کے بعد حق ثابت کیا جاتا ہے اور تم وہ گروہ ہو جو ان کے پدر کے وجود کے متعلق ہم سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے ہو۔ پس یہ بات کوئی معنی نہیں رکھتی کہ تم ان کے والد کے لئے حق امامت کے بارے میں غور و فکر کرنے کو ترک کر دو۔ پس اگر حق ان کے

والد کے لئے ثابت ہو جائے تو اس صورت میں تمہارے ہی اقرار کے مطابق یہ بات ثابت ہو جاتی ہے اور اگر ان کے والد کے لئے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا تو اس صورت میں معاملہ کا رخ تمہارے قول کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اور ہم باطل پر ہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ حق کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور باطل کمزور سے کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اگرچہ اہل باطل اس کو آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیوں نہ کریں۔ ان کے والد کے معاملہ کے صحیح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ہم اور تم اس بات پر اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ ابو الحسن کے بیٹوں میں سے کسی ایک مرد کا ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے حجت خدا ثابت ہو جائے اور مخلوقات اور بندگان کے لئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہ رہے اور اس رجل اور مرد کو حجت ہونا لازم ہوگا ہر اہل اسلام پر خواہ وہ ان سے دور ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح لازم ہے اس شخص پر جس نے انہیں دیکھا ہو اور مشاہدہ کیا ہو۔ اور ہم اور بندگان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جن پر حجت لازم قرار پائی ہے بغیر مشاہدہ کے۔ پس ہمیں غور کرنا پڑے گا اس وجہ اور دلیل کے بارے میں جس کی بناء پر ہم پر حجت لازم ہو چکی ہے کہ وہ کیا ہے؟ پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ ان دونوں فرزندوں میں سے جن کے سوا ابو الحسن (امام علی نقی) کا کوئی وارث نہیں ہے کون اس بات کی اہلیت رکھتا ہے۔ پس ان میں سے جو بھی اولیٰ اور برتر ہوگا وہی حجت اور امام ہوگا اور اس بات کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر ہم اس بات پر سوچیں گے کہ کس دلیل اور وجہ کی بناء پر حجت لازم قرار پاتی ہے ان اشخاص پر جو رسول اور اماموں سے دور ہیں۔ پس اس کا جواب تو یہ ہے کہ ان روایات سے ثابت ہے جو حجت کو لازم قرار دیتے ہیں اور ان روایات کی تعداد اور کیفیت ایسی ہے کہ اس کی نقل کرنے والوں پر سے جھوٹ پر اتفاق کرنے کی تہمت اور الزام رفع ہو جاتا ہے۔ اور ان روایات کا ان سب کے مل کر گھرنے کے بہتان کو زائل کر دیتا ہے۔ پھر ہم تحقیق کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ نقل کرنے والے خود دو گروہ ہیں ان میں سے ایک یہ گمان رکھتا ہے کہ گذشتہ امام نے حسن العسکریٰ پر نص کیا ہے اور ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور وصیت اور ان کے بڑے فرزند ہونے کی خاصیت کے ساتھ بعض دلائل کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اور علامت اور نشانیاں بھی بتاتے ہیں۔ اور ہم نے دیکھا کہ دوسرا گروہ ایسی ہی باتیں جعفر کے بارے میں ذکر کرتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ جعفر کے بارے میں روایات نقل کرنے والی جماعت بہت کم تعداد میں ہے اور ایک چھوٹی جماعت اور قلیل گروہ کے بارے میں یہ کہنا ممکن ہے کہ انہوں نے روایتیں گھرنے پر اتفاق رائے کیا ہے ایک دوسرے سے ملے ہیں اور ایک دوسرے کو خط و کتابت کے ذریعے اس بات سے آگاہ کیا ہے۔ پس ان کی منقولہ روایتیں شبہ کے موقع پر واقع ہو گئیں نہ کہ حجت کا مقام انہیں حاصل ہوا اور خدا کی جتنی شبہوں کے ذریعے ثابت نہیں ہوتیں۔ اور دوسرے فرق کی روایات پر ہم نے نظر ڈالی تو ہم نے یہ پایا کہ یہ ایسے کئی گروہ ہیں جو ایک دوسرے سے دور دراز علاقوں میں الگ تھلگ ہیں۔ اور ان کے مقاصد الگ الگ ہیں اور ان کے آراء اور نظریات مختلف ہیں۔ پس

جھوٹ کا صادر ہونا ان سے ممکن ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے سے دور دور ہیں اور نہ ہی اتفاق رائے یا ایک دوسرے کو خط و کتابت کرنا یا لکھنے ہونا تاکہ کسی روایت کو جعل کریں اور گھڑ لیں ان کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سے منقول روایتیں ہی صحیح ہے اور حق پر یہی لوگ ہیں کیونکہ اگر ہم ان کی نقل شدہ روایات کو ان کے مذکورہ خصوصیات کے ساتھ جھٹلائیں اور باطل قرار دیں تو رونے زمین پر کوئی بھی روایت یا نقل ہونے والی خبر صحیح نہیں ہو سکتی۔ پس غور کرو۔ خدا تمہیں اپنی توفیقات سے نوازے۔ پس ان دونوں گروہوں کے بارے میں تم حق کو اس میں پاؤ گے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور روایات کو باطل قرار دینے میں اسلام کی نابودی مضمحل ہے اور اخبار کو صحیح قرار دینے میں ہماری روایات کا صحیح ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ہماری بات کی صحت کی دلیل موجود ہے۔

والحمد لله رب العالمین۔

اور پھر آپ نے دیکھا کہ جعفریہ فرقہ والے خود اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ جعفر کی امامت کس بناء پر واجب قرار پائی ہے۔ پس ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہیں۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ اپنے بھائی حسن العسکری کے بعد امام ہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے موقف پر ڈٹا ہوا ہے جبکہ ہم نے ان کے گذشتگان اور اپنے اسلاف کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس حادثہ کے واقع ہونے سے قبل ہی ایسی روایات نقل کی ہیں جو حسن العسکری کی امامت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ یہ ہے جو امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) سے منقول ہے آپ نے فرمایا "جب تین نام یعنی محمد، علی اور حسن ایک دوسرے کے بعد آجائیں تو چوتھا قائم ہوگا" اور ان جیسی روایات جن میں سے ایک یہ ہے جو امام حسن عسکری کی امامت کو ثابت کرتی ہے۔ اور امام حسن (عسکری) اور جعفر کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ پس اگر امام حسن عسکری کے زمانے میں جعفر کیلئے حجت ثابت نہ ہو جائے ان لوگوں پر جنہوں نے اس کو دیکھا جبکہ امام وہ ہوتا ہے جس کیلئے حجت ثابت ہو جائے اس پر جس نے اس کو دیکھا ہے اور جس نے اس کو نہیں دیکھا ہے تو معلوم ہوا اس وقت امامت حسن العسکری کیلئے ثابت ہے۔ پس جب امام حسن عسکری کیلئے امامت ثابت ہو گئی اور جعفر تمہارے نزدیک وہ ہے جس سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور امام کبھی دوسرے امام سے بیزاری اور برائت کا اظہار نہیں کیا کرتا اب حسن (عسکری) تو وفات پا گئے پس اس بناء پر تمہارے اور ہمارے دونوں کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ ایک مرد کا ہونا ضروری ہے جو حسن علیہ السلام کا فرزند ہو جس کے توسط سے خدا کی حجت ثابت ہو جائے۔ پس اس بناء پر ثابت ہوا کہ حسن کیلئے ایک بیٹا ہے جو قائم علیہ السلام ہیں۔

میں کہوں اے ابا جعفر۔ خدا تمہیں سعادت مند بنا دے۔ ابو الحسن، اغزہ اللہ سے کہ محمد بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ ہم نے جس کے بارے میں دعویٰ امامت کیا ہے اس کا وجود ہم نے تمہارے سامنے پیش کر دیا پس اب کہاں بھاگو گے؟ کیا تم اپنے باطل پر ہونے کا اقرار کرتے ہو جیسا کہ تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے یا یہ کہ تمہاری خواہش نفس تمہیں اس

بات سے روک دیتی ہے۔ اس صورت میں تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق بنو گے۔ ان کثیراً لیضلون باہوا بہم بغیر علم۔ (سورۃ النعام آیت ۱۲۰) "اور یقیناً بہت سے ایسے ہیں جو اپنی مذموم خواہشات کی وجہ سے علم و یقین کے بغیر گمراہ ہو جاتے ہیں۔"

"اہل حق کو" لابیہ "کا نام دینا ان کے اس قول کی بناء پر کہ؟ لابد اور ضروری ہے ایک ہستی کا ہونا تاکہ اس کے توسط سے خدا کی حجت لازم قرار پائے بڑی عجیب بات ہے کیا خود ابوالحسن یہ نہیں کہتا کہ ضروری اور لابد ہے اس کا ہونا جس کے ذریعے خدا کی حجت واجب قرار پائے؟ اور کیوں نہیں کہتے وہ درحالیہ انہوں نے ہماری طرف سے حکایت کرتے ہوئے کہا ہے "ہاں لابد اور ضروری ہے اس کا وجود چہ جائیکہ اس کا ہونا" پس اگر وہ اس بات کا قائل ہے تو وہ اور اس کے ساتھی بھی لابیہ میں سے ہیں اور اس صورت میں اس نے اپنے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے اور اپنے ہم مسلکوں کی برائی ظاہر کی ہے اور اگر وہ اس بات کا قائل نہیں ہے تو اس صورت میں ہمیں اس کی اس مثال کا جو اس نے کسی گھر کے کمرے میں چراغ کی صورت میں دی تھی کا جواب دینے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اور ایسی ہی بری صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں تمام وہ اشخاص جو اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتے ہیں اپنی ہی برائی کر بیٹھتے ہیں جبکہ اپنے خیال میں وہ اپنے مخالف کی برائی بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو اپنے دلائل اور نشانیوں کے ذریعے حق کی تائید کرنے والا ہے اور ہم ان لوگوں کو "بدیہ" کا نام دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بد کے بندے ہیں اور اس کے سامنے جھک رہے ہیں جو نہ تو سنتا ہے نہ کچھ دیکھتا ہے اور انہیں کسی چیز سے بے نیاز نہیں کرتا۔ اور یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں اے ابوالحسن خدا تمہیں ہدایت دے۔ یہ (امام زمانہ) جن و انس پر اللہ کی حجت ہیں اور جن کا خلق خدا پر حجت ہونا ثابت نہیں ہوا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے اور بیان کرنے سے آپ نے اپنی ذات کو غار میں مخفی رکھا تاکہ ان کے مقام روپوشی سے سوائے پانچ اشخاص کے وہ لوگ باخبر نہ ہو جائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اپنی حجت قائم کی۔ اگر یہ اعتراض کرو گے کہ یہ غیبت ایک ظہور کے بعد ہے اور اس کے بعد ہے کہ ان کے بستر پر ان کا کوئی جانشین موجود ہے، اس کا جواب ہم یوں دیں گے کہ ہم ان کے ظہور یا اپنا جانشین مقرر کرنے کو اپنی دلیل قرار نہیں دے رہے ہیں اس کیلئے جو یہ نہیں جانتا کہ خود کیا کہہ رہا ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا ان کا حجت ہونا ثابت نہیں ہوتا اس دوران جب وہ غیبت کی حالت میں ہیں اس شخص پر جو ان کے مقام اور جگہ کو کسی وجہ سے نہیں جانتا، یہاں آپ کو اثبات میں جواب دینا پڑے گا۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ ہم بھی امام کے حجت ہونے کو ثابت کرتے ہیں اگرچہ وہ کسی وجہ سے غائب ہوں؟ مگر ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور یہ امام بھی غائب نہیں ہوئے ہیں جب تک ان کے آباء طاہرین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کے کانوں کو اس بات سے نہ بھر دیا کہ ان کی غیبت واقع ضرور ہوگی اور انہیں یہ بتادیا کہ ان کی غیبت کے دوران انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے اور کیسا عمل کرنا چاہیے پس اگر

آپ ان کی ولادت کے بارے میں بات کریں گے تو ہم جواب دیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے مسئلہ کو لے لیں فرعون جس سختی سے ان کی تلاش میں تھا اور جو کچھ اس سلسلے میں اس نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا اس کے باوجود وہ زندہ رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ظاہر ہونے کی اجازت دے دی۔ اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ان کے وصف میں، میرے باپ اس پر قربان وہ میرا شبیہ ہے اور میرے جد بزرگوار کا ہمنام ہے اور موسیٰ بن عمران کا بھی شبیہ ہے۔

ہم ایک اور دلیل تمہیں دیتے ہیں اے ابوالحسن کیا تم یہ اقرار کرتے ہو کہ شیعوں نے غیبت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔ اگر وہ کہے نہیں تو ہم ان روایات کو اس کے سامنے پیش کریں گے۔ اور اگر کہے ہاں تو ہم اس کو کہیں گے کہ جب لوگوں کا امام غائب ہوگا تو ان کی حالت کیسی ہوگی؟ اور غیبت کے دوران کس طرح ان پر حجت لازم قرار پائے گی۔ اگر وہ یہ کہے کہ اس صورت میں وہ اپنا ایک جانشین مقرر کرے گا۔ پس ہم یہ کہیں گے کہ تمہارے اور ہمارے دونوں کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ امام کا جانشین بھی امام ہی ہو سکتا ہے پس وہ جانشین ہی جب کوئی امام موجود ہو تو اس صورت میں غیبت کوئی معنی نہیں رکھتی اور اگر اس کے علاوہ اس غیبت کے متعلق کوئی دلیل پیش کرے تو وہ ہماری ہی دلیل اور حجت جیسی ہوگی اور اس میں کوئی فرق اور فاصل نہ ہوگا اور ایک دلیل جو جعفر کے معاملے کی خرابی کو واضح کرتی ہے کہ وہ ہے فارس بن حاتم لعنتہ اللہ علیہ سے موالات رکھنا اور اس کو پاک قرار دینا ہے درحالیکہ اس کا باپ اس سے بیزاری اور برائت کر چکا تھا۔ اور یہ بات شہروں میں پھیل گئی جس کی وجہ سے مخالفین بھی اس کی اس حالت سے باخبر ہو گئے چہ جائیکہ دوست۔

اور دلیلوں میں سے ایک اس کے معاملے کی خرابی پر اس کا مدد طلب کرنا جن سے اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے ارث حاصل کرنے کے لئے مدد لی۔ درحالیکہ شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کے آباء طاہرین علیہم السلام کا اتفاق ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو حق ارث نہیں ہوتا۔ اور دلیلوں میں سے ایک جو اس کے معاملے کی خرابی کو ظاہر کرتی ہے اس کا یہ کہنا کہ میں اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہوں۔ کاش میں یہ جان سکتا کہ کس وقت اس کے بھائی کی امامت ثابت ہوتی ہے درحالیکہ وہ اپنے پدر بزرگوار سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ تو کس طرح ایسے شخص کے خلیفہ کی امامت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور کیا ہی عجیب بات ہے کہ اگر محمد اپنا جانشین بنانے لگیں اور اپنے بعد امام مقرر کریں جبکہ ان کے والد زندہ اور قائم ہوں۔ اور وہ خود خدا کی حجت اور امام ہوں تو اس صورت میں ان کے والد کا کیا کام ہے؟ اور کب سے ایسی روایت ائمہ اور ان کے فرزندوں کے درمیان رائج ہو گئی ہے۔ تاکہ ہم اس کو آپ سے مان لیں۔ پس آپ ہمیں بتادیں وہ چیز جس کی بناء پر محمد کی امامت واجب ہو جاتی ہے تاکہ ہمارے سامنے اس کے جانشین کی امامت بھی ثابت ہو جائے اور حمد ہے خدا کیلئے جس نے حق کو مضبوط اور طاقتور قرار دیا اور باطل کو کمزور اور

زائل ہونے والا قرار دیا۔

اور جو کچھ ابن ابی غانم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ پس ان کی باتوں سے ہمارے نزدیک جعفر کی امامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ پوچھنے والے کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ اس خاندان کے افراد نیست و نابود نہیں ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی فرد ہمیں نہ ملے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "ہر وہ جس کی اطاعت کی جائے وہ معبود ہے۔" یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم خدا کے سوا کسی کو معبود نہیں جانتے جبکہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں ان کی بندگی نہیں کرتے۔ لیکن ان کا کہنا ہے "اب ہم اس کتاب کا خاتمہ اس بات سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بحث کرتے اور مخاطب قرار دیتے ہیں اس کو جو اس بات سے مستفق ہو کہ اس خاندان کے افراد میں سے ایک امام کا قائم ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے حجت خدا واجب اور لازم قرار پائے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کمرہ میں ایک ہی چراغ ہے اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ خدا آپ کو توفیق دے۔ ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے اور یہ ضروری ہے کہ اس خاندان سے ایک امام قائم ہو تاکہ حجت خدا اس کے واسطے سے واجب اور لازم قرار پائے بلکہ ہمارا اعتراض اور مخالفت اس بارے میں ہے کہ وہ امام کس طرح قیام اور ظہور کرے گا اور کیونکر غائب ہوگا۔

اور وہ جو مثال انہوں نے کمرہ اور روشنی کی دی تھی وہ تو صرف ایک ناکام سی آرزو ہے اور کہا گیا ہے کہ تمنا اور آرزو مفلسوں کا سرمایہ ہے۔ اب ہم ایک مثال حقیقت پر مبنی پیش کریں گے جس میں نہ ہم اپنے کسی مخالف پر دباؤ ڈالیں گے اور نہ ہی کسی دشمن سے ناانصافی کریں گے بلکہ ہمارا مقصد اس میں صرف حق کو پانا ہوگا۔ پس ہم کہتے ہیں ہم اور ہمارے مخالفین اس بات پر مستفق ہیں کہ فلاں شخص وفات پا گیا ہے اور اس کے دو لڑکے ہیں اور اس کا ایک ہی گھر ہے اور فرض کر لیں کہ اس گھر کا مستحق ان دونوں میں سے وہ ٹھہرتا ہے جو اپنے ایک ہاتھ سے ایک ہزار رطل بوجھ اٹھالے اور یہ کہ وہ گھر اسی شخص کی اولاد کے پاس رہے گا جو اس بوجھ کو اٹھانے والا ہوگا اور فرض کر لیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک اٹھانے پر قادر ہوگا اور دوسرا اس سے عاجز اور ناتواں رہے گا۔ پھر ہمیں ضرورت پڑی کہ یہ جان لیں کہ ان دونوں میں سے کون بوجھ کو اٹھانے والا قرار پاچکا ہے۔ اس کو جاننے کیلئے ہم ان کی جگہ کی طرف چل پڑے لیکن ایک روکنے والے نے ہمیں ان دونوں کو دیکھنے سے روک دیا مگر ہم نے بہت سے لوگوں کے گروہ کو دیکھا جو مختلف دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں جو ایک دوسرے سے دور ہیں اور وہ گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے خود دیکھا کہ ان دونوں میں سے بڑے بیٹے نے بوجھ کو اٹھالیا اور دوسری طرف ایک قلیل جماعت اور گروہ کو دیکھا جو ایک جگہ پر جمع تھے وہ گواہی دینے لگے کہ چھوٹے بیٹے نے اس کام کو انجام دیا۔ اس کے ساتھ اس گروہ کے پاس کوئی ایسی خاص دلیل بھی نہیں تھی جس کو وہ پیش کرتے۔ اس صورت میں یہ حکم عقل اور تقاضائے انصاف اور جو کچھ لوگوں میں معمول

ہے اور جو تجربہ سے ثابت ہے کے برخلاف ہے کہ ہم ان کثیر گروہوں کی گواہی کو تو مسترد کر دیں اور اس قلیل جماعت کی گواہی کو قبول کریں۔ بلکہ جھوٹ باندھنے کی ہمت اس قلیل گروہ پر عائد ہوگی اور کثیر جماعت اس الزام سے دور ہوگی۔

اگر ہمارے مخالفین یہ کہیں کہ پس تم کیا کہتے ہو سلمان و ابوذر و عمار مقداد کی گواہی کے بارے میں جو وہ امیرالمومنین علیہ السلام کے حق میں دے چکے تھے اور اس کثیر گروہ اور اس بڑی تعداد کی گواہی کے بارے میں جو سرے کے بارے میں دے چکے تھے ان میں کونسا صحیح اور درست ہے؟

ہم کہیں گے "امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے اصحاب اپنے مد مقابل کے مقابلہ میں کچھ اور کے ساتھ مختص تھے اور وہ خصوصیات انہیں کیلئے تھی اگر تم ایسی ہی خصوصیات یا اس سے نزدیک خصوصیات کو اپنے لئے ثابت کرو تو ہم تمہیں حق پر مانتے ہیں۔ سب سے پہلی خصوصیت تو یہ تھی کہ خود آپ کے دشمن آپ کی برتری، کبیرگی اور علم کے معترف تھے۔ یہ بات ہماری روایات کے ساتھ ان کی طرف سے منقولہ روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوستی اور محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ جو ان (علی) سے محبت رکھے اور دشمنی رکھتا ہے اس کے ساتھ جو ان سے دشمنی اور عداوت رکھتا ہے پس اس بناء پر ان کے سوا کسی کی پیروی جائز نہیں ہے۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مخصوص شخص کی طرف امام ہونے کا عندیہ دیا ہے یا اسے بندگان خدا کیلئے حجت مقرر کیا ہے۔ جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ انہوں نے اسے خود اپنے لئے منصوب کیا ہے اس بناء پر کہ انہیں اس بات کا نیا حاصل ہے۔ اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمن امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب سے ایک کے بارے میں یہ گواہی دیتے تھے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ خود آپ ارشاد فرما چکے تھے کہ سمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی ایسا صاحب زبان نہیں ہے جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو " اس بناء پر صرف اکیلے ان گواہی کو ان تمام کی گواہی پر برتری حاصل ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے بھی انہی روایات کو تسلیم کیا ہے جنہیں ان کے دوستوں نے کیا ہے اور جس سے حجت لازم قرار پائی ہے۔ لیکن اس سے وہ تاویل کی خرابی کے باعث پھر گئے ہیں۔ اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے روایت نقل کی ہے کہ حسن اور حسین جو انان کے سردار ہیں اور یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو جان بوجھ کر میری طرف سے جھوٹ منسوب کرے تو جہنم کو اپنا ٹھکانا قرار دے"۔ پس جب ان دونوں نے اپنے پدر بزرگوار کے حق میں گواہی دی اور یہ بھی درست ہے کہ وہ دونوں رسول کی گواہی کے مطابق اہل جنت میں سے ہیں تو ان کو سچا ماننا واجب قرار دینا۔ کیونکہ اگر وہ اس بات میں جھوٹے ہوں تو اہل بہشت میں سے نہیں ہونگے بلکہ اہل دوزخ میں ہوں گے اور وہ

دونوں ہستیاں اس بات سے مزہ ہیں کیونکہ وہ دونوں پاک و پاکیزہ، طیب اور سچے ہیں۔ اب جعفر کذاب کو امام ماننے والے ان کے لئے کچھ ایسی خصوصیات کو بیان کریں جو ان کے مخالفین میں پائی نہیں جاتیں تاکہ ان کی بات کو قبول کیا جاسکے۔ اس کے بغیر ایک خبر متواتر کو جو کہ نقل اور ناقل دونوں لحاظ سے ہر قسم کے الزام سے مبرا ہے کو ترک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس خبر اور روایت کو قبول کرنا کوئی معنی رکھتا ہے جن کے نقل کرنے والے جھوٹ پر متفق ہونے کے الزام سے بری نہیں ہیں۔ جبکہ ان کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیت بھی نہیں جس کے ذریعے ان کا مدعی ثابت ہو جائے۔ اور ایسا فعل صرف ایک سرگردان اور گمراہ ہی سے سرزد ہو سکتا ہے۔ پس غور کرو۔ خدا تمہیں سعادت نصیب فرمائے۔ جو کچھ میں نے تمہارے لئے لکھا ہے اور جس کے بارے میں ایک غور و فکر کرنے والا اپنے دین کے معاملے میں غور و فکر کرتا ہے اور قیامت کے بارے میں کفر و انکار کے عواقب سے خوف اور ڈر کی نگاہ سے غور و فکر کرتا ہے، موفق قرار پاؤں ان شاء اللہ تعالیٰ خدا تمہاری عمر کو طول دے اور تمہیں قوت اور تائید عنایت فرمائے اور تمہیں ثابت قدم قرار دے اور تمہیں اہل حق میں سے قرار دے اور اس کی طرف ہدایت کرے اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دے جن کی کوششیں دنیا کے زندگی میں بے کار ہو گئیں جبکہ وہ خود یہ اچھا گمان کر رہے تھے اور ان میں سے بھی قرار نہ دے جنکو شیطان اپنے مکر و فریب، دھوکہ اور گمراہ کرنے کے ذریعے سے لغزش میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اور بعض امامیہ نے ابو جعفر بن قتبہ کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں وہ چند مسائل کے متعلق ان سے سوال کرتے ہیں پس اس کے جواب میں آیا ہے۔ "لیکن تمہارا قول، خدا تمہاری تائید کرے، جو تم معتزلہ کی زبانی نقل کر رہے ہو کہ وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امامیہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ امام کے بارے میں نص ہونا عقلی لحاظ سے واجب ہے تو اس بات میں دو احتمال اور امکان موجود ہیں اگر وہ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ یہ چیز اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کی آمد اور شریعتوں کے آنے سے پہلے عقلی لحاظ سے واجب ہے تو یہ غلط ہے۔ اور اگر اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ انسانوں کی عقل اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی آمد کے بعد امام کا ہونا ضروری ہے تو یقینی اور عقلی دلائل کے ذریعے وہ یہ جان گئے ہیں اور اس روایت اور خبر کے ذریعے سمجھ گئے ہیں جو اس ہستی سے منقول ہے جس کی امامت کے وہ قائل ہیں۔"

اور معتزلہ کا یہ قول "کہ ہم نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ حسن بن علی علیہما السلام وفات پا گئے جبکہ انہوں نے کسی کی امامت پر نص قائم نہیں کی تو ان کی یہ بات ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی مخالفت کی جائے گی اور وہ لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ اپنے دعویٰ کے درست ہونے پر دلیل قائم کریں۔ اور وہ کونسی چیز ہے جو انہیں اپنے دعویٰ میں اپنے ان مخالفین سے ممتاز کر دیتی ہے جو اس بارے میں اس بات پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے اس دعویٰ کے بالکل برعکس اور ضد ہے۔"

اور دلائل میں سے ایک جو حسن بن علی علیہما السلام کی امامت کے ثبوت پر نص کے بارے میں ہے اور شیعوں کی روایات ان ہستیوں سے جن کی تصدیق کرنا اور ان کو سچا بنا کر دلائل کے ذریعے سے جواب قرار دینا ہے یہ ہے کہ وفات نہیں پاتا یا اپنے بعد کسی کی امامت پر واضح اشارہ نہیں کرتا جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کیونکہ لوگ ہر زمانے میں ایک ایسی ہستی کی طرف محتاج ہیں جس کی باتیں اور خبریں متضاد اور ایک دوسرے کو ملانے والی نہ ہوں جیسا کہ امت کی روایات اور اخبار ہمارے مخالفین کے پاس مختلف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو ملاتی ہیں۔ اور امام کو ایسا ہونا چاہیے کہ جو وہ حکم دیں تو ان کے حکم کی تعمیل ہو جائے اور کوئی ان سے برتر اور اولیٰ نہ ہو۔ وہ نہ سہو و غلطی کرتا ہو اور نہ خطا۔ اور اسے عالم ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو ان چیزوں کی تعلیم دے جس سے باطل ہیں اور ایسا عادل ہونا چاہیے جو حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے اور جو ہستی ان صفات کی حامل ہو ضروری کہ خود خداوند علام الغیوب اس کے بارے میں نص قائم کرے اس کی زبان سے جس کے ذریعے وہ اپنی حجت تمام ہے جب کہ اس کی ظاہری خلقت میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اس کی عصمت پر دلالت کرتی ہو۔

اگر معتزلہ ہم پر یہ اعتراض کریں کہ یہ تو ہمارے دعوے ہیں جن کی درستگی ثابت کرنے کے لئے تمہیں دلیل مکرنا پڑے گی تو ہم کہیں گے ہاں دلائل کا ہونا ضروری ہے ان باتوں کے درست ہونے کے بارے میں جن کا ہم نے دعویٰ کیا ہے۔ اور تم لوگوں نے ہم سے ایک فرع کے بارے میں پوچھا ہے اور فرع کے درست ہونے پر اشارہ نہیں مگر یہ کہ اس کے اصل کے درست ہونے پر دلیل قائم ہو جائے۔ اور ہمارے اصول کے درست ہونے پر دلائل ہماری رو میں موجود ہیں اور اس کی مثال یوں ہے کہ کیا پوچھنے والا ہم سے شریعتوں کی درستگی اور حق ہونے کے بارے میں دلیل مانگے تو اس صورت میں ہم اس بات کی طرف محتاج ہوں گے کہ ہم وحی کے درست ہونے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے برحق ہونے اور آپ کی طرف سے اس شریعت کے حکم پر فرمان جاری ہونے کو صحیح ثابت کریں۔ اس سے پہلے ہمیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اللہ عزوجل ایک ہے اور مصطلحتوں کا جاننے والا ہے اور یہ اس بات کے بعد کہ ہم عالم اور کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم کریں۔ اور ہو بہو اسی قسم کا سوال ہم سے انہوں نے پوچھا ہے۔ جب میں نے اس سوال کے مقصد اور غرض کے بارے میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کی غرض و غایت نہایت وہ ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر حسن بن علی علیہما السلام نے جن کی امامت کے تم دعویٰ دار ہو ان کی امامت میں قائم کی ہے تو غیبت کا معاملہ باطل ثابت ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً غیبت، عدم اور نیستی کا نام نہیں کبھی انسان ایک ایسی سرزمین کی طرف جاتا ہے جس سے وہ معروف اور مشہور ہے اور لوگ اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اس وقت دوسرے شہر اور سرزمین سے وہ غائب ہوتا ہے۔ اس طرح کبھی انسان ایک گروہ کی نظروں سے غائب ہوتا ہے لیکن دوسرے گروہ سے غائب نہیں ہوتا۔ اور

کبھی لپٹنے دشمنوں سے مخفی ہوتا ہے لپٹنے دوستوں سے نہیں ہوتا۔ پس کہا جاتا ہے کہ وہ غائب اور مستور اور روپوش ہے اور حضرت حجت کے بارے میں غائب جو کہا جاتا ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ لپٹنے دشمنوں سے اور لپٹنے ان دوستوں سے جو انکے راز کو چھپا کر رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے غائب ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ لپٹنے آباء طاہرین علیہم السلام کی طرح خاصہ اور عام اور لپٹنے دوستوں پر ظاہر نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ان کی موجودگی اور وجود اور ان کے امر و نہی کو نقل کرتے ہیں اور وہ ہمارے نزدیک وہ ایسے لوگ ہیں جن کے نقل سے حجت لازم قرار پاتی ہے جب کہ ان کی کثرت اور ان کے مقاصد کا مختلف ہونا اور ان کے خبر دینے سے قبول کرنا ضروری قرار پانے کی وجہ سے ہر قسم کا عذر منقطع ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے جیسا کہ آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کے بارے میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ ان کے مخالفین نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔ جس طرح مسلمانوں کے بیان کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دوسری نشانیاں سوائے قرآن کے ثابت ہو جاتی ہیں اگرچہ ان کے دشمن اہل کتاب، مجوس، زنادقہ اور دہریہ میں سے اس کی مخالفت کیوں نہ کریں اور ان نشانیوں کا انکار کیوں نہ کریں۔ اور یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو تم جیسے آدمی پر مشتبہ ہو جائے جبکہ میں تمہارے غور و فکر کی خوبی کو جانتا ہوں۔

لیکن ان کا یہ کہنا کہ جب وہ ظہور کریں گے تو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ وہی محمد بن الحسن بن علی علیہم السلام ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل ان کے دوستوں کے بیان کرنے سے ممکن ہوگا جن کے بیان کرنے سے حجت واجب ہو جاتی ہے جس طرح آپ کی امامت انہی لوگوں کے بیان کرنے کی بناء پر ہمارے نزدیک ثابت ہو چکی ہے۔

ایک اور جواب یہ ہے؟ ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ ایک معجزہ ظاہر کریں جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ وہی ہیں اور یہ دوسرا جواب ہی وہ چیز ہے جس پر ہم اعتماد کرتے ہیں اور لپٹنے مخالفین کو جواب کی صورت میں پیش کرتے ہیں اگرچہ پہلا جواب ہی صحیح ہے۔ لیکن متعزلہ کا یہ قول کہ پس کیوں شوریٰ کے دن علی ابن ابی طالب نے لپٹنے مخالفین کے سامنے معجزہ دکھا کر دلیل قائم نہیں کی۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یقیناً انبیاء اور خدا کی جنتیں علیہم السلام دلائل اور براہین میں سے صرف اسی کو ظاہر کرتے ہیں جو اللہ عوجل کے حکم کے مطابق ہو اور جس کو اللہ لپٹنے بندوں کیلئے مفید اور مصلحت آمیز قرار دے۔ پس اگر دلیل اور حجت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور نص سے ان کے بارے میں ثابت ہو جائے تو اس صورت میں وہ معجزات دکھانے سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔ ہاں اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یقیناً معجزوں کا دکھانا اس وقت اور اس صورت حال میں زیادہ بہتر تھا تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے تمہاری اس بات کے درست ہونے پر دلیل کیا ہے اور یہ بھی کہ مخالف اس بات کا بھی منکر نہ ہوگا کہ ان کا معجزہ دکھانا شاید قرین مصلحت نہ ہو اور یہ کہ اللہ عوجل اگر ان کے ہاتھوں کوئی معجزہ اس وقت دکھا دے تو وہ اس کے بعد زیادہ کفر کے مرتکب ہو جائیں گے اور ان کے خلاف جادو اور ٹونے کا الزام لگائیں گے۔ اور جب یہ بات قرین امکان ہو تو یہ بات

مت نہیں ہوتی کہ اس وقت معجزہ دکھانا بہتر تھا۔

اور اگر معتزلہ یہ کہے "ہیں تم کس بنا پر یہ سمجھتے ہو کہ جن کیلئے تم امامت کے دعویدار ہو انہیں خود کو حسن علی علیہما السلام کے فرزند ثابت کرنے کیلئے معجزہ قائم کرنا بہتر ہے۔ ہم ان سے کہیں گے ہم تو یقین نہیں رکھتے کہ اس حالت میں معجزہ دکھانا ضروری ہے بلکہ ہم اس کو امکانی صورت سمجھتے ہیں۔ مگر یہ کہ معجزے کے علاوہ کوئی اور دلیل موجود نہ ہو تو اس صورت میں حجت کے اثبات کے لئے اس کا ہونا ناگزیر ہے۔ اور جب یہ ناگزیر ہو تو معلوم ہوا کہ یہ ضروری اور واجب ہے اور جب معلوم ہوا کہ واجب ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بہتر اور مصطحت کی بنا پر ہے نہ کہ فساد و خرابی کی بنا پر۔ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے کبھی معجزات دکھائے ہیں اور کبھی نہیں۔ انہیں ہر روز ہر وقت ہر لمحہ اور ہر آن اور ہر اس شخص کے سامنے جو ان سے دلیل مانگتا ہو تاکہ اسلام میں وارد ہو جائے نہیں دکھایا ہے بلکہ کبھی دکھایا اور کبھی نہیں اس وجہ سے کہ جسے اللہ عوجل بہتر سمجھتا تھا۔ اور اللہ عوجل نے مشرکین کے بارے میں حکایت کی ہے کہ انہوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ آسمان کی طرف پرواز کریں اور آسمان کو ان پر نکلے کر کے گرا دیں یا ان پر ایسی کتاب نازل کریں جس کو وہ پڑھیں وغیرہ جو آیت میں مذکور ہے۔ پس آپ نے ان میں کوئی بھی کام انجام نہیں دیا۔ اور آپ سے سوال کیا کہ وہ قصی بن کلاب کو ان کے لئے زندہ کر دیں اور ان کے شہر سے تہامہ کی پہاڑیوں کو دور کر دیں پس آپ نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا۔ مگر چہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے علاوہ دیگر معجزات لوگوں کے لئے ظاہر کئے۔ اور بالکل ایسا ہی ہے اس معاملہ جو معتزلہ نے پوچھا ہے۔ اور ان سے کہا جانے گا جیسا کہ انہوں نے ہم سے کہا ہے یہ کہ ہم نے واضح ترین دلائل بھی پیش کئے ہیں اور روشن ترین دلائل بھی جن کے سلسلے میں معجزات کی تکرار اور دلیلوں کی کثرت سے مدد لی گئی ہے۔ لیکن معتزلہ کا یہ قول کہ اس دلیل میں اس بات سے مدد لی گئی ہے جس میں تاویل کا احتمال ہے۔ پس کہا جائے گا ہمارے نزدیک شوری والوں کے سامنے جو دلیل قائم کی گئی ہے وہ نہیں مگر نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ نص میں آیا تھا اسی کی مدد سے کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ سرداران ایسے نہیں تھے جو حقیقت سے ناواقف ہوں اور ان کو ہم دوسروں یعنی تابعین کے ساتھ ایک صف میں نہیں رکھ سکتے۔ اب ہم اسی بات کو معتزلہ کی طرف پلٹائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ عوجل نے انبیاء میں جن کو مبعوث فرمایا ہے اس تعداد کے کئی گنا کیوں مبعوث نہیں کئے اور کیوں ہر گاؤں میں اور ہر زمانہ میں ایک یا ایک سے زیادہ نبی مبعوث نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے اور کیوں قرآن کے معانی کو بیان اور واضح نہیں کیا تاکہ اس میں کوئی شک کرنے والا شک نہ کرے اور کہیں اس کو اس طرح چھوڑا کہ اس میں تاویل کا امکان باقی رہا۔ اور یہ مسائل ایسے ہیں جن کا جواب دینا ان پر ضروری ہے۔

یہاں تک ابن جعفر بن قتبہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تھا۔

زیدیہ فرقہ کے رد میں مشائخ میں سے ایک کا کلام

ان کے علاوہ فرقہ امامیہ کے بزرگ متعلمین میں سے ایک نے کہا ہے: ہمارے اکثر مخالفین اس موضوع میں ہم سے ایسے مسائل کے بارے میں سوال کرتے ہیں درحالیکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لیں کہ صاحب الزماں علیہ السلام کی غیبت کا قائل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ ہم ان کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کے قائل ہو جائیں اور آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کا قائل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور ان کی امامت اور پیشوائی کو مان لیں۔ کیونکہ یہ ایک شرع سے متعلق موضوع ہے اور یہ خالص عقلی موضوع نہیں ہے اور شرعی معاملات میں گفتگو کتاب اور سنت پر مبنی ہونی چاہیے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے

فان تنازعتم فی شئی فردوا الی اللہ و الرسول۔ (سورۃ نساء آیت ۵۹)۔ اگر تم کسی چیز میں (یعنی شریعت میں) اختلافات اور جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو۔

پس جب بھی کتاب و سنت اور عقلی دلیل ایک بات کی درستگی کی گواہی دیں تو اس صورت میں ہماری بات پسندیدہ ہوگی۔ اور ہم کہتے ہیں کہ زیدیہ اور امامیہ کے تمام گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت اور اہلبیت اور یہ دونوں میرے بعد میرے جانشین ہوں گے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے اور فریقین نے اس حدیث کو صحیح اور درست قبول کیا ہے۔ اس بناء پر یہ مانتا ضروری ہے کہ کتاب کے ساتھ عترت میں سے ایک ایسا فرد ہو جو تزیل اور تاویل کے بارے میں علم یقین رکھتا ہو اور اللہ عزوجل کی مراد سے لوگوں کو باخبر کرتا ہو۔ جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی معافی اور مراد سے باخبر کرتے تھے۔ اور اس کی معرفت اس طریقہ سے نہ ہو کہ وہ تاویل کتاب استنباط اور استخراج کے ذریعے کرے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت نہ استخراج سے تھی نہ استنباط سے اور نہ استدلال سے نہ ہی اس بناء پر جس پر لغت اور زبان یا لوگوں کے درمیان گفتگو اور بات چیت کے اصول جاری ہیں بلکہ وہ اس طرح مراد خدا بتا دیتے تھے اور اللہ کی جانب سے بیان فرماتے تھے کہ آپ کے ارشاد کے ساتھ ہی لوگوں پر حجت لازم ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ضروری ہے کہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب سے معرفت یقین اور بصیرت کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اللہ عزوجل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **قل هذا سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی**۔ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۸)۔ اور کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے اللہ کی

طرف دعوت دیتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ میں اور جو سیری پیروی کرنے والے ہیں۔

پس ان کے پیروکار ان کے خاندان اور ذریت اور عقرت میں سے ہیں اور یہ وہی ہیں جو اللہ عوجل کی جانب سے یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ اس کی کتاب سے اس کی مراد بیان کریں گے اور جب اللہ عوجل کی طرف سے اس کی مراد کی خبر دینے والا ظاہر اور آشکار نہ ہو تو ہم پر واجب ہوگا کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ کتاب کبھی بھی اس حال سے خالی نہیں ہوگی کہ عقرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک ہستی سے وابستہ ہوگی جو تاویل و تنزیل کی معرفت رکھتی ہو۔ کیونکہ حدیث اس بات کو ضروری اور لازم قرار دیتی ہے۔

علماء امامیہ نے کہا ہے " اللہ عوجل نے کہا ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضها من بعض " (سورۃ آل عمران آیت ۳۳) "بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو عالمین پر منتخب کیا ہے بعض کی اولاد کو بعض سے ہو۔"

پس اس آیت میں عمومیت کی بناء پر لازم قرار پاتا ہے کہ آل ابراہیم میں سے اب تک اور ہمیشہ کے لئے ایک منتخب اور برگزیدہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ عوجل نے لوگوں کو اپنی اس کتاب میں دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک صنف کو برگزیدہ قرار دیا ہے ان میں انبیاء، رسولوں اور خلفاء علیہم السلام ہیں اور ایک صنف وہ ہے جس کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس جب تک زمین پر ایسے لوگ ہوں جنہیں مدبر راہنمائی کرنے والے تعلیم دینے والے اور سدھارنے والے کی ضرورت ہوگی اس وقت تک ان کے مقابلہ میں آل ابراہیم میں سے ایک برگزیدہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ آل ابراہیم سے بعض اولاد بعض پر برگزیدہ ہو جیسا کہ اللہ عوجل کا ارشاد ہے " ذریۃ بعضها من بعض " اور یہ بات درست اور ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین اور حسن و حسین صلوات اللہ علیہم آل ابراہیم میں سے برگزیدہ تھے۔ اس آیت کی بناء پر حسین علیہ السلام کے بعد برگزیدہ ہستی کا ان کی ذریت میں سے ہونا ضروری ہے۔ اور اگر یہ ان کی ذریت میں سے نہ ہو تو اس صورت میں ذریۃ بعضها من بعض صادق نہیں آئے گا اور یہ کہ ان میں سے کسی کے بطن سے نہ ہو۔ اور امامت امام حسن علیہ السلام سے ان کے بھائی حسین علیہ السلام کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ پس اس بناء پر انہی کی ذریت اور صلب میں سے ان کے جانشین کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہی اس آیت کے معنی ہیں ذریۃ بعضها من بعض واللہ سمیع علیم پس یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ اور دلالت کر رہی ہے جس کی طرف سنت اور حدیث نے دلالت کی ہے۔

”عترت میں سے امام غائب کے وجود پر استدلال جو ظاہر ہوگا

اور زمین کو عدل سے بھر دے گا“

بعض علماء امامیہ نے کہا ہے ہم پر اور ہر اس عاقل پر جو اللہ اور اس کے رسول، قرآن اور تمام انبیاء جو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آئے ہیں پر ایمان رکھنا لازم اور واجب ہے کہ وہ گزشتہ امتوں اور گزری ہوئی صدیوں کے بارے میں غور و فکر کرے۔ جب ہم اس بارے میں غور کرتے ہیں تو رسولوں اور گزشتہ امتوں کے حالات کو اپنے زمانے کی امت کی تشبیہ پاتے ہیں۔ اور وجہ شبہت یہ کہ ہر دین کی شان و شوکت اور قوت اپنے انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں اس بات پر موقوف تھی کہ جب بھی امتیں ان رسولوں پر ایمان لائیں اور اس کے زمانے اور عصر میں پیروکاروں کی کثرت ہوئی۔ پس کوئی ایسی امت اپنے رسول کی اطاعت گزاری میں اس امت سے آگے نہیں تھی البتہ یہ اس کے بعد کہ جب اس امت کے رسول کا معاملہ مضبوط اور مستحکم ہوا کیونکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو انبیاء مرکز کی حیثیت رکھتے تھے جیسے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یہ وہی رسول ہیں جن کے آثار اور ان کی خبریں اور باتیں امتوں کے پاس موجود ہیں اور ہم نے دیکھا ان امتوں کی حالت کو کہ ان اریان سے متمسک رہنے والوں کے اندر اپنے دین کے معاملے میں سستی آگئی کیونکہ انہوں نے بہت سی ایسی چیزوں کو چھوڑ دیا جن کی حفاظت کرنا اور ان پر پابند رہنا ان کے رسولوں کے دور میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان پر واجب قرار پایا تھا۔ چنانچہ اللہ عوجل کا بھی ارشاد ہے۔ **قد جاءکم رسولنا یبیین لکم کثیراً مماکنتم تخفون من الکتاب ویعفو عن کثیر**۔ (سورۃ مائدہ آیت ۱۵) اور تحقیق آیا ہے ہمارے پاس ہمارا رسول جو بیان کرتا ہے تم پر بہت سی ایسی چیزوں کو جسے کتاب میں سے تم چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے عفو اور درگزر کرتا ہے۔ اللہ عوجل نے ان امتوں کی حالت کو یوں ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ **فخلف من بعدہم خلف اضا عوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوت فسوف یلقون غیاباً**۔ (سورۃ مریم آیت ۵۹) پھر ان کے بعد کچھ تاخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور اپنی شہوتوں کی پیروی کرنے لگے پس جلد ہی یہ لوگ اپنی گمراہی کے خمیازے پائیں گے۔

اور اللہ عوجل نے اس امت کے بارے میں فرمایا۔ **ولا یكونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الا مدفقست قلوبہم**۔ (سورۃ حدید آیت ۱۶) اور وہ ان لوگوں کے سے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی تو جب ایک زمانہ طویل پکڑا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

اور روایت میں ہے کہ: یقیناً لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں ان کے درمیان اسلام میں سے سوائے

اس کے نام کے کچھ نہیں باقی رہے گا اور قرآن میں سے سوائے اس کے اسم اور نقش و نگار کے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اسلام اجنبی اور غریب شروع ہوا ہے اور غریب ہی واپس پلٹے گا۔ پس خوشحال ہو ان غریبوں کا۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ان امتوں کے واسطے ایک رسول بھیجتا تھا تاکہ دین کے آداب و رسوم میں سے جو کچھ مٹ گیا ہو اس کو دوبارہ زندہ کر دے اور پوری امت اس بات پر اتفاق رائے رکھتی ہے سوائے ایک گروہ کے جن کی مخالفت قابل انتہا توجہ نہیں ہے اور عقلی دلیلوں نے بھی دلالت کی ہے کہ اللہ عروجہل نے انبیاء اور رسولوں کا اختتام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کر دیا پس ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور ہم نے دیکھا اس امت کی حالت کو کہ وہ باطل کے لئے حق پر بلندی چاہتے ہیں اور گمراہی کے لئے حق پر غلبہ چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس گمان اور تجسس میں پڑ گئے کہ آج کا دور اور زمانہ کفر کا دور ہے نہ کہ اسلام کا۔ پھر اس کے بعد شریعت اسلام کے اصولوں میں سے جو ناگفتہ بہ حالت امامت پر گذری دوسری چیزوں پر نہیں گذری ہے۔ کیونکہ یہ امت کہنے لگی کہ: شہادت اور قتل حسین علیہ السلام کے بعد ان کی قیادت کرنے کے لئے کوئی بھی امام عادل نہیں آیا نہ بنی امیہ میں سے اور نہ بنی عباس میں سے جن کے احکام اکثر خلق خدا پر نافذ کئے جاتے تھے۔ اور ہم، زید یہ اور عام معتزلہ اور اکثر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ: یقیناً امام سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا جس کا ظاہر عدل اور انصاف کا مظہر ہو۔ اور امت کی حالت یہ تھی کہ وہ ظالم اور جابر لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی جو ان کے اموال اور ان کی جان کے بارے میں حکم خدا سے ہٹ کر اپنے احکامات جاری کرتے تھے اور یوں فتنہ و فساد پرور لوگ اہل حق پر غالب آئے اور لوگوں میں یگانگت اور ایک ہی قول پر اتفاق کرنا معدوم ہوا پھر ہم نے دیکھا کہ امت کے مختلف طبقات اور گروہ سب کے سب ایک دوسرے کو کافر قرار دینے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرنے لگے۔

پھر ہم نے رسول کی احادیث میں غور کیا تو دیکھا کہ ان میں یہ بات بھی وارد ہوئی ہے کہ بہ تحقیق زمین قسط و عدل سے پر ہو جائے گی جس طرح ظلم و جور سے پر ہو گئی ہوگی اور یہ آپ کی عمرت میں سے ایک رجل اور مرد کے ذریعہ ہوگا۔ پس یہ حدیث ہمیں اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ اس امت پر قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین عدل و انصاف سے بھر نہ جائے۔ چونکہ یہ دین جس میں نسخ اور تبدیلی ممکن نہیں ہے اس کا ایک ایسا ناصر اور مددگار ہوگا جس کی اللہ عروجہل تائید فرمائے گا جس طرح اس نے انبیاء اور رسولوں کو جب شریعتوں کی تجدید اور ظالموں کے کرتوتوں کو زائل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو ان کی تائید کی تھی۔ اس بناء پر ان دلائل کا ہونا ضروری ہے جو اس عظیم کام کو انجام دینے کے بارے میں ہیں۔ ہم نے امت کے تمام مختلف اقوال کا علم حاصل کیا اور تمام فرقوں کے حالات کا کھوج لگایا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ حق ائمہ اثناعشر علیہم السلام کو ماننے والوں کے ساتھ ہے نہ کہ امت کے دوسرے فرقوں کے ساتھ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کا امام وہ ہے جو ان میں سے بارہواں ہے اور وہ وہی ہیں جن کے

بارے میں رسول خداؐ نے خبر دی اور ان پر نص قائم فرمائی۔ اور عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں ہم ان روایات کو بیان کریں گے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ائمہ علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں مروی ہیں اور یہ کہ وہ بارہ ہیں اور بارہویں امام قائم پر آپ کی طرف سے نص ہے۔ اور ایسی روایات بھی جو آپ کے ظہور اور قیام بالسیف سے پہلے آپ کی غیبت سے متعلق ہیں۔

زیدیہ فرقہ کا پہلا اعتراض

بعض زیدیہ کا کہنا ہے کہ: وہ روایت جو اماموں کی تعداد کو بارہ بتاتی ہیں وہ ایک ایسی بات ہے جسے کچھ عرصہ پہلے امامیہ فرقے کے لوگوں نے گھڑ لیا ہے اور جھوٹی احادیث پیدا کی ہیں۔

ہم کہتے ہیں۔ اور توفیق صرف خدا سے ہے۔ یقیناً اس موضوع پر اخبار اور روایات بہت زیادہ ہیں اور اس سلسلے میں ہماری جگہ گاہ اور اعتماد احادیث کو نقل کرنے والوں پر ہے۔ اور تحقیق ہمارے مخالفین میں سے جو حدیث بیان کرنے والے ہیں انہوں نے بھی اس سلسلے میں استفاضہ کی حد تک روایات نقل کی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود کی احادیث میں سے ایک جسے بیان کیا ہے ہم سے احمد بن الحسن القطان معروف بہ ابی علی بن عبد ربہ الرازی اور وہ اصحاب حدیث کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں انہوں نے کہا: بیان کیا ہم سے ابو یزید محمد بن یحییٰ بن خلف بن یزید المروزی نے شہرے میں ۳۰۲ھ کے ماہ ربیع الاول میں اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے جو ۲۳۸ھ میں تھے اور اسحاق بن راہویہ کے نام سے مشہور تھے انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ سے انہوں نے حشام سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے شعبی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے اور اپنے مصاحف (قرآن) کے غلطیوں سے پاک ہونے کے بارے میں تصدیق کے لئے ان کے سامنے پیش کر رہے تھے اس دوران ایک جوان نے پوچھا: تمہارے نبیؐ نے تمہیں یہ بات بتائی ہے کہ اس کے بعد اس کے کتنے جانشین ہوں گے۔ اس نے کہا: تم تو بالکل کم عمر ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے بارے میں تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا ہے، اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ہاں ہمارے نبیؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ تحقیق ان کے بعد ان کے بارہ جانشین ہوں گے اور یہ تعداد بنی اسرائیل کے تقابلاً کے برابر ہوگی۔ اس حدیث کی بعض اسناد کو ہم نے اس کتاب میں اور بعض دیگر کو ہماری دوسری کتاب بنام "النص علی الائمہ الاثنا عشر علیہم السلام بالامامیہ" میں بیان کیا ہے اس طرح ہمارے مخالفین میں سے بعض اصحاب حدیث نے ظہور والی روایات استفاضہ کی حد تک نقل کی ہیں ان میں سے جابر بن سمرہ کی روایت جسے ہم سے بیان کیا ہے احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری نے اور وہ اصحاب حدیث میں سے تھے انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا ابو بکر بن ابی داؤد نے روایت کرتے ہوئے اسحاق بن ابراہیم بن شاذان سے انہوں نے الولید بن حشام سے انہوں نے محمد بن ذکوان سے انہوں نے

کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے جابر بن سمرہ
 ولسوائی سے انہوں نے کہا: ہم نبی خدا کے حضور شرفیاب تھے۔ آپ نے فرمایا: اس امت کی سرپرستی بارہ کریں گے۔
 انہوں نے کہا: پس لوگوں کا شور و غل بلند ہوا تو اس کے بعد مجھے کچھ سنائی نہیں دیا۔ میں نے اپنے والد سے کہا جو مجھ
 سے زیادہ رسول خدا سے نزدیک تھے کہ رسول اللہ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا آپ نے فرمایا: سب کے سب قریش سے
 ہونگے اور سب ایسے ہوں گے جن کی مثل دیکھی نہیں جائے گی۔

اور میں نے اس حدیث کے مختلف اسناد کو بھی ذکر کیا ہے بعض نے روایت کی ہے: بارہ امیر ہونگے۔ اور بعض
 نے روایت کی ہے کہ بارہ جانشین ہونگے۔ پس یہ دلالت کرتی ہے کہ جو روایات امامیہ کے پاس ہیں جو نبی خدا اور ائمہ
 سے ائمہ اثنی عشر کے بارے میں ہیں وہ صحیح روایات ہیں۔

زید یہ کہتے ہیں: اگر رسول خدا نے اپنی امت کو بارہ اماموں کے نام پہنوائے ہیں تو کیوں یہ امت ان سے ہٹ
 کر ادھر ادھر چلی گئی اور اس عظیم پامالی اور انحراف کا شکار ہو گئی۔ ہم ان سے کہیں گے: تم لوگ یہ کہتے ہو کہ رسول
 نے علی کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے بعد آپ کو امام قرار دیا ان پر نص کیا اور ان کی طرف اشارہ کیا اور ان کے امر کو
 واضح اور روشن کر دیا اور انہیں معروف و مشہور کر دیا۔ اور اس امت کو کیا ہو گیا تھا جو علی سے منہ موڑ گئی اور ان سے
 دور ہو گئی یہاں تک کہ آپ مدینہ سے یثرب (بعض نسخوں میں یثرب) کی طرف نکلے اور ان کے اوپر وہ کچھ گزرا جو گزر گیا۔
 اور اگر تم یہ کہو گے کہ علی کو رسول اللہ نے جانشین نہیں بنایا ہے تو ہم کہیں گے کہ تم کیوں اس کو اپنی کتابوں میں
 لکھ چکے ہو اور اس کے بارے میں گفتگو کر رہے ہو، لوگ حق سے پھر جاتے ہیں اگرچہ حق واضح اور روشن کیوں نہ ہو اور
 بیان سے منہ پھیر لیتے ہیں اگرچہ مفصل اور شرح کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ لوگ توحید سے الحاد کی طرف جاتے
 ہیں اور اللہ عزوجل کے اس قول سے کہ: لیس کمثلہ شیء۔ نہیں ہے اس جیسا کوئی۔ اللہ کے لئے شبیہ اور مثل
 کے قائل ہونگے ہیں۔

زید یہ فرقہ کا دوسرا اعتراض

اور ان دلائل میں سے جو امامیہ کے دعویٰ کو جھٹلاتے ہیں یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ (امام) جعفر صادق
 نے اسماعیل پر نص کی اور ان کی طرف ان کی زندگی میں امام ہونے کا اشارہ کیا پھر اس کے بعد اسماعیل ان کی زندگی
 میں ہی چل بسے پس انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی شے میں بدل نہیں کیا جیسا کہ میرے فرزند اسماعیل کے بارے
 میں کیا۔ پس اگر امام کے بارے ہونے کی روایت صحیح ہوتی تو کم سے کم جعفر بن محمد اس سے واقف ہوتے اور اپنے پیرو
 کاروں میں سے خاص خاص کو بتا دیتے تاکہ نہ وہ غلطی کریں نہ یہ لوگ اس عظیم غلطی کے مرتکب ہوں۔

اس کے جواب میں ہم نے ان سے کہا: تم لوگ کس بنیاد پر یہ کہتے ہو کہ جعفر بن محمد نے اسماعیل کی امامت پر نص کیا ہے۔ اور یہ کیسی روایت ہے۔ اور کس نے اس کو نقل کیا ہے اور کس نے اس کو مان لیا ہے؟ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسی حکایت اور داستان تھی جسے اس گروہ نے گھڑ لیا جو اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں۔ اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ ائمہ اشعاشر کے بارے میں جو روایات ہیں وہ خاص و عام (شیعہ اور سنی) دونوں نے نبی اور ائمہ سے نقل کی ہیں۔ اور جو کچھ اس بارے میں ان سے منقول اور مروی ہیں ان کو میں نے اس کتاب میں نقل کیا ہے۔ لیکن آپ کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی چیز میں بداء نہیں کیا جس طرح میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں کیا" پس اس کا معنی یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں: کہ امر خدا میں سے کوئی ایسا امر مجھ پر ظاہر اور منکشف نہیں ہوا جس طرح میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا کہ اسے میری ہی زندگی میں موت دے دی تاکہ اس سے یہ معلوم رہے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہے۔ اور ہمارے عقیدے کی بنا پر جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ عوجل کے لئے آج ایک ایسی چیز منکشف اور معلوم ہو جائے جس کو وہ گزشتہ کل نہیں جانتا تھا تو وہ کافر ہے اور اس سے بیزاری اور برائت کرنا واجب ہے جیسا کہ امام جعفر صادق سے مروی ہے۔

ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے محمد بن یحییٰ العطار سے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عبد اللہ الرازی نے حسن بن الحسن بن لوی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار سے انہوں نے ابی بصیر اور سماء سے انہوں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق سے آپ نے فرمایا: جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ کے لئے آج کوئی چیز کشف ہو جاتی ہے جس کو وہ گزشتہ کل نہیں جانتا تھا تو اس سے بیزاری اور برائت کرو۔

لیکن وہ بداء جو امامیہ کی طرف منسوب ہے اس پر عقیدہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا امر ہم سے پوشیدہ تھا جو ظاہر ہوا۔ عرب یہ کہتے ہیں "بدالی شخص" مجھ پر ایک شخص ظاہر ہوا "لابداندامة" اس نے کوئی پشیمانی کا اظہار نہیں کیا۔ اور خدا کی ذات اس سے بہت ہی بلند و برتر ہے۔

اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ امام جعفر صادق اسماعیل کی امامت پر نص قائم کریں جبکہ آپ اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ گنہگار ہے۔ مجھ سے شبہت رکھتا ہے اور نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی ایک کے ساتھ شبہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکل نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ العطار نے نقل کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حسن بن راشد سے انہوں نے کہا: میں نے ابا عبد اللہ امام جعفر صادق سے اسماعیل کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا:

معصیت کار ہے نہ مجھ سے شہادت رکھتا ہے نہ میرے آبا۔ طاہرین میں سے کسی کے ساتھ شہادت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا حسن بن احمد بن اوریس نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید اور برقی سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر نے انہوں نے حماد سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے انہوں نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق کی خدمت میں اسماعیل کا تذکرہ کیا: آپ نے فرمایا: خدا کی قسم نہ مجھ سے شہادت رکھتا ہے نہ میرے آبا۔ طاہرین میں سے کسی کے ساتھ شہادت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عبد الجبار سے انہوں نے ابن ابی نجران سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے ولید بن صبیح سے انہوں نے کہا: ایک مرد میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا: آؤ تاکہ مجھے رجل (امام) کا بیٹا دکھا دوں۔ وہ کہتا ہے: میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ کہتا ہے وہ مجھے ایک ایسی جماعت اور گروہ کے پاس لے کر آیا جو شراب پی رہے تھے ان میں اسماعیل بن جعفر بھی تھا۔ وہ کہتا ہے: میں وہاں سے منہم نکلا پس میں حجر اسود کے پاس آیا اتنے میں میں نے دیکھا اسماعیل بن جعفر کو جو خانہ خدا سے پلٹا ہوا تھا اور پردہ کعبہ اس کے آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ وہ کہتا ہے: پس میں وہاں نکلا تو اچانک دیکھا اسماعیل اسی گروہ شرابی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے میں واپس کعبہ کی طرف پلٹا تو دیکھا وہ پردہ خانہ خدا سے پلٹا ہوا ہے اور اس کے آنسوؤں سے وہ تر ہو چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تحقیق میرے بیٹے پر ایک ایسا شیطان مسلط ہوا ہے جو اس کی شکل میں آتا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ شیطان ہرگز کسی نبی یا نبی کے وصی کی شکل اپنا نہیں سکتا۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ آپ اس کی امامت پر نص کریں جبکہ اس کے متعلق آپ کا یہ صحیح ارشاد ہے۔

یہ فرقہ کا تیسرا اعتراض

زید یہ کہتے ہیں: کس دلیل سے تم اسماعیل کی امامت کو ٹھکراتے ہو اور فرقہ اسماعیلیہ جو اس کو امامت کا قائل ہے کے خلاف تمہارے دلیل اور حجت کیا ہے؟

ہم ان سے کہیں گے: اس کی امامت کے دعوے کو ہم ان روایات کے ذریعے ٹھکراتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ان روایات کے واسطے سے جو ائمہ اثنی عشر پر نص کی صورت میں وارد ہوئی ہیں اور ان روایات سے جو باپ کی زندگی ہی میں اس کی موت کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

وہ روایات جو ائمہ اثنی عشر پر بصورت نص وارد ہوئی ہیں ان کو ہم نے اسی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ وہ روایات جو باپ کی زندگی ہی میں مرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے جس کو مجھ سے بیان کیا

میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے فضالہ بن ایوب اور حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے سعید بن عبداللہ الاعرج سے انہوں نے کہا: ابو عبداللہ امام جعفر صادق نے فرمایا: جب اسماعیل مر گیا تو میں نے حکم دیا کہ اس کے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا جائے۔ پس میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصے کا بوسہ لیا۔ اس کے بعد اس کے اوپر کپڑا ڈالنے کا حکم دیا پھر میں نے کہا: اس کے چہرے پر سے کپڑا ہٹالو تو دوبارہ میں نے اس کی پیشانی، ٹھوڑی اور سینے کے اوپر والے حصے کا بوسہ لیا پھر میں نے حکم دیا کہ اس پر کپڑا ڈال دیا جائے۔ پھر میں نے حکم دیا تو اسے غسل دیا گیا پھر میں اس کی لاش پہ آیا جبکہ اس کی عکفین ہو چکی تھی پس میں نے کہا اس کے چہرے کو ظاہر کرو۔ پھر میں نے اس کی پیشانی، ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصے کو بوسہ دیا۔

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے: اس حدیث میں کئی فوائد ہیں ایک تو یہ ہے کہ میت کی پیشانی، ٹھوڑی اور اس کے سینے کے اوپر کے حصے کا اسے غسل دینے سے پہلے اور بعد میں بوسہ لینا جائز ہے۔ مگر یہ کہ جس نے میت کو مس کیا اس کو غسل دینے سے پہلے جبکہ اس کا جسم گرم ہو تو اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہے اور اگر اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے کے بعد مس کرے تو اس پر غسل واجب ہے۔ اور اگر اس کو غسل کے بعد مس کرے تو اس پر کوئی غسل واجب نہیں ہے۔ پس اگر اس روایت میں یہ بات ہوتی کہ امام جعفر صادق نے اس کے بعد غسل کیا یا نہیں کیا تو ہمیں اس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ نے اسے غسل سے پہلے گرمی کی حالت میں مس کیا ہے یا ٹھنڈا ہونے کے بعد مس کیا۔

اس روایت کا ایک اور فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حکم دیا اس کو غسل دیا جائے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے اس کو غسل دیا اور اس حدیث میں وہ بات بھی ہے جو اسماعیل کی امامت کے غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چونکہ امام کو سوائے امام کوئی اور غسل نہیں دیتا جب وہ موجود ہوں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح اور یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے محمد بن شعیب سے انہوں نے ابی بکس سے وہ کہتے ہیں: میں اسماعیل کی موت کے وقت موجود تھا جبکہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق اس کے پاس تشریف فرما تھے جب اس کو موت آگئی تو آپ نے اس کے جہڑوں کو باندھ دیا اور ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو ڈھک دیا پھر اس کے بعد حکم دیا اس کو جہیز و عکفین کیا جائے۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو اس کے کفن کو لانے کا حکم دیا اور کفن کے کنارے پر یہ لکھا: اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ کوئی موجود نہیں سوائے اللہ کے۔

ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر عمیری نے روایت کرتے ہوئے

ابراہیم بن ہزیرا سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن ہزیرا سے انہوں نے محمد بن ابی حمزہ سے انہوں نے محمد بن خالد کے غلام مرہ سے نقل کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا: جب اسماعیل وفات پا گئے تو ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) قبر تک آئے اور آپ قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے، قبر کے اندر نہیں اترے پھر آپ نے فرمایا: اور ایسا ہی رسول اللہ نے اپنے فرزند ابراہیم کے ساتھ کیا تھا۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حسین بن عمر سے انہوں نے بنی ہاشم کے ایک مرد سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: جب اسماعیل مر گئے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) ہمارے ساتھ آئے اور جنازے کے آگے پارہنہ اور عبا کے بغیر چلنے لگے۔

ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے ابراہیم بن ہزیرا سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن ہزیرا سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے جریر سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) کے چچا زاد بھائی ارقط سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) اسماعیل کی قبض روح کے وقت اس کے پاس تھے جب ارقط نے آپ کی بے تابی کو دیکھا تو عرض کیا: اے ابا عبد اللہ یقیناً رسول اللہ بھی دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ آپ نے بے تابی چھوڑ دی اور اس کے بعد فرمایا: تم نے سچ ہی کہا آج میں جہارا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن حاشم اور محمد بن حسین بن ابی خطاب سے انہوں نے عمرو بن عثمان ثقفی سے انہوں نے ابی بکس سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: میں اسماعیل ابن ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) کی موت کے وقت حاضر تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ ابا عبد اللہ (امام جعفر صادق) سجدہ میں گئے اور در تک سجدہ کی حالت میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے سر اٹھایا اور کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے رہے۔ اور اس کے چہرے پر نظر ڈالے رکھی۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد آپ پھر سجدہ میں گئے اور اب یہ سجدہ پہلے والے سجدے سے زیادہ طویل تھا۔ پھر اس کے بعد اپنا سر اٹھایا اس وقت اس کو موت آگئی تھی تو آپ نے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور دونوں جبڑوں کو مضبوطی سے باندھا اور ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو ڈھک دیا پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میں نے ان کے چہرے پر ایک ایسا تاثر دیکھا جس کو اللہ ہی جانتا ہے یہ کیا تاثر تھا۔ راوی کہتا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں چلے گئے اور چند لمحے وہاں رکے اور پھر دوبارہ ہماری طرف اسی حالت میں آئے کہ آپ نے بالوں کو تیل لگایا ہوا تھا اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور آپ کے تن کے کپڑے بدلے ہوئے تھے اور آپ کے چہرے کا حال بھی ویسا نہیں تھا جیسا کمرے میں داخل ہوتے وقت تھا پھر آپ نے

اس کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں لوگوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اس کے کفن کو لانے کے لئے کہا اور اس کے کنارے پر عبارت لکھی: اسماعیل گوہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن یزید سے انہوں نے ابوالحسن ظریف بن ناصح سے انہوں نے حسن ابن زید سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ابو عبداللہ کی ایک بیٹی مرگئی تو آپ اس پر ایک سال تک نوحہ اور گریہ کرتے رہے پھر اس کے بعد ایک اور بیٹا مر گیا تو آپ اس پر بھی ایک سال تک نوحہ و گریہ کرتے رہے پھر اس کے بعد اسماعیل مر گئے تو آپ سخت غمگین اور بے تاب ہو گئے اس کے بعد گریہ و بکا بند کر دیا۔ راوی کہتا ہے: ابو عبداللہ سے پوچھا گیا: خدا آپ کی اصلاح فرمانے کیا آپ کے گھر میں اس طرح گریہ اور نوحہ برپا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ نے جب حمزہ اس دنیا سے چل بے تو فرمایا حمزہ پر رونا چاہیے کیونکہ ان پر گریہ کرنے والا کوئی نہیں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن شیل دقاق (آنا بیچنے والا) نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے محمد بن عبداللہ کوئی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: جب اسماعیل ابن ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) کی وفات ہوئی تو ابو عبداللہ سخت بے تاب اور غمگین ہو گئے۔ راوی کہتا ہے: پھر جب اس کی آنکھوں کو بند کر دیا اور ایک ایسی قمیض کو لپٹنے لئے منگوا دیا جو یا تو دھلی ہوئی تھی یا بالکل نئی تھی۔ پھر آپ نے اس کو زب تن کیا پھر آپ کمرے سے نکلے اور اسماعیل کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں ہدایت کرنے لگے۔ راوی کہتا ہے آپ کے بعض اصحاب نے آپ سے عرض کیا: ہم آپ پر فدا ہو جائیں جب سے ہم نے آپ کی بے تابی اور بے قراری کو دیکھا تو ہمارا گمان یہ تھا کہ آپ سے ایک عرصہ تک ہم استفادہ نہیں کر سکیں گے اور آپ حالت تعزیت میں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: ہم اہل بیت اس وقت تک جزع اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں جب تک کہ مصیبت نازل نہیں ہوتی اور جب مصیبت نازل ہو جاتی ہے تو صبر کر لیتے ہیں۔

ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد دقاق نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن عبداللہ کوئی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل برکی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسین بن بشیم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عباد بن یعقوب اسدی نے انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے عنبہ بن بجاہ عابد نے انہوں نے کہا جب اسماعیل بن جعفر بن محمد مر گئے اور ہم ان کے جنازے سے فارغ ہو گئے تو امام صادق جعفر بن محمد بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے لوگوں! یقیناً یہ دنیا فراق اور جدائی کا گھر ہے یہ ناہموار مکان ہے، ہموار نہیں، مانوس کی فرقت ایک ایسا سوز ہے جس کو دفع نہیں کیا جاسکتا اور ایک ایسی تیش غم ہے جس کو رد

نہیں کیا جاسکتا اور لوگ ایک دوسرے کی مصیبت میں حسن تعزیت اور صحیح تفکر کے سلسلے میں ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری رکھتے ہیں۔ پس جس شخص کو اپنے بھائی کے غم میں گریہ و زاری نہ کرنا پڑے اس سے پہلے موت کا مزہ چکھنے گا۔ اس کے بعد امام ابو خراش دوزلی کے اس شعر کو بیان فرمایا جو اس نے اپنے بھائی کے مرثیہ اور غم میں کہا:

ولا تحسبني افي تناسيت عهدا ولكن صبري يا امام جميل
اور یہ گمان نہ کرو کہ میں نے پیران برادری لیکن اے پہلے جانے والے میرا صبر جمیل ہے۔
کو فراموش کر دیا ہے۔

زیدیہ فرقہ کا چوتھا اعتراض

زیدیہ یہ کہتے ہیں: اگر اماموں کے بارہ ہونے کی روایت صحیح ہوتی تو لوگ امام جعفر صادق کی امامت میں شک نہ کرتے یہاں تک کہ شیعوں میں سے ایک گروہ عبداللہ کی امامت کا قائل ہو گیا اور کچھ اسماعیل کی امامت کے معتقد ہو گئے اور کچھ حیران و سرگرداں رہے۔ اور حالت یہاں تک پہنچی کہ شیعوں میں سے کچھ تو ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے عبداللہ بن امام صادق کا امتحان لیا اور جب انہوں نے اس میں وہ کچھ نہیں پایا جس کے وہ مستلشی تھے تو وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اب کہاں جائیں؟ مرجئہ کی طرف یا حروبیہ کی طرف اور موسیٰ بن جعفر نے یہ سن لیا تو آپ نے ان سے کہا: مرجئہ کی طرف جاؤ نہ قدریہ کی طرف اور نہ حروبیہ کی طرف بلکہ میری طرف آؤ۔ پس یہ دیکھو کہ کتنی باتوں کی وجہ سے اماموں کے بارہ ہونے کی روایت اور خبر باطل قرار پاتی ہے۔ ایک تو عبداللہ مسند امامت پر بیٹھا ہے اور دوسرا یہ کہ مرجئہ اس کی طرف رخ کرتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اس کے امتحان لینے کے بعد وہ حیرت اور سرگردانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور چوتھا یہ کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کا امام موسیٰ بن جعفر ہے اور حالت یہ ہے کہ (موسیٰ بن جعفر) مجبور ہو جاتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں۔ اور اس دوران ان کا فقیہ زرارة ابن اعین اس حالت میں مرجئہ ہے کہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ جبکہ اس کے سینے پر ایک مصحف بھی ہے: بارہا میں اس کی امامت کا قائل ہوں جس کی امامت اس مصحف سے ثابت ہے۔

ہم ان کے جواب میں کہیں گے۔ یقیناً یہ ساری باتیں گمراہ کن اور کذب آمیز ہیں اس لئے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ تمام شیعوں نے اس زمانہ میں بارہ اماموں کے اسماء مبارک سے پہچان لیا بلکہ ہم نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ آپ کے بعد امام بارہ ہونگے جو آپ کے جانشین ہونگے اور یہ کہ شیعہ علماء نے اس حدیث کو ان کے نام کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور اس سے انکار بھی نہیں کہ شیعوں میں ایک دو یا اس سے زیادہ افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے اس حدیث کو نہیں سنا ہے۔ لیکن زرارة ابن اعین کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ اس سے قبل وفات

پلگئے کہ وہ شخص آجاتا جو انہیں خبر سے آگاہ کر دیتا اور انہوں نے موسیٰ بن جعفر کی امامت پر نص کو نہیں سنا تھا۔ اور چونکہ خبر اور روایت ان تک پہنچی نہیں تھی اور یوں ان کا عذر قابل قبول تھا تو انہوں نے مصحف جو کہ قرآن ہے کو اپنے سینے پر رکھا اور کہا: بار اہلہا میں اس کی امامت کا قائل ہوں گا جس کی امامت یہ مصحف ثابت کر دے۔ اور کیا ایک محدث فقہیہ اس وقت جب اس پر امر مشتتبہ اور مورد اختلاف ہو تو اس کے علاوہ کچھ کرتا ہے جو زرارہ نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: زرارہ بالیقین امام موسیٰ بن جعفر اور ان کی امامت کے متعلق جانتے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو امام موسیٰ بن جعفر کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ آپ کی امامت کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں اس کا اظہار کریں یا اس کو پوشیدہ رکھنے کے لئے تقیہ کا طریقہ استعمال کریں؟ اور یہ بات زرارہ بن اعین کی شان پر منطبق اور ان کی معرفت کے مقام کے لئے قابل قبول ہے۔

ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر اہمدانی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا غلی بن ابراہیم بن حاشم نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ابراہیم بن محمد اہمدانی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا میں نے امام رضا سے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا! مجھے آگاہ کیجئے کیا زرارہ آپ کے والد بزرگوار کے حق امامت سے واقف تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں نے عرض کیا: پس کس لئے انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ امام صادق جعفر بن محمد نے کس کو اپنا وصی بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا یقیناً زرارہ میرے والد بزرگوار کے معاملہ سے اور میرے جد امجد کا میرے والد کی امامت پر نص اور واضح اشارہ کرنے کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ اور یہ کہ جب اس کے بیٹے نے دیر کر دی تو زرارہ سے درخواست کی گئی کہ وہ میرے والد کے بارے میں اپنی بات کا اظہار کریں۔ پس انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میرے والد کے حکم کے بغیر اس سلسلے میں سبقت کریں اس لئے مصحف کو اٹھایا اور کہا: بار اہلہا میرا امام جعفر بن محمد کے بیٹوں میں سے وہ ہے جس کی امامت کو یہ مصحف ثابت کر دے۔

اور یہ روایت جس کو زید نے بطور دلیل پیش کی ہے اس میں یہ بات نہیں ہے کہ زرارہ موسیٰ بن جعفر کی امامت سے بے خبر تھا بلکہ اس میں یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو بھیجا تاکہ وہ کسی بات کے بارے میں سوال کرے۔

ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے احمد بن حلال سے انہوں نے محمد بن عبداللہ بن زرارہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا: جب زرارہ نے اپنے بیٹے عبید کو مدینہ کی طرف بھیجا تاکہ خبر کے بارے میں سوال کرے اور یہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) کی وفات کے بعد ہے پس جب ان پر حالت شدید اور سخت ہو گئی تو انہوں نے مصحف کو اٹھایا اور کہا: جس کی امامت کو یہ مصحف ثابت کرے گا وہی میرا امام ہے اور یہ روایت اس بات کو لازم اور قطعی نہیں ٹھہراتی کہ

وہ معرفت نہیں رکھتے تھے۔ علاوہ برائیں اس روایت کا راوی احمد بن حلال ہے اور یہ شخص ہمارے مشائخ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

ہم سے بیان کیا ہمارے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے کہا انہوں نے کہا، میں نے سنا کہ سعد بن عبداللہ یہ کہہ رہے تھے کہ: ہم نے نہیں دیکھا نہ ہی سنا کہ کوئی شیعہ مذہب تشیع سے ناصیت کی طرف جاتے ہوئے احمد بن ہلال کے۔ اور ان لوگوں کا نظریہ ہے کہ جو روایت صرف اور صرف احمد بن ہلال سے ہی منقول ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ جان لیا ہے کہ بیشتر خدا اور ائمہ صلوات اللہ علیہم شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جس کے دین کو اللہ پسندیدہ قرار دے۔ اور جو امام کی امامت میں شک کرے وہ دین خدا کے علاوہ کسی اور دین پر ہے۔ اور یہ مروی اور مذکور ہے کہ امام موسیٰ بن جعفر قیامت کے دن اپنے پروردگار سے اس کو مانگیں گے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی الصہبان سے انہوں نے منصور بن العباس سے انہوں نے مروک بن عبید سے انہوں نے درست ابن ابی منصور واسطی سے انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر سے نقل کرتے ہوئے۔ راوی کہتا ہے آپ کے حضور میں زرارہ بن اعین کا ذکر آگیا۔ تو آپ نے فرمایا: واللہ میں قیامت کے دن اپنے پروردگار سے اس کو اپنے لئے مانگیں گا تو وہ اس کو مجھے عطا فرمائے گا، ہلاکت ہو تجھ پر یقیناً زرارہ بن اعین نے ہمارے دشمن سے خدا کی خاطر بغض و عداوت کی اور ہمارے دوستوں کو خدا کی خاطر چاہا اور ان سے محبت کی۔

ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن نے انہوں نے کہا، ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار دونوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابو العباس فضل بن عبدالملک سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا چار افراد میرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہیں خواہ زندہ ہوں یا مردہ۔ برید النعمانی اور زرارہ بن اعین اور محمد بن مسلم اور احوال (محمد بن نعمان بجلی مومن طاق) یہ میرے لئے لوگوں میں سب سے محبوب تر ہیں۔

پس امام صادق سے یہ ممکن نہیں کہ وہ زرارہ کے بارے میں یہ فرماتے کہ وہ لوگوں میں میرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہیں جبکہ وہ موسیٰ بن جعفر کی امامت کو نہیں جانتا ہو۔

زیدیہ فرقہ کا پانچواں اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں: یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ انبیاء کے قول میں سے ہو کہ امام بارہ ہیں۔ کیوں کہ اس امت پر خدا کی حجت قیامت کے دن تک باقی رہے گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ میں سے گیارہ تو گزر گئے اور وفات پا گئے درحالیکہ امامیہ کا یہ گمان اور عقیدہ ہے کہ زمین کبھی بھی حجت سے خالی نہیں رہتی۔

اس کے جواب میں کہا جائے گا: اماموں کی تعداد یقیناً بارہ ہے اور بارہویں امام ہی وہ ذات ہیں جو زمین کو قسط اور عدل سے بھر دیں گے اور پھر اس کے بعد وہ ہوگا جو وہ بتائیں گے کہ ان کے بعد کوئی اور امام ہوگا یا قیامت برپا ہوگی اور ہم اس بارے میں سوائے اس کے کوئی اور اقرار نہیں کرتے کہ امام بارہ ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو بارہواں امام بتائے گا وہی اس کے بعد ہو جائے گا۔

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابراہیم بن فہد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عقبہ سے انہوں نے حسین بن حسن سے انہوں نے اسماعیل بن عمر سے انہوں نے عمر بن موسیٰ و جیحی سے انہوں نے مہمال بن عمرو سے انہوں نے عبداللہ بن الحارث سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: میں نے علی علیہ السلام سے عرض کیا: یا امیرالمؤمنین مجھے خبر دیجئے ان واقعات کے بارے میں جو آپ کے قائم کے بعد ظاہر ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا: اے ابن حارث یہ ایسی بات ہے جس کا ذکر کرنا انہی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں سوائے حسن اور حسین کے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ الجلودی نے انہوں نے حسین بن معاذ سے انہوں نے قیس بن حفص سے انہوں نے یونس بن ارقم سے انہوں نے ابوستان شیبانی سے انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے انہوں نے نزال بن سبرہ سے انہوں نے امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے ایک ایسی حدیث میں جس میں دجال کے بارے میں ذکر ہے۔ اور اس کے آخر میں آپ فرماتے ہیں: مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ اس کے بعد کیا ہوگا کیونکہ میرے حسیب نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤں سوائے اپنی عمرت کے۔ نزال بن سبرہ نے کہا: میں نے حصصہ ابن صوحان سے کہا: امیرالمؤمنین نے اس قول سے کیا معنی مراد لئے ہیں؟ تو حصصہ نے کہا: اے ابن سبرہ بے شک وہ معنی جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم غناز پڑھیں گے وہ میری عمرت میں سے بارہویں ہونگے۔ حسین بن علی کے نوں فرزند ہونگے اور وہ ایسا سورج ہوگا جو اپنے مغرب سے طلوع کریگا۔ رکن اور مقام کے پاس ٹھہر فرمائے گا۔ پس وہ زمین کو پاک کرے گا اور میزان کو عدل و انصاف پر قائم کرے گا۔ پس کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہیں کرے گا۔ پھر امیرالمؤمنین نے یہ بتایا کہ آپ کے حسیب رسول خدا

نے ان سے عہد لیا ہے کہ آپ کے بعد رونما ہونے والے حوادث کے بارے میں کسی کو نہیں بتائیں گے سوائے آپکی عزت میں سے اماموں کو۔

اور زید سے کہا جائے گا: کیا رسول اللہ کو آپ کے اس ارشاد میں کہ "ائمہ بارہ ہیں" جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ رسول اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہی نہیں ہے تو ان سے کہا جائے گا: اگر تمہارے لئے یہ ممکن ہو کہ اس روایت کو تم اس کی شہرت اور استفاضہ اور فرقہ ہائے امامیہ کی طرف سے اس کو قبول کرنے کے باوجود ٹھکراؤ پس تمہارے لئے یہ انکار بھی ممکن نہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ: رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ: "من کنت مولا" حقیقت میں بھی آپ کا قول نہیں ہے۔

زید سے فرقہ کا چھٹنا اعتراض

زید سے کہتے ہیں: جب امام حسن بن علی (عسکری) کا انتقال ہوا تو امامیہ فرقہ میں اختلاف پڑ گیا۔ پس کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا بیٹا سات سال کا ہے اور ان میں سے کسی نے کہا کہ وہ بچہ تھے یا شیر خوار تھے اب بات جو بھی ہو مذکورہ حالات میں وہ امامت اور امت کی ریاست کرے اور یہ کہ وہ سرزمین خدا پر اس کا جانشین ہو اور اس کے بندوں پر اس کا قیم اور سرپرست ہو۔ اور جب مسلمانوں پر جنگ طاری ہو جائے تو ان کی پناہ گاہوں اور ان کے لشکر کا تدبیر کرنے والا ہو اور ان کی طرف سے جنگ کرنے والا ہو اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہو اور ان کے حریم کا دفاع کرنے والا ہو۔ ان باتوں کی صلاحیت سے وہ عاری ہے کیوں کہ ایک شیر خوار بچہ یا طفل ایسے امور کی انجام دہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ خواہ ماضی میں ہو یا حال میں معمولات میں سے نہیں ہے کہ دشمنوں کا مقابلہ بچوں کے ساتھ کیا جائے جو نہ سواری اچھی طرح کر سکتے ہیں نہ زمین پر ٹہر سکتے ہیں اور نہ لگام پکڑنے سے واقف ہیں نہ ہی تلوار کی پیٹی کو اٹھا سکتے ہیں نہ نیزہ چلانے پر قادر ہیں اور نہ جنگ کی گرماگرمی میں دشمنوں پر حملہ کرنا ان کے بس کی بات ہے۔ درحالیکہ امام کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور شجاع ہونا چاہیے۔

جواب

جس نے بھی یہ بات کہی ہے اس سے کہا جائے گا: تم لوگوں نے اللہ عوجل کی کتاب کو بھلا دیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو فرقہ امامیہ پر یہ الزام نہ لگاتے کہ وہ کتاب خدا کو یاد نہیں کرتے اور تم نے عیسیٰ کی کہانی کو فراموش کر دیا ہے۔ آپ گہوارہ میں تھے جب آپ نے یہ کہا تھا: انی عبداللہ آتانی الکتاب و جعلنی نبیا

و جعلنی مبارکاً این ماکننت۔ (سورۃ مریم آیت ۳۱/۳۰) بے شک میں بندہ خدا ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی قرار دیا ہے اور مجھے بابرکت قرار دیا ہے جہاں بھی ہوں۔

ہمیں جو اب دو اے اعتراض کرنے والے اگر بنی اسرائیل ان پر ایمان لے آتے اور دشمن کی طرف سے ان پر کوئی ناگوار حادثہ پیش آتا تو حضرت مسیحؑ اس موقع پر کیا کرتے۔ اور یہی بات حضرت یحییٰ کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایام طفولیت میں حکومت دے دی۔ اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کا انکار کر دیا اور جو شخص اپنے دشمن کو شکست دینے پر قادر نہ ہو مگر یہ کہ وہ کتاب خدا کا انکار کرے تو اس کے قول کا باطل ہونا بالکل آشکار اور واضح ہے۔

اور اس فصل کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ معاملہ جو انہوں نے بیان کیا ہے موجودہ زمانہ کے لوگوں کے ساتھ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ قانون طبیعت اور معمولات کو ختم کر دے گا اور ان کو ایک بالغ، کامل، شہسوار، شجاع اور پہلوان مرد کی صورت میں قرار دیگا جو دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ اسلام کی حفاظت کر سکے اور اسلام کی سرحدوں سے دشمنوں کو دور بھگا سکے۔ البتہ یہ جواب ابوالقاسم بلخی کے اعتراض پر بعض امامیہ نے دیا ہے۔

زیدیہ فرقہ کا ساتواں اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں: لوگ یقیناً اس مولود کے نسب کے سلسلے میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں کیونکہ لوگوں میں سے اکثر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ حسن بن علیؑ العسکریؑ کا کوئی زینہ فرزند تھا۔

انہیں یہ کہا جائے گا: بنی اسرائیل حضرت مسیحؑ کے بارے میں شک کر گئے اور حضرت مریمؑ پر الزام لگایا جو انہوں نے کہا ہے: اے مریم تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ پس حضرت مسیحؑ نے اپنی والدہ کی بے گناہی کے حق میں بات کی اور فرمایا یقیناً میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے۔ اور مجھے نبی قرار دیا ہے۔ پس اہل عقل پر یہ معلوم ہوا کہ اللہ عوجل رسالت کی ادائیگی اور پہنچانے کے لئے نہ مجہول النسب کو منتخب کرتا ہے نہ غیر صاحب عمت و کرامت کو۔ اسی طرح امام کا معاملہ ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو آپ کے ساتھ ناقابل تردید نشانیاں ہوں گی اور واضح دلائل ہوں گے جن سے یہ معلوم ہوگا یہ ذات وہی ہستی ہے یہ لوگوں سے مختلف ہیں اور یہی حسن بن علیؑ کے جانشین اور خلف ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ: اس پر کیا دلیل ہے کہ حسن بن علیؑ وفات پا گئے؟ ان سے کہا جائے گا: وہ روایات جو آپ کی وفات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ زیادہ واضح زیادہ مشہور اور زیادہ تعداد میں ہیں ان روایات سے جو ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی وفات کے بارے میں وارد ہوئی تھیں کیونکہ ابوالحسن (امام کاظم) علیہ السلام دشمنوں کے ہاتھوں وفات پا گئے اور ابو محمد الحسن بن علیؑ اپنے گھر میں اپنے بستر پر وفات پا گئے اور اس بارے میں وہ واقعات پیش آئے جو احادیث میں مذکور ہیں جن کو بطور سند میں نے اس کتاب میں پیش کیا ہے۔

ہیں اگر ان میں سے کوئی کہنے والا یہ کہے: کیا ہمیں امام حسن (عسکری) کی والدہ اور جعفر کی میراث کے سلسلے میں تنازعہ کرنے میں بات کی طرف راہنمائی نہیں کرتا کہ ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ کیونکہ ہم ان جیسی باتوں سے یہ جان لیتے ہیں جو شخص مر گیا ہے اس کی کوئی پشت نہیں ہے اور جب اس کا کوئی بیٹا ظاہر نہ ہو اور اس کی میراث اور وراثت دوسرے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے تو کیا سمجھ میں آتا ہے؟

تو اسے جواب دیا جائے گا: یہ حالت کثرت سے پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے انبیاء، رسولوں اور سفار کے بارے میں اللہ کی حکمت کبھی معمول کے مطابق ہوتی ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ معمول سے ہٹ کر یہ عمل انجام دیتا ہے۔ پس ان کے معاملہ کو ہر حالت میں عام حالات پر منطبق نہیں کیا جاسکتا جس طرح حضرت مسیح کے معاملے کو ہم ہر حالت پر نہیں پاتے۔

وہ بتا ہے: اگر یہ صحیح ہو کہ ان کی کوئی پشت کے ہونے کے بارے میں ہم گمان کریں تو کیوں یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہم ہر اس شخص کے ظاہری طور پر پشت ہونے کے بارے میں اس کا کوئی فرزند ہونے کا گمان کریں۔

اس سے کہا جائے گا: ہم اس بات میں شک نہیں کرتے کہ امام حسن عسکری کا ایک خلف اور پشت موجود ہے اور یہ حسن و حسین کے فرزندوں میں سے ان فضلا کی شہادت اور گواہی ہے جنہوں نے ان کے لئے فرزند ہونے کو ثابت کیا ہے۔ اور ساتھ ہی شیعوں میں سے بہت سے لوگ بھی شامل ہیں۔ کیونکہ وہ گواہی جس کا قبول کرنا ضروری ہے وہ وہی ہے جو کسی چیز کو ثابت کرتی ہو نہ کہ وہ گواہی جو کسی چیز کی نفی کرتی ہو چاہے نفی کرنے والوں کی تعداد ثابت کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور ہم نے دیکھا ہے اس موضوع کے لئے جیسا کہ گذر گیا ایک مثال اور وہ ہے حضرت موسیٰ کی داستان۔ کیونکہ جب اللہ سبحانہ نے بنی اسرائیل کو غلامی اور بندگی سے نجات دلانے کا ارادہ کیا اور اپنے دین کو ان کے ہاتھوں دوبارہ تروتازہ، تجدید اور زندہ کرنا چاہتا تھا ان کی ماں کو وحی کی فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من مرسلین (سورہ قصص آیت ۷) نہیں جب تم اس کے مستحق خوف کھاؤ تو اس کو دریا میں ڈالو اور اس سے نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ ہم بے شک اس کو تمہاری طرف نونانے والے ہیں اور اس کو مرسلین میں سے قرار دینے والے ہیں۔ اگر اس وقت ان کے والد عمران وفات پا جاتے تو ان کی میراث کا حکم اور صورت حال ویسی ہی ہوتی جیسے امام حسن عسکری کی میراث کی صورت حال اور حکم ہے اور اس میں کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں ملتا کہ ان کا کوئی فرزند نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہمارے مخالفین پر پوشیدہ رہی اس لئے انہوں نے کہا: موسیٰ تو اس وقت حجت خدا نہیں تھے جبکہ امامان نزدیک امام اس وقت حجت تھے اور ہم نے (امام کی) ولادت اور نبیت کو (موسیٰ کی) ولادت اور نبیت سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہ کی نبیت تو سب سے زیادہ عجیب ہے ان کے والد ان کے بارے میں بے خبر ہیں جبکہ ان کے درمیان جو فاصلہ تھا

وہ ایسا نہیں تھا کہ طے نہ کیا جاسکے اور یہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ عزوجل کی تدبیر اپنی مخلوقات اور بندوں کے بارے میں یہ تھی کہ ان کے بارے میں ان کے والد بے خبر رہیں۔ اور ان کے بھائیوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور وہ ان کو پہچان لیتے ہیں لیکن یہ لوگ انہیں نہیں پہچانتے۔

اور ہم نے آپ کی زندگی کے معاملہ کو اصحاب کہف کی داستان کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ یہ لوگ اپنے غار میں تیس سو سال اور مزید نو سال رہے جبکہ وہ سب زندہ رہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: یہ ایسے امور ہیں جو واقعہ تو ہوئے ہیں اور ہمارے پاس تمہاری باتوں کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تو ان سے کہا جائے گا کہ ہم نے ان مثالوں کے ذریعہ اپنے نظریات کو حدودِ محال اور عدم امکان سے نکال کر حد امکان میں داخل کر دیا اور ہم نے اپنے قول کی صحت پر دلائل قائم کئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتاب خدا کبھی بھی عترت رسول سے جدا نہیں ہے جو اس میں بیان شدہ حلال و حرام اور محکم و متشابہ کی پہچان کرائے بمعہ اس کے اس کتاب میں جو روایات ہم نے پیغمبر خدا اور ائمہ سے بمع ذکر سند مذکورہ کی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان سے تمسک کیوں کر ممکن ہے، جبکہ ہم نہ ان کی قیام گاہ سے واقف ہیں اور نہ ہی کوئی شخص اس بات پر قادر ہے کہ انہیں ہمارے سامنے لاسکے، تو اس سے کہا جائے گا کہ: ہم اس طرح ان سے تمسک کرتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ وہ موجود ہیں اور ان کی امامت برحق ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں سے تمسک کرتے ہیں جو شریف، نیک، فاضل اور سچے ہیں، آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی ولادت اور ولایت کے برحق ہونے کو ثابت کرتے ہیں یعنی شیعوں میں سے وہ لوگ جو نبی اور ائمہ کی جانب سے آپ کے نام گرامی اور نسب کے متعلق جو نصوص وارد ہوئے ہیں ان کی مکمل تصدیق کرتے ہیں۔ (اور یہ کہ) وہ کتاب (قرآن) و سنت کے عالم ہیں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا عرفان رکھتے ہیں اور محدثین کی طرف سے وارد شدہ مشتبہ احادیث کی نفی کرتے ہیں، قیاس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور نبی اور ائمہ کی طرف سے جو صحیح ارشادات وارد ہوئے ہیں ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے: اگر یہ صحیح ہو کہ ہم ان لوگوں سے تمسک کریں جن کے اوصاف آپ نے بیان کئے ہیں اور ہمارا یہ تمسک گویا امام غائب کے ساتھ تمسک شمار ہوگا نہیں کیوں جائز اور صحیح نہیں ہے کہ رسول خدا خود تو دنیا سے وفات پا جائیں لیکن اپنے پیچھے کسی کو جانشین نہ بنائیں، اور آپ کی امت عقلی، قرآنی اور سنت کے دلائل پر اکتفا کرے؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا: خداوند عزوجل کے انتخاب کے سلسلے میں ہمیں دخل اندازی کا حق نہیں ہے بلکہ ہمارے اوپر یہ فرض ہے کہ وہ جو کچھ ہمیں حکم دیں ہم اس پر عمل کریں اور دلیلوں نے یہ دلالت کی ہے کہ یہ گیارہ ائمہ علیہم السلام جو گزر گئے کی اطاعت فرض ہے۔ اگر وہ بیٹھ جائیں اور سکوت اور خاموشی اختیار کریں تو ہم پر خاموشی اختیار کرنا واجب ہے اور ان کے ساتھ قیام کرنا اور اللہ کھڑا ہونا واجب ہے جب وہ قیام کریں اور اٹھ کھڑے ہوں اور ان کے

کلام کو سنا ہے جب وہ نطق اور بیان کریں۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم ہر وقت و ہر لمحہ وہ کام کریں جن کی طرف دلائل ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔

زیدیہ فرقہ کا آٹھواں اعتراض

بعض زیدیہ نے کہا فرقہ واقفہ وغیرہ کو ہمارے اس دعوے پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام وفات پانگتے اور تمہیں یہ آگاہی عرف، عام حالات اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہو گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ عوجل نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں یہ بات بتا دی جہاں ارشاد فرمایا **وما قتلولا وما صلبولا ولكن شبه لهم**۔ (سورۃ نساء آیت ۱۵۷) اور انہوں نے نہ اس کو مارا نہ سولی چڑھایا بلکہ (یہودیوں کے لئے) ایک شخص کو ان کی شبیہ بنا دیا گیا۔ پس اس بناء پر اس گروہ نے مشاہدہ اور عام حالات کے بناء پر یہ دیکھا کہ حضرت عیسیٰ سولی پر چڑھائے گئے اور مقتول ہوئے پس اس بناء پر یہ بات جتنے ائمہ کی غیبت کے بارے میں بعض لوگوں نے کہی ہے وہ بری اور نامستول نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ان سے کہا جائے گا کہاں ائمہ علیہم السلام کی مثال حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں یہود نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ قتل کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد **وما قتلولا وما صلبولا ولكن شبه لهم** کے ذریعہ انہیں جھٹلا دیا کہ نہ مار ڈالا انہوں نے اس کو نہ ہی سولی پر چڑھایا بلکہ وہ اشتباہ میں پڑ گئے۔ اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی خبر وارد نہیں ہوئی ہے کہ وہ دوسروں پر مشتبہ ہو گئے۔ ہاں یہ بات غلو کرنے والے گروہوں میں سے ایک گروہ نے کہی تھی۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ **یقیناً ان کی یہ اس سے رنگین ہو جائے گی** یعنی ڈارھی سر کے خون سے رنگین ہو جائے گی۔ اور آپ کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام نے بھی آپ کی شہادت کی خبر دی ہے۔ اس طرح امام حسن و حسین کے بارے میں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے نقل کرتے ہوئے خبر دی کہ وہ دونوں عنقریب قتل کئے جائیں گے اور ان دونوں نے بھی اپنے بارے میں یہ خبر دی ہے اور یہ کہ یہ بات ان کے بارے میں سچ ہو کر رہے گی۔ اور ان دونوں کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام نے بھی یعنی علی بن الحسین زین العابدین سے لے کر حسن عسکری علیہم السلام تک پہلے والے نے اپنے بعد آنے والے کے اوپر گزرنے والی باتوں کی خبر دی ہے اور بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے والے پر گزرے ہوئے حالات کی خبر دی ہے۔ پس ائمہ علیہم السلام کی وفات کی خبر دینے والے خود پیغمبر خدا اور ائمہ علیہم السلام میں ایک کے بعد دوسرے نے پے در پے خبر دی ہے۔ اور قتل عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے

والے یہود تھے۔ پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ پر گزرے ہوئے حالات حقیقت اور صحت پر مبنی ہیں نہ کہ گمان اور شک و شبہ اور حیلہ پر۔ کیونکہ ان کی اپنی موت پر خبر دینے والوں سے جھوٹ ناممکن ہے کیونکہ یہ سب کے سب محصور ہیں جبکہ یہود سے جھوٹ کا صادر ہونا ممکن ہے۔

مخالفین کے شبہات اور اس کا ازالہ

ہمارے مخالفین کہتے ہیں دنیا میں مروجہ حالات اور مشاہدات، غیبت کے بارے میں ہمارے عقیدہ کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ ہم ان سے یہی بات کہیں گے:

برہنہ کے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور نبوت کے آثار کے بارے میں مسلمانوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم میں سے سب کے سب نے ان نشانیوں اور معجزات کو نہیں دیکھا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ تم اس کی پیروی کے مرتکب ہو رہے ہو جس کی تقلید اور پیروی تم پر واجب نہیں ہے یا تم ایک ایسی خبر اور بات پر ایمان لے آئے ہو جس سے قیامت کے دن تمہارا عذر خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس تعارض اور اشکال کی وجہ سے اکثر معتزلہ فرقے کے لوگ جیسا کہ ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن کے علاوہ کوئی اور معجزہ نہیں ہے۔ لیکن وہ شخص جو قرآن کے علاوہ آپ کے معجزات اور نبوت کی نشانیوں کے صحیح اور سچ ہونے کا اعتراف اور اقرار کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع کے بارے میں بات کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔ اور اس کے بعد بات کرے ان چیزوں کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں جن کی صحت اور درستی سے ہم بہت ہی کم روایت کرنے والوں کے ذریعے واقف ہوئے ہیں۔

انامیہ کہتے ہیں۔ اب ہم ان اخبار اور روایات کے صحیح ہونے کو ثابت کریں گے جو صرف ہمارے پاس ہیں اور ہمارے ائمہ علیہم السلام نے جن کا ذکر فرمایا ہے اور یہ دلالت کرتی ہیں کہ یہ چیز ممکن ہے اس وصف کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔ اور دلائل عقلیہ اور قرآنیہ اور وہ روایات جو اہلسنت کے راویوں کے نزدیک قابل قبول اور مقبول ہیں کی بناء پر ان کا ہونا صحیح اور درست ہے۔

اب مجادلہ کرنے والا یہ کہے گا کہ ہمارے مقابلے میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی روایت نقل کرتی جو اس روایت کے متضاد اور اس کو باطل قرار دینے والی ہو یا یہ دعویٰ کرتی ہو کہ ہمارا اول ہمارے آخر کی مانند نہیں ہے؟

تو اس سے کہا جائے گا۔ پھر تم نے برہنی کے اس قول کا انکار کیوں کیا جس نے تم سے کہا تھا کہ دنیا میں مروجہ

حالات اور مشاہدات اور قدرتی قوانین اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ ایک مسموم اور جلا ہوا ہاتھ بات چیت کر سکتا ہے اور کیونکر ممکن ہے کہ چاند کے ٹکڑے ہو جائیں اور اگر چاند کے ٹکڑے ہو جائیں تو کائنات کا نظم و ضبط ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس بات کی تردید کرے کہ ہمارا اول ہمارے آفر کی مانند نہیں ہے۔ اس بارے میں اس سے کہا جائے گا اس بات کی سختی سے تردید کی جائے گی پس اگر ان آیات اور نشانیوں کو بہت سے لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے تو اس کی سچائی کا حکم بالکل قرآن کی سچائی کے حکم کی طرح ہوگا پس اس طرح معلوم ہوا کہ جدلی صاحب مغالطہ کر رہے ہیں۔ کہ جس میں فرق نہیں ہونا چاہئے تھا اس میں فرق ڈال دیا ہے۔

جدلی کہتا ہے۔ کیا تم ہمارے قول کو یوں باطل قرار دیتے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے پیروکاروں کی لاتعداد جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات اور نشانیوں کو دیکھا ہے جیسے بادل کا سایہ کرنا اور بوسیدہ ہاتھ کا بات کرنا اور درخت کے تنے کا آہ و زاری کرنا اور اسی قسم کے معجزات۔ یہ تو پوری امت کہتی ہے کہ یہ نشانیاں اور معجزات ایسے ہیں کہ اصل اور حقیقت میں اس کو بہت ہی کم لوگوں نے نقل کیا ہے۔ پس آپ نے یہ دعویٰ کیوں کیا کہ کوئی شخص ہمارے اس دعویٰ کو رد نہیں کر سکتا۔

جدلی کہتا ہے۔ جب یہ موضوع اس طرح ہو تو ہماری وہ روایات جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ان روایات کی طرح ہیں جو حضرت موسیٰ کے اور حضرت مسیح کے معجزات کے متعلق ہیں جن کا تصاریف دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ مجوس اور براہمہ کی روایات اور اخبار کی طرح ہیں جو وہ اپنے آباؤ اجداد اور گزشتگان کے ماضی کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ہم جواب دیں گے۔ ہم نے یہ جان لیا کہ براہمہ فرقے کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد اور گزشتگان کی مثالیں موجود اور نظیریں قابل مشاہدہ ہیں اس لئے انہوں نے اس بات کو خوشی سے قبول کیا ہے۔ اور یہ بات ایسی ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔

جدلی کہتا ہے کہ اس فرقہ اور گروہ کے مقابلہ میں ایسی جماعتیں ہیں جن کو ان پر برتری حاصل ہے اور بعض جماعتیں اسی کی طرح روایت کرتی ہیں ان سے جو اپنی خبر کو اسناد کرتے ہیں ان کی طرف جن سے وہ روایت کرتے ہیں اور ان کی روایت نص کے لحاظ سے اس گروہ کے بالکل متضاد ہے۔ اس سے کہا جائے گا۔ وہ جماعتیں اور گروہ کون ہیں جنہیں برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ لوگ خدا کی زمین میں کس مقام پر رہتے ہیں۔ اور کہاں ان کی سکونت ہے کیا تم پر یہ لازم نہیں ہے کہ یہ جان لو کہ تمہاری یہ کتاب پڑھی جائے گی اور یہاں تک کہ جو فن جدلی سے باخبر نہ ہو وہ بھی تمہارے اس مغالطہ کے استعمال کو سمجھ جائے گا۔

جدلی نے کہا۔ اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو یہ اجازت دے کہ وہ روایات جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں ہیں ان کو ان روایات کی نظیر اور شبیہ قرار دے جو غیبت ابن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کو ثابت کرتی ہیں اور ان دونوں میں توازن کا ایک جیسا ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور خدا سے ہی مدد طلب کی جائے گی۔

اس سے کہا جائے گا کہ ہم نے یقیناً بیان کیا ہے اس وجہ اور علت کو جس کی وجہ سے ہم نے اس موضوع میں مشابہت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ہم نے بتا دیا کہ وہ چیز جسے ہم خبر کا متوازن نام دیتے ہیں وہ خبر ہے جسے تین یا تین سے زیادہ لوگ نقل کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں جو روایات ہیں دراصل کم تعداد لوگوں نے روایت کی ہیں۔ اور ہمارے اور ہمارے درمیان آزمائش اور مقابلہ اس میں ہے کہ ہم اصحابِ حدیث کی طرف رجوع کریں اور ان سے یہ چاہیں کہ کس نے شق القمر اور بوسیدہ ہاتھ کے تکلم اور اس قسم کے معجزات کی روایات کو نقل کیا ہے۔ پس اگر اس کیلئے یہ ممکن ہو کہ ان معجزات اور نشانیوں میں سے ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایسے دس اشخاص جنہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے سے نقل کرے تو اس صورت میں اس کی بات ہی صحیح اور درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو موافق نے تو برابری کا دعویٰ اس طرح سے کیا ہے کہ جہاں وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور ایک دوسرے کی نظیر ہوں۔ والحمد للہ۔

اور میں کہتا ہوں۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ ہم نے امام کے معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ بھی ہے۔ اور عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہے جو دیکھی جائے اور قابل مشاہدہ ہو اور اگر ہم نے کسی بھی امام کی امامت کا اقرار کیا اور یہ انکار کیا کہ وہ معصوم ہیں تو گویا ہم نے ان کی امامت کا ہی اقرار نہیں کیا ہے۔ پس جب یہ جائز اور صحیح اور ممکن ہو کہ ہم ہر امام کی اس چیز کا اقرار کریں جو ہماری نگاہوں سے غائب ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ ہم اس امام کی امامت کا اقرار کریں جو ہماری نگاہوں سے غائب ہیں اور یہ غیبت بھی کسی نہ کسی حکمت اور مصیبت کی وجہ سے ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چاہے ہم اس حکمت اور مصیبت کی تہ تک پہنچ جائیں یا نہ پہنچیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کہتا ہوں۔ یقیناً آج ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت کا حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی حالت کی مانند ہے۔ اور وہ اس طرح کہ آنحضرتؐ جب مکہ میں تھے تو مدینہ میں حاضر نہیں تھے اور جب مدینہ میں تھے تو مکہ میں نہیں تھے۔ اور جب سفر میں تھے تو حضر میں نہیں تھے اور جب حضر میں تھے تو سفر میں نہیں تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام حالتوں میں ایک جگہ حاضر تھے اور دوسری جگہوں میں حاضر نہیں تھے اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوئی جہاں آنحضرت غائب تھے اور حاضر نہیں تھے۔ اسی طرح امام کی حجت ساقط نہیں ہوتی اگرچہ وہ ہم سے غائب کیوں نہ ہوں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ان پر ساقط نہیں ہوئی جن کی نظروں سے آنحضرت غائب تھے۔ اسلام کے شرائط اور شرایع میں سے جس بات کو

لوگوں کیلئے سب سے زیادہ باعث بندگی قرار دیا ہے وہ غیبت امام کا اقرار ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کی تعریف غیب پر ایمان لانے پر پہلے کی ہے اس سے قبل کہ ان کی تعریف اس بات سے کرے کہ وہ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے اور جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنے نبی پر اور آپ سے قبل کے انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین پر نازل کیا ہے اور روز قیامت اور آخرت پر ایمان لانے پر کی ہو۔ پس ارشاد فرمایا ہے - **هدى للمتقين** ○ **الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنہم ینفقون** ○ **والذین یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک و بالاخرۃ ہم یوقنون** ○ **اولئک علی ہدے من ربہم و اولئک المفلحون** ○ (سورۃ بقرہ آیت ۱۷۵) یہ کتاب ہدایت ہے متقین کیلئے جو ایمان لے آتے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق عطا کیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو ایمان لے آتے ہیں جو کچھ تم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ تم سے قبل والوں پر نازل کیا گیا۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت یافتہ ہیں اور وہ لوگ رستگار اور سعادت اور فلاح پانے والے ہیں۔ اور یہ کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے اصحاب کے درمیان ہوتے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور آپ کا پسینہ جاری ہو جاتا اور جب آپ ہوش میں آتے تو ارشاد فرماتے اللہ عزوجل نے یہ فرمایا اور تمہیں یہ حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کیا ہے۔ اور ہمارے اکثر مخالفین کہتے ہیں۔ یہ بات صرف اس وقت تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ پر نازل ہوتے تھے۔ پس امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا اس بے ہوشی کے بارے میں جو نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری ہوتی تھی کہ آیا یہ حالت صرف اور صرف جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے وقت ہی پیش آتی تھی تو آپ نے فرمایا نہیں جبرئیل علیہ السلام جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور شرفیاب ہوتے تھے تو جب تک اجازت نہیں لیتے تھے داخل نہیں ہوتے تھے اور جب وہ داخل ہو جاتے تھے تو آپ کے سامنے اس طرح بیٹھ جاتے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہ حالت صرف اس وقت طاری ہوتی تھی جب اللہ عزوجل بغیر کسی ترجمان اور واسطہ کے آپ سے مخاطب ہوتا تھا۔

ہم سے یہ بیان کیا حسن بن احمد بن اورس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے جعفر بن محمد بن مالک سے انہوں نے محمد بن حسین بن زید سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے نقل کرتے ہوئے آپ نے فرمایا لوگوں نے یہ تو نہیں دیکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرتا ہے اور مخاطب ہوتا ہے نہ ہی انہوں نے وحی کو دیکھا ہے جبکہ ان پر واجب قرار پایا ہے کہ وہ غیب کا اقرار کریں جس کا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور آپ کو سچا مانیں۔ اور اللہ عزوجل نے اپنی محکم کتاب

میں ہمیں بتا دیا ہے کہ مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید (سورہ ق آیت ۱۸) "کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو کوئی بات منہ سے نکالے مگر یہ کہ ایک بالکل مستعد نگران اس کے قریب ہوگا۔" اور ارشاد رب العزت ہے۔

وان علیکم لحفظین ○ کراما کاتبین ○ یعلمون ماتفعلون ○ (سورہ انفطار آیت ۱۰ تا

۱۲) "اور بے شک تم پر محافظ اور نگران ہیں، بہت ہی کریم لکھنے والے، جانتے ہیں جو کچھ تم انجام دیتے ہو۔"

اور ہم نے نہ انہیں دیکھا ہے نہ مشاہدہ کیا ہے اور اگر ہم اس کی تصدیق نہ کریں تو اس صورت میں دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کو مسترد کرنے والے ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان کے فریب سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ یا بنی آدم لا یفتنکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة (سورہ اعراف آیت ۲۷) "اے آدم کے فرزندو ایسا کہیں نہ ہو کہ شیطان تمہیں فریب دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔"

ہم شیطان کو تو دیکھ نہیں رہے ہیں جبکہ ہم پر واجب ہے کہ اس کے وجود پر ایمان لے آئیں اور اس سے ہوشیار رہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میت سے کوئی سوال کیا جائے اور وہ صحیح اور درست جواب نہ دے تو منکر اور نکیر عذاب خدا کی ایک ضرب اسے ماریں گے اور اس ضربت سے سوائے ثقلین کے باقی جو کچھ خدا نے خلق فرمایا ہے وہ کانپ اٹھے گا۔ اور ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نہ مشاہدہ کیا ہے اور نہ سنا ہے۔ اسی طرح ہمیں بتا دیا گیا ہے اور نقل کیا گیا ہے آنحضرتؐ سے کہ آپؐ معراج پر تشریف لے گئے اور ہم نے نہیں دیکھا (اس میں سے) کچھ (نہ ہی مشاہدہ کیا اور نہ آپؐ کی زبان مبارک سے سنا) اور ہمیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے (مومن) بھائی کی خدا کی مرضی کیلئے زیارت کی تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے سعادت مند ہو تم اور جنت تمہارے لئے خوشگوار ہو۔ جبکہ ہم نے انہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی بات کو سن رہے ہوتے ہیں اور اگر ان جیسی باتوں میں وارد شدہ روایات کو ہم تسلیم نہ کریں اور سچا نہ مانیں اور ان امور اسلام پر جو اس سے شبہت رکھتے ہیں ایمان نہ رکھیں تو یقیناً ہم ان امور کے منکرین میں شمار ہوں گے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے۔

رکن الدولہ کے دربار میں مؤلف کا ایک ملحد سے مناظرہ

اور مجھ سے ملحدین میں سے ایک نے باسعادت امیر رکن الدولہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں گفتگو کی اور اس نے مجھ سے کہا تمہارے امام پر واجب ہو گیا ہے کہ وہ خروج اور ظہور کریں کیونکہ روم والے مسلمانوں پر غلبہ پانے کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ یقیناً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران اہل کفر کی تعداد آج کی بہ نسبت زیادہ تھی اور اس وقت آنحضرتؐ نے حکم خدا سے اپنے امر کو چالیس سال تک چھپائے رکھا۔ اور اس کے بعد ان پر ظاہر کر دیا جن پر آپؐ کا اعتماد تھا اور تین سال تک ناقابل اعتماد لوگوں سے پھر بھی چھپائے رکھا۔ اور پھر کام جہاں تک پہنچا کہ کفار نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ آنحضرتؐ، نبی ہاشم اور آپ کی حمایت کرنے والوں کا بائیکاٹ کریں۔ پس وہ شعب (ابی طالب) میں چلے گئے اور اس میں تین سال تک رہے۔ پس اگر کوئی کہنے والا اس دوران یہ کہتا کہ کیوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خروج نہیں کرتے کیونکہ مشرکین مسلمانوں پر غلبہ کئے ہوئے ہیں۔ تو اس صورت میں اس کے لئے ہمارا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ جب شعب کی طرف نکلے تو اللہ کے حکم سے نکلے اور اس کی اجازت سے غائب رہے اور جب اس نے ظہور اور خروج کا حکم دیا تو آپؐ خارج اور ظاہر ہوئے۔ کیونکہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی مدت شعب ابی طالب میں رہے جہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپؐ پر وحی بھیجی کہ اس نے اس عہد نامہ پر دیمک کو بھیجا ہے جو قریش نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام نبی ہاشم سے بائیکاٹ اور قطع تعلق کرنے کے لئے لکھا تھا اور جس پر چالیس (۴۰) مہریں لگی ہوئی تھیں اور جو زمعہ بن الاسود کے پاس حفاظت کیلئے رکھا گیا تھا پس اس دیمک نے اس میں سے جو کچھ قطع رحم کے متعلق تھا اس کو کھالیا اور اللہ عزوجل کا نام جہاں جہاں تھا اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت ابو طالب شعب سے نکل کر مکہ میں داخل ہوئے جب قریش نے نہیں دیکھا تو یہ فرض کر لیا کہ اب وہ آئے ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ قتل ہو جائیں یا دعویٰ نبوت کو واپس لے لیں اس گمان کے ساتھ انہوں نے ابو طالبؓ کا استقبال کیا اور بڑے احترام اور تعظیم ادا کی جب وہ ان کے درمیان بیٹھ گئے تو ان سے کہا۔ اے قریش کی جماعت یقیناً میرے بھتیجے محمدؐ کے بارے میں جوج تک میں جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں رکھتا اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے پردردگار نے اسے وحی بھیجی ہے کہ اس نے اس کاغذ پر جو تمہارے درمیان بطور معاہدہ لکھا گیا تھا دیمک کو بھیجا ہے پس اس نے جو کچھ قطع رحم کے بارے میں تھا اس کو کھالیا ہے اور جو اللہ عزوجل کے ناموں میں سے مکتوب تھا اس کو باقی چھوڑ دیا ہے۔ ان لوگوں نے جب اس کو کھول کر دیکھا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا اس وقت ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے

کفر پر باقی رہے۔ اور یوں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبی ہاشم مکہ واپس چلے۔ اسی طرح امام (غائب) کی بات ہے کہ جب اللہ آپ کو اجازت دے گا تو آپ خروج فرمائیں گے۔

ایک اور چیز اور وہ یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ امام سے بھی زیادہ کفار پر غلبہ اور قدرت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو مہلت دے رہا ہے اور انہیں نیست و نابود نہیں کرتا جبکہ وہ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ڈر نہیں ہے کہ وہ لوگ اس کے قبضہ قدرت سے نکل جائیں گے تاکہ عقوبت اور سزا دینے میں جلد بازی سے کام لے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی جبکہ ان لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور اس سے اس قسم کا سوال نہیں کر سکتے کہ کیوں اور کیسے؟ اسی طرح امام کو ظاہر کرنے کے بارے میں اللہ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جس نے ان کو غائب کیا ہے اور جب وہ چاہے گا اجازت دے گا تو وہ ظاہر ہو جائیں گے۔

مخبر نے کہا: میں کسی ایسے امام پر ایمان نہیں لاتا جس کو میں دیکھ نہ سکوں اور جب تک اس کو نہ دیکھ لوں میرے اوپر اس کی حجت لازم قرار نہیں پاتی۔ میں نے اس سے کہا: پس یہ کہنا بھی تم پر ضروری ہے کہ اللہ کی حجت بھی تم پر لازم قرار نہیں پاتی کیونکہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو نہ ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت تم پر لازم ہے کیونکہ تم نے آنحضرتؐ کو بھی نہیں دیکھا ہے پس وہ امیر یا سعادت رکن الدولہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: اے امیر دیکھو یہ شیخ کیا کہہ رہا ہے یہ کہتا ہے امام غائب ہوئے اور دیکھے نہیں جاتے کیونکہ اللہ عزوجل بھی دیکھا نہیں جاتا۔ تو امیر رحمۃ اللہ نے جواب دیا کہ تم نے ان کی بات کو غلط انداز سے پیش کیا ہے اور ان پر انزام لگایا ہے اور یہی تمہاری شکست کی علامت اور عجز و ناتوانی کا اقرار ہے۔

اور یہی معاملہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے والے ہر شخص کا ہے جو ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں ہم سے بحث کرتا ہے وہ لوگ آپ کے وجود کے انکار کے سلسلے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ ہذیبانی تشویش آمیز اور بیہودہ باتیں ہی ہوتی ہیں۔

ابو سہل اسماعیل بن علی نوبختی نے اپنی کتاب تنبیہ کے آخر میں بتایا ہے: اور ہمارے مخالفین اکثر یہ کہتے ہیں۔ اگر نص کے بارے میں تمہارا دعویٰ حق پر مبنی ہوتا تو علی علیہ السلام وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کا دعویٰ ضرور کرتے، ان سے کہا جائے گا۔ وہ کیونکر یہ دعویٰ کرتے اور اپنے آپ کو ایک مدعی کی حیثیت سے پیش کرتے جس کو اپنے دعویٰ کی سچائی کے ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے جبکہ ان لوگوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو قبول نہیں کیا ہے پس کیوں کر ان کے اپنے حق میں دعویٰ کو قبول کرتے۔ اور آپ کا ابو بکر کی بیعت سے الگ رہنا اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تجہیز و تدفین اس طرح سے کرنا کہ ان میں سے کسی کو آگاہ تک نہ

رنا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو مخفی طور پر دفن کرنا سب سے بہتر دلیل ہے اس بات پر کہ آپ ان کے محل سے راضی نہیں تھے۔ پس اگر وہ کہیں کہ کیوں آپ نے عثمان کے بعد (خلافت کو) قبول کیا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ چونکہ ان لوگوں نے آپ کو اس میں سے کچھ جو آپ کیلئے واجب تھا دیدیا تھا اس لئے اس کو قبول کیا اور اس ضمن میں آپ کی مثال نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین اور مؤمنہ قلوبہم کو قبول کیا تھا۔

اور کبھی ہمارے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں پر یہ حجت لازم قرار پائے کہ ایک ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جو منصوص علیہ ہو یعنی اس کے بارے میں نص وارد ہو نیز کتاب اور سنت کا جاننے والا اور ان دونوں کے سلسلے میں امانت دار ہو نہ ان دونوں کو بھوتا ہو اور نہ ان میں غلطی اور سہو کا مرتب ہوتا ہو پس اس کی مخالفت بھی جائز نہیں ہے۔ اور وہ واجب الاطاعت ہے اس بناء پر کہ پہلے والے نے اس پر نص کی ہے۔ پس ہمیں یہ بتاؤ کہ وہ امام کیوں ہے اس کا نام ہمیں بتاؤ اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کرو؟

ان سے کہا جائے گا کہ یہ بات تو روایات سے متعلق ہے اور یہ درحقیقت جس چیز کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں اسے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے کیونکہ ہمارا موضوع سخن تو یہ تھا کہ جب نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر گئے تو عقل انسانی کس بات کو ضروری اور واجب قرار دیتی ہے۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں اور ایک ایسے امام پر نص نہ کریں جس کے اوصاف ہم نے بیان کئے؟ پس جب دلائل کے ذریعے یہ ثابت ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے تو ہم پر اور ان پر واجب اور ضروری ہے کہ ہم ہر زمانہ کے امام کے بارے میں روایات کے ذریعے تحقیق کریں اور شیعوں نے علی علیہ السلام کے بارے میں نص کو نقل کیا ہے۔ اور اس وقت وہ کثرت اور طنوں کے مختلف ہونے کے باوجود جس بات پر قائم ہیں یہ ہمارے لئے علم اور اس پر عمل کا موجب بنتا ہے۔ خاص کر جبکہ ان کے مقابلے میں کوئی اور فرقہ اور گروہ نہیں ہے جو کسی شخص کیلئے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نص کا دعویٰ کرتا ہو سوائے علی علیہ السلام کے۔ پس اگر وہ ہمارے ساتھ تعارض کریں اس چیز سے جس کا دعویٰ زرا دشت حق کے مخالفین) کے ساتھی اور دیگر اہل باطل کرتے ہیں تو ان سے کہا جائے گا

کیونکہ اس وقت شیعوں کی صورت حال ایسی ہے کہ کثرت اور ایک دوسرے سے دور ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کی طرح ہیں پس وہ ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں ہیں اس بناء پر ان کے گزشتگان اور اسلاف کی صورت حال بھی یقیناً ایسی ہونی چاہیے بلکہ شیعوں کی روایات اور احادیث اور اخبار سچائی کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہیں کیونکہ نہ تو کوئی حکومت ان کے ساتھ ہے نہ ہی کوئی زور شمشیر نہ کوئی ڈر اور خوف اور نہ ہی طمع دلاچ۔ چھوٹی روایات اور احادیث وہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ جہاں یا طمع دلاچ ہو یا خوف موت ہو، یا کسی حکومت نے اس کو مسلط کیا ہو۔

جبکہ شیعوں کے اخبار اور روایات میں اس قسم کی کوئی چیز پائی نہیں جاتی پس اگر نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے علی علیہ السلام کے بارے میں جو نص شیعوں کی طرف سے منقول ہے وہ درست ہے تو اس صورت میں علی علیہ السلام کی طرف سے حسن اور حسن کی طرف سے حسین پر اور پھر علی بن الحسین زین العابدین پر یہاں تک کہ امام حسن بن علی العسکری پر اور پھر آپ کے بعد امام غائب پر نص صحیح اور درست ہوگی۔ کیونکہ آپ کے پدربزرگوار حسن عسکری علیہ السلام کے تمام ثقہ اصحاب نے آپ کی امامت کی گواہی دی ہے اور آپ علیہ السلام غائب ہو گئے کیونکہ بادشاہ آپ کو سختی سے تلاش کر رہا تھا اور اس نے آپ کے گھر پر اور اہل حرم پر دو سال تک پہرے بٹھانے رکھا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ کیا اس زمانے میں غیبت امام علیہ السلام آپ کی امامت کی صحت اور درستگی پر سب سے بہترین دلیل ہے، ہم جواب دیں گے کہ ہاں کیونکہ وہ روایات جو اس بارے میں گزری ہیں وہ صدق و سچائی پر مبنی ہیں اور مشہور بھی ہیں۔

شیعوں میں سے ایک شخص جو امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام کی خدمت میں شرفیاب تھا اور ثقات میں سے تھا نے بتایا ہے کہ اس کے اور حسن بن علی العسکری علیہما السلام کے درمیان رابطہ کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے خطوط اور امر و نہی اس کے ہاتھوں آپ کے پیروکاروں اور شیعوں تک پہنچ جاتے تھے یہاں تک کہ وہ وفات پا گیا اور اس کے بعد ایک اور شیعہ جو کہ مخفی اور پوشیدہ تھا کو وصیت کی گئی اور وہ اس کام کی انجام دہی کے لئے اس کا جانشین بنا اور ہم سے پوچھا گیا ہے اس غیبت کے بارے میں کہ جب امام کا تیس سال یا اس طرح کی مدت غائب رہنا ممکن اور صحیح ہو تو اس بات کا کیسے انکار کر سکتے ہو کہ شاید دنیا سے اس کا وجود ہی ختم ہو چکا ہو؟ تو ان سے کہا جائے گا۔ ان کے وجود کا ختم ہو جانا اس بات کا مترادف ہے کہ زمین پر سے حجت خدا ختم ہو جائے اور شریعتیں ساقط ہو جائیں کیونکہ اب ان کا محافظ کوئی نہیں رہا۔ لیکن اگر امام اللہ عزوجل کے حکم سے اپنی جان کے بارے میں خوف اور ڈر کی وجہ سے چھپے رہیں اور اس کا جانا پہچانا اور مربوط سبب موجود ہو اور حجت قائم ہو کیونکہ دنیا میں وہ بنفس نفس نفیس موجود ہیں اور آپ کا دروازہ اور سبب دونوں معروف ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر آپ کا فتویٰ نہ دینا اور امر و نہی نہ کرنا اس بات کا سبب نہیں ہے کہ حجت باطل ہو گئی ہے۔ اور اس کی مثالیں موجود ہیں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طویل مدت تک شعب میں سکونت پذیر رہے اور آپ لوگوں کو ابتدائے کار میں پوشیدہ طور پر دعوت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو اطمینان حاصل ہوا اور آپ کی ایک جماعت بن گئی۔ اور آپ ان تمام حالات میں نبی مرسل اور مبعوث تھے اور آپ کی احتیاطی تدابیر اور بعض لوگوں سے دعوت کے سلسلے میں پوشیدہ طرز عمل نے آپ کی نبوت کو باطل قرار نہیں ہونے دیا نہ ہی آپ کے حجت ہونے کو ختم کیا۔ پھر اس کے بعد آپ غار میں داخل ہو گئے اور اس میں مقیم رہے پس کوئی ان کے مقام کو نہیں جانتا تھا پس اس چیز نے آپ کی نبوت کو باطل نہیں کیا۔ لیکن اگر آپ کا وجود ختم ہو جاتا تو آپ کی نبوت بھی ختم

ماتی۔ اس طرح امام کے بارے میں ہے کہ یہ ممکن ہے کہ بادشاہ وقت ایک طویل مدت تک انہیں قید میں رکھے اور کی ملاقات سے منع کرے جس کی وجہ سے وہ نہ فتویٰ دے سکیں نہ کسی کو تعلیم دے سکیں نہ حکم خدا بیان کر سکیں۔ بلکہ حجت قائم اور ثابت اور واجب رہے گی اگرچہ وہ فتویٰ نہ دیں اور حکم خدا بیان نہ کریں۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں اس نفسی موجود ہیں۔ اور اگر کوئی نبی یا امام حکم خدا بیان نہ کرے اور تعلیم نہ دے اور فتویٰ نہ دے تو اس کی امت اور امامت اور حجت ختم نہیں ہوتی لیکن اگر ان کی ذات اور وجود ہی اٹھ جائے تو حجت بھی اٹھ جائے گی اور ختم ہائے گی۔ چنانچہ یہ ممکن اور جائز ہے کہ امام ایک طویل مدت تک چھپے رہیں اگر آپ کو کسی چیز کا ڈر اور خوف ہو اور خدا کی حجت باطل نہیں ہوتی۔

پس اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ وہ شخص کیا کرے جس کو ایک مسند کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت پڑ جائے اس سے کہا جائے گا۔ وہ شخص وہی کام کرے گا جو وہ شخص کرے گا جو اسلام قبول کرنے اور سیکھنے کے لئے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا جب وہ غار میں چھپے ہوئے تھے اگر حکمت خدا میں وہ جائز ہو تو اس صورت میں یہ جائز اور ممکن ہے۔

اور واضح ترین دلائل میں سے جو امامت کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں اور معجزات میں سے ایک یہ قرار دیا کہ گزشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کی داستانوں اور جو کچھ علم تورات میں اور زبور میں تھے سب کو آپ نے پیش کر دیا جبکہ آپ ظاہری طور پر لکھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ یا کسی نصرانی یا یہودی سے آپ کی ملاقات بھی نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ آپ کے عظیم ترین معجزات اور نشانیوں میں سے تھا۔ حسین بن علیہما السلام شہید کر دیئے گئے اور علی بن الحسین علیہما السلام کو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ جبکہ آپ نوجوان تھے اور آپ عمر بیس سال سے بھی کم تھی پھر آپ لوگوں سے کنارہ کش رہے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے اور آپ سے ملاقات نہیں ہوتی تھی سوائے آپ کے خاص اصحاب کے۔ اور آپ عبادت کے سلسلے میں نہایت اعلیٰ مقام پر تھے اور علم میں سے قلیل کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکا کیونکہ زمانہ بڑا سخت اور دشوار تھا اور نبی امیہ کے ظلم و جور کا دور تھا۔ پھر آپ کے بعد آپ کے فرزند محمد بن علی ظاہر ہوئے جن کا نام باقر علیہ السلام ہے کیونکہ وہ علم کو شگافتہ کرنے والے تھے پس آپ نے دین، قرآن، سنت و سیرت اور جنگی واقعات کے بارے میں علوم میں سے نہایت عظیم پیمانے پیش کئے۔ اور ان کے بعد جعفر بن محمد علیہما السلام سے بھی علم کے چشمے بھوٹے اور علوم و فنون میں سے کوئی چیز ایسا نہ تھا جس کے لئے آپ نے سرمایہ علم نہ فراہم کیا ہو۔ پس آپ نے قرآن و سنت کی تفسیر کی اور ان جنگوں اور واقعات کے تذکرے کئے جنہیں آپ نے دیکھا تھا نہ آپ کے والد محمد بن علی نے، نہ آپ کے دادا علی ابن حسین نے، نہ امامت المسلمین کی کسی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کسی سے اس کا علم حاصل کیا اور یہ اس بات کی سب سے

بڑی دلیل ہے کہ یہ علم نبی سے علی تک اور پھر ایک امام سے دوسرے امام تک پہنچا۔ اس کے بعد انہی چیزوں میں سے لٹنے لے آئے کہ وہ اس قدر مستشرق اور ظاہر ہو گئے کہ علم کے فنون میں سے کوئی فن ایسا نہ رہا مگر یہ کہ اس میں سے بہت سی چیزوں کو آپ نے واضح کر لیا۔ قرآن اور سنت کی تفسیر کر دی اور ان سے روایت کی گئی ہے جنگوں اور انبیاء کے داستانوں کے بارے میں اس لئے کہ اہلسنت کے راویوں یا فقہاء میں سے کوئی یہ دیکھ لے کہ آپ اور آپ کے والد محمد بن علی یا دادا علی بن الحسین علیہم السلام ان سے کوئی چیز سیکھ رہے ہیں اور تعلیم پارہے ہیں۔ اور اس میں سب سے بہترین دلیل پوشیدہ ہے کہ انہوں نے ان علوم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر علی علیہ السلام سے اور دوسرے ائمہ سے یکے بعد دیگرے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ائمہ علیہم السلام کی سنت اور روش یہی رہی کہ ان سے حلال و حرام کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ ایک ہی قسم کا جواب دیتے۔ بغیر اس کے کہ انہوں نے عام لوگوں میں سے کسی سے علم حاصل کیا ہو۔ پس کون سی دلیل اس سے بہتر ہو سکتی ہے ان کی امامت ثابت کرنے کیلئے اور یہ کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منصوب فرمایا ہے اور انہیں سکھایا ہے اور اپنے اور آپ سے قبل کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے علوم انہیں ودیعت کر دیئے۔ اور کیا ہم نے عام حالات میں کبھی وہ کچھ کسی سے ظاہر ہوتے دیکھا ہے جو محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام سے ظاہر ہوا جبکہ انہوں نے ان میں سے کسی چیز کو لوگوں میں سے کسی سے نہیں سیکھا۔

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ شاید وہ یہ چیزیں پوشیدہ طریقے سے سیکھتے تھے تو ان سے کہا جائے گا۔ بالکل ایسی بات دھری اور مادہ پرستوں نے نبی خدا کے بارے میں کہی تھی کہ آپ لکھنا سیکھ رہے ہیں اور قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہم محمد بن علی اور جعفر بن محمد بن علی علیہم السلام کے بارے میں یہ گمان کر لیں جبکہ جو کچھ علوم انہوں نے ظاہر کئے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کی معرفت اور پہچان صرف ان سے ہی حاصل ہوئی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے سے سنی نہیں گئی ہے۔

اور ہم سے سوال کیا گیا کہ حسن عسکری کے فرزند نہ کسی شیعہ پر نہ ہی کسی اہلسنت پر کبھی مکمل طور پر قابض ہوئے ہیں تو تم لوگوں نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ دنیا میں موجود ہیں اور کیا تم نے انہیں دیکھا ہے یا کسی گروہ اور جماعت نے جنہیں ان کے بارے میں خبر دی جس کی خبر متواتر یہ تھی کہ انہوں نے ان کو دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے؟ پس ان سے کہا جائے گا کہ یقیناً دین کے تمام معاملات استدلال کے ذریعے معلوم ہو جاتے ہیں پس ہم نے اللہ عزوجل کو دنیاویوں کے ذریعے پہچان لیا ہے اور ہم نے خدا کو دیکھا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمیں کسی ایسے شخص نے خبر دی ہے جس نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا اور آپ کے اس دنیا میں وجود کو اخبار اور روایات کے ذریعے جان لیا اور آپ کی نبوت اور سچائی کو استدلال کے ذریعے پہچان لیا اور یہ بھی جان لیا کہ آپ نے اپنے بعد علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو استدلال کے ذریعے جانشین مقرر کیا۔ اور یہ جان بھی لیا کہ نبی خدا صلی اللہ

ملیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد تمام ائمہ کتاب اور سنت کے عالم ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کے بارے میں ان سے غلطی، فراموشی اور جھوٹ بولنا سرزد ہو جائے اور یہ بھی استدلال کے ذریعے ہے۔ اور اسی طرح ہم نے جان لیا کہ حسن بن علی علیہما السلام امام مقرر شدہ الطاعتہ ہیں اور اخبار متواترہ کے ذریعے صادق اور سچے ائمہ علیہم السلام سے یہ جان لیا کہ امامت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بعد نہیں ہوتی مگر امام ہی کے فرزند میں اور یہ بھائی کو ملتی ہے اور نہ ہی کسی اور قرابت دار اور رشتہ دار کو۔ اس بناء پر یہ ضروری قرار پایا کہ کوئی امام دنیا سے نہیں جائے گا مگر یہ کہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو بطور امام چھوڑ جانے گا پس جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت ثابت ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ اس دنیا سے وفات پا گئے ہیں پس یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انہوں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بطور امام اپنا جانشین چھوڑا اور یہ امام قائم کے وجود پر ایک دلیل ہے۔

اور مذکورہ بالا اعتراض کا ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام ایک قابل اعتماد اور ثقہ جماعت بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے جو آپ سے حلال و حرام کو نقل کرتے تھے اور آپ کے شیعوں کے خطوط اور ان کے احوال کو آپ تک پہنچاتے تھے اور ان کے (مسائل کے) جوابات آپ سے لیتے اور وہ ایک پوشیدہ موضع میں تھے اور ان کی عدالت تو اس سے ثابت ہے کہ آپ ہی نے اپنی حیات کے دوران انہیں عادل قرار دیا تھا۔ جب آپ وفات پا گئے تو وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ آپ نے ایک فرزند اپنے بعد چھوڑا ہے اور وہی امام ہیں اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے نام کے بارے میں نہ پوچھیں اور ان کو ان کے دشمنوں سے چھپا کے رکھیں۔ بادشاہ نے سختی اور نہایت شدت سے آپ کو تلاش کیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر اور آپ کی حاملہ کنیزیوں پر پہرہ بٹھا دیا اور نگرانی کی گئی۔ اور امام حسن عسکری کے بعد آپ علیہ السلام کے جانشین بیٹے کے خطوط امر و نہی کے سلسلے میں شیعوں تک ان بیٹوں سے زیادہ قابل اعتماد لوگوں کے ذریعے پہنچ جاتے تھے جو آپ کے والد کے اصحاب میں سے تھے۔ پھر اس کے بعد خط و کتابت کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے اکثر وفات پا گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کے بعد امر امامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان میں سے صرف ایک آدمی باقی رہ گیا جس کی عدالت اور ثقہ ہونے پر سب متفق تھے۔ پس اس نے لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے اور امام کے معاملہ کو لوگوں کے درمیان شائع نہ کرنے کا حکم دیا۔ اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ پس جس دلیل کا میں نے ذکر کیا ہے اس کی بناء پر امام کا وجود ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب کے سلسلے میں جو کچھ میں نے بیان کیا اور ان کا آپ کے بارے میں روایتوں کا نقل کرنا اور آپ کی غیبت کا مشہور اخبار اور روایات کے ذریعے جو غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں منقول ہیں کے ذریعے سچا ہونا اور یہ بھی کہ آپ کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ سخت ہوگی۔

اور ہمارا عقیدہ اور مسلک اس وقت امام کی غیبت کے بارے میں واقفیت مذہب جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے غیبت کے محقق ہیں سے کوئی شبہات نہیں رکھتا کیونکہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام علی الاعلان وفات پاگئے اور لوگوں نے آپ کو مردہ حالت میں دیکھ لیا اور انہیں آشکارا طریقے سے دفن کر دیا گیا اور آپ کی موت سے ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے بھی زیادہ مدت گزر گئی ہے۔ اور اس دوران کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس نے آپ کو دیکھا ہے یا آپ سے خط و کتابت کی ہے۔ اور ان کا یہ دعویٰ کہ وہ زندہ ہیں اس بات میں ان خواص کو تھمیلانا مقصود ہے جنہوں نے آپ کو مردہ حالت میں دیکھا تھا جبکہ آپ کے بعد کئی اور ائمہ آئے اور انہوں نے علوم میں سے وہ چیزیں پیش کیں جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیش کر چکے تھے۔ اور ہمارے اس دعویٰ میں غیبت امام نہ کسی مشاہدہ اور حس کی تکذیب ہے نہ کوئی ناممکن دعویٰ ہے اور کوئی ایسا دعویٰ بھی نہیں ہے جس کا عقل انکار کرے اور نہ ہی یہ معمولات زندگی کے خلاف ہے۔ آپ کے بارے میں آپ کے معتبر اور مخفی شیعوں میں سے اب تک یہ دعویٰ کرنے والے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ وہی ان تک پہنچنے کی راہ ہیں اور ایک ایسا ذریعہ ہیں جن کے سبب آپ کے شیعوں تک آپ کے امر و نہی پہنچ جایا کرتے ہیں اور اس وقت تو غیبت کی مدت بھی اتنی طولانی نہیں ہوئی ہے جو ایک غائب کے معمول کے برخلاف ہو۔ پس ان روایات کی تصدیق کرنا فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت پر اعتقاد رکھنے کا موجب بنتا ہے جیسا کہ میں نے اس کی تشریح کر دی ہے۔ اور یہ کہ آپ غائب ہوئے ہیں جیسا کہ غیبت کے متعلق روایات میں آیا ہے۔ اور یہ اخبار اور روایات مشہور بھی ہیں اور متواتر بھی۔ اور شیعہ اس کی توقع بھی رکھتے تھے اور اس کی امید بھی انہیں تھی جیسا کہ وہ اس کے بعد یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ قائم علیہ السلام قیام فرمائیں گے حق کے ساتھ اور عدل کو غلبہ دینے اور ظاہر کرنے کے ساتھ۔ اور خداوند عوجل سے ہم توفیق اور اس کی رحمت کے وسیلے سے صبر جمیل کا سوال کرتے ہیں۔

ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قبة الرازی، ابو زید علوی کی کتاب الاشہاد کے رد میں کہتے ہیں: اس کتاب کے مالک نے بہت سی غیر متنازعہ چیزوں کو بتانے کے بعد یہ کہا اور زید یہ اور مؤتمہ (امامیہ) نے یہ کہا ہے کہ حجت خدا فاطمہ (علیہا السلام) کے فرزندوں میں سے ہوگا اور یہ بات رسول کے اس ارشاد کے وسیلے سے ہے جس پر جتہ الوداع میں سب کے سب متفق ہیں۔ اور اس دن بھی جب آپ نماز کیلئے نکلے اس بیماری کی حالت میں جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی (آپ نے فرمایا) اے لوگوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب خدا اور میری عمرت، یاد رکھو یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں۔ یاد رکھو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے۔ پھر اس کتاب کے مالک نے اس روایت پر تاکید کی ہے اور اس کے بارے میں وہ کچھ کہا ہے جس میں کوئی اختلافی بات نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد کہا کہ امامیہ نے اجماع کی مخالفت کی

ہے اور وہ امامت کو عترت میں سے صرف ایک ہی سلسلہ اور (اہلن) کے ساتھ مختص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور عترت میں سے دیگر تمام کیلئے واجب قرار نہیں دیتے اور پھر صرف ایک مرد کیلئے امامت مختص کر رہے ہیں اور وہ بھی ہر زمانے کیلئے۔

میں کہتا ہوں اور اللہ پر ہی بھروسہ ہے۔ بے شک قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امامیہ کے نظریہ کی صحت اور درستگی پر واضح اشارہ اور دلالت موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً میں تمہارے درمیان کچھ چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہیں کتاب خدا اور میری عترت اور اہل بیت۔ یہ دلالت کرتی ہے کہ آپ کے بعد حجت نہ ٹم میں سے ہو گا نہ ہی قبائل عرب میں سے کوئی دوسرا ہو گا اور پھر اپنے قول کو ایک ایسی پابندی سے مشروط کر دیا جو آپ کے ارشاد کے معنی اور مراد کو واضح کر دیتی ہے پس آپ نے فرمایا۔ یاد رکھو یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہو جائیں۔ پس آپ نے ہمیں بتا دیا کہ حجت آپ کی عترت میں سے کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوگی اور ہم جب بھی اس سے تمسک کریں جو کتاب خدا سے مفارقت اور جدائی اختیار نہیں کرتی تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہونگے اور وہ اسی جو کتاب سے جدا نہیں ہوگی اور جس سے متمسک رہنے کو امت پر فرض قرار دیا گیا ہے عقلاً ضروری ہے کہ اسے کتاب کا مکمل علم ہو۔ امین اور محافظ کتاب ہو، ناسخ اور منسوخ سے واقف ہو خاص کو عام سے جدا کر سکے اور واجب کو مستحب سے فرق کر سکے اور محکم سے تشابہ کو الگ کر سکے تاکہ ان میں سے ہر چیز کو اپنے اس مناسب مقام پر رکھے جس پر اللہ عوجل نے رکھا ہے۔ نہ کسی مؤخر کو مقدم کرے نہ ہی کسی مقدم کو مؤخر کرے۔ اور ضروری ہے کہ وہ کل علم دین کا جامع ہو تاکہ اس سے تمسک کرنا ممکن ہو اور اس کے قول کو اخذ کرنا اور لینا درست ہو جہاں کتاب اور سنت کی تاویل کے متعلق امت میں اختلاف اور تنازع ہو۔ کیونکہ اگر علم دین میں سے کچھ حصہ ایسا ہو جسے وہ نہیں جانتا ہو تو اس سے تمسک کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور پھر جب اس کی حیثیت ایسی ہو تو کتاب خدا کے بارے میں وہ مامون اور قابل اعتماد نہیں ہوگا۔ اور اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ وہ غلطی کا ارتکاب کرے اور ناسخ کو منسوخ کی جگہ، محکم کو تشابہ کی جگہ اور مستحب کو واجب کی جگہ اور ان جیسی دوسری بہت سی چیزوں کا مرتکب ہو جائے۔ پس جب ایسی بات ہو جائے تو اس صورت میں حجت اور جس پر حجت قائم کی گئی ہے دونوں ایک جیسے ہو جائیں گے۔ پس جب یہ بات غلط اور باطل ہو تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ امامیہ نے جو کچھ کہا ہے وہی صحیح ہے، اور وہ یہ کہ حجت عترت میں سے ہوگی اور یہ کہ وہ علم دین ہو، معصوم ہو، اور کتاب خدا کے سلسلے میں مامون اور قابل اعتماد ہو۔ پس اگر زید یہ فرتے کے لوگ اپنے مامون میں ایسی صفات پائیں تو ہم ان کی پیروی کرنے والوں میں سب سے آگے ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو تو حق اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے۔

امامیہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ: بختِ فاطمہ کے فرزندوں میں سے ہونگے ہمارا یہ قول اور کہاوت مطلق نہیں ہے بلکہ اس میں بھی قید و شرط موجود ہے اور اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے صرف اس ایک روایت سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسری روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔ ان میں سے سب سے پہلا تو یہ ہے کہ ہم نے نبیؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنی عترت اور اہلیت میں سے امیرالمومنینؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو بعض چیزوں کے ذریعہ خصوصیت دی اور اللہ عزوجل کے نزدیک ان کے علوئے مرتبت، عظمت شان اور رفعت مقام کو بتلایا اور وہ بھی اپنے ان افعال سے جو ہر موقف اور مقام پر وہ کرتے تھے جس کی شہرت اتنی ہے کہ ہمارے اور زیدیہ کے درمیان اس کے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ان کی اعلیٰ شان کے بارے میں جو کچھ ہم نے بتایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں اپنے اس ارشاد کے ذریعے راہنمائی کی پس فرمایا انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیراً (سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۳) اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم اہلیت سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاکیزہ اور ظاہر بنا دے جو پاکیزہ بنانے کا حق ہے۔ اور اسی طرح سورہ حل اقی کے ذریعہ اور جو کچھ اس موضوع سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس جب رسول خداؐ نے ان امور کو پیش کیا اور اپنی امت پر واضح کر دیا کہ آپؐ کی عترت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان سے منزلت اور بلندی میں مقدم اور آگے ہو اور آپؐ ایسی ہستی نہیں ہیں جن کی طرف جانبداری اور قرابتداری کی نسبت دی جائے اور نہ ہی آپؐ ان میں سے ہیں جو کسی کو مقدم یا کسی کو مؤخر کر دیں مگر یہ کہ دین کی بنیاد پر ہو۔ پس ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ ائمہ استحقاق کی بنا پر اس مقام پر فائز ہونے پر اور جو کچھ خصوصیت ان میں تھی اس بنا پر وہ اس کے مستحق نہ رہے اور جب آپؐ نے ان تمام باتوں کے بعد یہ فرمایا: یقیناً میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتاب خداؑ اور دوسری میری عترت۔ اس سے ہم نے یہ جان لیا کہ آپؐ نے انہی (ائمہ) کو ہی مراد لیا ہے نہ کہ دوسروں کو۔ کیونکہ اگر آپؐ کی عترت میں سے کوئی ایسا فرد بھی ہوتا جو یہ منزلت اور بلندی رکھتا تو آپؐ اس کو بھی معین کرتے اور اس کی مرتبت کی طرف اشارہ کرتے اور اس کے مقام اور مرتبہ کی طرف راہنمائی کرتے تاکہ آپؐ کا وہ عمل جو امیرالمومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے ساتھ انجام پاتا تھا وہ جانبداری کے زمرے میں شامل نہ ہو جائے اور یہ بالکل واضح اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کیلئے ساری تعریفیں ہیں۔ پھر اس کے بعد ہماری راہنمائی ہو گئی اس بات کی طرف کہ امیرالمومنینؑ کے بعد امام حسنؑ ہی امام ہیں کیونکہ امیرالمومنینؑ علیہ السلام نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور آپؐ کے بھائی (امام حسینؑ) نے پورے اختیار کے ساتھ اپنے بھائی کی پیروی کی۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "تم لوگ اجماع کے مخالف ہوئے اور امامت کو عترت میں سے صرف ایک ہی بطن اور شکم کیلئے مخصوص کر دیا" تو اس سے کہا جائے گا وہ کونسا اجماع ہے جس کی ہم نے مخالفت کی ہے ہم تو اس کو نہیں

پاتے۔ ہاں مگر یہ کہ امامیہ کا زید یہ فرقہ کی مخالفت کرنے کو اجماع سے خارج اور اس کی مخالفت کرنا قرار دیا جائے۔
 اگر چہارا اشارہ اس بات کی طرف ہے تو امامیہ کیلئے تمہاری طرف اس چیز کو نسبت دینا جس کو تم ان کی طرف
 سے رہے ہیں کوئی مشکل نہیں ہے اور جو اجماع قرآن کیلئے قرار دے رہا تھا وہی تمہارے لئے بھی اجماع قرار دے سکتا
 ہے۔ کیا تم یہ نہیں کہتے کہ امامت حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں کے سوا کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں ہے۔
 بتاؤ کیوں تم نے ان دونوں کے فرزندوں اور ذریت کو اس چیز کیلئے مختص کر دیا اور عترت کے دوسرے افراد کو اس
 سے مستثنیٰ کر دیا یہ بتاؤ تاکہ ہم تمہاری دلیل اور حجت سے بہتر جو کچھ ہم نے کہا ہے اس بارے میں تم پر واضح کر دیں اور
 دلیل و برہان ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئیں گے۔

صاحب کتاب بعد میں کہتا ہے۔ زید یہ فرقہ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ امامت پوری عترت کیلئے جائز ہے۔ کیونکہ
 ملام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمومیت ہے جس میں آپ نے کسی کو دوسرے پر تخصیص نہیں دی ہے۔ اور
 اللہ عزوجل نے ان سب کے بارے میں ان کے غیر کو چھوڑ کر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ثم او رثنا الکتاب الذین
 صطفینا من عبادنا۔ (سورۃ فاطر آیت ۲۲)۔ پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے
 بندوں میں سے منتخب کیا تھا۔

میں کہتا ہوں۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ اس کتاب کے مالک نے غلطی کی ہے اس میں جو اس نے بتایا ہے
 کیونکہ زید یہ امامت کو صرف اور صرف حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں کیلئے مختص قرار دیتے ہیں اور عترت لغت
 میں بچا کے فرزندوں کے لئے آتا ہے یعنی جو رشتے میں جتنا نزدیک ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا اور اہل لغت کے نزدیک یہ
 بات جانی پہچانی نہیں اور نہ ہی ان سے یہ بات حکمت اور نقل کی گئی ہے کہ ان میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ عترت
 میں کوئی شامل نہیں مگر وہ بنیا جو بچا زاد بھائی کی بیٹی کا ہو۔ اور یہ وہ بات ہے جس کی زید یہ تمنا اور آرزو رکھتے تھے اور
 اس بات سے اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور اس دعوے میں وہ تہا ہیں جس کی نہ تو کوئی وضاحت ہے اور نہ ہی
 دلیل و برہان کیونکہ جو کچھ وہ دعویٰ کر رہے ہیں وہ نہ تو عقل کے نزدیک صحیح ہے نہ کتاب اور نہ سنت اور نہ ہی لغت
 میں سے کسی چیز میں یہ بات موجود ہے۔ یہ لغت تمہارے سامنے ہے اور اس کے ماہرین تمہارے سامنے ہیں ان سے
 پوچھ لو وہ تمہیں وضاحت کے ساتھ بتا دیں گے کہ عترت لغت میں بچا اور بچا زادوں میں سے زیادہ سے زیادہ قریب تر کو
 کہا جاتا ہے۔

اگر صاحب کتاب یہ کہے۔ پس تم یہ کیوں گمان کرتے ہو کہ امامت فلاں شخص اور اس کے بیٹوں میں نہیں
 ہوگی درحالیکہ وہ تمہارے نزدیک عترت ہی میں سے ہیں۔

تو ہم کہیں گے کہ ہم نے یہ بات جو کہی ہے وہ قیاس کے بناء پر نہیں کہی ہے بلکہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ

والہ وسلم نے عترت میں سے ان تینوں حضرات کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کیا تھا اس کو اتباعاً نقل کیا ہے۔ پس اگر آنحضرتؐ کسی اور کے ساتھ یہی سلوک اور رویہ اختیار فرماتے تو ہمارے پاس سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے اور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم اور ثنا الكتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ (سورۃ فاطر آیت ۳۲) پس اس سے یہ کہا جائے گا کہ معتزلہ وغیرہ میں سے ہمارے مخالفین نے اس آیت کی تاویل کے سلسلے میں جہاری مخالفت کی ہے۔ اور امامیہ بھی ہمارے مخالف ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ امامیہ میں سے کون نیکوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ اور کمترین چیز جو ہمارے لئے ضروری اور واجب تھی جبکہ تم نے اس کتاب کو تالیف کیا تاکہ حق کو بیان کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو کہ اپنے دعویٰ کی جھٹ کے ذریعے تائید اور تصدیق کرو۔ اور اگر جھٹ نہ ہو تو مطمئن کرنے اور قانع کرنے والی دلیل کے ذریعے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس چیز کے ذریعے اعتراض و احتجاج اور استدلال کرنا جس کے ذریعے ہمارے لئے یہ ممکن ہو کہ تم جھٹ کو اپنے مخالفین پر ثابت کرو ورنہ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ قرآن کی تلاوت کرنا اور اس کی تاویل کا بغیر برہان و دلیل کے دعویٰ کرنا ایک ایسا کام ہے جس سے کوئی شخص بھی عاجز نہیں ہے۔ اور یقیناً ہمارے اور ہمارے دشمنوں نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے بنائے گئے ہو۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰) سے مراد امت کے تمام علماء ہیں اور عترت میں سے جو علماء ہیں اور مرجئہ کے علماء ایک ہی جیسے ہیں اور ایک راہ رکھتے ہیں اور اجماع قائم نہیں ہوتا اور جھٹ ثابت نہیں ہوتی مگر عترت کے علم سے۔ تو کیا ہمارے درمیان اور اس بات میں کوئی فاصلہ اور جدائی اور فرق ہے۔ اور کیا جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے اس سے تم مطمئن ہو یا ان سے برہان و دلیل مانگو گے؟ اگر وہ کہے کہ میں دلیل مانگوں گا تو اس سے کہا جائے گا پس تم پہلے اس آیت کے بارے میں جو کہتے ہو کہ اس سے مراد عترت ہے دلیل لے آؤ۔ اور عترت وہی ذریت ہے اور ذریت سوائے حسن و حسین علیہما السلام کے کوئی اور نہیں یعنی جعفر وغیرہ کی اولاد جن کی والدہ فاطمہؑ نہیں ہیں۔ پھر اس نے کہا۔ اور مؤتمہ (امامیہ) سے کہا جائے گا۔ جہاری دلیل کیا ہے کہ امامت ایک کا حق ہے دوسروں کا نہیں اور دوسرے اس سے روک دیئے گئے ہیں۔ پس اگر وہ دراشت اور وصیت کو علت اور دلیل کے طور پر پیش کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ مغیرہ امامت کو امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں کیلئے دعوے کرتے ہیں۔ اور نسل در نسل ہر زمانہ میں امام حسن اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن وغیرہ میں سمجھتے ہیں اور وہ بھی اپنے پدر بزرگوار کی دراشت اور وصیت کے ذریعے۔ اور یوں جہاری مخالفت کر رہے ہیں اس بات میں جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو جس طرح تم دوسروں کی مخالفت کر رہے ہو جس میں وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور خدا پر ہی اعتماد ہے۔ اس بات پر دلیل کہ امام کو ایک ہی ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ یقیناً

امام کوئی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ سب سے افضل فرد ہو اور افضل اور برتر ہونا دو صورتوں سے ممکن ہے یا یہ کہ سب سے افضل ہو یا سب میں سے ہر ایک سے افضل ہو۔ پس جیسے بھی ہو پس افضل نہیں ہوگا مگر ایک۔ کیونکہ یہ ناممکن اور محال ہے کہ پوری امت میں سب سے افضل ہو یا امت میں سے ہر ایک سے افضل ہو اور امت میں افضل اور برتر ہو کوئی دوسرا جو امام سے افضل و برتر ہو۔ پس جب یہ ناممکن ہوا اور یہ صحیح ثابت ہوا اس دلیل کے ذریعے جس کا اقرار اور اعتراف خود زید یہ کرتے ہیں کہ امام کوئی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہ سب سے افضل ہو۔ پس اس بناء پر یہ درست ثابت ہوا کہ امامت ہر زمانہ میں سوائے ایک کے دوسروں کیلئے نہیں ہوتی۔ ہمارے اور مغیرہ کہ درمیان فرق بالکل واضح اور آسان ہے اور اللہ ہی کی طرف سے احسان ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علیہما السلام کی طرف واضح طور پر دلالت اور راہنمائی کی اور پوری عمرت سے ان دونوں کی تخصیص کردی جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا اور بیان کیا۔ پس جب حسن علیہ السلام وفات پاگئے تو حسین علیہ السلام اس مقام کیلئے زیادہ حقدار اور اولیٰ تھے چونکہ خود امام حسن علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ فرمایا تھا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین کی امامت کی طرف دلالت کی تھی اور مختص فرمایا تھا اور اشارہ فرمایا تھا۔ پس اگر امام حسن علیہ السلام نے اپنے فرزند کیلئے امامت کی وصیت کی ہوتی تو اس صورت میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں ہوتی۔ اور امام حسن علیہ السلام اس بات سے پاک و مبرا ہیں اور پھر ہم نہ شک کرتے ہیں نہ ہی تردید کہ امام حسین علیہ السلام حسن شہیٰ ابن امام حسن بن علی سے افضل ہیں اور حقیقت میں ہمارے نزدیک اور زید یہ کے نزدیک افضل ہی امام ہوتا ہے۔ پس جو کچھ ہم نے بیان کیا اور واضح کر دیا اس سے مغیرہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا اور وہ بنیاد جس پر انہوں نے اپنے عقیدہ اور رائے کی عمارت کھڑی کی تھی وہ ختم ہو گئی اور ہم نے علی بن الحسین بن علی علیہم السلام کو جس بات سے تخصیص دی وہ جاہداری کی بناء پر نہیں تھی نہ ہی ہم نے اس میں کسی کی پردی اور تقلید کی ہے۔ لیکن آپ کے بارے میں روایات اور احادیث ہمارے کانوں تک پہنچ گئیں جبکہ حسن بن شہیٰ الحسن کے بارے میں کوئی روایت سننے میں نہیں آئی۔ اور ان کے حلال و حرام کے علم کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس سے لاعلم ہیں اسی طرح آپ کے جانشین کی جانب سے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے اور ہم نے حسن ابن الحسن سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کے ذریعے ہم اس بات کا تقابل اور مقابلہ کریں اس بات سے جو علم علی بن الحسین علیہما السلام کے بارے میں ہم نے سنا ہے۔ اور دین کا جاننے والا امامت کا زیادہ حقدار ہے اس سے جس کے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ پس اے گروہ زید یہ اگر تم تک حسن بن الحسن سے حلال و حرام کے بارے میں کوئی علم پہنچا ہے تو اس کو ظاہر و آشکار کرو اور اگر نہیں جانتے ہو تو اللہ سزوجل کے اس ارشاد کے متعلق غور و فکر کرو۔ افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فما لکم کیف تحکمون (سورۃ یونس

آیت (۳۵) "کیا جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ پیروی کئے جانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا وہ جو خود ہدایت نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے پس تم کس قسم کے فیصلے کر بیٹھتے ہو۔"

ہم حسن شتیٰ بن امام حسن کی فضیلت، طہارت، اعلیٰ مرتبت اور پاکیزگی اور عدالت کا انکار نہیں کرتے لیکن امامت نہیں ملتی مگر دین کے علم، پروردگار عالمین کے احکام کی معرفت اور اس کی کتاب کی تاویل کو جانے بغیر اور ہم نے آج تک یہ نہیں دیکھا ہے نہ سنا ہے کہ زید یہ فرقہ کسی کی امامت کا معتقد ہو اور وہ شخص تاویل یعنی تاویل قرآن کے بارے میں تفسیر بالرائے اور احکام میں اجتہاد اور قیاس کا قائل ہو۔ جبکہ تاویل قرآن کی معرفت بغیر استنباط کے ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کا اس وقت قوی امکان تھا کہ اگر قرآن ایک ہی لغت میں نازل ہو جاتا اور اس لغت اور زبان کے علماء اس سے مراد کو جان لیتے لیکن قرآن تو بہت سے لغات (عرب) میں نازل ہوا ہے اور اس کے معانی اور مرادوں کو پہچان نہیں سکتے مگر یہ کہ شارع خود بیان فرمائے جیسے صلاۃ، زکوٰۃ، حج اور جو کچھ اس سلسلے میں ہے۔ اور اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے معنی اور مراد معلوم ہوتے ہی نہیں مگر توقیف سے (یعنی شارع کی وضاحت سے) جس میں سے ہم بھی جانتے ہیں اور تم بھی جانتے ہو کہ ان سے مراد توقیف سے ہی معلوم ہوتی ہے کسی دوسری چیز سے نہیں۔ پس اس بنا پر اس کو لغت پر عمل کرنا اور اس کی طرف پلٹنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے تم سب سے پہلے اس بات کی طرف محتاج ہو کہ یہ جان لو کہ یہ کلام جس کی تم تاویل کرنا چاہتے ہو اس میں ہرگز توقیف (اور شارع کی طرف سے وضاحت) کی ضرورت نہیں ہے نہ اجمالی طور پر نہ تفصیلی طور پر۔

اگر ان میں سے کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اس سے انکار نہیں کہ جو کچھ توقیف کی راہ سے معلوم ہونا چاہیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے واقف کرایا ہے۔ اور جو کچھ استخراج کے ذریعے معلوم ہونا ہے اسے علماء کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور قرآن میں سے بعض کو بعض کے لئے دلیل اور راہنما قرار دیا گیا ہے۔ پس اس طرح ہم اس دعویٰ کا جواب دینے سے مستثنیٰ اور بے نیاز قرار پائے جو آپ توقیف اور موقف کے بارے میں دعویٰ کر رہے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ بات اس طرح سے ہو جس طرح سے تم بیان کر رہے ہو کیونکہ اس صورت میں ہم ایک ہی آیت کے لئے دو قسم کی ایک دوسرے سے متضاد تاویلیں پائیں گے اور لغت میں دونوں صحیح ہیں اور دونوں کی پیروی اور اس کے ذریعے اللہ کی بندگی کی جاسکے گی۔ اور ایک حکیم متکلم کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ اس کا کوئی کلام ایسا ہو جس میں دو متضاد مرادیں پائی جائیں۔

اگر کوئی کہے کہ کوئی اس بات کا انکار نہیں کر رہا ہے کہ قرآن میں دونوں معنوں میں سے صرف ایک ہی پر دلالت کی جا رہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ قرآن کا علم رکھنے والے جب بھی اس میں تدبر کریں تو وہ اسی اصل مراد اور معنی کو بعینہ جان لیں گے۔

پس اس شخص سے کہا جائے گا کہ ہم تمہاری اس بات کا انکار کرتے ہیں اور اس کی وجہ بھی آپ کو بتائیں گے اور وہ یہ ہے کہ وہ دلالت جو قرآن میں دو معنوں میں سے ایک کی طرف ہے وہ دو باتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس میں تاویل کا امکان اور احتمال موجود ہے یا قابل تاویل نہیں ہے۔ اگر یہ تاویل کے قابل ہے اور اس میں اس چیز کا احتمال ہے تو اس صورت میں اس کے بارے میں بات وہی ہوگی جو مذکورہ آیت کے بارے میں ہو چکی ہے۔ اور اگر تاویل کا احتمال اس میں موجود نہ ہو تو یقیناً وہ توفیق ہے اور اپنے معنی میں نص (اور واضح دلالت رکھنے والی ہے) اور یہ ضروری ہے کہ لغت اور زبان سے واقف کسی بھی شخص پر اس کے معنی کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ عقل اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور ایک حکیم سے اس طرح کے فعل کا صادر ہونا صحیح اور اچھا ہے۔ لیکن اگر ہم قرآن کی آیات میں تدبر کریں تو ہم ان کو ایسا نہیں پائیں گے بلکہ ہم یہ پائیں گے کہ دین اور لغت و زبان کے علم رکھنے والوں کے درمیان ان کی تاویلات کے بارے میں اختلاف اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اگر اس میں کچھ آیات ایسی ہوں جو دوسری آیات کی تفسیر اور وضاحت کرتی ہوں اس طرح سے کہ تاویل کا اس میں کوئی امکان اور احتمال موجود نہ ہو تو اختلاف کرنے والا ایک گروہ ہٹ و حرم ہوگا اور ادنیٰ کوشش کے ساتھ ان کی غلطی کا اکتشاف کرنا ممکن ہے۔ اور جس نے آیت کی تاویل کی ہے وہ زبان سے ناواقف اور اہل زبان سے خارج کوئی شخص ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی کلام تاویل کا احتمال اور امکان نہ رکھتا ہو اور تم نے اس پر ایسے افکار اور احتمال کو مسلط کر دیا جس کا وہ احتمال نہیں رکھتا تو اس صورت میں وہ کلام اس زبان سے خارج ہو جائے گا جس میں تکلم واقع ہوا ہے۔ پس اسے زید گروہ کے لوگو تم کوئی ایک آیت ایسی قرآن میں سے بتاؤ جو نص یا توفیق کے طور پر تاویل پر دلالت کرتی ہو اور اہل علم اس کی تاویل کے بارے میں اختلاف کر چکے ہوں۔ اور یہ بات بہت مشکل ہے اور اس کا مشکل ہونا بذات خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے ایک ایسے ترجمان کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقصد اور مراد کو جانتا ہو اور اس کی خبر دیتا ہو اور یہ مجھ پر بالکل واضح اور روشن ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے کہ یہ خطابیہ گروہ امامت کو جعفر بن محمد کے لئے دھوئی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ انہیں اپنے پدر بزرگوار سے وراثت اور وصایت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے اور ان کی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہر اس شخص کی مخالفت کرتے ہیں جو (امام جعفر صادق کے بعد) امامت کا قائل ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ تم (امامیہ) لوگوں نے جعفر صادق کی امامت کے سلسلے میں ان سے موافقت کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کے بارے میں تم سے وہ اختلاف کرتے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں اور خدا پر ہی اعتماد ہے کہ کسی کی موافقت یا مخالفت سے امامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حق پر مبنی دلائل براہین کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس صاحب کتاب نے مغالطہ سے کام لیا ہے

کیونکہ خطابیہ غلو کرنے والا ایک گروہ ہے اور غلو کرنے اور امامت کے قائل ہونے کے درمیان کوئی ایسا ربط اور کوئی ایسی نسبت نہیں ہے۔ پس اس کا وہ یہ جواب دے کہ: میں نے اس سے وہ گروہ اور فرقہ مراد لیا ہے جو امام جعفر صادق کی امامت پر ٹھہر گیا ہے اور دوسرے ائمہ کا قائل نہیں۔ تو اس فرقہ سے کہا جائے گا کہ ہم یہ جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ (امام) موسیٰ (امام) جعفر صادق کے بعد امام ہیں جس طرح تم یہ جان چکے ہو کہ محمد بن علی (الباقرا) کے بعد امام جعفر صادق امام ہیں۔ اور ہم یہ جان چکے ہیں کہ امام جعفر صادق وفات پا چکے۔ جب کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار بھی وفات پا چکے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی اور فرق بالکل ویسا ہی ہے جیسا فرق اور جدائی سبائیہ اور اس گروہ میں جو امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کی امامت پر ٹھہر گئے کے درمیان ہے۔ پس جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ دو۔ اور صاحب کتاب سے کہا جائے گا کہ آپ یہ سن لیں کہ آپ اور ان لوگوں کے درمیان کیا فرق ہے جو امامت کو عباس، جعفر اور عقیل کے فرزندوں کا حق سمجھتے ہیں یعنی ان میں سے جو اہل علم اور فضیلت ہیں اور اس سلسلے میں لغت کے ذریعے دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ لوگ بھی عترت رسول میں سے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری عترت کو مراد لیا ہے اور غمغص نہیں کیا ہے امامت کو تین کے ساتھ اور وہ ہیں امیرالمومنین اور حسن و حسین جن کے بارے میں ہم نے تمہیں پہلے بتایا تھا اور واضح کر دیا تھا۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے: اور شمشیہ گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ امامت اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے عبداللہ بن جعفر بن محمد میں منتقل ہو گئی ہے۔ اور فطویہ گروہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کا دعویٰ کرتا ہے کہ ان کو اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے ملی ہے اور اس سے قبل وہ لوگ عبداللہ بن جعفر کی امامت کے قائل تھے۔ اور آج ان لوگوں کو اسماعیلیہ کہا جاتا ہے کیونکہ عبداللہ بن جعفر کی امامت کے قائل لوگوں کی نسل اور پشت ختم ہو گئی اور فطویہ میں سے ایک گروہ وہ ہے جنہیں قرامطہ کہا جاتا ہے اور وہ لوگ محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق کی امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں اسے اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے ملی ہے۔ اور ایک واقعہ گروہ ہے جو امام موسیٰ بن جعفر کی امامت کے دعویدار ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ واپس لوٹیں گے۔

لیکن فطویہ گروہ کے باطل ہونے کی دلیل اس قدر واضح اور روشن ہے کہ وہ مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اسماعیل، ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے پہلے مر گئے اور ایک میت اور مردہ انسان کسی زندہ انسان کا جانشین نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس زندہ شخص میت اور مردہ کا خلیفہ اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس گروہ نے اپنے سرداروں اور سرگروہوں کی اندھی تقلید کی اور دلیل و حجت اور جو کچھ اس موضوع کو واضح کرنے کے متعلق تھا اس سے احتراز کیا اور منہ پھیر لیا۔ اور یہ بات زیادہ وضاحت کی ضرورت سے بے نیاز ہے کیونکہ اس کا باطل ہونا بالکل ظاہر اور اس کا قائل شکیہ ہونا روشن ہے۔

لیکن قرامطہ اس گروہ نے تو اسلام کی حرف بحرف مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے اعمال شریعت کو صحیح کر دیا اور ہر قسم کی خرافات بجالائے اور اپنے فرقہ میں اس کو شامل کر لیا۔ دراصل حالیکہ امام کی ضرورت اس لئے ہے کہ دین کی حفاظت ہو اور حکم شریعت قائم اور نافذ ہو جائے پس اگر قرامطہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ جعفر بن محمد یا ان کے وصی نے ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے جو اسلام اور شریعت کی مخالفت کرنے اور امت مسلمہ جس صحیح روش پر چل رہی ہے اس سے خارج ہونے کی طرف دعوت کرے اور پکارے تو ان کے باطل ہونے کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں کہ ہم ان کے اسلام کے مخالف اور باطل اور رکبک دعویٰ کو دیکھ لیں۔ اور ہمارے اور دوسرے تمام فرقوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہمارے پاس روایات کو نقل کرنے اور احادیث اور آثار کو حمل کرنے والے ایسے راوی موجود ہیں جو ایک دوسرے سے دور شہروں اور سرزمینوں میں رہتے ہیں اور ان سب نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے حلال و حرام کے بارے میں علم نقل کیا ہے۔ اور یہ اس طرح سے ہے کہ عام حالات میں اور صحیح تجزیہ کی بنیاد پر یہ ناممکن ہے کہ وہ سارے کا سارا پیدا کردہ جھوٹ ہو۔ انہی لوگوں نے حکایت کی ہے اپنے اسلاف سے نقل کرتے ہوئے کہ اباعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کی وصیت کی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری اور علم کے بارے میں ایسی باتیں منقول ہوئیں جو کہ راویان احادیث کے نزدیک مشہور و معروف ہیں۔ اور ہم نے دوسرے فرقوں کے بارے میں دعویٰ کے علاوہ کچھ نہیں سنا ہے۔ روایات متواترہ اور اس کے اہل کار روایات غیر معتبر سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ پس سچی روایات اور احادیث کے بارے میں غور و فکر کرو تو معلوم ہو جائے گا۔ حضرت موسیٰ کاظم اور امام جعفر صادق کے دوسرے دو بیٹے محمد اور عبداللہ کے درمیان فرق ہمیں معلوم ہو جائے گا اور آؤ ہم اس امر میں ان پانچ حلال و حرام کے متعلق مسائل سے آزماتے ہیں جن کا جواب حضرت موسیٰ کاظم نے دیا ہے۔ اگر ہم نے ان چیزوں کے بارے میں ان دونوں کی امامت کے قائل کسی ایک سے بھی جواب پایا تو ان کی بات درست ہے۔ امامیہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جعفر سے سوال کیا گیا دو سو درہم میں زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے تو اس نے کہا: پانچ درہم پھر اس سے کہا گیا، ایک سو درہم میں مقدار زکوٰۃ کیا ہے تو اس نے جواب دیا اڑھائی درہم۔

اگر کوئی اعتراض کرنے والا اسلام اور اہل اسلام پر اعتراض کر بیٹھے اور یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس ایک ایسا شخص موجود ہے جس نے قرآن کی مثل اور نظیر بنائی ہے اور ہم سے سوال کر بیٹھے کہ اس کی پیش کردہ کتاب اور قرآن میں فرق کیا ہے۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ قرآن تو آشکار اور سلطنتی موجود ہے تم اپنا لکھا ہوا پیش کر دتا کہ ہم اس کی پیش کردہ کتاب اور قرآن کے درمیان فرق کو واضح کر سکیں۔ بالکل اسی طرح ہم بھی امامیہ اور دوسرے فرقوں کے درمیان فرق کے بارے میں کہتے ہیں۔ ہماری روایات اور احادیث تو مختلف سرزمین میں رہنے والے شیعہ علماء کے پاس

محفوظ اور موجود ہیں۔ لیکن تم اپنی وہ روایات اور احادیث ظاہر اور آشکار کرو جن کے تم دعویٰ دار ہو تاکہ ہم ان دونوں میں فرق کو واضح کر سکیں یا کہ تم ایسی روایت کی موجودگی کا دعویٰ کر دے جسے کسی بھی سننے والے نے نہیں سنا اور نہ ہی کسی شخص نے اس کو جانا ہے۔ پھر تم اس غیر مشہور اور غیر معروف خبر کا دوسری مشہور و معروف روایات سے فرق ہم سے پوچھتے ہو تو یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کے پیش کرنے سے کوئی بھی شخص عاجز نہیں ہوگا اور اگر اس قسم کے دعوے فرقہ امامیہ یعنی اہل حق کی روایات اور سچی احادیث کو باطل کر سکتے ہیں تو اسی نوعیت کے حامل براہمہ فرقہ کے دعوے مسلمانوں کی روایات اور اخبار اور وقایح کو باطل ثابت کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے اور خدا کا ہم پر احسان ہے۔

اور ثنویہ فرقہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے سرکردہ مانی نے معجزات دکھائے اور ان کے پاس ایسی باتیں ہیں جو ان کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں پس توحید پرستوں نے ان سے کہا کہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے اظہار سے عاجز و قاصر نہیں ہے۔ پس تم وہ بات اور خبر ہمیں بتاؤ تاکہ ہم تمہیں اس بات کی طرف راہنمائی کریں کہ یہ کسی قسم کے عذر کو رفع نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کسی بھی قسم کی حجت واجب قرار دی جاسکتی ہے اور یہی بات ہماری اس کتاب کے مالک کے جواب کی شبیہ اور نظیر ہے۔

اس کتاب کے مالک سے کہا جائے گا کہ بکریہ اور اباضیہ فرقے نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کی خلافت پر نفس کی تھی اور تم نے ان کے اس دعویٰ کا انکار کر دیا جس طرح ہم نے تمہارے اس دعوے کا انکار کر دیا کہ ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام نے ان دونوں کی امامت کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پس تم اپنی دلیل پیش کرو اور اپنے اور بکریہ اور اباضیہ فرقے کے درمیان فرق کو واضح کر دو تاکہ ہم تمہیں بتا دیں کہ ہمارے اور ان لوگوں میں جن کا نام تم نے لیا ہے فرق کیا ہے۔

اور اس کتاب کے مالک سے کہا جائے گا کہ تم ایک ایسے شخص ہو جو اس بات کا مدعی ہے کہ جعفر بن محمد الصادق زیدیہ مذہب پر تھے۔ اور انہوں نے اس جہت اور لحاظ سے جو امامیہ فرقہ بتاتا ہے اپنی امامت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ دراصل حالیکہ محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد نے تمہارے ساتھیوں کے دعوے کے برخلاف ایک دعویٰ کیا ہے اور وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ ہم اپنے اسلاف اور گذشتگان سے نقل کر رہے ہیں۔ پس تم اپنے اور ان کے درمیان فرق کو بتاؤ تاکہ ہم اس سے بہتر کو تمہارے سامنے پیش کر سکیں اور یہ چیز عدل و انصاف کے مطابق اور تمہارے لئے بہتر اور اولیٰ ہے۔

ایک اور فرقہ وہ ہے کہ محمد بن جعفر اور عبد اللہ بن جعفر کی امامت کو ماننے والے اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ حسین نے علی (زین العابدین) پر نفس کی اور علی نے محمد (باقر) پر نفس کی اور محمد نے جعفر پر نفس کی اور ہماری دلیل

اس بارے میں کہ حضرت موسیٰ کاظمؑ پر نقس کی ہے بعینہ وہی دلیل ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حسینؑ نے علیؑ (زین العابدین) پر نقس کی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر امام ظاہر ہو اور ان کی طرف شیعوں کی آمد و رفت شروع ہو جائے تو اس وقت ان کا علم آشکار اور ظاہر ہو جائے گا اور ان کی دین سے معرفت اور آگاہی واضح اور روشن ہو جائے گی۔ اور ہم نے یہ پایا ہے کہ روایتوں کو نقل کرنے والے اور احادیث کے بار کو اٹھانے والوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ سے حلال و حرام کے علم کی نقل کی ہے جو کہ تمدین شدہ اور مشہور و معروف ہے اور ذاتی فضیلت آپ کی اس قدر ظاہر ہو چکی ہے جو کسی بھی خاص و عام (شیعہ و سنی) پر پوشیدہ نہیں۔ اور یہی امامت کی علامات اور نشانیاں ہیں جب ہم نے ان چیزوں کو حضرت موسیٰ کاظمؑ میں پایا اور دوسروں میں یہ چیز نہیں دیکھی تو ہم نے یہ جان لیا کہ وہی امام ہیں اپنے والد گرامی کے بعد نہ کہ آپ کے بھائی۔

ایک اور چیز وہ یہ کہ: عبداللہ بن جعفر مر گئے اور انہوں نے کوئی نرینہ فرزند اپنے بعد نہیں چھوڑا۔ ہی انہوں نے اپنے بعد کسی پر نقس قائم کی۔ پس ان کی امامت کے قائل لوگ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام کی امامت کے اعتقاد پر پلٹ گئے۔ اور اس کے بعد ہماری روایات اور اخبار اور ان کی روایات اور اخبار کے درمیان فرق یہی ہے کہ روایات اور اخبار اس وقت تک علم و یقین کا موجب نہیں بنتے جب تک کہ اس کو نقل کرنے کی راہ میں اور اس کے واسطوں میں ایسے گروہ اور جماعت ہوں کہ اگر وہ کوئی خبر دیں اور روایت نقل کریں تو عذر اور بہانہ ختم ہو جائے۔ اب ہم ان کے اسلاف کے بارے میں بحث و مباحثہ نہیں کرتے بلکہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ موجودہ دور میں اخبار و روایات کو نقل کرنے والے اپنے مذہب کی ایسی تعداد دکھائیں جن سے روایات کا تواتر ثابت ہو جائے۔ جس طرح یہ چیز ہم ان پر ثابت کر سکتے ہیں۔ پس اگر وہ اس بات پر قادر ہیں تو وہ اس کو آشکار اور ظاہر کریں۔ اور اگر وہ اس سے عاجز رہیں تو ہمارے اور ان کے درمیان جو فرق ہے وہ واضح اور آشکار ہے والحمد للہ۔

اور جو لوگ امام موسیٰ کاظمؑ پر توقف کر چکے ہیں تو ان کی راہ اور مسلک بھی ابو عبداللہ جعفر صادقؑ پر توقف کرنے والے لوگوں کی راہ ہے۔ ہم نے تو کسی سلف کی موت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ ان کی موت کی تصدیق ہمیں خبر اور روایت کے ذریعہ ہوئی ہے۔ پس کوئی کسی بھی امام کی امامت پر توقف کرنے والا ہو ہم اس سے پوچھیں گے کہ تمہارے اور ان کے درمیان فرق کیا ہے جو دوسرے کسی امام کی امامت پر توقف کرتا ہے۔ اور اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے کہ ان میں سے ایک فرقہ اور گروہ ایسا بھی ہے جو حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بعد ان کے فرزند علی بن موسیٰ کی امامت کا قائل ہے اور موسیٰ کاظمؑ کے دوسرے نرینہ فرزندوں میں سے کسی کو بھی امام نہیں مانتا۔ اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے امامت کا استحقاق وراثت اور وصیت کے ذریعے اپنے والد سے حاصل کیا ہے۔ پھر

اس کے بعد امامت ان کے بیٹوں میں منتقل ہو گئی جہاں تک کہ یہ سلسلہ حسن بن علی (العسکری) تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ان کے لئے ایک فرزند کے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کا نام خلف صالح رکھتے ہیں۔ جو اپنے والد سے قبل وفات پا گئے چنانچہ ان کے بھائی حسن کی طرف پلٹ گئے۔ پس وہ چیز باطل ثابت ہو گئی جو کچھ وہ محمد کے بارے میں وہم و گمان رکھتے تھے۔ اور اس بارے میں کہنے لگے اللہ نے محمد سے حسن کی طرف جدا کیا ہے جس طرح اسماعیل بن جعفر سے موسیٰ بن جعفر کی طرف جدا کیا تھا۔ جبکہ اسماعیل (امام جعفر صادق) کی زندگی ہی میں مر گیا تھا۔ یہاں تک کہ حسن بن علی العسکری ۲۶۳ھ میں وفات پا گئے پس آپ کے بعض اصحاب نے جعفر بن علی کی امامت کی طرف رجوع کیا جس طرح اصحاب محمد بن علی نے آپ کی وفات کے بعد حسن العسکری کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور ان میں سے کچھ نے گمان کیا کہ جعفر بن علی (نقی) اپنے والد بزرگوار سے وراثت اور وصایت کی بنیاد پر امامت کے حقدار بنے ہیں نہ کہ ان کے بھائی حسن بن علی العسکری۔ پھر اس کے بعد جعفر کے بیٹوں میں امامت کو وراثت اور وصایت کی بنیاد پر منتقل کرتے گئے۔ اور یہ تمام فرقے امامت کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تنازعہ اور جھگڑا کرتے آرہے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں ایک دوسرے کی امامت سے بیزاری اور برائت کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ اپنے امام کی امامت کی وراثت اور وصایت کے واسطے سے اور غیب کے علم جیسی چیزوں کی بنیاد پر دعویدار ہے جبکہ خرافات اس سے بہتر ہے۔ اور کسی بھی فرقے کے پاس اپنے مدعی کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ہر فرقہ دوسروں سے مختلف ہے لیکن وراثت اور وصایت کے دعوے میں سب ایک جیسے ہیں۔ ان کی دلیل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اپنی ہی گواہی ہے دوسروں کی گواہی نہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں اور ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر اس مقام پر وراثت اور وصایت کے علاوہ کوئی دوسری دلیل ان دعویداروں کے پاس ہوتی تو اس کو ضرور پیش کرتے اور اگر امامت کے اثبات کے لئے وراثت اور وصایت کے علاوہ کوئی دوسری دلیل نہیں ہے تو امامت ہی باطل اور غیر صحیح ہے کیونکہ وراثت اور وصایت کی بنیاد پر دعویٰ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ایک گروہ کے دعویٰ کو قبول کر کے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو ٹھکرانے کی کوئی راہ نہیں ہے جبکہ مورد اور موضوع دعویٰ ایک ہے۔ المختصر وہ سب کے سب ایک دوسرے کو جھٹلانے پر متفق ہیں۔ اور ہر فرقہ اور گروہ اپنے دعوے میں دوسروں سے بالکل منفرد اور الگ ہے۔

پس میں اس کے جواب میں کہتا ہوں: اور خدا ہی صحیح راستہ کی توفیق دینے والا ہے۔ اگر امامت اس وجہ سے باطل اور غیر صحیح ثابت ہو جاتی ہے کہ اس کے مدعی اور دعویٰ کرنے والے زیادہ ہیں تو نبوت کے بارے میں بھی ایسی ہی دلیل کو صحیح مان لو۔ اور ہم یہ تحقیق جانتے ہیں کہ بہت سے انسانوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس کتاب کا مؤلف امامیہ کی طرف ایسی بے بنیاد باتیں منسوب کر چکا ہے کہ ان سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ سب کے سب اس بات

کے قائل ہیں۔ اور ان فرقوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جو بڑا کا قائل نہیں ہے۔

اور جس نے یہ کہا اللہ کے لئے حادثات ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا علم استفادہ ہے وہ کافر بائد ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو وہ مغیرہ فرقہ کا عقیدہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص ائمہ کی طرف علم غیب کی نسبت دے تو یہ کفر بائد ہے اور ہمارے نزدیک اسلام سے خارج ہوتا ہے۔

اس مؤلف پر کترین انصاف یہ تھا کہ وہ اہل حق کی بات کو بعینہ بیان کرتا اور اس بات پر اکتفا نہ کرتا کہ یہ سارے فرتے آپس میں اختلاف کر چکے ہیں یہ دلیل ہے کہ امامت پر اعتماد ہی باطل عقیدہ ہے۔

اور پھر ہمارے نزدیک امام چند طریقوں سے پہچانا جاتا ہے جن کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گے پھر حوزہ کریں گے ان لوگوں کی باتوں کے بارے میں پس اگر ہم نے یہ دیکھا کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو اس صورت میں ہم اس عقیدہ اور مسلک کے باطل ہونے کا فیصلہ دیں گے۔ پھر مؤلف کتاب سے سوال کریں گے ان اقوال اور آراء و عقائد میں سے کونسا عقیدہ صحیح اور حق ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ ان میں سے ایک فرقہ موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کی طرف گیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن موسیٰ کو امام مان لیا۔ یہ بات ایک ایسے شخص کی بات لگتی ہے جو امامیہ کی تاریخ اور روایات سے واقف نہیں ہے۔ کیونکہ سوائے محدودے چند کے جنہوں نے امام موسیٰ کاظم کی امامت پر توقف کیا اور اسماعیل اور عبداللہ بن جعفر کی امامت کے قائل ہو گئے باقی تمام امامیہ علی بن موسیٰ کی امامت پر مستحق ہو گئے۔ اور آپ کے بارے میں روایات نقل کیں جو کتابوں میں مدون اور مرتب ہیں۔ اور صاحبان اخبار اور ناقلان روایات میں سے صرف پانچ افراد ایسے تھے جو اس حادثہ کے آغاز میں ان مذاہب و عقائد کی طرف مائل ہو گئے اور بعد میں ان کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ پس مؤلف کتاب نے کس طرح یہ مناسب سمجھا کہ یہ کہے کہ ایک گروہ موسیٰ کاظم کی طرف کٹ گیا۔ اور اس بات سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس نے کہا "یہاں تک کہ وہ حسن عسکری پر پہنچ گئے اور ان کے لئے ایک بیٹے کے ہونے کا دعویٰ کیا۔ جبکہ امام علی بن محمد کی حیات طیبہ کے دوران فارس بن حاتم کے ساتھیوں میں سے صرف ایک گروہ ایسا تھا جو کہ آپ کے بیٹے محمد کی امامت کا قائل تھا۔ پس عقلمند کے لئے یہ ذیہ نہیں رہتا کہ وہ اپنے مخالف کو ایک ایسی باطل بات سے طعن و تشنیع کرے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اور جو چیز محمد کی امامت کے قائل لوگوں کے عقیدہ کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بعینہ وہی بات ہے جو ہم نے اسماعیل بن جعفر کے بارے میں کہی تھی کیونکہ دونوں کی داستان ایک ہے اور ان میں سے دونوں اپنے والد کی وفات سے پہلے مر گئے تھے۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے کہ زندہ شخص کسی مردہ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنائے اور اس کی امامت کی وصیت کر دے۔ اور اس بات کا باطل ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس سلسلے میں مزید گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور فرق ہمارے اور جعفر (کذاب) کی امامت کے قائل لوگوں کے درمیان یہ ہے کہ اس کی امامت کے قائل لوگوں کی باتوں میں تضاد اور اختلاف ہے۔ کیونکہ اسی کے ساتھیوں میں سے اور ہمارے ہم عقیدہ لوگوں سے یہ بات اس کی زبانی منقول ہے کہ "میں اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہوں" اور ان میں سے بعض نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا "میں امام ہوں اپنے بھائی حسن عسکری کے بعد" اور بعض نے یہ بھی نقل کیا کہ اس نے کہا "میں امام ہوں اپنے والد علی بن محمد کے بعد"

اور یہ روایات جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایک دوسرے کو تھملا رہی ہیں۔ اور ہماری روایت ابی محمد حسن بن علی عسکری کے بارے میں ایسی روایت اور خبر ہے جو متواتر ہے اور اس میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اور یہی واضح اور روشن فرق ہے ہمارے اور ان کے درمیان پھر ہم پر یہ بھی آشکار ہوا کہ جعفر (کذاب) اللہ عزوجل کے احکامات سے ناواقف اور جاہل تھا۔ کیونکہ وہ ابو محمد (امام حسن عسکری) کی والدہ سے بھائی کی دراشت اور میراث کا مطالبہ کرنے آیا دران حالیکہ اس کے آبا۔ طاہرین کے احکام کے مطابق میت کی ماں کی موجودگی میں بھائی کو دراشت نہیں ملتی پس جب جعفر (کذاب) علم فقہ کے متعلق اتنا بھی نہ جانتا ہو جس کی وجہ سے اس میں نقص و جہالت واضح ہو گئی تو پھر وہ کیونکر امام ہو سکتا ہے؟ ہمیں ان امور میں ٹھوہر پر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں کہ اس بارے میں وضاحت سے کچھ کہیں تو کہہ سکتے ہیں لیکن جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں دلیل کافی اور دانی ہے اس بات پر کہ جعفر (کذاب) امام نہیں تھا۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "ان لوگوں نے حسن عسکری کے لئے ایک بیٹے کے ہونے کا دعویٰ کیا ہے" پس اس قوم اور گروہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ یہ بات اسلاف کے ذریعے نقل ہوئی (نہ صرف یہ بلکہ اس فرزند کے احوال غیبت وغیرہ اور بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کئے۔ پس جو شخص دیکھنا چاہتا ہے تو ان کی کتابیں حاضر ہیں وہ ان میں یہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "یہ تمام فرقے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں" پس اس نے بالکل صحیح کہا ہے اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ پس اس سلسلے میں جو کچھ پسند کرتا ہے وہ کہہ ڈالے اور طعن و تشنیع کرے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ پس براہمہ بھی اس سلسلے میں اس سے ہم آہنگ ہے اور اسلام کے بارے میں انہی باتوں کے ساتھ طعن و تشنیع کر رہا ہے۔ یعنی جس شخص سے بھی اس کا مخالف کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کرے اور اس کا مطلب یہ ہو کہ اس کے مذہب اور عقیدے پر اعتراض وارد کرے اگر سوال کرنے والے کی طرف اس کو پلٹایا جائے تو اس کے اپنے مذہب اور عقیدے پر وہی اعتراض وارد ہو جاتا ہے جو اس نے اپنے مخالف فرقہ پر کیا تھا۔ پس وہ شخص ایسا ہے جیسا کہ اپنے آپ سے سوال کرے اور اپنے قول اور عقیدے کی

تقسیم کرے۔ اور یہی بات اس کتاب کے مؤلف کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔ اور نبوت اصل ہے اور امامت اسکی فرع ہے۔ پس جب مؤلف کتاب نے اصل کا اقرار کر لیا تو فرع جو اصل کی طرف پلٹتا ہے کو طعن و تشنیع کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

پھر وہ کہتا ہے اگر وراثت اور وصایت کے ذریعے سے کسی مستفق علیہ دلیل کے بغیر امامت اس شخص کے لئے ثابت ہو جاتی جس کے لئے دعویٰ کیا جا رہا ہے تو مغیرہ اس بارے میں سب زیادہ حق پر ہیں کیونکہ حسن بن علی کی امامت کے سلسلے میں سب کے سب مستفق ہیں اور سب کا اجماع ہے۔ اور حسن بن علی کی امامت کے سلسلے میں مغیرہ کی دلیل بھی یہ ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے بعد وصایت اور وراثت کے ذریعے سے اس کے مستحق ٹہرے ہیں۔ اور اس فرقہ نے امام حسن کی امامت پر سب کے اتفاق اور اجماع کے بعد کسی دوسرے کے لئے امامت کو صحیح اور جائز قرار نہیں دیا ہے بلکہ اسی دلیل کے ذریعے امامت کو آپ کے فرزندوں میں قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ امامیہ فرقے اپنے دین و مذہب کے سلسلے میں اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے بعض جسمائیت کے قائل ہیں اور بعض سماخ ارواح کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض توحید کے مجرد ہونے اور بعض عدل خدا کے قائل ہیں اور ساتھ ہی سزا اور جزا کو ثابت کرتے ہیں اور بعض قدر کے قائل ہیں اور سزا و جزا کو باطل سمجھتے ہیں اور بعض رؤسیت خدا کے قائل ہیں اور ان میں سے کچھ رؤسیت کی نفی کرتے ہیں لیکن بداء کے قائل ہیں اور اس قسم کی چیزیں جن کی تفصیلات بیان کرنے سے کتاب طولانی ہو جائے گی یوں یہ لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے دین اور عقیدہ سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر فرقے کے لئے ان کے اپنے گمان کے مطابق کچھ قابل اعتماد راوی اور ناقل احادیث موجود ہیں۔ جنہوں نے ان کے اپنے اپنے اماموں سے ان تک یہ عقائد پہنچائے ہیں اور وہ اس سے متمسک ہیں۔

پھر مؤلف کتاب کہتا ہے کہ جب یہ صحیح ہو تو وہ بھی صحیح ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح اور ممکن نہیں ہے۔ اور ہم نے نقل قول سے زیادہ کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ پس کتاب کو اس کے تذکرے سے جس میں نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی فائدہ طولانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پس میں کہتا ہوں اور خدا ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ اگر حق ایک مستفق علیہ دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا تو کوئی حق کبھی ثابت نہیں ہو سکتا اور سب سے پہلے زیدیہ مذہب کا باطل ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی دلیل مستفق علیہ نہیں ہے۔ اور مغیرہ کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا ہے یہ دلیل ایسی ہے جسے اس نے یہود سے لیا ہے کیونکہ ہمیشہ وہ اس بات کو اپنی حقانیت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم اور وہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر مستفق ہیں اور اجماع رکھتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں وہ ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن اس کا ہماری اس لحاظ سے برائی کرنا کہ ہمارے عقیدے اور مسلک مختلف ہیں اور یہ کہ ہم میں سے ہر گروہ

اپنے امام سے جو کچھ روایت کرتا ہے اسی سے مستسک ہے پس یہ روش اس نے براہمہ سے لی ہے کیونکہ وہ لوگ بالکل اسی انداز سے اسلام کو ظعن و تضحیح کرتے ہیں۔

اور امامت، خدا تمہیں سعادت سے ہمکنار فرمائے۔ ہمارے نزدیک نص کے ذریعے دین کے بارے میں اور فضل و علم کے ظاہر ہونے کے ذریعے سے، ساتھ ہی سماعت پر موقوف فرائض اور اسکے فروعات میں قیاس اور اجتہاد سے بے نیاز ہونے کے ذریعے سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ہم نے کسی بھی امام کی امامت کو اس وجہ اور صورت سے جان لیا ہے۔ اور عنقریب شیعوں کے درمیان اختلاف کے بارے میں مطمئن کنندہ ایک دلیل پیش کریں گے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے: اور پھر ان کا اختلاف اس بات سے خالی نہیں ہے کہ ان کا یہ اختلاف یا تو ان کی اپنی ذات کی طرف سے ہے یا روایت نقل کرنے والوں کی طرف سے ہے یا ان کے اماموں کی طرف سے ہے۔ پس اگر یہ اختلاف ان کے ائمہ کی طرف سے ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ امام وہ ہوتا ہے جو سب کو ایک بات پر متفق کر لے نہ کہ وہ جو امت کے درمیان اختلاف اور افتراق کا سبب بنے خاص کر جبکہ وہ اور اس کے ماننے والے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں قلت میں ہیں اور ان کے درمیان ایک دوسرے سے محفوظ رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور امامیہ اور امت کے دوسرے فرقوں کے درمیان فرق کیا ہے جبکہ اپنے اماموں کے اور جہانے خدا کے ساتھ ہونے کے باوجود اس امت سے زیادہ برائی اور عیب کا حامل ہے جس کا کوئی امام نہیں ہے دریاں حالیکہ دین میں اختلاف اور ایک دوسرے کی تکفیر کے سلسلے میں امامیہ سے کتر ہیں اور اگر یہ اختلافات ان کی جانب دین کو مشتعل کرنے والوں کی طرف سے ہوں (یعنی ناقلان احادیث) تو اس امامت کے صحیح ہونے کی ضمانت کیا ہے جو ایسے لوگوں کی طرف سے ان تک پہنچ چکی ہے۔ خصوصاً جس کے لئے امامت کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اس کا وجود معدوم اور اس کی ذات قابل مشاہدہ نہ ہو۔ اور وہ ان پر حجت ہو اور یہ بھی ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا امام علم غیب رکھتا ہے۔ پس جب اس کے بہترین ساتھی اور ترجمان جو اس کے اور اس کے پیروکاروں کے درمیان واسطہ بھی ہوں جھوٹ بولنے والے ہوں اور اس کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہوں اور اس علم غیب رکھنے والے کو ان کی اس بات کے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ اختلاف مؤتمہ کے دین میں خود انہی کی طرف سے ہے، نہ کہ ان کے اماموں کی جانب سے۔ پس مؤتمہ کو اماموں کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بذات خود بے نیاز اور صاحبان علم و فہم ہوں دریاں حالیکہ ان کا امام ان کے پیچھے ہو اور کوئی منع اور نہی نہیں کرتا ہو اور وہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے دین کا ترجمان اور حجت ہو۔ اور یہ بھی بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ وہ معدوم ہے اور اس کو وہ علم غیب حاصل نہیں جس کا دعویٰ کیا جا رہا ہے کیونکہ اگر وہ موجود ہوتے تو اس کے لئے اپنے شیعوں کو احکام خدا بیان کرنے سے اجتناب کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ اللہ عروجی کا ارشاد ہے

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا تَبْيِينُ لِمَ الَّذِي اِخْتَلَفُوا فِيهِ (سورۃ نحل آیت ۶۳) اور ہم نے آپ

پر کتاب نازل نہیں کی مگر اس لئے کہ آپ بیان اور واضح کریں اس چیز کو جس کے متعلق وہ لوگ اختلاف رکھتے ہیں پس جس طرح رسول نے اپنی امت کے لئے بیان فرمایا اس طرح امام پر بھی واجب ہے کہ اپنے شیعوں کے لئے بیان کرے۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور خدا پر توکل اور بھروسہ ہے کہ امامیہ کے درمیان اختلاف ان جھوٹوں کی طرف سے ہے جو ہر زمانے میں ان کے درمیان گھس گئے یہاں تک کہ مصیبت بہت بڑی ہو گئی۔ اور شیعوں کے اسلاف ایسے لوگ تھے جو مستحق، کوشش کرنے والے اور باکردار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ لوگ ایسے نہیں تھے کہ خود صاحب نظریا تمیز اور فرق کرنے والے ہوں اس لئے انہوں نے ایسے شخص سے بھی روایت قبول کر لی جس نے اپنے پھرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا اور اس پر ٹیک لگانا کیا۔ جب یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور لوگوں پر حقیقت بے نقاب ہو گئی تو انہوں نے اپنے اماموں سے اس کی شکایت کی تو اماموں نے انہیں حکم دیا کہ ان روایات اور احادیث کو لے لیں جن پر سب مستفق ہوں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنی عادت اور طبیعت کو جاری رکھا۔ پس خیانت انہی کی طرف سے تھی نہ کہ ان کے ائمہ کی طرف سے۔ اور امام بھی سچی اور جھوٹی روایتوں میں سے جو آپس میں مخلوط ہو گئی تھیں اور جو نقل کی گئی تھیں واقف نہیں ہوئے کیونکہ وہ علم غیب نہیں جانتے (یعنی بذات خود نہیں جانتے بلکہ منجانب اللہ جب بھی اللہ ارادہ فرمائے جان لیتے ہیں) اور وہ ایک بندہ صالح ہے جو کتاب و سنت کا علم رکھتا ہے اور شیعوں کی خبروں میں سے صرف انہی سے واقف ہو جاتا ہے جو اس تک پہنچ جاتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ "پس کونسی چیز انہیں محفوظ رکھ سکتی ہے کہ امامت کے معاملہ میں بھی ان کا راستہ یہی ہو۔" تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ امامت تواتر کے ذریعے ان تک پہنچ جاتی ہے۔ اور تواتر میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ دراصل حالیکہ غیر امامت کے سلسلے میں جو روایات ہیں، ان میں سے ہر ایک خبر واحد ہے اور خبر واحد سے یقین اور علم حاصل نہیں ہوتا اور خبر واحد کبھی سچ اور کبھی جھوٹ ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیز تواتر میں نہیں ہے۔ اور یہ ہمارا جواب ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہا جائے وہ باطل اور غیر محترم ہوگا۔ پھر اس پر ہمارا اعتراض ہوگا کہ: بتائیں کیا امت کا اختلاف ان اقسام سے جو تو نے تقسیم کئے ہیں خالی ہو سکتا ہے یا نہیں اگر وہ کہے کہ نہیں تو ہم کہیں گے: کیا رسول سب کو مستفق کرنے کے لئے مبعوث نہیں کئے گئے ہیں؟ تو وہ ضرور کہے گا ہاں پھر اس سے کہا جائے گا کیا خدا دند عروجل نے یہ نہیں فرمایا ہے وہا انزلنا علیک الکتب اللتبین لہم الذی اختلفوا فیہ (سورۃ نحل آیت ۶۴) اور ہم نے آپ پر نازل نہیں کیا ہے کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ بیان کریں وہ چیز جس میں وہ اختلاف کر چکے تو وہ ضرور جواب میں کہے گا "ہاں" پھر اس سے پوچھا جائے گا "کیا انہوں نے بیان کیا ہے؟" تو وہ ضرور کہے گا "ہاں" تو اس سے پوچھا جائے گا "تو بتاؤ اب اختلاف کا سبب اور اس کی وجہ کیا ہے اور ہمیں مطمئن اور قائل کرو۔"

اور اس کا یہ کہنا "پس مؤتمہ (امامیہ) کو ائمہ کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بذات خود بے نیاز اور مستغنی ہوں اور امام ان کے پیچھے ہو اور انہیں نہیں اور منع نہ کرتا ہو" پس اس سے کہا جائے گا "اہل دین کے ساتھ سب سے مناسب ترین چیز انصاف ہے۔ وہ کونسی بات ہے جو ہم نے اپنی طرف سے کہی ہو اور ہم نے یہ اشارہ دیا ہو کہ ہم اپنی ذات کے لحاظ سے مستغنی اور بے نیاز ہیں تاکہ مؤلف کتاب اگر ہمیں اسکی طرف متوجہ کرے اور اس کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل قائم کرے اور وہ کونسی دلیل اور حجت ہے جو اس کی طرف سے پیش کی گئی ہو جس کی وجہ سے وہ یہ بات کہہ رہا ہے۔ درحقیقت جو شخص اپنے حریف اور مخالف کا مقابلہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال نہ رکھے کہ وہ کس چیز سے مقابلہ کر رہا ہے تو اس صورت میں اس پر سوالات اور جوابات کی بوچھاڑ ہو جاتی ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ: اور یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ وہ موجود نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ موجود ہوتے تو اپنے شیعوں کے اختلاف ختم کرانے کے لئے حق بیان کرتے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "اور ہم نے نازل نہیں کیا ہے آپ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ بیان کریں ان کے لئے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کر چکے ہیں" تو مؤلف کتاب سے کہا جائے گا: ہمیں ہدایت کنندہ عترت نبی کے بارے میں بتاؤ کیا ان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ امت کے لئے حق کو پورا کا پورا بیان نہ کریں۔ اگر وہ کہے: ہاں تو اس صورت میں اس نے اپنی ذات پر جرح کی ہے اور اس کی بات خود اسی کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ کیونکہ امت نے اس کے باوجود اختلاف کیا ہے اور ایک دوسرے سے متفرق ہو چکی ہے اور بعض نے بعض کی تکفیر کی ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ نہیں تو اس صورت میں اس سے کہا جائے گا تو یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ عترت موجود نہیں ہے اور اسی سے زیدیہ کے دعوے کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عترت جس طرح زیدیہ بتاتے ہیں موجود ہوتی تو وہ امت کے لئے ضرور حق کو بیان کرتی اور ان کے لئے سکوت اور خاموشی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اور ہم نے نازل نہیں کیا ہے آپ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ ان کے لئے بیان کریں وہ چیز جس میں یہ لوگ اختلاف کر چکے ہیں" اور اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ عترت نے حق کو بیان کیا ہے امت کے لئے لیکن امت نے حق کو قبول نہیں کیا ہے اور اپنی خواہش اور ہویٰ نفس کی طرف راغب ہو چکی ہے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ۔ یہی بعینہ وہ بات ہے جو امامیہ فرقہ اپنے امام اور آپ کے شیعوں کے بارے میں کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے۔ اور اللہ سے توفیق کا طلبگار ہے۔

پھر مؤلف کتاب کہتا ہے۔ ان سے کہا جائے گا کیوں تمہارے امام اپنے مریدوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ اگر وہ جواب میں یہ کہیں کہ اپنی ذات کو بچانے کے لئے اور اس کی حفاظت کیلئے تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر اس کے مرید اور ہدایت کے طلبگار کے لئے بھی جائز ہوگا کہ امام کی تلاش کے سلسلے میں تقیہ اور اپنی جان کی حفاظت کی فکر میں رہے۔ خاص کر جب کہ مرید اور ہدایت کا طلبگار امید و خوف میں ہو اور اپنے امام کے بارے میں علم ہی نہ ہو تو وہ بھی تقیہ میں

ہوگا۔ اور اگر تقیہ امام کے لئے جائز ہو تو عوام کے لئے بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔ اور امام کو کیا ہو گیا ہے جو اپنے پیروکاروں کی ہدایت سے تقیہ کرتا ہے اور اپنی جان کے خوف سے چھپ جاتا ہے لیکن ان کے اموال کے کھانے کے سلسلے میں کوئی تقیہ نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **اتبعوا امن لا یسنلکم اجراً** (سورہ یسین آیت ۲۱) "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ اور فرمایا ان کثیراً من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ" (سورہ توبہ آیت ۳۴) "اجبار اور رہبان (علماء، یہود و نصاریٰ) میں سے اکثر ایسے ہیں جو لوگوں کے مال و دولت کو باطل کر کے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور یہ دلائل کرتا ہے کہ اہل باطل دنیا کے طلبکار ہیں۔ اور جو لوگ کتاب سے مستسک ہیں وہ لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر کہتا ہے اگر وہ کچھ اور کہیں گے تو ہم بھی اس کا جواب دیں گے۔ پس ناقص جاہل جو کچھ کہے گا وہی یہ کہیں گے۔"

اس سوال کا جواب ہے: یقیناً امام اپنے ہدایت کے طلبکاروں اور مریدوں سے مخفی نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنی جان کے متعلق عالمین کے خوف سے چھپے ہیں۔ اور اس کا یہ کہنا کہ "اور جب تقیہ امام کیلئے جائز ہو تو یہ کام ماموم کیلئے بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔" تو اس سے کہا جائے گا۔ اگر جہاری مراد یہ ہے کہ ماموم کیلئے جائز ہے کہ وہ عالم سے اپنے آپ کو بچائے اور اس سے دور بھاگے جب بھی اپنی جان کے بارے میں خوف اور ڈر رکھتا ہو جس طرح امام کیلئے جائز ہے تو یہ میری جان کی قسم جائز ہے۔ اور اگر جہاری مراد یہ ہے کہ ماموم کیلئے جائز ہے کہ امام کی امامت کا مستفاد نہ رہے کیونکہ اسے تقیہ کرنا چاہیے پس یہ جائز نہیں ہے، جب کہ روایات اور اخبار اسے اس بارے میں متوجہ کریں۔ کیونکہ خبر صحیح اور صحیح روایت مشاہدہ کی جگہ لیتی ہیں۔ اور دلوں پر کوئی تقیہ نہیں ہے۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ امام کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ لوگوں کی رشد و ہدایت کے سلسلے میں تقیہ کر رہا ہے جبکہ ان کے اموال کے کھانے میں کوئی تقیہ نہیں کرتا جبکہ اللہ کا ارشاد ہے **اتبعوا امن لا یسنلکم اجراً** (سورہ یسین آیت ۲۱) اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام لوگوں کی رشد و ہدایت سے تقیہ میں نہیں ہے اور کیوں کر یہ ہو سکتا ہے جبکہ اس نے حق کو ان کیلئے بیان کیا ہے اور انہیں اس کی طرف ترغیب دلائی ہے اور اس کی طرف دعوت دی ہے۔ حلال و حرام کی تعلیم دی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسی وجہ سے مشہور ہو گئے اور اس سے وہ پہچانے جانے لگے۔ وہ لوگوں کے مال نہیں کھاتے بلکہ ان سے اس خمس کو لیتے ہیں جسے اللہ نے ان پر فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ تاکہ اس کو اس موضع اور مقام پر خرچ کریں جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور خمس کا حکم جس نے پیش کیا ہے وہ ذات گرامی رسول ہیں۔ اور قرآن نے بھی اس کے بارے میں بیان کیا ہے جیسا کہ ارشاد خدا عزوجل ہے **واعلموا انما عنتم من شی فان لله خمسہ و للرسول ولذی القربی والیتیمی**

والمسکین و ابن السبیل (سورۃ انفال آیت ۴۱) اور جان لو جو کچھ تم غنیمت اور فائدہ حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خدا، رسول، ذالقرنی، یتامی، مساکین اور ابن سبیل کیلئے ہے اور فرمایا ہے اخذ من اموالہم صدقۃ (سورہ توبہ آیت ۱۰۳) لے لیں ان کے اموال میں سے صدقہ۔

پس اگر مال کے لینے میں کوئی عیب اور برائی ہو تو اس کیلئے ہے جو اس سلسلے میں بذات خود پہل کرے اور بغیر حکم خدا کے یہ کام انجام دے۔ اور اللہ سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

اور مؤلف کتاب سے کہا جائے گا۔ ہمیں بتاؤ کیا جب تمہارا امام قیام کرے اور غلبہ پاسے تو کیا وہ غم سے لے گا یا نہیں؟ خراج لے گا یا نہیں؟ مال غنیمت اور ان جیسی چیزوں میں سے کچھ لے گا یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ نہیں تو اس صورت میں اس کے امام نے حکم اسلام کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ کہے ہاں تو اس سے کہا جائے گا۔ اگر تمہارے جیسا کوئی شخص تم پر اللہ عود جل کے قول "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا" کے ذریعے اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد "اور بہت سے اجبار و رہبان (علماء۔ ہود و نصاری) کے ذریعے اعتراض کرے تو کس چیز سے اس کا جواب دو گے تاکہ تم یہ توقع رکھو کہ فرقہ امامیہ تمہیں اسی جیسا جواب دے۔ اور یہ وہ چیز ہے، خدا تمہیں توفیق سے نوازے کہ جس کے ذریعے ملحدین اور کافرین مسلمانوں کو طعن و تشنیع کرتے تھے۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ کس نے انہیں اس دھوکے میں رکھا ہے۔ اور جان لو خدا تمہیں نیکی کا علم دے اور تمہیں اس کے اہل میں سے قرار دے۔ صرف اور صرف کتاب اور سنت پر عمل ہونا چاہیے اور ان کی مخالفت نہیں کی جانی چاہیے۔ پس اگر ہمارے مخالفین یہ ثابت کر سکے کہ جو کچھ ہم نے لیا ہے اس کے لینے میں ہم نے کتاب اور سنت کی مخالفت کی ہے تو اپنی جان کی قسم ان کی دلیل روشن اور واضح ہے۔ اور اگر ان کے سنے یہ ممکن نہ ہو تو وہ یہ جان لیں کہ کتاب خدا اور سنت کے مطابق عمل کرنے میں کوئی عیب اور قباحت نہیں ہے اور یہ بات بالکل روشن ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا "ہم امامت کو اس کیلئے جائز نہیں سمجھتے جو پہچانا نہ جاتا ہو پس کیا تمہارے پاس کوئی ایسی راہ ہے جس سے تمہارے امام کی معرفت حاصل ہو جائے جس کی امامت کے تم دعویٰ دار ہو تاکہ ہم بھی اس کے لئے امامت کو ممکن اور جائز مان لیں جس طرح سے عترت میں سے جو موجود ہیں ان کیلئے ہم جائز قرار دیتے ہیں اور اگر تم ایسا نہ کر سکو تو کوئی راہ ایسی نہیں ہے جو امامت کو معدوم لوگوں کیلئے جائز اور ممکن بناتی ہو۔ اور ہر وہ شخص جو موجود نہیں ہے وہ معدوم ہے۔ پس جس کیلئے امامت کے تم دعویٰ دار ہو اس کیلئے امامت کا جائز ہونا باطل ثابت ہوا۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور اللہ سے مدد کا طلبگار ہوں۔ اس کتاب کے مؤلف سے کہا جائے گا کیا تم علی بن حسین کے ذمہ علیہم السلام میں کوئی امام مانتے ہیں کے وجود کے بارے میں شک رکھتے ہو۔ پس اگر وہ کہے کہ نہیں تو

اس سے کہا جائے گا تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ امام ہوں؟ تو اگر کہے ہاں تو اس سے کہا جائے گا۔ پس شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ہم ان کی امامت پر اعتقاد کے سلسلے میں حق پر ہوں اور تم غلطی پر ہو اور تم پر حجت قائم کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ "نہیں" تو اس سے کہا جائے گا۔ پس ہمارے امام کے وجود پر دلیل قائم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ جبکہ تم علی بن حسین علیہما السلام کی امامت کے معترف اور اقرار کرنے والے نہ ہو باوجودیکہ مخالف اور موافق دونوں کے نزدیک آپ کا علی اور فضیلت کا مقام و منزلت واضح اور روشن ہے۔ پھر اس سے کہا جائے گا ہم نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیش کی تھی کے ذریعے عترت میں سے ان ہستیوں کو پہچان لیا ہے جو تاویل سے واقف اور احکام خدا کو جانتے ہیں۔ اس حدیث کے علاوہ اس لحاظ سے بھی ہمیں ایسی ہستیوں کی ضرورت ہے جو ہمیں قرآن کے معانی و مفہیم سے واقف کرائیں اور احکام خدا اور احکام شیطان کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ حق حسین علیہ السلام کے فرزندوں میں سے اس گروہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا عترت میں سے جو بھی فرد ان کی رائے کا مخالف ہے وہ حکم خدا کے بیان اور تاویل کے سلسلے میں اسی روش اور طریقہ کو اپناتا ہے جس کو علماء عامہ (اہلسنت) اپناتے ہیں یعنی خدا کی طرف سے بیان کرنے کی ضرورت پر مبنی فرائض جس کو تعبداً ملتے ہیں سوائے مصلحت اور منفعتِ بندگان کے علاوہ کچھ نہیں ہے کے سلسلے میں اپنی ذاتی رائے، اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔ پس اس ذریعے سے ہم نے جان لیا کہ ان کے مخالفین ہی باطل پر ہیں۔ اس کے علاوہ عترت میں سے اس پاک گروہ سے ہم پر حلال و حرام اور احکام الہی میں سے وہ کچھ آشکار اور روشن ہوا جو دوسروں سے ہم پر کبھی ظاہر نہیں ہوا پھر اس کے بعد روایات میں ایک امام لپتے جانشین کے بارے میں واضح نص کرتا گیا۔ یہاں تک کہ حسن بن علی عسکری علیہما السلام تک نوبت پہنچ گئی جب آپ وفات پا گئے اور ہم پر کوئی نص ظاہر نہ ہوا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہے، تو ہم نے اپنے اسلاف کی کتابوں کی طرف رجوع کیا ان کتابوں کو انہوں نے غیبت امام سے پہلے ہی نقل کیا تھا پس ہم نے ان کتابوں میں جو کچھ پایا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین اور خلف کا معاملہ کس طرح کا ہوگا۔ اور یہ کہ وہ لوگوں سے غائب رہیں گے اور مخفی ہو جائیں گے اور یہ کہ شیعوں میں اختلاف پڑ جائے گا اور لوگ آپ کے معاملے میں حیرت اور سرگردانی سے دوچار ہوں گے۔ پس ہم نے جان لیا کہ ہمارے اسلاف اور گزشتگان کو علم غیب تو نہیں تھا اور یقیناً ہمارے ائمہ ہی نے انہیں رسول کی حدیث اور خبر کے ذریعے اس بات سے آگاہ اور واقف کر دیا تھا۔ اور اس طرح ہمارے نزدیک آپ کا وجود اور آپ کی غیبت پایہ ثبوت تک پہنچ گئی۔ پس اگر اس مقام پر کوئی ایسی دلیل اور حجت موجود ہو جو ہماری ان باتوں کو غلط ثابت کرتی ہو تو ہم زید سے چلپتے ہیں کہ وہ اس کو واضح اور آشکار کر دے۔ کیونکہ ہماری حق کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اور خدا کا شکر ہے۔

پھر اس کے بعد کتاب کا مؤلف ہم پر وہ اعتراض کرنے لگا جو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی امامت پر ٹھہرنے والے

اپنی حقانیت کے لئے دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ہم تو کسی کی امامت پر شہرے نہیں اور ان شہرے والے تمام فرقوں کے درمیان فرق اور جدائی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ ان میں فرق کیا ہے؟ اور ہم نے پہلے ہی بیان کر دیا کہ ہمیں علم اور یقین ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ جس طرح ہمیں معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وفات پا گئے اور ان دونوں ہستیوں میں سے ایک کی وفات کے بارے میں شک ہو ہی جاتا ہے۔ اور یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت پر شہرے والے گروہ کی حقانیت کا اس گروہ نے انکار کر دیا ہے جو کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر شہرے ہوئے ہیں۔ اور اسی طرح انہوں نے اس فرقہ کے عقیدے کو ٹھکرا دیا ہے جو امیرالمومنین کی امامت پر متوقف اور ٹھہر گئے ہیں۔ پس ہم ان سے کہیں گے تمہارے عقیدے کے باطل ہونے پر ہماری دلیل بعینہ وہی دلیل ہے جس سے تم اپنے مخالف فرقے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ پس بناؤ کس طرح تم اپنے خلاف دلیل پیش کرو گے۔

اس کے بعد ہماری زبانی حکایت اور نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم لوگ واقعہ فرقوں سے یہ کہتے آرہے ہیں کہ "امام تو وہی ہوتا ہے جو ظاہر اور موجود ہو۔ اس کی یہ بات اس شخص کی بات ہے جو اپنے مخالف کے اقوال اور عقائد سے واقف نہیں ہے۔ اور امامیہ فرقہ کا ہمیشہ سے ہی عقیدہ رہا ہے کہ امام وہی ہے جو یا تو ظاہر اور آشکار ہو یا باطن اور مخفی ہو۔ اور ان کی روایات اور اخبار اس سلسلے میں اتنی مشہور اور واضح ہیں کہ وہ چسپ نہیں سکتیں۔ اور اپنے مخالفین کیلئے جعلی اور باطل عقائد کا گھونٹا ایسا کام ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے انجام سے عاجز نہیں ہے۔ لیکن ایسا کام صاحب دین اور علم و فضیلت کیلئے قبیح ہے۔ اور اس سلسلے میں کیل بن زیاد سے منقول روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہمارے پاس نہ ہوتی تو یہی کافی ہوتی۔

پھر وہ کہتا ہے۔ "اگر وہ ایسا کہیں تو ان کا اسی طرح سے جواب دیا جائے گا۔ وہ چیز جس کے ہم قائل نہیں ہیں۔ اور ہماری دلیل وہی ہے جو آپ نے سن لیا اور یہی کافی ہے۔ والحمد للہ۔

پھر وہ کہتا ہے اور جیسا کہ تم وہم و گمان کر رہے ہو کہ امامت بنی ہاشم کیلئے نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی اپنی عمرت کی طرف راہنمائی کی ہے۔ اور اس پر تمہارا اور ہمارا دونوں کا اجتماع ہے۔ اور وہ عمرت ہے جو آپ کے خواص میں سے ہیں۔ اور جن سے قریب تر کوئی نہیں ہے۔ پس امامت ان کیلئے ہے نہ کہ (فتح مکہ کے) آزاد شدگان اور ان کے فرزندوں کیلئے۔ اور عمرت میں سے بھی ہر زمانہ میں صرف ایک ہی فرد اس کا مستحق قرار پاتا ہے کیونکہ امام ایک ہی ہو سکتا ہے تاکہ وہ کتاب خدا کے ساتھ لازم ہو اور ساتھ رہے اور کتاب کے احکام کو نافذ کرنے کی طرف دعوت دے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے کہ بے شک وہ کتاب سے جدا نہیں ہو سکتے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر بچھ پر وارد ہو جائیں۔ اور اس پر اجتماع قائم ہے اور جو تم بنی ہاشم کو

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اے زید یہ فرقہ کی طرف سے دلیل پیش کرنے والے یہ (امامت) ایسی چیز نہیں ہے جو قرابتداری کی بنیاد پر کوئی اس کا حقدار بن جائے بلکہ اس کے استحقاق کا معیار فضیلت اور علم ہے۔ جو روایت صریح اور شریعت کی طرف سے بیان کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے۔ پس اگر امامت اس کے لئے جائز ہو جاتی جو عترت میں سے سب سے زیادہ قریب ہو کیونکہ وہ قرابت دار ہے تو ان میں سے دور کے رشتہ دار کے لئے بھی جائز ہو جاتی پس اب تم فرقہ بیان کرو اپنی اور ان لوگوں کی بات اور عقیدہ میں جو اس طرح کے دعویٰ کر رہے ہیں۔ اور اپنی دلیل پیش کرو اور فرقہ بیان کرو اپنے اور اس کے درمیان جو یہ کہتا ہے کہ اگر حسن کے فرزندوں کے لئے امامت جائز اور صحیح ہو تو جعفر کے فرزندوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیے۔ اور اگر جعفر کے فرزندوں کے لئے جائز ہو تو عباس (نبی کے چچا) کے فرزندوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیے۔ اور فرقہ زید یہ کے لئے ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان باتوں میں کوئی فرقہ بیان کرے مگر یہ کہ وہ ہمارے عقیدہ کی طرف پلٹ جائے اور وہ یہ ہے کہ روایت صریح اور نص کے ذریعے ایک امام لپٹنے بعد کے امام کی نشاندہی کرے اور حلال و حرام کے بارے میں علم اس سے آشکار اور ظاہر ہو جائے۔

پھر وہ کہتا ہے۔ اگر وہ لوگ علی علیہ السلام کی امامت کی علت ہم سے پوچھیں اور یہ کہیں کہ علی کے بارے میں کیا کہتے ہو کیا وہ عترت میں سے تھے یا نہیں؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ عترت میں سے نہیں تھے لیکن وہ عترت اور دوسرے تمام قرابتداروں سے ممتاز ہیں۔ کیونکہ روز غدیر کی روایات اور نص جس پر اجماع ہے آپ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اس کے جواب میں کہا ہوں اور خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ صاحب کتاب سے کہا جائے گا۔ روز غدیر کے بارے میں روایات اور نصوص بالکل صحیح ہیں لیکن تمہارا یہ انکار کرنا کہ امیر المومنین علیہ السلام عترت کے زمرے میں شامل نہیں ہیں تو یہ بہت سنگین بات ہے۔ ہم تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے اس دعوے کے سلسلے میں تم کوئی دلیل پیش کرو۔ جبکہ اہل لغت چچا اور چچا کی اولاد کو انسان کی عترت میں سے شمار کرتے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ صاحب کتاب نے اپنی اس بات کے ذریعے اپنے عقیدے اور مذہب پر اشکال وارد کیا ہے۔ کیونکہ وہ تو اس بات پر عقیدہ رکھتا ہے کہ امیر المومنین ان میں سے ہیں جن کو رسول اپنی امت میں چھوڑ کر گئے ہیں اور اس سلسلے میں یہ کہتا ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں کتاب اور عترت کو چھوڑ دیا ہے اور ادھر سے کہہ رہا ہے کہ امیر المومنین عترت میں سے نہیں ہیں تو اگر وہ عترت میں سے نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امیر المومنین ان دو چیزوں کے زمرے سے خارج ہوئے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ ہاں صرف ایک صورت یہ ہے کہ وہ یہ کہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام کے قتل اور شہادت کے بعد عترت

کو چھوڑنے کا کہا ہے۔ تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ اس کا کیا جواب دو گے جو کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کتاب کو بھی اسی وقت (یعنی شہادت حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے بعد) سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے کیونکہ کتاب اور عترت تو ایک ہی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اور روایت بھی یہی کہتی ہے اور اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اور احسان صرف خدا کا ہے۔

پھر صاحب کتاب نے اس بات کی طرف رخ کیا ہے جو اس کے خلاف جاتی ہے پس وہ کہتا ہے۔ اور ہم سوال کرتے ہیں ان سے جو عترت میں بعض کے لئے امامت کے قائل ہیں اور بعض کے لئے نہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ کی سچائی پر دلیل قائم کریں۔ جبکہ یہ شخص یہ بھول بیٹھا ہے کہ وہ خود امامت کو حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں میں منحصر سمجھتا ہے اور عترت میں سے دوسروں کو اس کا حقدار قرار نہیں دیتا۔ اس کے بعد کہتا ہے پس اگر وہ لوگ بطور دلیل ایسی باطل چیزوں کو پیش کریں جیسے علم غیب کا ہونا اور ان جیسی یہودہ باتیں جن پر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ صرف محض دعویٰ ہے تو دوسروں کے لئے بھی ایسے ہی دعوے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ پس اگر دعویٰ ہی دلیل ہو تو عترت کا شمار ان میں ہوگا جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔

صاحب کتاب سے کہا جائے گا۔ آپ علم غیب کی بات کثرت سے کر رہے ہیں اور سوائے اللہ کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ اور انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا دعویٰ کرے تو وہ مشرک اور کافر ہے۔ اور ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بتا دیا کہ ہم جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کی دلیل صرف اور صرف علم و فہم اور سمجھ بوجھ ہے۔ اگر تمہارے پاس اس جیسی کوئی شے موجود ہے تو اس کو ظاہر اور آشکار کرو اور اگر نہیں ہے تو طعن و تشنیع کرنا، تہمت لگانا اور الزام لگانا اتنا آسان کام ہے کہ کوئی بھی غلو کرنے والا اگر وہ تمام لوگوں کے خلاف انجام دے سکتا ہے۔ اور خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے۔

اور اس کے بعد صاحب کتاب کہتا ہے۔ اس کے بعد ہم پلٹتے ہیں زید کی دلیل کی وضاحت کے لئے جسے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کے توسط سے پیش کرتے ہیں **ثم اور ثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا** (سورہ فاطر آیت ۳۲) "اور پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا اپنے بندوں میں ان کو جن کو ہم نے برگزیدہ کیا تھا۔"

تو اس سے کہا جائے گا کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت عترت کے بارے میں نازل ہو چکی ہے۔ پس تمہارے پاس دلیل اور برہان کیا ہے اور اس بات پر کہ نیکوں میں سبقت لینے والے صرف حسن اور حسین کی اولاد ہیں اور عترت میں سے دوسرے اس کے مصداق نہیں ہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ تم صرف یہ چاہتے ہو کہ اپنے مخالفین کو طعن و ملامت کا نشانہ بناؤ۔ جبکہ جس چیز سے تم اپنے مخالف کی سرکوبی کرنا چاہتے ہو اس کے تم خود دعویدار ہو۔

پھر وہ کہتا ہے - اللہ عزوجل نے اپنے نبی کی امت کے خاص و عام کو مخاطب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا -
واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) خدا کی رسی کو سب کے سب مل کر تھامے رہو
 پھر وہ کہتا ہے - اس کے بعد عام مسلمانوں کو مخاطب قرار دینے کا سلسلہ منقطع ہوا اور اس کے بعد خاص لوگوں کو
 مخاطب قرار دینا شروع کر دیا اور ارشاد فرمایا - **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر** (سورۃ آل عمران آیت
 ۱۰۴) اور ہونا چاہیے تم ہی سے ایک ایسی امت اور گروہ جو نیکی کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اس کتاب کی اس عبارت
 تک کہ اور خاص لوگوں کے لئے - **کنتم خیر امت اخرجت للناس** (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰) - تم
 بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے چنے گئے ہو " اور وہ کہتا ہے " اور یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت ہیں دوسرے
 لوگ اس میں شامل نہیں ہیں - اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے بھی وہ ہیں جو مسلمان ہوئے نہ کہ وہ لوگ جو
 مشرک تھے اور انہیں لوگوں کے اور گواہ بنا دیا - " پس اس کا ارشاد ہے **یا ایہا الذین امنوا ارکعوا
 واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون** **و جاہدوا فی اللہ حق
 جہاداً ہو اجتہدکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابراهیم** **ما ہو
 سمکم المسلمین . من قبل وفی هذا لیکون الرسول شہیداً علیکم وتکونوا
 شہداء علی الناس** (سورۃ حج آیت ۷۷ - ۷۸) " اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب
 کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو - اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسے کہ چاہئے اس کے واسطے محنت اور اس نے تم کو
 پسند کیا - اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل - دین تمہارے باپ ابراہیم کا - اسی نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے
 سے اور اس قرآن میں - تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر - " اور یہ خاص سبیل اور راہ
 ذریت ابراہیم علیہ السلام میں سے ہے - پھر اس مؤلف نے قرآن کریم کی انہی آیات سے شہادت رکھنے والی آیتوں کے
 ذریعے سے اپنے مدعی کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے -

اس کو کہا جائے گا - اے دلیل پیش کرنے والے تم یہ جانتے ہو کہ معتزلہ اور امت کے تمام فرقے اور مذاہب
 ان آیات کی جو تم نے تاویل پیش کی ہے اس میں تم سے شدید اختلاف کر رہے ہیں - پس تمہارا یہ حال ہے کہ تم
 دعویٰ سے زیادہ کچھ پیش نہیں کر رہے ہو، ہم تو تمہارے دعویٰ کو قبول کر لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اس دلیل کے
 بارے میں تم پر اعتراض کرتے ہیں جس میں تم اکیلے اور منفرد ہو یعنی اس بات کے اثبات میں کہ اس آیت کے
 مصداق صرف حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزند ان ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے - پس کب تک دعویٰ
 ہی کو پیش کرتے رہو گے اور دلیل لانے سے گریز کرتے رہو گے - اور قرآنی آیات پیش کر کے ہمیں مرعوب کرتے رہو
 گے اور یہ غلط فہمی پیدا کرتے رہو گے کہ ان میں تمہاری حقانیت کی کوئی دلیل ایسی ہے جو تمہارے مخالف کے حق میں

نہیں ہے۔ اور ہم خدا سے ہی مدد چاہتے ہیں۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے۔ عترت میں سے خیر اور نیکی کی طرف دعوت کرنے والے۔ جیسے کوئی امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ عترت کے دوسرے افراد کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے خیر کی طرف دعوت دی نہ ہی راہ خدا میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ وہ ایسا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے کسی کو ایسا مقام نہیں دیا ہے۔ وہ اور دوسرے اہل کتاب برابر ہیں۔ اگرچہ اعمال کو ترک کرنے والا فاضل اور عابد کیوں نہ ہو کیونکہ عبادت سنت اور جہاد فرض و لازم ہے دوسرے فرائض کی طرح کیوں کہ اس فریضہ کو انجام دینے والا تلوار کے ساتھ تلوار کے مقابلے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ اور دشمنوں پر خوف طاری کر دیتا ہے پھر (صاحب کتاب نے) سورہ واقعہ کی بعض آیات کو جو کہ جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں کا تذکرہ کیا ہے اور ان آیات کے بعد اپنے دعویٰ کو پیش کر دیا ہے اور اپنے دعوؤں کو انہی کی بنا پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی دلیل نہیں بن سکتی تو ہم سب سے پہلے اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم پہلے اپنے دلائل کو صحیح ثابت کرو۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ اگر جہاد کی کثرت فضیلت علم اور امامت کی دلیل بن سکتی تو امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے زیادہ امامت کا مستحق قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی اور امام حسین علیہ السلام نے جہاد کیا جہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ پس اس کتاب کا مؤلف یہ کس طرح کہہ سکتا ہے؟ اور اس اعتراض کو کس طرح رد کر سکتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جہاد کے فرض ہونے کا انکار نہیں کرتے نہ اس کی فضیلت کے منکر ہیں لیکن ہم نے دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے جنگ نہیں کی جب تک آپ کو اعداؤں و انصار حاصل نہیں ہوئے اور تب آپ نے کفار سے جنگ کی اور ہم نے یہ بھی دیکھا یا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی بعینہ یہی سنت اختیار کی ہے۔ اور ہم نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام نے جہاد کا ارادہ کیا لیکن جب آپ کے اصحاب نے آپ کو چھوڑ دیا تو آپ نے صلح کی اور گوشہ نشین ہو گئے۔ پس ہم نے جان لیا کہ جہاد کرنا اس وقت فرض ہے جب اعداؤں و انصار موجود ہوں۔ اور عالم، تمام عقلاء کے نزدیک اس مجاہد سے افضل ہے جو کہ عالم نہیں ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ جو بھی شخص جہاد کی طرف بلائے وہ جہاد کے احکام سے واقف ہو کہ قتال اور جہاد کب واجب ہے اور کب اور کن حالات میں صلح و صفائی بہتر ہے۔ اور رعیت کے امور کے سلسلے میں کیا موقف اختیار کرے۔ اور لوگوں کے جان و مال اور آبرو کے بارے میں کیا کرے؟ اس کے بعد ہم اپنے ان بھائیوں سے ایک چیز کے خواہشمند ہیں کہ وہ عترت نبیؐ میں سے ایک ایسے فرد کی طرف ہماری راہنمائی کریں جو ذات خدا سے تشبیہ اور جبر کی نفی کرے اور شایع کی طرف سے بیان کرنے پر موقوف احکام کے سلسلے میں اجتہاد بالراے اور قیاس سے اجتناب کرے

اور دین کے سلسلے میں ذاتی طور پر عالم اور باکفایت ہو تاکہ ہم بھی اس کے ساتھ جہاد کی صورت میں قیام کریں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا فریضہ ہے جو قدرت اور امکانات پر موقوف ہے۔ کیونکہ انسانی عقل یہ گواہی دیتی ہے کہ طاقت اور قدرت سے زیادہ ذمہ داری اور تکلیف و بنا غلط اور باطل ہے۔ اور اپنے نفس کو دھوکہ دینا قبیح اور برا ہے۔ اور دھوکہ دینے کی مصادیق میں سے ایک مصداق یہ ہے کہ ایک قلیل اور چھوٹی جماعت جس نے نہ کوئی جنگ دیکھی ہے اور نہ جنگی مشقیں ان لوگوں سے سیکھی ہیں جو کہ اس میں مہارت رکھتے ہیں یہ جماعت ایک ایسے گروہ اور جماعت کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑی ہو جو کہ جنگی مشقیں دیکھ چکی ہے اور پورے ملک پر حکومت کر رہی ہے اور بندگان خدا میں سے بہت سوں کو قتل کر چکی ہے اور جنگوں کے ذریعے مہارت حاصل کر چکی ہے۔ اور ان کے پاس افرادی، ہتھیاری اور سواری کی قوت بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو ان کے خلاف تلوار اٹھائے وہ واجب القتل ہے، کے اندر ان کے حامی فوجی سپاہیوں کے مقابلے میں کئی گنا افرادی قوت موجود ہے۔ ایسی صورت حال میں صاحب کتاب کس طرح ہم پر یہ واجب قرار دے رہا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کے صف سے ملحق ہو جائیں جو جنگی لحاظ سے بالکل نا تجربہ کار اور نادان ہیں اور اگر کوئی عالم کے خلاف جنگ کرنے کی طرف دعوت دے تو جنگی حربوں سے واقف کتنی تعداد جمع ہونے کی امید ہے؟ نہیں نہیں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو بغیر خدائے عزیز و علیم و حکیم کی نصرت کے داخل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد کتاب کا مؤلف قرآنی آیات میں سے کچھ کی تلاوت کرنے اور اس کی سخت متنازعہ تاویل پیش کرنے کے بعد جبکہ اپنی اس تاویل کے سلسلے میں نہ کوئی عقلی دلیل پیش کرتا ہے نہ ہی کوئی شرعی دلیل، کہتا ہے۔ پس کچھ لو خدا کی تم پر رحمت ہو کون کون اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے گواہ بنے وہ جو خیر اور نیکی کی طرف دعوت دے جیسا کہ اس کا حکم ہے اور منکر سے منع کرے اور معروف اور نیکی کا حکم دے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یا وہ جس کا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا ہے نہ ہی اس کی ذات کو کسی نے پہچانا ہے۔ پس کیونکہ خدا اس کو اپنا گواہ بنا سکتا ہے۔ اس بات پر جس کی طرف اس نے اس کے بندگان کی راہنمائی کی ہے نہ انہیں منع کیا ہے نہ ہی انہیں حکم دیا ہے، پس اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا جو ان پر واجب تھا اور اگر اسے قتل کر دیا تو اللہ عوجل کی طرف گواہ بنا کر چلا گیا اور اگر کوئی شخص ایک گروہ سے گواہی طلب کرے ایک ایسے حق کے مطالبہ پر کہ ان لوگوں نے اس کو نہ دیکھا ہے اور نہ ہی گواہی دی ہے تو کیا وہ گواہ شہید کہلا سکتا ہے؟ اور کیا اس صورت حال کے ساتھ کسی چیز کا حقدار سمجھا جائے گا مگر یہ کہ وہ لوگ ایسی بات کی گواہی دیں جس کو انہوں نے دیکھا ہی نہیں ہے تو اس صورت میں وہ جھوٹے اور خدا کے نزدیک اہل باطل قرار پائیں گے۔ جب یہ بات ایک عام بندے کے لئے جائز اور مناسب ہو تو ایک حاکم عادل جو ظلم و ستم نہیں

کرتا کے بارے میں کیسے ممکن اور جائز ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس نے ایک ایسے گروہ سے گواہی طلب کر لی جنہوں نے دیکھا اور سنا اور انہوں نے گواہی دی۔ ایسی صورت میں کیا وہ حق پر نہیں ہوگا اور کیا گواہی دینے والے سچے نہیں ہوں گے اور اس کے مخالف باطل نہیں ہوں گے؟ کیا گواہی قابل قبول نہیں ہوگی اور فیصلہ ان کے حق میں نہیں ہوگا؟ اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے **الامن شہد بالحق و ہم یعلمون** (سورہ زخرف آیت ۸۶) مگر وہ لوگ جو حق کی گواہی دیں اس حالت میں کہ وہ جانتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ گواہی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں بلکہ عیاں اور قابل مشاہدہ باتوں پر جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا ارشاد ہے **و کنت علیہم شہید مادمت فیہم** (سورہ مائدہ آیت ۱۱۷) اور جب تک میں ان کے درمیان ہوں ان پر گواہ رہوں گا۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں اور اللہ سے پناہ مانگتا ہوں صاحب کتاب سے کہا جائے گا۔ یہ بات تمہاری نہیں بلکہ معتزلہ وغیرہ کی ہے جو ہمارے اور تمہارے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں عترت ظاہر اور آشکار نہیں ہیں اور ان میں سے جن کو ہم نے دیکھا ہے وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور یہ ناممکن اور جائز نہیں ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں ان سے تمسک کرنے کو کہے جن کو نہ ہم پہچانتے ہوں نہ دیکھ رہے ہوں اور نہ ہمارے گذشتگان نے انہیں دیکھا ہے۔ اور ہمارے اس دور میں ہم نے عترت میں سے اس کو نہیں دیکھا ہے جو کہ مسلمانوں کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور جو غائب ہیں وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ اور یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ رسول خدا کے اس ارشاد کے معنی جہاں ارشاد فرمایا ہے "میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جن کو تمہارے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت" اس کے معنی وہ نہیں ہے جو فرقہ امامیہ اور زیدیہ کے دل میں آجاتے ہیں اور نظام ابو اسحاق ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری، شیخ معتزلہ ابی ہذیل ہلاف کی بہن کا بیٹا اور ان کے ساتھیوں کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے "ہم نے وہ چیز جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوتی پائی ہے وہ وہ سنت جو عذر کو قطع کرنے والی ہے۔ کیونکہ سنت اتنی ظاہر اور واضح ہے جیسے کتاب ظاہر ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور اس کا اتباع بھی ممکن ہے اور اس سے تمسک بھی صحیح ہے۔ لیکن عترت وہ ہے جس میں ہم نے ایسا کوئی عالم نہیں پایا جس کی اقتداء اور پیروی کی جاسکے۔ اور اگر ان میں سے ایک سے ہمیں کوئی مسلک حاصل ہو جائے تو دوسرے سے ہمیں اس کا متضاد مسلک مل جاتا ہے۔ اور اختلاف رکھنے والوں کی پیروی کرنا غلط ہے۔ پس صاحب کتاب یہ بات کیونکر کہہ رہا ہے؟

اور پھر جان لو کہ جب نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عترت سے تمسک کرنے کا حکم دیا تو عقل، عرف اور سیرت انسانی کے لحاظ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے عترت میں سے اہل علم کو ہی مراد لیا ہے نہ کہ ان میں سے جاہلوں کو۔ اور نیک اور متقی لوگوں کو مراد لیا ہے نہ کہ ان کے علاوہ دوسروں کو۔ پس ہم پر جو واجب اور لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ کس میں دین کے علم کے ساتھ عقل و فصیلت، حلم اور دنیا سے روگردانی اور

فیصلہ میں استقلال جمع ہیں تاکہ اس کی اقتداء کریں اور کتاب خدا کے ساتھ اس سے متمسک ہو جائیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ: اگر یہ اوصاف دو شخصوں میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک ایسا ہو جو مذہب زیدہ کو مانتا ہو اور دوسرا مذہب امامیہ کو تو اس صورت میں ان دونوں میں سے کس کی اقتداء کی جائے اور کس کی پیروی کی جائے۔ ہم اس کا جواب دیں گے: کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جائے ظاہری طور پر تو ایک واضح اور آشکار دلالت ان کے درمیان فرق کو واضح کر دے گی۔ اور وہ یہ کہ یا ان سے قبلی کے امام کی طرف ایک کی امامت پر نص یا کوئی ایسی چیز جو اس کی علمیت کو واضح کر دے جیسا کہ امیرالمومنین سے یوم النہر کے موقع پر ظاہر ہوا تھا جہاں آپ نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم ان لوگوں نے نہر کو پار نہیں کیا ہے نہ ہی وہ اس کو پار کر سکیں گے، اور خدا کی قسم تم میں سے نہ وہ دس کو قتل کریں گے اور نہ ہی ان میں سے دس بچ پائیں گے" اور یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے ایک ایسا مذہب اور مسلک ظاہر ہو جائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس کی پیروی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ فرقہ زیدہ کے بارے میں ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کی طرف سے بیان کے محتاج فرائض اور احکام کے بارے میں اجتہاد بالرائے اور قیاس کو سرچشمہ اور منبع سمجھتے ہیں۔ پس ایسی باتوں سے مظلوم ہو جاتا ہے کہ ایسے اشخاص امام نہیں ہو سکتے۔ جہاں میری ان باتوں کا نشانہ اور حدف زید بن علی یا ان کی طرح کی دیگر ہستیاں نہیں ہیں کیونکہ ان لوگوں سے قابل انکار چیز ظاہر نہیں ہوتی ہے نہ ہی انہوں نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے کتاب خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے اور آل محمد میں سے امام رضا کی طرف دعوت دی ہے اور یہ حقانیت پر مبنی دعوت ہے۔

اس کا کہنا "اللہ کیونکر اس کو گواہ بنائے گا جس نے نہ بندگان کو دیکھا ہے نہ امر بامعروف اور نہی عن المنکر کیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا جہاں شہید کے معنی تمہارے مخالفین کے نزدیک وہ نہیں ہیں جس کو تم خیال کر رہے ہو۔ لیکن اگر فرقہ امامیہ کی اس بات سے عیب جوئی کرتا ہے کہ جس کا چہرہ نظر نہیں آتا نہ ہی اس کی ذات پہچانی جاتی ہے اس کا ایسے منصب پر فائز ہونا ممکن نہیں جس کا یہ فرقہ دعویٰ دار ہے تو ہم تم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اس وقت عمرت میں سے وہ کون ہے جو گواہ امام کا عہدہ رکھتا ہے۔ پس اگر وہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا تو وہ بھی انہی میں شامل ہو جائے گا جن کی وہ خود برائی کر رہا ہے۔ اور وہی اعتراض اس پر بھی ہوگا۔ اور اگر یہ کہے کہ: فلاں شخص امام ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہم نے تو نہ اس کا چہرہ دیکھا ہے نہ اس کی ذات کو پہچانا ہے۔ پس وہ کیونکر ہمارا امام بن سکتا ہے۔ اور کیونکر ہم پر گواہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ: اگرچہ تم اس کو نہیں پہچانتے لیکن وہ ذات موجود ہے اور جانا پہچانا ہے۔ پس جو اس کو جانتا ہے وہ اس کے بارے میں جانتا ہے اور جو اس کو نہیں پہچانتا وہ اس کے وجود سے لاعلم ہے اس سے اس کی ذات پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ ہم اس کے جواب میں کہیں گے: ہم تمہیں خدا کی قسم دیکر سوال کرتے ہیں بتاؤ کیا تم یہ گمان بھی کرتے ہو کہ معتزکہ خوارج مرجیہ اور امامیہ فرقے کے لوگ اس شخص کو پہچانتے ہیں یا

اس کے بارے میں انہوں نے سنا ہے یا اس کے بارے میں کوئی بات ان کے ذہنوں میں نقش ہو چکی ہے۔ پس اگر وہ کہے: یہ بات نہ اس کی امامت کے لئے کوئی نقصان دہ ہے نہ ہی ہمارے اور کوئی اعتراض ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ملک پر ظالموں کا غلبہ ہے اور انصار و اعدوان کی کمی ہے اس لئے وہ پہچانا نہیں گیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اب تم پر وہی برائی لازم آتی ہے اور وہی اعتراض تم پر وارد ہوتا ہے جس کو تم اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ اور جو غیبت تم نے اپنے امام کے بارے میں بیان کی ہے فرقہ امامیہ کے عقیدہ غیبت امام سے کتنی مشابہ اور قریب ہے لیکن تم انصاف اور حق گوئی سے دور ہو؟

پھر کہا جائے گا: تم نے جہاد کے تذکرے اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا بہت ذکر کیا ہے جہاں تک کہ تم نے اس وہم میں ڈال دیا کہ جو شخص تلوار کے ساتھ قیام نہ کرے وہ حق پر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہمارے مذہب کے ائمہ اور علماء کو اس وقت کیا ہو گیا ہے جو خروج اور قیام نہیں کرتے؟ اور کیوں اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو کر اس بات پر اکتفا کر چکے ہیں کہ صرف اپنے مذہبی اعتقادات پر قائم رہیں؟ پس وہ اس کے جواب میں جو کچھ کہے دینا ہی جواب فرقہ امامیہ کا بھی ہوگا پھر اس سے نرمی سے یہ کہا جائے گا یہ جو تم نے فرقہ امامیہ پر کیچڑا چھالی ہے اور جس کے ذریعے تم نے انہیں اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ اور ان کے اماموں کو طعن و تشنیع کا ہدف بنایا ہے اور اپنی کتاب میں جس نتیجے پر پہنچے ہو بالآخر تم خود اس میں پھنس گئے ہو اور اس کے صحیح ہونے کو مان چکے ہو۔ اور اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے تم نے انہی باتوں کا سہارا لیا ہے۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو اپنے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کی ہے۔

پھر اس سے کہا جائے گا: بتاؤ کیا آج کے دور میں عترت میں کوئی ایسا فرد بھی ہے جو امامت کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو؟ پس وہ ضرور جواب دے گا کہ ہاں تو اس سے کہا جائے گا: کیا اس کی امامت نص کے بغیر جس کا فرقہ امامیہ معتقد ہے صحیح ہو سکتی ہے؟ یا نص کے ساتھ کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امام ہیں؟ اور پھر تمہارے پاس کوئی دوسری راہ بھی نہیں ہے جیسے امت میں سے اہل حل و عقد کا اجتماع کرنا اور اس بات پر مشورہ کرنا اور پھر اس کو چن کر اس کی بیعت کرنا یہ راہ بھی تمہارے لئے بند ہے، پس اگر وہ کہے کہ ہاں تو اس سے کہا جائے گا پس اس کی معرفت اور اس کو پہچاننے کی راہ کیا ہے؟ پس اگر وہ کہے: کہ اس کی امامت عترت کے اجتماع سے معلوم ہو جائے گی۔ ہم ان سے کہیں گے عترت کس طرح اس پر اجتماع کر سکتی ہے اگر وہ امامیہ فرقہ کا ہو تو زید سے اس پر راضی نہیں ہونگے اور اگر زید یہ فرقہ کا ہوگا تو امامیہ اس سے راضی نہیں ہونگے۔ پس اگر وہ کہے کہ ان جیسی باتوں میں امامیہ کی بات قابل قبول نہیں ہے۔ ہم ان سے نہیں گے کہ زید یہ بھی تو دو قسم کے ہیں ایک معتزلہ اور دوسرا مشتبہ پس اگر وہ کہے کہ اس سلسلے میں مشتبہ بات میں مانی جائے گی تو اس سے کہیں گے کہ معتزلہ بھی تو اور

قسم کے ہیں ایک گروہ وہ ہے جو احکام اور فروعات دین کے سلسلے میں اجتہاد بالرائے کرتا ہے اور ایک گروہ وہ ہے جو اجتہاد بالرائے کو گمراہی سمجھتا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ اس کی بات معتبر اور قابل قبول نہیں ہے جو اجتہاد کی نفی کر رہا ہے تو اس سے کہا جائے گا: پس اجتہاد کے قابل لوگوں میں سے سب سے افضل باقی رہیں اور دوسری طرف اجتہاد کی نفی کرنے والوں میں سے سب سے افضل باقی رہیں اور صورتحال یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے برائت اور بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں تو ہم کس سے تمسک کریں اور کس طرح یہ جانیں کہ ان دونوں میں سے کون حق پر ہے۔ کیا ہم اس کو حق پر جانیں جس کی تم اور تمہارے ساتھی پیروی کر رہے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیں؟ پس اگر وہ جواب میں کہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اصول دین میں کون حق پر ہے اور اس کی پیروی کی جائے گی؟ تو ہم اس سے کہیں گے اگر اختلاف بڑھ جائے اور حقیقت ہم پر مشتبه ہو جائے تو ہم کیا کریں گے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے درمیان دو اسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے خدا کی کتاب اور میری عمرت اور اہلبیت کی کس طرح اتباع کی جائے اور آپ کی عمرت میں سے جو حجت ہے اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کو پہچانتا کسی کے لئے ممکن نہیں جب تک کہ اصول میں غور نہ کرے اور اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ اس کا مذہب اور مسلک پورے کا پورا درست اور صحیح ہے۔ اور جو اس کی مخالفت کرے وہ غلطی پر ہے۔ پس جب اس کی راہ یہی ہے تو ہر اہل کی راہ میں اور اس کی راہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس یہ بتاؤ عمرت کی اس سلسلے میں خصوصیت کیا ہے۔ اور ان تمام باتوں سے ہمیں آگاہ کرو کہ جس سے ہم عمرت میں سے عالم اور غیر عالم کے درمیان واضح فرق اور جدائی کو جان سکیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم ان سے کہیں گے کہ ہمیں آج کے دور کے امام کے بارے میں بتاؤ کیا اس کے پاس حلال و حرام کا علم موجود ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ ہاں موجود ہے تو ہم اس سے کہیں گے ہمیں اس کے پاس موجود علوم میں سے وہ کچھ بتاؤ جو روایت متواترہ میں نہیں ہے۔ کیا وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے شافعی ابو حنیفہ اور ان جیسے لوگوں کے پاس ہے یا اس کے برخلاف ہے۔ اگر وہ کہے ہاں بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ان دونوں اور ان جیسے لوگوں کے پاس موجود ہے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ ایسی صورت میں تمہارے اس امام کے علم کی طرف لوگوں کو کیا ضرورت ہے جس کو انہوں نے سنا بھی نہیں ہے۔ دریاں حالیکہ شافعی اور ابو حنیفہ کی کتابیں بالکل آشکار ہیں اور لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پس اگر وہ دوسرا جواب دے اور کہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے خلاف ہے، جو ان دونوں کے پاس ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ: تو ان دونوں کے خلاف اگر ہیں تو اس صورت میں یا تو معتزلہ میں سے بعض بزرگوں کے دعوے کے مطابق استدلال عقلی سے حاصل کردہ نص ہوں گے اور یہ کہ ہر چیز کے بارے میں حکم عقل معتبر ہے مگر وہ چیزیں جن کے بارے میں ایسی روایت وارد ہوئی ہیں جو عذر کو رفع کرتی ہیں جیسا کہ نظام اور

اس کے پیروکاروں کا مسلک ہے۔ یا مذہب امامیہ کی طرح ہوگا کہ تمام احکام منصوصہ یعنی منقولہ ہیں اور یہ جان لو کہ ہم جب منصوصہ کہتے ہیں تو اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ منصوص سے مراد وہ ہے جس کے معنی فوری طور پر دل و دماغ میں آجاتے ہیں بلکہ منصوص سے مراد یہ ہے کہ اپنے حتمات کے ضمن میں مروی اور منقول ہے کہ اگر کوئی شخص ان حتمات کو سمجھ لے تو وہ احکام کی معرفت حاصل کر لے گا۔ اور ان کو سمجھنے کے سلسلے میں اسے قیاس اور اجتہاد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پس اگر وہ یہ کہیں کہ: ہمارے امام کے پاس ان تمام صورتوں کے برخلاف چیز موجود ہے تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ وہ عرف عام اور معمول کے حالات سے خارج ہیں اگرچہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ کیوں نہ کہے ہوں تو ان سے کہا جائے گا کہ وہ علم کہاں ہے جس کے تم دعویدار ہو؟ کیا ہمارے امام سے کسی ایسے شخص نے نقل کیا ہے جس کی دیانت اور امامتاری پر ہمیں اعتماد ہو؟ اگر وہ کہیں: کہ ہاں تو ان سے کہا جائے گا۔ ہم ایک طویل مرمے سے تمہارے ساتھ رہ رہے ہیں لیکن اب تک ہم نے اس علم کا ایک حرف بھی نہیں سنا ہے۔ دریاں حالیکہ تم ایک ایسا گروہ اور فرقہ ہو جو کہ تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے ہو نہ ہی تمہارا امام تقیہ کو صحیح سمجھتا ہے۔ پس اس کا وہ علم کہاں ہے۔ اور اس کو کیوں ظاہر اور مستتر نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ یہ بتاؤ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم نے اپنے امام پر جھوٹ نہیں باندھا ہے جیسا کہ تم یہ دعویٰ اور الزام لگا رہے ہو کہ امامیہ جعفر بن محمد علیہما السلام پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایک اور مسئلہ اور وہ یہ کہ اس سے کہا جائے گا۔ کیا جعفر بن محمد (الصادق) تمہارے نزدیک ایسی ہستی نہیں تھی جو کہ اس بات کی قائل نہیں تھی جس کا امامیہ فرقہ دعویدار ہے اور وہ خود تمہارے مذہب اور دین کے پیروکار تھے؟ اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے: کہ ہاں! یا دوسری صورت تو صرف یہ ہے کہ تم ان سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرو پس ان سے کہا جائے گا کہ امامیہ نے جو کچھ ان سے نقل کیا ہے اس میں جھوٹ اور کذب سے کام لیا ہے۔ اور کیا یہ جو کتابیں ان کے پاس ہیں وہ سب کی سب جھوٹوں کی تالیفات ہیں؟ اگر وہ یہ کہیں کہ ہاں تو ان کے کہا جائے گا اگر یہ ممکن ہو تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارا امام بھی مذہب امامیہ کا پیروکار تھا اور ان کے دین کا معتقد تھا اور تمہارے اسلاف اور بزرگان ان سے جو کچھ نقل کر رہے ہیں وہ سب کے سب جعلی اور جھوٹ ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے پس اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے پاس اس وقت ایسا کوئی نام نہیں ہے جس کو بعینہ پہچانتے ہوں اور اس سے حلال و حرام کا علم نقل کرتے ہوں لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ عترت میں کوئی فرد ایسا ہے جس کو یہ مقام حاصل ہے اور وہ اس کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہاں ہم ان سے کہیں گے کہ اب تک تم جس چیز کو نقص و عیب کی صورت میں امامیہ پر تھوپتے تھے اس میں تم خود داخل ہو گئے ہو اور اس کے علاوہ امامیہ کے اماموں کی روایات اس صاحب غیبت کے بارے میں اشارہ اور اس کے ظہور کی بشارت وغیرہ کو ملائیں تو حق واضح ہو جاتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جو تم نے جہاد اور

امر بہ عرف نہی عن المنکر کی صورت میں داستانیں سنائی تھیں باطل ثابت ہو گئیں۔ اور نتیجہ کار بھی ہوا کہ تمہیں امام کا نہ مشاہدہ ہو سکتا ہے نہ اس کی معرفت ممکن ہے پس بتاؤ تم کیا ارادہ رکھتے تھے اور کیا ہوا؟ اور خدا کی پناہ ذلت اور خواری سے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے: اور جسی طرح اللہ تعالیٰ نے عمرت کو خیر کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح ان میں سے سبقت لینے والوں کی مدحت کی ہے اور انہیں گواہ قرار دیا ہے اور انہیں عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَقْوَامًا سَوِيًّا لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ** (سورہ مائدہ آیت ۸) "اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی" پھر اس کے بعد اس آیت کی ایک قسم کی تاویل پیش کی ہے اور قرآن کی بعض آیات کو پیش کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ساری آیات عمرت کے بارے میں ہیں اور جو کچھ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے وہ سوائے دعویٰ کے اور کچھ نہیں۔ اور پھر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امر دہنی کو ترک کرنے کا حکم دیا جہاں تک کہ آپ کے لئے مددگار اور اعوان و انصار آمادہ ہوئے اور اس وقت یہ فرمایا **وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ** واما **يَنْسِينِكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ** ○

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَ لَكِن ذِكْرِىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○ (سورہ انعام آیت ۶۹ - ۶۸) اور جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری نشانوں کے بارے میں گفتگو میں مشغول ہیں تو ان سے اعراض کرو جاؤ جب تک وہ دوسری بات میں غور نہ کرنے لگیں۔ اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد عالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ اور جو لوگ متقی ہیں تو ان کے ذمے عالموں کے حساب کا کوئی جزو نہیں ہوتا۔ لیکن اجنا کہ یاد دلاتے ہیں تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔

پس جو لوگ نیکیوں میں سبقت لینے والے نہیں ہیں، نہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور نہ امر دہنی میں جب انصار و اعوان کی ضرورت ہو تو احتیاط سے کام لینے والے تو وہ ضرور ان میں شامل ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جو ہم سے پہلے والے انبیاء علیہم السلام کی ذریتوں نے اپنایا تھا پھر صاحب کتاب نے کچھ اور آیت کا بھی سہارا لیا ہے۔

پس اس سے کہا جائے گا کہ یہ بات ہمارے خلاف نہیں جاتی اور اس بات سے مراد کون ہے؟ لیکن ہم اس سے یہ پوچھتے ہیں کہ عمرت میں سے ہمارے نزدیک جو امام ہے بتاؤ وہ ان اصناف میں سے کس صنف سے ہے؟ اگر وہ کہے کہ وہ مجاہدین میں سے ہے۔ تو اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے؟ کس نے جہاد کیا؟ ہمارے علم میں لاؤ کہ کس نے قیام کیا؟ اور کہاں ہیں اس کی جنگی سواریاں اور اس کی افرادی قوت؟ اگر وہ کہے کہ یہ وہ امام ان میں سے ہے جو امر دہنی

میں صرف وعظ و نصیحت پر اکتفا کرتا ہے جب اس کو اعوان و انصار کی ضرورت ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ کس نے اس کے امرونبی کو سنا ہے۔ اگر وہ کہے۔ اس کے دوستوں اور خواص نے سنا ہے تو ہم اس سے کہیں گے۔ پس اگر اس نے یہ ردش اور طریقہ اختیار کیا اور اس سے اعوان و انصار کی ضرورت کی وجہ سے دوسرے فرائض ساقط ہوئے اور اس کے لئے یہ جائز ہوا کہ اپنے امرونبی صرف اپنے دوستوں کے سوا کسی اور کو نہ سنائے پس سوال یہ ہے کہ اب فرقہ امامیہ پر نقص اور اعتراض کس چیز کا ہے؟ اور اس کتاب کو تالیف کرنے کا تمہارا مقصد کیا تھا؟ اور کس کا مقابلہ کیا؟ کاش میں یہ جان سکتا اور کس کو قرآنی آیات کے ذریعے مرعوب کر دیا اور اس پر جہاد کو واجب قرار دیا اور پھر اس سے اور پورے زیدیہ فرقہ سے یہ کہا جائے گا۔ ہمیں بتاؤ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رحلت فرمائیں اور امیرالمومنین علیہ السلام کی امامت پر نص قائم نہ کریں نہ آپ کی طرف راہنمائی کریں اور نہ آپ کی طرف واضح اشارہ کریں تو کیا آپ کا ان چیزوں کو ترک کرنا صحیح تھا۔ اور کیا اس کو حسن تدبیر میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ اگر وہ کہیں کہ: ہاں تو ہم ان سے کہیں گے۔ اگر آپ عترت کے بارے میں لوگوں کو کچھ نہ بتاتے تو کیا یہ کام صحیح اور جائز تھا؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں تو ہم ان سے کہیں گے اگر آپ عترت کے بارے میں نہ بتاتے تو ہمیں معتزلہ مریتہ اور خوارج پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ اور اگر نص نہ ہونا جائز ہو جاتا تو اس صورت میں معاملہ اہل سن و عقد کے درمیان مشورت اور شورئ کے ذریعے حل کیا جاتا اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ یہ کہیں: نہیں امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ پر نص ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عترت کی طرف لوگوں کی راہنمائی کریں تو ان سے کہا جائے گا کیوں؟ تو جب وہ اس کی صحیح دلیل اور حجت پیش کریں گے تو ہم اس دلیل کو ہر زمانے کے امام کی طرف منتقل کریں گے کیوں اگر نص ایک زمانے میں واجب اور ضروری ہو تو ہر زمانے میں اس کا واجب ہونا ضروری ہے کیونکہ نص کو واجب قرار دینے کی علت ہمیشہ اور ابدالاباد ضروری ہے۔ اور ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں رسوائی سے۔

ایک اور مسئلہ وہ یہ کہ ان سے کہا جائے گا: اگر ایسی روایت متواتر حجت ہو جس کو عترت اور امت دونوں نے نقل کیا ہو اور عترت سے نقل شدہ خبر واحد بالکل ویسی ہو جیسی امت سے منقول خبر واحد ہے یعنی عترت کے کسی فرد پر جان بوجھ کر غلط بیانی کرنے یا سہو و لغزش کا امکان موجود ہو جس طرح امت کے کسی فرد سے ان چیزوں کا صادر ہونا ممکن ہے۔ اور جو نہ خبر متواتر میں پایا جائے اور نہ خبر واحد میں اس کے لئے تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے استخراج اور تم میں سے جو تائید کرنے والا ہے اس سے ان چیزوں کا صادر ہونا ممکن ہو جو امت کے کسی عام فرد سے صادر ہو جاتی ہیں تو اس صورت میں بتائیں عترت کس طرح حجت بن سکتی ہے؟ اگر صاحب کتاب یہ جواب دے کہ اگر وہ اجماع اور اتفاق رائے کر لیں تو ان کا اجماع حجت ہوگا۔ تب اس کو کہا جائے گا: پس اگر امت بھی کسی بات پر

اجماع کرے تو اس کا بھی اجماع حجت ہے۔ اور یہ اس بات کا موجب ہے کہ عترت اور امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ایسی بات ہے تو حضور کے اس ارشاد میں کہ "میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت کو چھوڑے جا رہا ہوں" کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر یہ کہ عترت میں کوئی ایسا فرد موجود ہو جو دین میں حجت ہو۔ اور یہی امامیہ فرقہ کا قول اور عقیدہ ہے۔

اور جان لو، خدا تم لوگوں کو سعادت سے ہمکنار فرمائے۔ کہ اس کتاب کے مؤلف نے اپنے آپ کو قرآنی آیات کو پیش کرنے اور اس کی اپنی من پسند تاویل کرنے میں مشغول و مصروف رکھا ہے اور اس بارے میں کوئی خاص بات پیش نہیں کی ہے۔ اور صرف یہ کہا ہے کہ میری ان باتوں کی صحت اور درست ہونے کی دلیل یہ اور یہ ہیں۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ جس سے سچے بھی عاجز اور ناتواں نہیں ہیں۔ اور اس کا ارادہ صرف اور صرف امامیہ پر عیب و نقص وارد کرنا تھا کہ یہ فرقہ، جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قائل نہیں ہے جبکہ وہ غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔ کیونکہ فرقہ امامیہ ان فرائض کو طاقت کے اندازے سے وابستہ سمجھتا ہے۔ اور اس بات کا قائل ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو بلا اکت میں نہ ڈالنا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ قیام اور جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑا نہیں ہونا چاہیے جو نہ کتاب خدا اور نہ ہی سنت سے واقف ہو نہ ہی رعیت میں عدل اور حق کی بناء پر حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

اور اس سے عجیب تر بات یہ کہ ہمارے زید یہ فرقہ کے ساتھی اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں نہ امر بالمعروف کر رہے ہیں اور نہ نہی عن المنکر کر رہے ہیں اور نہ ہی تلوار سے جہاد کر رہے ہیں اور اسی بات پر وہ ہمیں برا بھلا بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت ہی سنگین بات اور تعصب کی ایک واضح دلیل ہے۔ خدا سے پناہ مانگتے ہیں ہم خواہش نفس کی پیروی کرنے سے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین سہارا ہے۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ صاحب کتاب سے کہا جائے گا: کیا ائمہ برحق میں امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ سے افضل کوئی موجود ہے؟ پس وہ کہے گا نہیں تو اس سے کہا جائے گا شرک اور کفر کے بعد کیا اس عمل سے بدتر کوئی عمل موجود ہے جو ایہل سقیفہ نے انجام دیا تھا؟ پس وہ کہے گا نہیں۔ پس اس سے کہا جائے گا تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جہاد کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہو یا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ؟ وہ ضرور کہے گا امیرالمومنین۔ تو اس سے کہا جائے گا پھر کیوں آپ نے اس وقت اس قوم سے جہاد نہیں کیا۔ پس اگر وہ اس کے جواب میں کوئی بہانہ تراش لے تو اس سے کہا جائے گا: تو پھر فرقہ امامیہ دانے اسی نوعیت کے دلائل پیش کر رہے ہیں اس کو بھی قبول کر لو۔ کیونکہ لوگ سب کے سب یہ جانتے ہیں کہ باطل آج کے دور میں زیادہ طاقتور ہے یہ نسبت اس دن کے اور شیطان کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہے پس تم جہاد کا تذکرہ کر کے ہمیں مرعوب اور خوفزدہ کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو کچھ شرائط کے ساتھ فرض قرار دیا ہے اور اگر تم ان شرائط سے واقف ہوتے تو تمہاری باتیں کم ہوتیں اور کتاب چھوٹی ہو جاتی تھی

اور ہم خدا سے توفیق کے طلبگار ہیں۔

ایک اور مسئلہ جو صاحب کتاب سے کہا جائے گا وہ یہ ہے کہ: کیا تم حسن بن علی کی معاویہ کے ساتھ صلح کو ایک صحیح عمل سمجھتے ہو یا آپ کو اس میں غلطی اور غلطی کا مرتکب قرار دیتے ہو۔ اگر وہ کہیں کہ ہم انہیں درستکار قرار دیتے ہیں۔ تو ان سے کہا جائے گا تم آنجناب کے عمل کو صحیح قرار دے رہے ہو حالانکہ انہوں نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا ہے جبکہ تم ان کی بجا آوری کی صورت میں انہیں امام مانتے ہو۔ اگر وہ کہیں ہم صرف اس لئے انہیں صحیح کار سمجھتے ہیں کیونکہ لوگوں نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی جان کے بارے میں ان لوگوں سے آپ کو امن حاصل نہیں تھا۔ اور آپ کے ساتھ اہل بصیرت میں سے اتنے لوگ نہیں تھے جو آپ کو معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتے۔ پس اگر وہ اس بات کو درست سمجھیں تو ان سے کہا جائے گا پس جب حسن ابن علی علیہما السلام کے لئے ترک جہاد کا عذر قابل قبول ہے حالانکہ آپ کے ساتھ آپ کے والد کا لشکر تھا جبکہ آپ نے مشرکوں پر لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنی تلوار کو نیام سے کھینچ لیا اور خدا کے دشمن اور اپنے دشمنوں کی طرف جہاد کی غرض سے چلے لیکن ترک جہاد کے لئے جو کچھ تم نے بیان کیا اس کی وجہ سے ان کا عذر قابل قبول ہوا تو جعفر بن محمد علیہما السلام کے عذر کو ترک جہاد کے سلسلے میں کیوں قبول نہیں کر رہے ہو حالانکہ آپ کے دشمنوں کی تعداد معاویہ کے زمانہ کے دشمنوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور آپ کے پیروکاروں میں سے آپ کے ساتھ (ایک سو نفر بھی) جنگی طریقوں سے واقف نہیں تھے بلکہ آپ کے ساتھ ایک ایسا گروہ تھا جو اہل راز تھا نہ انہوں نے آج تک کوئی جنگ دیکھی تھی نہ کوئی مقابلہ دیکھا تھا۔ پس اگر انہوں نے اپنا عذر پیش کر دیا تو اس میں وہ بالکل انصاف کے ساتھ ہیں۔ اگر زید یہ میں سے کوئی اس بات کو نہ مانے تو ان دونوں میں کوئی فرق بتائے اور یقیناً ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس کے بعد اگر زید یہ کا قیاس درست اور صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے زید بن علی امام حسن بن علی سے زیادہ افضل تھے کیونکہ امام حسن نے صلح کی اور زید نے جنگ کی یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔ اور ایک مذہب اور مسلک کی برائی اور قباحت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ زید بن علی کو حسن بن علی سے افضل اور برتر قرار دے اور خدا ہی سے مدد کے طلبگار ہیں اور خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور وہی بہترین سہارا ہے۔

ہم نے ان موضوعات کو اپنی کتاب کے آغاز میں اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ زید یہ سے متعلق تمام باتیں اور ان پر وارد کئے جانے والے اعتراضات ہیں اور یہ فرقہ ہمارا سب سے زیادہ مخالف فرقہ ہے۔ ہم نے اس کتاب میں انبیاء اور اللہ کی جتوں صلوات اللہ علیہم میں سے جن پر غیبت واقع ہوئی ہے ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور آخر کتاب میں طویل عمر پانے والوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ تاکہ جو کچھ غیبت اور طویل عمر کے بارے میں ناممکن تصور کیا جاتا ہے اس کو ممکن ثابت کریں۔ پھر اس کے بعد ہم نے ائمہ اثنا عشر میں سے قائم آل محمد علیہم السلام کے بارے میں وارد ہونے والے نصوص کی

صحت اور درست ہونے کو ثابت کر دیا ہے وہ نصوص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور گیارہ ائمہ صلوات اللہ علیہم سے منقول ہیں اور جو انہوں نے غیبت کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں خبر دی تھی۔ اس کے بعد ہم نے آپ علیہ السلام کی ولادت کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جن لوگوں نے آپ کی زیارت کی ہے ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جو کچھ آپ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور علامہ میں سے جو صحیح ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے اور جو کچھ آپ کے دستخط مبارک کے ساتھ ہے کا تذکرہ کیا ہے تاکہ ولی خدا اور ستر خدا میں غیب کے پردے میں موجود ہستی کے انکار کرنے والوں پر جہت اور دلیل مضبوط تر ہو جائے اور خدا ہی توفیق دینے والا اور بہترین مددگار ہے۔

باب (۱) ” حضرت اور میں علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں “

غیبتوں میں سب سے پہلی غیبت اور میں علیہ السلام کی مشہور ہے۔ آپ کی غیبت اتنی طولانی ہو گئی کہ آپ کے پیروکاروں پر سنگدستی کی نوبت آگئی اور اس وقت کے جابر حکمران نے ان میں سے بعض کو قتل کیا، بعض کو غربت اور سنگدستی کا شکار بنایا اور باقی لوگوں کو خوف زدہ کر دیا۔ پھر آپ ظاہر ہوئے اور اپنے فرزندوں میں سے ایک فرزند کے قیام اور جہاد کے ذریعے اپنے شیعوں کی پریشانیوں کے ازالہ کا وعدہ کیا۔ اور یہ کہ وہ نوح علیہ السلام ہونگے۔ پھر اللہ عوجل نے اور میں علیہ السلام کو اپنی طرف بلند کر لیا۔ پس آپ کے پیروکار صدیوں تک نوح علیہ السلام کے قیام کا انتظار کرتے رہے۔ ایک نسل سے دوسری نسل تک اور اس دوران طاغوتوں کے رسوا کنندہ مظالم اور عذاب پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ظاہر ہو گئی۔

۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید اور محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت اور میں علیہ السلام کی نبوت کا آغاز تھا اس وقت ایک جابر بادشاہ حکمران تھا اور وہ ایک دن اپنے عمدہ آب و ہوا والے مقام کی تفریح کے لئے نکلا اس دوران وہ ایک ایسی زمین سے گزرا جو نہایت سرسبز اور حسین تھی اور وہ ایک مومن بندہ خدا کی تھی جو راضی تھا (یعنی بادشاہ کے دین کا تابع نہیں تھا) اسے وہ سرزمین پسند آئی پس اس نے اپنے وزیروں سے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ انہوں نے کہا ایک مومن بندے کی ہے۔ جو بادشاہ کے غلاموں میں سے ہے۔ اور وہ فلاں راضی ہے۔ پس بادشاہ نے اسے بلایا اور اس سے کہا مجھے اپنی اس زمین سے لطف اندوز ہونے دو تو اس نے کہا: میرے اہلخانہ تم سے زیادہ اس کے محتاج (ضرورت مند) ہیں۔ بادشاہ نے کہا: اسے میرے ہاتھ فروخت کرو میں اس کی قیمت تمہیں دیدوں گا۔ اسے نے کہا: نہ تمہیں بخشوں گا اور نہ اسے فروخت کروں گا اس کا تذکرہ چھوڑ دو۔ پس بادشاہ غضبناک ہوا اور غمزہ حالت میں واپس پلٹا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا دریں حالیکہ مغموم اور اس معاملہ کے بارے میں فکر مند تھا۔ بادشاہ کی ایک بیوی تیلی آنکھوں والی قوم میں سے تھی اور بادشاہ اس کی عقلمندی اور ذکاوت سے نہایت متاثر تھا اور اس سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتا تھا۔ جب وہ اپنے دربار میں پہنچا تو اس کو بلوایا تاکہ اس سے اس زمین کے مالک کے بارے میں مشورہ کرے۔ پس جب وہ دربار پہنچی تو دیکھا کہ بادشاہ کے چہرے پر غصہ و غضب کے آثار ہیں۔ اس عمارت سے کہا: کس چیز نے تمہیں اتنا پریشان کر دیا ہے کہ

ہمارے چہرے سے غصہ و غضب نمودار ہے (مجھے بتاؤ) اس سے قبل کہ تم کچھ کر بیٹھو۔ پس بادشاہ نے اسے زمین کے بارے میں بتایا اور جو کچھ اس نے اس کے مالک سے کہا تھا اور اس کے جواب کے بارے میں بتایا۔ پس اس عورت نے کہا: اے بادشاہ غصہ و پریشانی اس کا حصہ ہے جو کسی حالت کو اپنی پسند کے مطابق بدل نہیں سکتا اور نہ ہی انتقام لے سکتا ہے۔ پس اگر تم اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ بغیر کسی بہانے کے اس کو قتل کرو تو اس کا کام میں کر دوں گی اور اس کی زمین کو تمہاری ملکیت میں تبدیل کر دوں گی۔ اور یہ کام اس طرح سے ہوگا کہ تمہارے رعیت تمہیں حق بجانب سمجھے گی۔ اس نے پوچھا: وہ بہانہ کیا ہوگا؟ اس نے کہا میں اپنے ازارقہ (نیلی آنکھوں والی قوم) میں سے چند گروہوں کو اس کی طرف بھیجوں گی تاکہ وہ اس کو تمہارے پاس لے کر آئیں اور وہ لوگ تمہارے سامنے اس کے خلاف یہ شہادت اور گواہی دیں گے کہ یہ شخص تمہارے دین اور مسلک سے بیزار ہے تو اس بات سے تمہارے لئے اس کے قتل اور اس کی زمین چھیننے کا جواز پیدا ہو جائے گا۔ بادشاہ نے کہا تم یہ کام کرو (امام محمد باقرؑ) فرماتے ہیں۔ اس عورت کی قوم ازارقہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اس عورت کے ہم عقیدہ و مسلک تھے اور وہ ان مومنین جو بادشاہ کے دین کے منکر تھے کے قتل کو جائز تصور کرتے تھے پس اس عورت نے ازارقہ کے ایک گروہ کو بلا بھیجا وہ لوگ حاضر ہو گئے تو اس نے انہیں حکم دیا کہ تمہیں فلاں رافضی کے بارے میں بادشاہ کے سامنے یہ گواہی دینی ہے کہ یہ شخص بادشاہ کے دین کا منکر ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص دین بادشاہ سے بیزار ہو چکا ہے۔ تو بادشاہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس مومن کے لئے غضبناک ہوا اور حضرت اور لیس کو وحی فرمائی کہ جاؤ میرے اس جابر بندے کے پاس اور اس سے کہو: کیا اتنی بڑی سلطنت پر تم راضی نہیں ہوئے کہ تم نے میرے اس مومن بندے کو ظلم سے قتل کر دیا اور اس کی زمین کو اس سے چھین کر اپنی ملکیت بنا لیا۔ اور یوں اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو محتاج اور نادار کر دیا اور انہیں بھوک اور انداس میں مبتلا کر دیا۔ مجھے قسم ہے میری عمت کی کہ اس کا انتقام تجھ سے لوں گا اور تیری سلطنت اور بادشاہت کو تجھ سے جلد ہی چھین لوں گا اور تیرے شہر کو تباہ و برباد کر دوں گا اور تیری عمت کو ذلت میں تبدیل کر دوں گا اور تیری عورت کے گوشت کو کتوں کا لقمہ بنا دوں گا۔ تجھے میرے ظلم و بردباری نے مغزور کر دیا ہے۔

پس حضرت اور لیس اپنے پروردگار نے پیغام کے ساتھ اس کے دربار میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ اس کے ساتھی اس کے گرد حلقہ زن تھے۔ پس انہوں نے کہا اے جابر میں اللہ کی طرف سے تیرے پاس بھیجا گیا ہوں اور اس کا ارشاد تیرے لئے ہے کہ کیا تو اتنی بڑی سلطنت پر راضی نہیں ہوا کہ تو نے ظلم سے میرے بندہ مومن کو قتل کر دیا اور اس کی زمین چھین کر اپنی ملکیت میں شامل کر لی اور اس کے اہل و عیال کو محتاج بنا دیا اور انہیں بھوک کا شکار بنا دیا۔ مجھے قسم ہے اپنی عمت کی کہ میں اس کا انتقام تجھ سے جلد لوں گا اور تیری سلطنت اور بادشاہت چھین لوں گا اور تیرے

شہر کو ویران و برباد کر دوں گا اور تیری عمت کو ذلت میں بدل دوں گا اور تیری عورت کا گوشت کتوں کا لقمہ بنا دوں گا۔ اس جابر حکمران نے کہا: اے اور میں میرے دربار سے نکل جاؤ اور ایسا کام نہ کرو کہ تمہاری جان میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے۔

اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بلوایا اور اور میں کا پیغام اسے سنا دیا: تو اس عورت نے کہا: اور میں نے خدا کا پیغام تجھے خوفزدہ نہ کر دے۔ اور میں نے معاملے سے نکلنے کے لئے میں ہی کافی ہوں۔ میں اسے قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجوں گی تو وہ اس کو قتل کر دیں گے اور یوں اس کے خدا کا پیغام اور جو کچھ وہ لے کر آیا تھا وہ سب غلط ثابت ہو جائے گا۔ تو اس نے کہا: پس تم اس کام کو کر ڈالو۔ ادھر حضرت اور میں نے کچھ مومن اصحاب تھے جو بادشاہ کے دین کے منکر تھے وہ حضرت اور میں کے پاس آکر بیٹھتے تھے اور ان سے مانوس تھے اور حضرت اور میں بھی ان لوگوں سے مانوس رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اصحاب کو اللہ عزوجل کی دہی اور اس جابر حکمران کے لئے اس کے پیغام کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے پیغام کو اس جابر تک پہنچایا ہے۔ یہ سنکر ان لوگوں نے اور میں اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں خطرے سے دوچار ہونے کا اندیشہ کیا اور ان کے بارے میں قتل سے خوف زدہ ہوئے۔

ادھر اس جابر حکمران کی عورت نے ازارقہ قوم کے چالیس مردوں کو حضرت اور میں کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ وہ لوگ اس جگہ آئے جہاں اور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن وہ موجود نہ تھے تو واپس چلے گئے۔ مگر اور میں نے اصحاب نے انہیں دیکھ لیا تھا انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ لوگ اور میں کو قتل کرنے کیلئے آئے تھے میں وہ اور میں کی تلاش میں منتشر ہو گئے۔ جہاں تک کہ ان سے ملاقات ہو گئی انہوں نے حضرت اور میں سے کہا اے اور میں آپ ہوشیار رہیں کیونکہ جابر حکمران آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے اس نے ازارقہ میں سے چالیس آدمیوں کو آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ اس بستی سے نکل جائیں۔ پس اور میں اس بستی سے اسی دن نکل گئے جبکہ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے کچھ تعداد بھی تھی۔ جب اس رات سحر کا وقت آیا تو اور میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کی اور عرض کیا: اے میرے پروردگار مجھے تو نے اس جابر حکمران کے پاس اپنا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجا اور میں نے تیرا پیغام پہنچایا (تیجاً) اس جابر نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے۔ بلکہ اگر وہ مجھ پر قابو پالے تو مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اس وقت اللہ عزوجل کی دہی آئی کہ اس سے دور رہو اور اس کی بستی سے نکل جاؤ۔ اور اس کے معاملے کو میرے سپرد کر دو مجھے میری عمت کی قسم ہے میں اپنا فیصلہ اس پر ضرور جاری کروں گا۔ اور تمہاری بات کو اور جو کچھ تم پیغام لے کر گئے تھے اس کو سچ کر دکھاؤں گا۔ پس اور میں نے عرض کیا: اے پروردگار میری ایک حاجت ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ عرض کیا میرا سوال یہ ہے کہ اس بستی اور اس کے اردگرد جو کچھ اس میں ہے اس پر اس وقت تک بارش نہ برے جب تک میں اس کا سوال نہ کروں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے اور میں ایسی

صورت میں یہ بستی تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کے ساکنین پر مشقت اور سختی آئے گی اور بھوک طاری ہو جائے گی۔ اور میں نے عرض کیا: اگرچہ یہ برباد ہو جائے اور لوگوں کو مشقت اور بھوک کی سختی اٹھانی پڑے۔ اللہ نہوجل نے فرمایا تحقیق میں نے عطا کر دیا جو کچھ تم نے مانگا ہے اور یہ آسمان ان پر اس وقت تک بارش نہیں برسائے گا جب تک تم مجھ سے اس کا سوال نہ کرو گے۔ اور میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے بارے میں زیادہ پکا ہوں۔

پس اور میں نے اپنے اصحاب کو جو کچھ ان پر بارش کی بندش کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اس سے باخبر کر دیا اور وہ کچھ جو اللہ نے ان پر وحی کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ جب تک وہ سوال نہیں کریں گے اللہ بارش نہیں برسائے گا (پھر کہا) اے مومنین اس بستی سے نکل کر دوسری بستیوں میں چلے جاؤ۔ پس وہ لوگ وہاں سے نکل گئے اور ان دنوں ان لوگوں کی تعداد بیس تھی۔ پس وہ دوسری بستیوں میں چلے گئے۔ اور بستیوں میں اور میں نے اللہ سے کہنے گئے سوال کی خبر پھیل گئی۔ اور خود حضرت اور میں ایک بہت بلند پہاڑ کے غار میں پناہ لینے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ان پر موکل کیا کہ وہ ہر شام کو اور میں نے کے لئے کھانا فراہم کر دے۔ دن کو وہ روزہ رکھتے تھے اور ہر شام کو فرشتہ ان کے لئے کھانے کر آتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ سے سلطنت چھین لی اور اسے قتل کر دیا اور اس کے شہر کو ویران و تباہ کر دیا اور اس کی عورت کا گوشت کتوں کو کھلا دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کے بارے میں اس پر غضبناک ہوا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس شہر میں ایک اور جابر اور فاسق حکمران ظاہر ہوا۔ اور میں نے وہاں سے نکلنے کے بعد اس شہر کے لوگوں نے بیس سال اس حالت میں گزارے کہ آسمان سے ان پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسا وہ لوگ مشقت اور سختی میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت اور صورت حال شدید ہو گئی اور دور دراز بستیوں سے اشیائے خورد و نوش لانے کی نوبت آگئی۔ جب سختی اتنا کو پہنچی تو وہ مل کر بیٹھے اور آپس میں کہنے لگے۔ جو کچھ اس وقت ہم پر نازل ہوا ہے جسے ہم سب محسوس کر رہے ہیں یہ اور میں نے کے اس سوال کے سبب سے ہے جو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیا تھا کہ جب تک بارش کے لئے وہ دعا نہ کریں ہم پر باران رحمت بند رہے گا۔ اور اس وقت حضرت اور میں ہم سے پوشیدہ اور مخفی ہیں اور ہمیں ان کی سکونت کی جگہ کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ ہم پر رحم کھانے والا ہے۔ اس کے بعد وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور اس سے دعا کریں اور اس کی بارگاہ میں فریاد کریں اور اس سے اپنے شہر اور اردگرد کی بستیوں پر آسمان سے بارش برسائے گا سوال کریں۔ پس وہ خاکستروں پر کھڑے ہوئے، سخت اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے لباس پہنے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالنے لگے اور بارگاہ الہی میں توبہ و استغفار کے لئے نالہ و زاری کی آواز بلند کی اور اس کے حضور گڑ گڑانے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ اور میں پر وحی نازل کی کہ اے اور میں تمہاری بستی کے لوگ میری بارگاہ میں توبہ و استغفار کی فریاد کرنے لگے ہیں اور گریہ و زاری و نالہ کرنے لگے ہیں اور میں اللہ رحمن و رحیم ہوں، توبہ قبول کرتا ہوں اور گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ اور

میں نے ان پر رحم کیا ہے اور ان کے بارش کے متعلق سوال اور دعا کو قبول کرنے میں کوئی چیز حائل نہیں سوائے اس کے کہ تم نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ان پر آسمان سے بارش نہ برسائیں جب تک تم خود مجھ سے اس کا سوال نہیں کرو گے پس اے اور میں مجھ سے سوال کرو تاکہ ان کی فریاد رسی کروں اور آسمان سے بارش برسائیں۔ اور میں نے عرض کیا: بار الہا! میں تجھ سے اس کا سوال نہیں کروں گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا تھا اور میں نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اب میں تم سے سوال کر رہا ہوں کہ مجھ سے بارش کا سوال کرو اور تم میرے سوال پر لبیک نہیں کہہ رہے ہو۔ اور میں نے عرض کی بار الہا! میں تجھ سے یہ سوال نہیں کروں گا۔ پس اللہ عزوجل نے اس فرشتے کو جو شام کو حضرت اور میں کے لئے کھانا فراہم کرتا تھا حکم دیا کہ اور میں کے لئے کھانا بند کر دو اور اس کے لئے کھانا لے کر مت جاؤ۔ اس دن جب شام ہو گئی اور اور میں کے لئے کھانا نہ پہنچا تو محزون اور بھوکے رہے لیکن صبر کیا۔ جب دوسرا دن بھی کھانا نہیں آیا تو ان کا غم اور بھوک شدید ہو گئے۔ تیسرے دن شام کو پھر کھانا نہیں آیا تو تکلیف و بھوک اور غم زیادہ ہو گئے اور صبر کا جہانہ لبریز ہو گیا پس اپنے پروردگار کو پکارا۔ "اے پروردگار کیا تو نے میری روح اور جان کو قبض کرنے سے قبل ہی میرے رزق کو مجھ پر بند کر دیا" پس اللہ عزوجل کی طرف سے وحی آئی کہ "اے اور میں تین شب و روز میں نے تم پر کھانا بند کر دیا تو تم نے اپنی بیٹائی کا اظہار کر دیا لیکن تمہیں اس بات نے بیتاب نہیں کیا اور تم نے یاد ہی نہیں کیا کہ تمہاری بستی کے لوگ بیس سال سے تکلیف اور بھوک سے دوچار ہیں۔ پھر میں نے تم سے ان کی مشقت اور تکلیف اور ان لوگوں پر اپنی رحمت کرنے کے لئے یہ کہا کہ تم مجھ سے سوال کرو کہ ان پر آسمان سے بارش برسائیں تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا اور اس سلسلے میں مجھ پر سوال کرنے سے کنجوسی اختیار کی پس میں نے بھوک کے ذریعے تمہاری تادیب کی اور سزا دی پس صبر تمہارے پاس کم ہو گیا اور تمہاری بیٹائی ظاہر ہو گئی پس اپنی جگہ (غار) سے نیچے اترو اور اپنا معاش خود تلاش کرو کیونکہ میں نے اب تمہارے معاش کی تلاش اور اس کا حصول تمہارے ہی حال پر چھوڑ دیا ہے۔

پس حضرت اور میں اپنی جگہ سے نیچے اترے اور ایک بستی میں کھانے کی تلاش میں نکلے۔ جب وہ اس بستی میں داخل ہوئے تو اس کے ایک گھر سے دھواں اٹھتا ہوا نظر آیا پس اسی طرف چل پڑے اور ایک بڑھیا کے گھر میں داخل ہو گئے جو توے پر دو روٹیاں پکا رہی تھی۔ اس سے کہنے لگے: اے عورت مجھے کھلاؤ کیونکہ میں بھوک سے بے حال ہو چکا ہوں۔ پس اس نے کہا: اے بندہ خدا اور میں! بددعا نے ہمارے لئے رزق کی اتنی گنجائش بھی نہیں رکھی ہے کہ ہم کسی اور کو کچھ کھلا سکیں۔ اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ ان دو روٹیوں کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ پس جاؤ اور اسی بستی کے دوسرے لوگوں سے معاش طلب کرو۔ انہوں نے کہا: مجھے اتنا کھلاؤ کہ میں اپنی جان بچا سکوں اور اپنی جگہ سے ٹھننے کی مجھ میں سکت آجائے تاکہ پھر میں اپنا معاش طلب کروں۔ اس نے کہا یہ تو صرف دو ہی روٹیاں ہیں ایک میرے

لئے اور دوسری میرے بیٹے کے لئے ہے پس اگر میں نے اپنا حصہ تمہیں کھلایا تو میں مرعاضی گی اور اگر اپنے بیٹے کا حصہ کھلا دوں تو وہ مرعائے گا۔ اور یہاں اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تمہیں اس میں سے کھلا دوں پس انہوں نے کہا تمہارا بیٹا چھوٹا ہے اس کے لئے آدھی روٹی کافی ہے وہ اسی سے زندہ رہ سکے گا اور دوسری آدھی میرے لئے کافی ہے اور اس سے میں زندہ رہ سکوں گا۔ اور یوں ہم دونوں اپنا مقصد پاسکیں گے۔ چنانچہ عورت نے اپنی روٹی کھالی اور دوسری اور میں اور اپنے بیٹے کے درمیان آدھی آدھی کر کے تقسیم کر دی۔ جب اس کے بیٹے نے دیکھا کہ اور میں اس کے حصہ کی آدھی روٹی کھا رہے ہیں تو اتنا بے چین ہوا کہ دم توڑ دیا۔ اس کی ماں بولی اے بندہ خدا تو نے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا کیونکہ وہ اپنے حصہ کے لئے بے تاب ہو چکا تھا۔ اور میں نے فرمایا میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کر دوں گا پس تم بے تابی کا اظہار نہ کرو۔ پھر اور میں نے اس بچے کے دونوں شانوں کو پکڑ لیا اور اس کے بعد کہنے لگے: اے وہ روح جو اس بچے کے جسم سے نکل چکی ہے اللہ کے حکم سے اسی بدن میں پلٹ آؤ اور میں اور میں پیغمبر ہوں پس اللہ کے اذن سے بچے کی جان واپس آگئی۔ جب عورت نے اور میں کی یہ بات سن لی کہ "میں اور میں ہوں" اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اس کا بیٹا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا ہے تو کہنے لگی میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اور میں پیغمبر ہیں اور گھر سے نکل کر بستی کے اندر چچ چچ کے کہنے لگی۔ خوشی کی بشارت سن لو بمحقق اور میں تمہاری بستی میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور میں وہاں سے چلے یہاں تک کہ وہاں ٹہرے جو سابقہ جابر بادشاہ کے شہر کی جگہ تھی تو اسے ایک ٹیلے کی شکل میں پایا کیونکہ وہ تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ پھر ان کے اردگرد ان کی بستی کے لوگ جمع ہو کر کہنے لگے: اے اور میں آپ نے اس بیس سال کے عرصہ میں ہم پر رحم نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں ہم نے کتنی تکالیف برداشت کیں اور بھوک کے شکار رہے پس اب دعا کریں کہ اللہ ہم پر آسمان سے بارش برسائے۔ انہوں نے کہا نہیں اس وقت تک دعا نہیں کروں گا جب تک تمہارا جابر حکمران اور تمہاری سارے بستی والے پا برہنہ چلتے ہوئے میرے پاس آکر اس بات کا سوال نہ کریں۔ جابر حکمران تک آپ کی یہ بات پہنچ گئی پس اس نے چالیس آدمیوں کو بھیجا تاکہ وہ اور میں کو اس کے سامنے حاضر کریں۔ جب وہ اور میں کے پاس پہنچے تو ان سے کہنے لگے۔ اس جابر حکمران نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کو اس کے پاس حاضر کر دیں۔ پس انہوں نے ان پر نفرین اور بددعا کی تو وہ سب مر گئے یہ بات جابر کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اب اس نے پانچ سو آدمی بھیجے اس عرض سے کہ وہ اور میں کو لے کر آئیں۔ اور وہ اور میں سے کہنے لگے: اے اور میں اس جابر نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو اس کے پاس لے کر حاضر ہو جائیں۔ اور میں نے ان سے کہا اپنے ساتھیوں کے انجام کی طرف دیکھ تو لو کہ یہ کس طرح موت کے گرداب میں چلے گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اور میں بیس سال کی مدت تک آپ نے ہمیں بھوک کے ذریعے مار ڈالا آپ پھر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے خلاف بددعا کریں اور ہمیں مار ڈالیں کیا آپ کے پاس رحم نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: میں تو تمہارے اس جابر کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی آسمان سے

ش کا خدا سے سوال کروں گا جب تک جہارا جابر حکمران اور جہاری بستی کے سارے لوگ پابرمہنہ میرے پاس نہ
 آئیں۔ پس وہ لوگ جابر حکمران کے پاس گئے اور اسے اور میں کی باتیں بتا دیں۔ اور اس سے یہ مطالبہ کرنے لگے کہ
 ان کے ساتھ اور میں کی طرف پابرمہنہ چلے۔ پس وہ راضی ہوا اور ان کی طرف آگیا یہاں تک کہ وہ سب ان کے سامنے
 برسے ہو گئے اس حالت میں کہ ان کی گردنیں ٹھکی ہوئی تھیں اور ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ وہ خدا سے دعا کریں
 وہ آسمان سے ان پر بارش برسائے۔ پس اور میں نے کہا: اب میں اللہ عوجل سے دعا کروں گا۔ اس وقت اور میں نے
 عوجل سے ان پر اور ان کی بستی اور اس کے اطراف پر بارش برسائے کی دعا کی۔ اسنے میں بادلوں سے آسمان بھر گیا
 پھلی چمکنے لگی اور اسی لمحے سے بارش متواتر برسنے لگی یہاں تک کہ وہ یہ سوچنے لگے کہ کہیں غرق نہ ہو جائیں۔ پس وہ
 بنے گھروں میں واپس جاتے ہوئے پانی کے سیلاب سے اپنی جان کے لئے خطرہ محسوس کر رہے تھے۔

ب (۲) "حضرت نوح علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں"

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ہمام نے
 انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حمید بن زیاد کوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سماء نے ان سے
 بیان کیا حسن مثنیٰ نے انہوں نے عبد اللہ بن فضل ہاشمی سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا
 جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوح کی نبوت کو ظاہر کر دیا اور شیعوں کو غم کی دوری کا یقین ہوا تو آزمائش اور
 سخت شدید تر ہو گئی اور بڑی ہمتیں لگائی جانے لگیں یہاں تک کہ صورتحال ایسی ہو گئی کہ شیعہ بدترین سختیوں سے دو
 ہو گئے اور حضرت نوح ناقابل برداشت مار کٹائی کا سامنا کرنے لگے اور کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ آپ تین
 بے ہوش پڑے رہتے آپ کے کانوں سے خون بہنے لگتا تب ہوش میں آتے اور یہ ان کے مبعوث ہونے کے
 تین سو سال بعد کی بات ہے۔ اور وہ اس دوران دن رات لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے تو وہ لوگ بھاگ جاتے
 ۔ اگر پوشیدہ طریقہ سے دعوت دیتے تو کوئی مثبت جواب نہیں ملتا تھا۔ اور اگر اعلانیہ پکارتے تو بھاگ جاتے تھے۔
 تین سو سال کے بعد ان لوگوں کی حق میں بددعا کرنے کا ارادہ کیا اور دعا کے لئے فجر کی نماز کے بعد بیٹھ گئے۔ اس
 دوران آسمان ہفتم سے ایک وفد ان پر نازل ہوا اور وہ تین فرشتے تھے انہوں نے ان کو سلام کیا اور ان سے کہا: اے خدا
 کی نبی ہمیں آپ سے حاجت ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: آپ اپنی قوم پر نفرین اور بددعا کرنے
 کی تاخیر کریں کیونکہ آپ کا یہ اقدام زمین پر اللہ عوجل کی طرف سے پہلی بار غضب نازل ہونے کا باعث بنے گا۔ نوح
 نے کہا: میں نے مزید تین سو سال تک اپنی بددعا میں تاخیر کر دی۔ پھر اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے اور وہی کام کرنے
 کی جو پہلے کرتے تھے اور وہ لوگ بھی آپ کی دعوت کے بدلے وہی کام دہرانے لگے جو وہ پہلے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ

یہ تین سو سال بھی گزر گئے اور آپ ان کے ایمان لانے کے متعلق مایوس اور ناامید ہو گئے۔ اس بار دن میں ظہر کے وقت ان پر بددعا کرنے کیلئے بیٹھ گئے جسے میں آسمان ششم سے ایک وفد ان پر اترا آیا (اور وہ بھی تین فرشتے تھے) پس انہوں نے نوح کو سلام کیا اور کہنے لگے کہ ہم آسمان ششم سے ایک وفد ہیں ہم سورے وہاں سے نکلے ہیں اور آپ تک ظہر کے وقت پہنچے ہیں۔ اس وفد نے بھی ان سے وہی سوال کیا جو آسمان ہفتم سے آئے ہوئے وفد نے کیا تھا تو آپ نے ان لوگوں کی درخواست کو قبول کیا اور وہی بات کہہ دی جو ان لوگوں سے کہی تھی اس کے بعد نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے اور انہیں حق کی دعوت دینے لگے لیکن ان کی اس دعوت کا اثر ان لوگوں کی مزید دوری کا باعث ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ تین سو سال بھی پورے ہو گئے اور اس طرح نو سو سال پورے ہونے کو آئے اب تو آپ کے شیعوں آپ کے پاس آنے لگے اور عامہ اور طاغوتوں کی طرف سے جو مصائب ان پر ڈھائے جاتے تھے ان کی شکایت کرنے لگے اور آپ سے درخواست کرنے لگے کہ وہ غم اور پریشانی کے خاتمہ کے لئے دعا کریں۔ پس آپ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور نماز پڑھی اور اس کے بعد دعا کی۔ تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان سے کہنے لگے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا ہے پس آپ اپنے شیعوں سے کہیں کہ وہ کھجور کھائیں اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بویں اور اس کی دیکھ بھال کریں اور جب وہ درخت بن کر پھل دینے لگے تو ان کی پریشانیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ پس آپ اللہ کی حمد و ثناء بجالائے اور ان لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیا چنانچہ وہ سب کے سب خوش ہو گئے۔ پس انہوں نے کھجور کھائی اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بویا اور اس کے پھل دینے تک اس کی دیکھ بھال میں مشغول رہے، پھر وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس کھجور کے درخت کے پھل لے کر حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر دیں انہوں نے اللہ عوجل سے اس کا سوال کیا تو اللہ نے آپ پر وحی نازل کی کہ ان سے کہو: اس کھجور کو بھی کھاؤ اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بویا اور جب یہ درخت بن جائے اور پھل دینے لگے تو ہمارے غم و اندوہ کا ازالہ ہو جائے گا۔ جب انہوں نے یہ بات سنی اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وعدہ خلافی ہو گئی تو ان میں سے ایک تہائی تو مرتد ہو گئے اور اپنے دین سے پھر گئے اور دو تہائی ثابت قدم رہے۔ انہوں نے کھجوریں کھائیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بویا اور پھر جب وہ درخت بن کر پھل دینے لگے تو ان لوگوں نے حضرت نوح کو اس کی خبر دی اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ اپنا وعدہ پورا کریں پس حضرت نوح نے خداوند عوجل سے دعا کی تو اللہ نے ان پر وحی کی کہ ان سے کہو کہ وہ اس کھجور کو بھی کھالیں اور اس کی گٹھلیوں کو بویں اس دفعہ پھر ایک تہائی ان میں سے مرتد ہو گئے اور صرف ایک تہائی تعداد رہ گئی اور اسی باقی ماندہ ایک تہائی نے وہ کھجوریں کھالیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بویا اور جب وہ درخت بن کر پھل دے چکے تو وہ کھجوریں لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور پھر ان سے عرض کیا: ہم میں سے سوائے چند لوگوں کے اور کوئی باقی نہ رہا اور ہم لوگ بھی

پنے نفسوں کے بارے میں گمراہی سے خوف کھاتے ہیں اگر غم کی کشادگی میں تاخیر ہو جائے تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نماز پڑھی اور پھر عرض کیا: پروردگار میرے ساتھیوں میں سے سوائے اس گروہ کے اور کوئی باقی نہ رہا اور میں ان کی بھی ہلاکت اور گمراہی کے بارے میں خوف محسوس کر رہا ہوں اگر فرج اور فراخی میں اور کشادگی میں تاخیر ہو جائے۔ پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ میں نے تیری دعا قبول کر لی پس کشتی بناؤ اور ان کی دعا کی ولایت اور طوفان کے درمیان پچاس سال کی مدت گزری۔

ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ اور محمد بن موسیٰ بن متوکل اور احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے ابو اسحاق بن جابر اور عبدالکریم بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دلیم سے انہوں نے ابو عبد اللہ امام الصادق سے نقل کرتے ہوئے کہ آپ نے فرمایا نوح کشتی سے اترنے کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے اس کے بعد جبرئیل ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے نوح (حکم خدا ہے کہ) آپ کی نبوت اختتام کو پہنچی اور آپ کے دن پورے ہو گئے پس اسم اکبر، میراث علم اور علم نبوت کے جو آثار آپ کے پاس ہیں ان کو اپنے بیٹے سام کے والے کیجئے بے شک میں زمین کو نہیں چھوڑتا مگر اس میں ایک عالم ایسا ہو جس کے ذریعے میری اطاعت پہچانی جائے اور یہی ایک نبی کی رحلت اور دوسرے نبی کی بعثت تک کے درمیانی مدت میں نجات کا ذریعہ ہو۔ اور میں لوگوں کو حجت اور اپنی طرف دعوت دینے والے اور میرے راستے کی طرف ہدایت کرنے والے کے بغیر نہیں چھوڑتا جو میرے امر کو پہچانتا ہو۔ پس میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر قوم اور گروہ کے لئے ایک ہادی قرار دوں جس کے ذریعے سعادت مندوں کی ہدایت کروں اور وہی اشقیاء پر میری حجت بھی ہو۔ امام فرماتے ہیں۔ پس نوح نے اسم اکبر، میراث علم اور علم نبوت کے آثار اپنے بیٹے سام کے حوالے کر دیئے۔ لیکن حام اور یافث ان دونوں کے پاس کوئی ایسا علم نہیں تھا جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ امام نے فرمایا۔ نوح نے لوگوں کو ہود کے آنے کی بشارت دی اور ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ وصیت کو ہر سال کھول کر دیکھیں اور یہی ان کے لئے عید ہوگی جیسا کہ حضرت آدم نے انہیں حکم دیا تھا۔ امام نے فرمایا۔ حام اور یافث کی اولاد میں سرکشی اور غرور آگیا تو اولاد سام نے جو کچھ علم ان کے پاس تھا اس کے ساتھ پوشیدگی اور مخفیانہ زندگی اختیار کی۔ اور یوں نوح کے بعد سام پر حام اور یافث کی حکومت مسلط ہو گئی۔ اور یہی اللہ عزوجل کا قول ہے "وَقَرْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ" (سورہ صافات آیت ۷۸) اور ہم نے باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں۔ یعنی اللہ کا ارشاد ہے کہ "میں نے جابروں کی دولت نوح کے لئے قرار دی۔ اور اللہ محمد کو اسی کے ذریعے طاقت اور قوت بخشے گا۔" آپ نے فرمایا "پس حام کے بیٹے اور اس کی نسل سندھی، ہندی اور حبش کے لوگ ہیں اور سام کے بیٹے اور اس کی اولاد سرب اور نغم ہیں ان پر جابر حکومت کا تسلط باقی رہا اور ایک کے بعد دوسرا عالم وصیت کا وارث بنتا رہا یہاں

تک کہ اللہ عزوجل نے ہود کو مبعوث فرمایا۔

۴۔ ہم سے بیان کیا، علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبد اللہ الکوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے انہوں نے اپنے بچا حسین ابن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا امام صادق جعفر بن محمد نے فرمایا: جب نوح کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے شیعوں (پیردکاروں) کو بلایا اور ان سے کہا: جان لو یہ کہ میرے بعد ایک ایسی غیبت واقع ہو جائے گی جس کے دوران طاغوت اور سرکش لوگ مسلط ہو جائیں گے اور اللہ عزوجل تم پر سے غم و اندوہ کو میرے ایک بیٹے کے ذریعے زائل کر دے گا جو قیام کرے گا اور جس کا نام ہود ہوگا وہ صاحب ارادہ و اخلاق حمیدہ و وقار ہوگا اور مجھ سے خلق و صورت میں مشابہ ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو اس کے ظہور کے ساتھ ہوا کے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دے گا پس وہ لوگ ہود کی نکاش میں رہے اور ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت ان پر طویل ہوگئی اور ان میں سے اکثر کے دل سخت ہو گئے یعنی سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ہود کو ظاہر کر دیا جبکہ لوگ ان سے مایوس ہو چکے تھے اور بلا ان پر انتہا کو پہنچی اور بے برکت آمدھی کے ذریعے ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا **ما تذر من شیء اذت علیہ الا جعلتہ کالرمیم** (سورہ ذاریات آیت ۴۲) جس چیز پر چلتی تھی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی۔

۵۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ستان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور کرام بن عمرو سے انہوں نے عبد الحمید بن ابی دلیم سے انہوں نے کہا امام صادق ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سام کی نسل نے ان کو تسلیم کر لیا لیکن دوسرے لوگ یہ کہتے گئے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے پس وہ ایک بے برکت آمدھی کے ذریعے ہلاک کر دیئے گئے اس کے بعد حضرت ہود نے ان (اپنے اوپر ایمان لانے والوں) کو حضرت صالح کے بارے میں وصیت کی اور ان کے مبعوث ہونے کی بشارت دی۔

باب (۳) حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں

۶۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حصین بن ابی الخطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے زید شحام سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ صالح علیہ السلام اپنی قوم سے ایک عرصہ غائب رہے اور جس دن وہ ان سے غائب ہوئے اس دن وہ ادھیڑ عمر کے، کشادہ پیٹ والے، حسین بدن والے، گھنی داڑھی والے، نازک عارض کے مالک اور درمیانے قد کے تھے جب آپ اپنی قوم میں واپس آگئے تو انہوں نے پھرے سے انہیں نہیں پہچانا۔ اور آپ نے انہیں تین گروہوں میں منقسم پایا۔ ایک گروہ منکر بن چکا تھا جو اپنے انکار سے واپس لوٹنے کے لئے تیار نہیں تھا اور ایک ان کے بارے میں شک کرنے والوں کا تھا اور تیسرا گروہ اپنے ایمان پر باقی تھا پس آپ علیہ السلام نے شک کرنے والے گروہ کی طرف رجوع کیا اور ان سے فرمایا: میں صالح ہوں تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور برا بھلا کہا اور جھڑک دیا اور کہنے لگے: خدا تم سے بیزار ہو صالح تو یقیناً تم سے مختلف چہرے کے حامل تھے امام فرماتے ہیں: پس آپ منکرین کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی کوئی بات نہیں سنی اور آپ سے سخت نفرت کا اظہار کیا پھر آپ تیسرے گروہ کے پاس گئے اور وہ صاحبان یقین کا گروہ تھا اور ان سے فرمایا کہ میں صالح ہوں۔ انہوں نے پوچھا ہمیں کوئی ایسی بات بتا دینے جس کی وجہ سے ہم آپ کے بارے میں کہ آپ صالح ہیں کوئی شک نہ کریں۔ ہم اس بات میں کوئی بحث یا شک نہیں کرتے کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ جو خالق ہے وہ کسی کو کسی بھی شکل و صورت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ جبکہ ہمیں بتایا گیا اور ہم نے قائم کے ظہور کے بارے میں علامات اور نشانیوں کے متعلق جستجو اور تحقیق کی ہے۔ اور یہ اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خبر آسمان سے لے کر آئے صالح نے ان سے فرمایا: میں وہی صالح ہوں جو معجزے کے ذریعے اوثنی لایا انہوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں ہم بحث کرتے تھے لیکن بتائیے اس کی علامت اور نشانی کیا تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس اوثنی کے لئے نہر سے پینے کا ایک دن اور تمہارے لئے پینے کا ایک دن معین اور معلوم تھا پس انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر بھی ایمان لائے۔ اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: بے شک صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے پس اہل یقین نے کہا: انا بما آرسل بہ مومنون قال الذین استکبروا انا بالذی آمنتم بہ کافرون (سورہ اعراف آیت ۷۵-۷۶) بے شک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور مستکبرین نے کہا (اور وہ شک کرنے والوں اور منکرین کا گروہ تھا) ہم اس چیز کے منکر ہیں جس پر تم ایمان لے آئے ہو

زید شحام نے پوچھا۔ کیا اس دن کوئی ایسا شخص بھی تھا جو ان کو جانتا تھا اور اہل علم میں سے تھا؟ امام نے فرمایا: خداوند عالم کا عدل اس سے زیادہ ہے کہ زمین کو کسی ایسے عالم کے بغیر چھوڑ دے جو اللہ عوجل کی طرف راہنمائی کرتا ہو اس قوم نے صالح کے فردج اور ظہور کے بعد سات دن تک اس حالت میں گزارے کہ وہ لپٹے لپٹے کوئی پیشوا اور امام کی معرفت نہیں رکھتے تھے مگر اس کے باوجود جو کچھ دین خدا میں سے ان کے ہاتھوں میں تھا اس پر قائم رہے ان کے عقائد ایک تھے اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے ظہور فرمایا تو ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضرت قائم (آل محمد) علیہ السلام کی مثال صالح کی طرح ہے۔

باب (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غیبت

لیکن اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ کی غیبت تو ہمارے قائم (آل محمد) صلوات اللہ علیہ کی غیبت سے کامل مشابہت رکھتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود کے آثار کو اس وقت مخفی رکھا جب آپ بطنِ مادر میں تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ذریعے سے آپ کو شکمِ مادر سے پشتِ مادر کی طرف منتقل کر دیا پھر آپ کی ولادت کے معاملے کو معینہ مدت کے پہنچنے تک چھپائے رکھا۔

۷۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے بیان کیا یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے ابی عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نمرود بن کنعان کے دربار کے فلکیات شناس (نجومی) تھے اور نمرود کوئی حکم اور فرمان ان کی رائے اور مشورے کے بغیر صادر نہیں کرتا تھا۔ ایک رات وہ ستاروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے نمرود سے کہا میں نے گزشتہ رات عجیب چیز دیکھی ہے نمرود نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بچہ ہماری سرزمین میں پیدا ہوگا اور ہماری ہلاکت اور نابودی اسی کے ہاتھوں انجام پائے گی۔ اور اس کے بطنِ مادر میں منتقل ہونے میں تھوڑا عرصہ باقی ہے۔ نمرود کو اس بات سے تعجب ہوا اور ان سے کہا کہ کیا عورتوں میں سے کسی کے بطن میں وہ منتقل ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا: ابھی تک تو نہیں ہوا ہے۔ ان کے علم میں یہ بات تو آگئی تھی کہ یہ بچہ آگ میں جلایا جائے گا لیکن یہ بات انہیں معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو نجات دلانے گا۔ امام فرماتے ہیں کہ نمرود نے فرمان جاری کیا کہ عورتوں کو مردوں سے الگ کر دیا جائے۔ پس شہر میں عورتوں میں سوائے ایک عورت کے اور کوئی باقی نہیں رہی سب کو شہر بدر کر دیا گیا۔ تاکہ ان کے مرد اپنی عورتوں سے ملاپ نہ کر سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے والد نے اپنی زوجہ کے ساتھ مباشرت کی پس اس کے ساتھ ہی حمل ٹھہر گیا۔ ایسے میں انہیں گمان ہوا کہیں

ایسا نہ ہو کہ یہ بچہ وہی ہو، پس حمل شناس عورتوں کے ایک ٹولے کو مادر ابراہیم کے پاس لائے اور یہ عورتیں ایسی تھیں کہ اگر کسی عورت کے بطن میں کوئی حمل ہو تو وہ لازماً جان لیتیں۔ پس انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی مادر کے حمل ہونے کے بارے میں کھوج لگایا۔ اور اللہ عزوجل نے جو کچھ ان کے رحم میں تھا اس کو ان کی پشت کی طرف منتقل کر دیا۔ ان حمل شناس عورتوں نے کہا: ہم تو اس کے بطن میں کسی حمل کے ہونے کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ جب مادر ابراہیمؑ نے مولود کو جنم دیا پدر ابراہیمؑ نے چاہا کہ بچہ کو نرود کے حضور پیش کر دیا جائے۔ اس وقت ان کی زوجہ نے کہا اپنے بیٹے کو نرود کے پاس مت لے جاؤ کیونکہ وہ اس کو قتل کر ڈالے گا۔ اس کو میرے حوالے کرو میں اسے کسی غار میں لے جاؤں گی اور وہیں رکھ دوں گی یہاں تک کہ اس کی اجل اور موت آجائے اور تم بھی اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے سے بچے رہو گے۔ انہوں نے کہا لے جاؤ۔ پس وہ آپ کو ایک غار میں لے کر آئیں پھر دودھ پلایا اس کے بعد غار کے دروازے پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا اور وہاں سے دور ہو گئیں۔ اللہ عزوجل نے آپ کے رزق کا ذریعہ آپ کے انگوٹھے کو بنا دیا۔ پس آپ اپنے انگوٹھے کو چوستے تھے تو آپ کو اس سے دودھ مل جاتا تھا۔ اب حالت یہ تھی کہ آپ عام بچے جتنے ایک ہفتہ میں بڑے ہو جاتے آپ ایک دن میں پروان چڑھتے اور جتنا عام بچہ ایک مہینے میں نشوونما پاتا آپ ایک ہفتہ میں نشوونما پاتے اس طرح جتنا ایک عام مولود ایک سال میں بڑا ہو جاتا آپ ایک مہینے میں بڑے ہو جاتے۔ پس آپ اس غار میں کچھ عرصہ رہے۔ پھر ایک دن ان کی والدہ نے ان کے والد سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بچے کو دیکھنے جاؤں، انہوں نے کہا اجازت دی۔ پس وہ غار میں آئیں تو غیر متوقع طور پر یہ دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کی آنکھیں چرافوں کی مانند چمک رہی ہے پس انہوں نے آپ کو اپنی گود میں لیا اور سینے سے لگایا اور ان کو دودھ پلایا اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئیں۔ پس ان کے والد نے بچے کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ میں نے اسے سپرد خاک کر دیا۔ کچھ عرصے بعد تو یہ انکا معمول بن گیا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر گھر سے نکل جاتیں اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاتیں اور انہیں گود میں لے لیتیں پیار کرتیں دودھ پلاتیں پھر واپس چلی آتیں جب وہ اس قابل ہو گئے کہ چلنے پھرنے لگے تو انہی دنوں میں ایک مرتبہ ان کی والدہ حسب معمول ان کے پاس آئیں اور حسب معمول اپنے کام کرنے کے بعد جب جانے لگیں تو آپ نے ان کا دامن پکڑ لیا پوچھا: بیٹا کیا بات ہے۔ آپ نے کہا مجھے اپنے ساتھ لے جائیے تو ماں نے کہا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ تمہارے والد سے اس کی اجازت لوں۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذات کو پردہ غیب میں رکھا اور اپنے امور کو پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے امر کو عیاں کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اپنی قدرت کا اظہار کر دیا۔ پھر آپ علیہ السلام دوسری غیبت میں چلے گئے۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب طاغوتی اور جابر حکمران نے آپ کو مصر سے جلا وطن کر دیا۔ پس آپ نے فرمایا واعتزلکم وماتدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسی

الاکون بدعاء ربی شقیماً (سورہ مریم آیت ۴۸) میں تم سے اور جن جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو سے الگ ہوتا ہوں اور اپنے پروردگار سے دعا کروں گا امید ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا کرنے کے سبب ناکام نہ رہوں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ وہبنا لہ اسحاق و یعقوب و کلا جعلنا نبیاً و وہبنا لہم من رحمتنا وجعلنا لہم لسان صدق علیاً (سورہ مریم آیت ۴۹-۵۰) پس جس وقت وہ ان سے اور ان چیزوں سے جن کی وہ خدا کے سوا عبادت کرتے تھے الگ ہو گئے تو ہم نے انہیں اسحق و یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے حصہ دیا اور ہم نے ان سب کے لئے ذکر خیر بلند مرتبہ کا مقرر کیا۔ یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ذریعے سے۔ کیونکہ ابراہیم نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ آخرین میں ان کے لئے ایک زبان حق گو اور صادق قرار دے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اور اسحاق اور یعقوب کے لئے علی کو لسان صدق قرار دیا۔ پس خبر دی علی علیہ السلام نے کہ قائم (علیہ السلام) ان کی نسل میں سے گیا، ہویں فرزند ہیں اور وہی تحقیق کے ساتھ وہ مہدی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح اس سے قبل ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔ اور یہ بھی کہ ان کے لئے ایک ایسی غیبت ہوگی اور لوگوں کو ان کے بارے میں سرگردانی ہوگی کہ جس کی وجہ سے بہت سے گروہ گمراہ ہو جائیں گے اور بہت سے گروہ ہدایت پائیں گے۔ اور یہ بالضرور واقع ہوگا جس طرح کہ اس نے خلقت کا جامہ پہن لیا ہے۔ اور آپ (حضرت امیر علیہ السلام) نے کیل بن زیاد نخعی کی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ "بے شک یہ زمین قائم رہے گی ایک حجت کے ذریعے سے جو ظاہر اور مشہور ہوگا یا مخفی اور پوشیدہ ہوگا، تاکہ اللہ کی جنتیں اور اس کی روشن دلیلیں باطل اور لغو نہ ہو جائیں۔ میں نے ان دو روایتوں کو اسی کتاب میں اسناد کے ساتھ اس باب میں ذکر کیا ہے جہاں حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے وقوع غیبت کے بارے میں روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور ان دونوں کا یہاں پر مکرر ذکر اس لئے کیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان میں اس کو بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور غیبت ہے جس میں نصیحت آموزی کے لئے انہوں نے دوسرے خطوں

کا سفر کیا۔

۸۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیم نصیحت آموزی کے لئے سفر میں نکلے اس دوران ان کا گزر ایک وسیع بیابان سے ہوا وہاں انہوں نے ایک آدمی کو کھڑے پایا جو نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی اس کا لباس بالوں سے بنا ہوا تھا۔ پس ابراہیم

یہ السلام تعجب اور حیرانگی سے دوچار ہوئے چنانچہ توقف کیا اور بیٹھے رہے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے لیکن جب انتظار کی مدت طویل ہو گئی تو اپنے ہاتھوں سے اس کو ہلایا اور فرمایا۔ مجھے تم سے ایک حاجت ہے۔ پس اس نے اپنی نماز کی طوالت کو کم کر دیا۔ امام فرماتے ہیں۔ اس آدمی نے نماز کو کم دیا اور حضرت ابراہیمؑ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ ابراہیمؑ نے اس سے سوال کیا تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا میں ابراہیمؑ کے خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں آپ نے پوچھا ابراہیمؑ کا خدا کون ہے۔ اس نے کہا وہ ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا۔ تمہارا طریقہ عبادت مجھے بہت اچھا لگا اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے تم سے بھائی چارگی کا رشتہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ پس اگر میں تمہاری زیارت اور تم سے ملاقات کرنا چاہوں تو تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس آدمی نے کہا۔ میری قیام گاہ اس صاف ستھری نہر کے دوسری طرف ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے دریا کی طرف اشارہ کیا۔ اور میری نماز پڑھنے کی جگہ یہی ہے اگر خدا نے چاہا تو تم مجھے یہاں پاؤ گے۔ پھر ابراہیمؑ سے اس آدمی نے سوال کیا: کیا آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا: وہ کیا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو اور میں آمین ہوں گا یا میں دعا کروں گا اور تم آمین کہو۔ اس نے کہا: پر کس کے بارے میں دعا کریں گے؟ ابراہیمؑ نے اس سے کہا: مومنین میں سے جو گناہگار ہیں ان کی مغفرت کے لئے۔ اس آدمی نے کہا: نہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: میں اللہ کی بارگاہ میں تیس سال سے ایک ہی دعا کرتا آ رہا ہوں اور اب تک میں اس کی قبولیت کو حاصل نہیں کر سکا ہوں۔ اور مجھے بارگاہ الہی سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں ایسی دعا کروں جس کے استجاب اور قبولیت کا مجھے یقین نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: تم نے کس سلسلے میں دعا کی تھی؟ اس آدمی نے کہا: میں ایک دن اپنی اس جائے نماز پر تھا اچانک ایک خوبصورت نوجوان جس کی پیشانی سے نور افشانی ہو رہی تھی یہاں سے گزرا۔ اس کے بال پیچھے کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ گائیں تھی جس کو وہ چرا رہا تھا اتنی تنومند جیسے ان کے جسموں پر تیل لگا ہوا ہو اور ایک بھیریوں کا گدہ بھی تھا جو پر گوشت اور موٹی تھیں۔ اس نے مزید کہا مجھے وہ منظر بہت پسند آیا پس میں نے اس سے پوچھا: اے نوجوان یہ گائیں اور بھیریں کس کی ہیں؟ اس نے کہا: یہ میری ہیں۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اللہ کے خلیل کا بیٹا اسماعیل ہوں۔ پس اس وقت میں نے دعا کی اللہ عزوجل سے کہ وہ مجھے اپنے دوست اور خلیل کی زیارت کرائے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں اور وہ نوجوان میرا بیٹا ہے۔ پس اس آدمی نے اس وقت یہ کہا: پروردگار عالمین کا شکر ہے کہ جس نے میری دعا قبول کی۔ پھر اس آدمی نے حضرت ابراہیمؑ کے دونوں رخساروں کا بوسہ لیا اور ان سے گلے ملا۔ اس کے بعد کہا۔ اب میں آپ کی بات مان لوں گا۔ آپ دعا کیجئے میں آپ کی دعا پر آمین کہوں گا۔ پس ابراہیمؑ علیہ السلام نے مومنین و مومنات میں سے جو گناہگار ہیں ان سب کے لئے تاقیام قیامت اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی دعا کی۔ امام فرماتے ہیں: پس اس آدمی نے اس دعا

یہ السلام تعجب اور حیرانگی سے دوچار ہوئے چنانچہ توقف کیا اور بیٹھے رہے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے لیکن جب انتظار کی مدت طویل ہو گئی تو اپنے ہاتھوں سے اس کو ہلایا اور فرمایا۔ مجھے تم سے ایک حاجت ہے۔ پس اس نے اپنی نماز کی طوالت کو کم کر دیا۔ امام فرماتے ہیں۔ اس آدمی نے نماز کو کم دیا اور حضرت ابراہیمؑ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ ابراہیمؑ نے اس سے سوال کیا تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا میں ابراہیمؑ کے خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں آپ نے پوچھا ابراہیمؑ کا خدا کون ہے۔ اس نے کہا وہ ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا۔ تمہارا طریقہ عبادت مجھے بہت اچھا لگا اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے تم سے بھائی چارگی کا رشتہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ پس اگر میں تمہاری زیارت اور تم سے ملاقات کرنا چاہوں تو تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس آدمی نے کہا۔ میری قیام گاہ اس صاف ستھری نہر کے دوسری طرف ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے دریا کی طرف اشارہ کیا۔ اور میری نماز پڑھنے کی جگہ یہی ہے اگر خدا نے چاہا تو تم مجھے یہاں پاؤ گے۔ پھر ابراہیمؑ سے اس آدمی نے سوال کیا: کیا آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا: وہ کیا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو اور میں آمین کہوں گا یا میں دعا کروں گا اور تم آمین کہو۔ اس نے کہا: پر کس کے بارے میں دعا کریں گے؟ ابراہیمؑ نے اس سے کہا: مومنین میں سے جو گناہگار ہیں ان کی مغفرت کے لئے۔ اس آدمی نے کہا: نہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: میں اللہ کی بارگاہ میں تیس سال سے ایک ہی دعا کرتا آ رہا ہوں اور اب تک میں اس کی قبولیت کو حاصل نہیں کر سکا ہوں۔ اور مجھے بارگاہ الہی سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں ایسی دعا کروں جس کے استجاب اور قبولیت کا مجھے یقین نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: تم نے کس سلسلے میں دعا کی تھی؟ اس آدمی نے کہا: میں ایک دن اپنی اس جائے نماز پر تھا اچانک ایک خوبصورت نوجوان جس کی پیشانی سے نور افشانی ہو رہی تھی یہاں سے گزرا۔ اس کے بال پیچھے کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ گائیں تھی جس کو وہ چرا رہا تھا اتنی تنومند جیسے ان کے جسموں پر تیل لگا ہوا ہو اور ایک بھیدوں کا گدہ بھی تھا جو پر گوشت اور موٹی تھیں۔ اس نے مزید کہا مجھے وہ منظر بہت پسند آیا پس میں نے اس سے پوچھا: اے نوجوان یہ گائیں اور بھیدیں کس کی ہیں؟ اس نے کہا: یہ میری ہیں۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اللہ کے خلیل کا بیٹا اسماعیل ہوں۔ پس اس وقت میں نے دعا کی اللہ عزوجل سے کہ وہ مجھے اپنے دوست اور خلیل کی زیارت کرائے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں اور وہ نوجوان میرا بیٹا ہے۔ پس اس آدمی نے اس وقت یہ کہا: پروردگار عالمین کا شکر ہے کہ جس نے میری دعا قبول کی۔ پھر اس آدمی نے حضرت ابراہیمؑ کے دونوں رخساروں کا بوسہ لیا اور ان سے گلے ملا۔ اس کے بعد کہا۔ اب میں آپ کی بات مان لوں گا۔ آپ دعا کیجئے میں آپ کی دعا پر آمین کہوں گا۔ پس ابراہیمؑ علیہ السلام نے مومنین و مومنات میں سے جو گناہگار ہیں ان سب کے لئے تاقیام قیامت اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی دعا کی۔ امام فرماتے ہیں: پس اس آدمی نے اس دعا

پر آمین کہا (راوی کہتا ہے) پس امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ کی دعا قیامت کے دن تک ہمارے شیعوں میں سے جو مومن اور مومنات ہیں ان کو شامل ہو جائے گی۔

باب (۵) غیبت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کی غیبت کی مدت بیس سال تھی اس دوران آپ نے کبھی اپنے بالوں پر تیل نہیں لگایا نہ ہی سرمہ استعمال کیا اور نہ خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کیا اور نہ ہی کسی عورت کو مس کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب کے لئے ان کے پراگندہ خاندان کو دوبارہ یکجا کر دیا اور یوسف اور ان کے بھائیوں اور والد اور خالہ کو جمع کر دیا۔ ان بیس سالوں میں سے تین دن تو کنوئیں میں تھے اور چند سال زندان میں تھے۔ اور باقی سال سلطنت پر تھے۔ آپ مصر میں تھے اور یعقوب فلسطین میں تھے اور ان کے درمیان فاصلہ صرف نو دنوں کے سفر کا تھا۔ آپ کی غیبت کے دوران آپ کے حالات مختلف تھے کبھی آپ کے بھائیوں نے آپ کو قتل کرنے پر اتفاق رائے کیا پھر اس کو بدل کر آپ کو کنوئیں میں پھینکنے کا فیصلہ کیا پھر آپ کو سستے داموں فروخت کر دیا اس کے بعد عزیز مصر کی بیوی کے مکرو فریب سے دوچار ہونا پڑا پھر چند سال قید کی زندگی گزارنی پڑی پھر اس کے بعد آپ مصر کے بادشاہ بن گئے اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کو دوبارہ یکجا کر دیا اور جو خواب آپ نے دیکھا تھا اس کی تعبیر پوری کر دی۔

۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے احمد بن حسن تیشی سے انہوں نے حسن واسطی سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے آپ نے فرمایا ایک بدو عرب حضرت یوسف کے پاس کچھ کھانا خریدنے آیا آپ نے اس کے لئے فروخت کر دیا۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا: تمہاری قیامتگاہ کہاں ہے۔ اس نے کہا فلاں جگہ ہے۔ راوی کہتا ہے انہوں نے کہا پس تم فلاں صحرا میں ٹہر جاؤ اور اے یعقوب اے یعقوب کہہ کر پکارو پس ایک نہایت بزرگ خوبصورت لطیم شحیم شخص تمہارے پاس آئے گا۔ اس سے کہہ دینا کہ مصر میں، میں نے ایک شخص سے ملاقات کی تھی اور وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔ وہ تجھ سے کہے گا: تمہاری یہ امانت اللہ عزوجل کے پاس ضائع نہیں جائے گی۔ راوی کہتا ہے پس وہ اعرابی اس مقام تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ میرے اونٹ کا خیال رکھو۔ اور پھر آواز دینے لگا اے یعقوب اے یعقوب پس ایک نابینا طویل قامت لطیم شحیم اور خوبصورت سا شخص نکل آیا جو دیوار کا سہارا لئے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس آدمی نے پوچھا کیا آپ ہی یعقوب ہیں۔ انہوں نے کہاں ہاں پس اس نے جو کچھ یوسف نے کہا تھا وہ ان تک پہنچایا تو یعقوب بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: اے اعرابی کیا تمہیں اللہ سے کسی چیز کی

روایت ہے۔ اس نے کہا میں بہت مالدار شخص ہوں اور میری بیوی میرے چاچا کی لڑکی ہے۔ مگر اس سے کوئی لڑکا نہیں ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ دعا کریں کہ خدا مجھے ایک بیٹا عطا کر دے۔ (راوی) کہتا ہے پس انہوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے دعا کی۔ پس اس شخص کی بیوی نے چار مرتبہ جڑواں بچے دیئے۔

پس یعقوب جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور مزے میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی غیبت کے بعد ان کو ہر کر دے گا۔ وہ اپنے بیٹوں سے یہی کہا کرتے تھے۔ انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون (سورہ یوسف آیت ۹۴) جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ ان کے گھر والے اور اقرباء یوسف کو یاد کرنے پر انہیں ملامت کرتے تھے اس تک کہ جب انہیں یوسف کی خوشبو محسوس ہوئی تو انہوں نے کہا انی لا جدریح یوسف لولا ان تفندون ۰ قالوا تالله انک لفی ضلالک القديم ۰ فلما ان جاء البشیر (وہو یوذا انبہ وألقى قمیض یوسف) القہ علی وجہہ فارتد بصیراً ۰ قال الم اقلکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون ۰ (سورہ یوسف آیت ۹۴ تا ۹۶) بے شک میں یوسف کی خوشبو کو محسوس کر رہا ہوں کیوں تم مجھے ملامت کرتے ہو۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ تم اپنی پرانی گمراہی پر قائم ہو۔ اور جب بشارت دینے والا آگیا اور (وہ ان کا بیٹا ہوا تھا اور یوسف کی قمیض کو) ان کے چہرے سے ملا تو ان کو بینائی دوبارہ لوٹ آئی۔ تو وہ کہنے لگے کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن یحییٰ سے انہوں نے ابو اسماعیل سراج سے انہوں نے بشر بن جعفر سے انہوں نے مفضل سے گمان کرتا ہوں یہ مفضل مفضلی ہیں۔ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یوسف کی قمیض کیا ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا۔ جب ابراہیم کے لئے آگ بھڑکائی جا رہی تھی تو جبرائیل علیہ السلام ان کے لئے جنت کے پیراہنوں میں سے ایک پیراہن لے کر آئے اور انہیں پہنایا پس اس کی وجہ سے نہ تو حرارت اور نہ ٹھنڈک انہیں نقصان پہنچا سکی۔ جب حضرت ابراہیم کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھیلی میں ڈالا اور اسے حضرت اسحاق کے گلے میں ڈال دیا اور پھر حضرت اسحاق نے حضرت یعقوب کے گلے میں ڈال دیا اور جب یعقوب کے گھر یوسف پیدا ہوئے تو انہوں نے اس کو یوسف کے گلے میں ڈال دیا اور یہ ان کے پاس تھی ان تمام ادوار میں جب آپ پر تھیں مراحل گزرے۔ پس جب یوسف نے تھیلی سے وہ قمیض نکالی تو یعقوب کو اس کی خوشبو آئی جیسا کہ ان کا ارشاد ہے انی لا جدریح یوسف لولا ان تفندون یقیناً میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں تم کیوں مجھے

سرزنش کرتے ہوئے پس یہ وہی قمیض تھی جو جنت سے نازل کی گئی تھی (راوی) کہتا ہے میں نے پوچھا: میری جان آپ پر
نثار پس اس قمیض کی داستان کہاں پر ختم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ قمیض اپنے اہل اور مالک کے پاس ہے پھر فرمایا ہر
وہ نبی جسے علم وراثت میں ملایا کوئی اور چیز وہ اس کا اہل تھا یہاں تک کہ یہ قمیض آل محمد علیہم الصلوٰت والسلام تک
پہنچ گئی۔

پس مروی ہے کہ جب حضرت قائم ظہور فرمائیں گے تو یوسف کی قمیض ان کے تن پر ہوگی اور ساتھ ہی حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری بھی ہوگی۔

اور اس بات پر دلیل کہ یعقوب یہ جانتے تھے کہ یوسف حیات ہیں اور یہ کہ وہ امتحان کی خاطر غائب کئے گئے ہیں
یہ ہے کہ جب ان کے دوسرے بیٹے شام کو روتے ہوئے واپس آئے تو ان سے کہا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو اور چیختے
چلاتے ہو؟ اور میں اپنے محبوب اور عزیز یوسف کو تمہارے درمیان کیوں نہیں پارہا ہوں قالوا یا بانا انا ذہبنا
نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکله الذئب وما انت بمومن لنا و لو کنا
صادقین ۵ (سورہ یوسف آیت ۱۷) ”وہ کہنے لگے اے بابا ہم کھیل اور مقابلہ کے لئے گئے اور یوسف کو ہم اپنے
سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ پس ایک بھڑیئے نے اسے کھالیا۔ اور آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے
ہوں۔“ یہ اس کی قمیض ہے جو ہم آپ کے پاس لے کر آئے ہیں آپ نے کہا اسے میری جانب پھینک دو انہوں نے آپ
کے حوالے کر دیا تو آپ نے اسے چہرے سے ملا تو فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے بیٹوں سے
کہا: اے میرے فرزندوں کیا تم یہ گمان کر رہے ہو کہ میرے محبوب یوسف کو بھڑیئے نے کھالیا ہے۔ انہوں نے کہا:
ہاں آپ نے کہا: تو پھر بتاؤ مجھے یوسف کے گوشت کی بو کیوں نہیں آرہی ہے۔ اور کیوں ان کی قمیض کو بالکل صحیح و سالم
پارہا ہوں۔ چلو مان لیں کہ قمیض نیچے سے کھلی ہوئی تھی تو یوسف کے دونوں شانوں اور اس کے گلے تک پہنچنے کے لئے
اس بھڑیئے کو کیا اس قمیض کو بھاڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسے بھڑیئے پر خواخواہ تہمت لگائی جا رہی ہے۔ اور بے
شک میرا بیٹا مظلوم ہے بلکہ تمہارے نفس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔ پس اچھی طرح صبر کرنے کی ضرورت ہے اور جو
کچھ تم بیان کر رہے ہو اس میں اللہ سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اس رات وہ ان سے دور ہو گئے اور ان سے بات
نہیں کی اور یوسف کا مرثیہ پڑھنا شروع کر دیا اور یہ کہے جاتے تھے کہ: میرا محبوب یوسف جس کو میں اپنی تمام اولاد پر
ترجیح دیتا تھا لیکن وہ مجھ سے چھینا گیا۔ ہائے میرا محبوب یوسف کہ اپنی تمام اولادوں میں مجھے اسی پر امید تھی وہ مجھ سے
چھین گیا۔ میرا محبوب یوسف جس کو میں دائیں اور بائیں بازو پر سلاتا تھا مجھ سے چھین گیا۔ میرا محبوب یوسف جس کے
ساتھ میں اپنی تنہائی کے خلاء کو پُر کرتا تھا مجھ سے چھین گیا۔ اے میرے محبوب یوسف کس سہارے پر مجھے چھوڑ گیا یا
کس جگہ میں تجھے ڈھونڈوں۔ اے میرے حبیب یوسف کاش میں تیرے ساتھ ہوتا تاکہ جو کچھ تجھ پر بیت گئی وہی مجھ پر

بھی بیت جاتی۔ اے میرے محبوب یوسف کاش میں یہ جان لیتا کہ کس پہاڑ پر تجھے چھوڑا ہے۔ یا یہ کہ کس دریا میں تجھے ڈبو یا ہے۔ اے میرے محبوب یوسف کاش میں تیرے ساتھ ہوتا کہ مجھ پر بھی وہی مصیبت آجاتی جو تجھ پر آئی ہے۔

اور یعقوب کے پاس یوسف ان دلیلیوں میں سے کہ یوسف زندہ ہیں اور یہ کہ وہ غیبت میں ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا عسی اللہ ان یاتینی بہم جميعاً (سورہ یوسف آیت ۸۳) "امید ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ تک پہنچائے گا۔" اور یہ کہا کہ یا بنی اذہبوا فتحسبوا من یوسف و اخیہ ولا تاینسوا من روح اللہ انه لا یاینس من روح اللہ الا القوم الکافرون (سورہ یوسف آیت ۸۷) "اے میرے بیٹوں جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یقیناً کوئی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا سوائے کافروں کے۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے سوال کیا: یہ بتائیں آپ ارواح کو الگ الگ قبض کرتے ہیں یا ایک ساتھ قبض کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: الگ الگ۔ پس سوال کیا: کیا ان ارواح میں جہنمیں آپ نے قبض کیا ہے یوسف کی روح بھی شامل ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ پس اس کے بعد اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹوں جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کے بارے میں خبر گیری کرو۔ پس ہمارے زمانے میں غیب کے پردے میں مخفی صاحب الزماں علیہ السلام کے بارے میں جلنے والوں اور معرفت رکھنے والوں کی وہی حالت ہے جو حالت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف اور ان کی غیبت کے بارے میں تھی۔ اور اس سلسلے میں نادان اور جاہل لوگوں اور انکار کرنے والوں کی وہی حالت ہے جو یعقوب کے گھر والے اور ان کے اقرباء رکھتے تھے۔ وہ تو یوسف کے بارے میں اور ان کی غیبت کے متعلق اتنے جاہل تھے کہ اپنے باپ یعقوب سے یہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم یقیناً آپ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم ہیں "اور یعقوب کا کہنا کہ جب بشارت دینے والے نے یوسف کی قسبیں ان کے چہرے پر مل دی اور ان کی بصارت لوٹ کر آئی کہ کیا میں تم سے یہ کہا نہیں کرتا تھا کہ میں اللہ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے کہ یوسف زندہ ہیں اور یہ کہ انہیں امتحان کی خاطر غیبت سے دوچار کر دیا گیا ہے۔"

۱۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے انہوں نے عبد الرحمن بن ابو نجران سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سدر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قائم میں ایک سنت حضرت یوسف کی بھی ہے۔ میں نے کہا کہ شاید آپ ان کے بارے میں بتانا چاہتے ہیں یا ان کی غیبت کے بارے میں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اس امت کے مخالفین جو خنازیر سے مشابہ ہیں (قائم کی غیبت کے بارے میں) مخالفت کرتے ہیں۔ اور یوسف کے بھائی تو اولاد انبیاء میں سے تھے۔ لیکن انہوں نے یوسف کو بیچ ڈالا دریاں حالیکہ وہ سب اس کے

ب (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت

پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس رضی عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو سعید سہل بن زیاد ادمی زری نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن آدم نسائی نے انہوں نے اپنے والد آدم بن ابی ایاس سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا مبارک بن فضالہ نے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہدا حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید الوصیین ابو منین علی بن ابی طالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت یوسف کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے شیعوں اور اہلبیت کو یکجا کیا۔ خدا کی حمد و ثناء بجالانے پھر میں بتایا کہ وہ شدت اور سختی اور مصیبت سے دوچار ہو جائیں گے جس میں ان کے مرد مارے جائیں گے اور حاملہ توں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ایک ظہور کرنے والے کے ذریعے غالب کر دے گا۔ اور وہ ایک گندم گوں بلند قامت شخص ہوگا اور اس کے ت انہیں بتادیئے۔ پھر آپ نے انہیں وصیت کی کہ اس سے تمسک رکھو پھر غیبت اور شدت دونوں بنی اسرائیل پر ہوئیں اور وہ چار سو سال تک قائم کے ظاہر ہونے کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں گئی اور انہوں نے ظہور کے علامات دیکھے اور امتحان اور بلائیں ان پر شدید ہو گئیں۔ اور لکڑیوں اور پتھروں سے ان پر کئے گئے۔ تو انہوں نے اس فقیہ اور عالم کو بلوایا جس کی باتوں سے انہیں آرام اور سکون ملتا تھا اور اس دوران میں نے روپوشی اختیار کی ہوئی تھی پس انہیں خط لکھا کہ جب ہم پر سخت وقت گزرتا تھا تو ہم آپ کی باتوں سے سکون آرام حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر دشت کی طرف نکلے اور قائم زمانہ کے بارے میں انہیں بتانے لگے کہ ان کا ظہور قریب آچکا ہے۔ وہ چاندنی رات تھی۔ ایسے میں موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اس وقت آپ وہاں تھے، فرعون کے گھر سے نکلے تھے اور آپ سے پاکیزگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پس آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر کی طرف بڑھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور تن پر ریشم کی سبز چادر تھی جب فقیہ عالم نے انہیں دیکھا تو بات کے ذریعے ان کو پہچان لیا۔ پس وہ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کو پھر کہا: الحمد للہ جس نے مجھے موت نہیں دی جب تک آپ کی زیارت نہ کر لی جب شیعوں نے یہ جان لیا کہ وہی ہیں جن کے وہ منتظر تھے تو اللہ عزوجل کے حضور شکرانہ کے طور پر زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ نے اس سے وہ اور کچھ نہیں کہا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش میں تعجیل فرمائے۔ اس کے بعد وہ غائب

بھائی تھے اور وہ بھی ان کے بھائی تھے پھر بھی جب ملاقات ہوئی تو وہ انہیں پہچان نہ سکے یہاں تک کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو پہچنوا یا اور فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ پس یہ امت کس طرح انکار کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں اپنی حجت ان سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور یوسف ایک دن اسی مصر کے بادشاہ بن گئے اور ان کے اور ان کے والد کے درمیان فاصلہ صرف اٹھارہ دن کے سفر کا تھا پس جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کی قدر و منزلت کو پہچانا جائے تو خدا کی قسم ان کے گھر والوں نے اس فاصلہ کو بشارت اور خوش خبری ملنے کے بعد نو دن میں طے کیا۔ پس یہ امت کس طرح انکار کر سکتی ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حجت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اس نے یوسف کے ساتھ کیا تھا کہ اس کی حجت ان کے درمیان چلے پھرے، بازاروں میں ان کے درمیان سے گزرے اور ان کے درمیان بیٹھے ہو اور وہ اسے نہ پہچان سکیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل یہ اجازت دے کہ حجت خدا اپنے آپ کو پہنوائے جیسا کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی جب انہوں نے یہ کہا ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیه اذا تم جاہلون ۰ قالوا انک لانت یوسف قال انا یوسف و هذا اخى (سورہ یوسف آیت ۹۰-۸۹) کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل اور نادانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا آپ یوسف ہیں انہوں نے فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

بھائی تھے اور وہ بھی ان کے بھائی تھے پھر بھی جب ملاقات ہوئی تو وہ انہیں پہچان نہ سکے یہاں تک کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو پہچنوا یا اور فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ پس یہ امت کس طرح انکار کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں اپنی حجت ان سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور یوسف ایک دن اسی مصر کے بادشاہ بن گئے اور ان کے اور ان کے والد کے درمیان فاصلہ صرف اٹھارہ دن کے سفر کا تھا پس جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کی قدر و منزلت کو پہچانا جائے تو خدا کی قسم ان کے گھر والوں نے اس فاصلہ کو بشارت اور خوش خبری ملنے کے بعد نو دن میں طے کیا۔ پس یہ امت کس طرح انکار کر سکتی ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حجت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اس نے یوسف کے ساتھ کیا تھا کہ اس کی حجت ان کے درمیان چلے پھرے، بازاروں میں ان کے درمیان سے گزرے اور ان کے درمیان بیٹھے ہو اور وہ اسے نہ پہچان سکیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل یہ اجازت دے کہ حجت خدا اپنے آپ کو پہنوائے جیسا کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی جب انہوں نے یہ کہا ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیه اذا تم جاہلون ○ قالوا انک لانت یوسف قال انا یوسف وهذا آخی (سورہ یوسف آیت ۹۰-۸۹) کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل اور نادانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا آپ یوسف ہیں انہوں نے فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

ب (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت

پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس رضی
عنه نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو سعید سہل بن زیاد ادمی
زی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن آدم نسائی نے انہوں نے اپنے والد آدم بن ابی ایاس سے انہوں نے کہا
ہم سے بیان کیا مبارک بن فضالہ نے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما
سلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہدا حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید الوصیین
المومنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
حضرت یوسف کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے شیعوں اور اہلبیت کو یکجا کیا۔ خدا کی حمد و ثناء بجالانے پھر
س بتایا کہ وہ شدت اور سختی اور مصیبت سے دوچار ہو جائیں گے جس میں ان کے مرد مارے جائیں گے اور حاملہ
توں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد
سے ایک ظہور کرنے والے کے ذریعے غالب کر دے گا۔ اور وہ ایک گندم گوں بلند قامت شخص ہوگا اور اس کے
ت انہیں بتادیئے۔ پھر آپ نے انہیں وصیت کی کہ اس سے تمسک رکھو پھر غیبت اور شدت دونوں بنی اسرائیل پر
ن ہوئیں اور وہ چار سو سال تک قائم کے ظاہر ہونے کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں
گئی اور انہوں نے ظہور کے علامات دیکھے اور امتحان اور بلائیں ان پر شدید ہو گئیں۔ اور لکڑیوں اور پتھروں سے ان پر
کئے گئے۔ تو انہوں نے اس فقیہ اور عالم کو بلوایا جس کی باتوں سے انہیں آرام اور سکون ملتا تھا اور اس دوران
س نے روپوشی اختیار کی ہوئی تھی پس انہیں خط لکھا کہ جب ہم پر سخت وقت گزرتا تھا تو ہم آپ کی باتوں سے سکون
آرام حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر دشت کی طرف نکلے اور قائم زمانہ کے بارے میں انہیں بتانے لگے کہ
ان کا ظہور قریب آچکا ہے۔ وہ چاندنی رات تھی۔ ایسے میں موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اس وقت آپ
وان تھے، فرعون کے گھر سے نکلے تھے اور آپ سے پاکیزگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پس آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر
کی طرف بڑھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور تن پر ریشم کی سبز چادر تھی جب فقیہ عالم نے انہیں دیکھا تو
ات کے ذریعے ان کو پہچان لیا۔ پس وہ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کو
پھر کہا: الحمد للہ جس نے مجھے موت نہیں دی جب تک آپ کی زیارت نہ کر لی جب شیعوں نے یہ جان لیا کہ
ہی ہیں جن کے وہ منتظر تھے تو اللہ عزوجل کے حضور شکرانہ کے طور پر زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ نے اس سے
وہ اور کچھ نہیں کہا کہ: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش میں تعجیل فرمائے۔ اس کے بعد وہ غائب

ہو گئے۔ اور اس کے بعد شہر مدین کی طرف نکل پڑے اور حضرت شعیب کے پاس قیام فرمایا۔ پس آپ کے شیعوں پر دوسری غیبت پہلی غیبت سے بھی زیادہ شدید اور سخت تھی اور تقریباً پچاس اور چند سال تک یہ جاری رہی۔ اس دوران ان پر سختیاں بڑھ گئیں اس دوران وہ فقیہ (عالم دین) بھی بنی رہا پس ان کو بلا بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں آپ کے منجی ہونے پر بھی کوئی صبر اور سکون نہیں ہے۔ پس وہ ایک ریگستان میں نکلے اور انہیں یقین دلایا اور ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا اور انہیں بتلایا کہ اللہ عزوجل نے اس کی طرف وحی بھیجی ہے کہ چالیس سال کے بعد اللہ ان کے لئے کشائش اور مصائب کے خاتمہ کا سامان فراہم کر دے گا پس سب نے مل کر کہا: الحمد للہ پس اللہ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہدو ہم نے اس مدت کو کم کر کے تیس سال کر دیا چونکہ انہوں نے (الحمد للہ) کہا تھا پس انہوں نے کہا ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے۔ پس اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: میں نے مدت فرج کو بیس سال قرار دیا۔ پس انہوں نے کہا: خیر اور نیکی سوائے خدا کے اور کسی اور کی طرف سے نہیں آتی۔ پس اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: میں نے اس کو کم کر کے دس سال کر دیا انہوں نے کہا: برائی اور سختی کو نہیں مالتا سوائے اللہ کے۔ پس اللہ نے وحی بھیجی: ان سے کہدو تم انتظار نہ کرو پس میں نے اجازت دی ہے کہ تمہیں کشائش اور فرج کا سامان فراہم ہو جائے۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک گدھے پر سوار ہو کر ان کے سامنے ظاہر ہو گئے۔ پس مرد فقیہ نے چاہا کہ شیعوں کو وہ چیز بتلائے جس کو وہ دیکھ رہے تھے۔ اور موسیٰ آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور ان پر سلام کیا۔ پس اس مرد فقیہ نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: موسیٰ۔ اس نے پوچھا: کس کے فرزند ہیں؟ آپ نے کہا: عمران کا فرزند ہوں۔ اس نے کہا: وہ کس کے فرزند تھے۔ آپ نے کہا: قامت کے بیٹے جو کہ لاوی بن یعقوب کے فرزند ہیں۔ اس نے پوچھا: آپ کیا لے کر آئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی جانب سے میں رسالت اور پیغمبری لے کر آیا ہوں پس وہ کھڑے ہو گئے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر آپ ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلایا اور کچھ احکامات دینے کے بعد انہیں منتشر کر دیا۔ پس اس وقت اور غرق فرعون کے وقت کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال تھا۔

۱۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے اور ان سب نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر البرزلی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے محمد حلبی نے ان سے ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسف بن یعقوب صلوات اللہ علیہما کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے آل یعقوب کے اسی (۸۰) آدمیوں کو جمع کیا اور فرمایا: یہ قطبی لوگ تم پر تسلط پائیں گے اور تمہیں بدترین عذاب دیں گے اور بے شک ان کے ہاتھوں سے تمہیں ایک ایسا مرد نجات دلائے گا جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہوگا جس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا اور بلند قامت نوجوان ہوگا اسکے بال گھنگریالے ہوں گے

اور وہ گندم گوں ہوگا پس نبی اسرائیل کا ہر مرد اپنے بچے کا نام عمران رکھنے لگا اور عمران نام والا شخص اپنے بیٹے کا نام موسیٰ رکھنے لگا۔

ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں ابی الحسین سے وہ ابی بصیر سے اور ابو بصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: موسیٰ کے ظہور سے قبل نبی اسرائیل میں پچاس جھوٹے موسیٰ ظاہر ہوئے اور سب یہی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم موسیٰ بن عمران ہیں۔ پس فرعون تک یہ بات پہنچ گئی کہ یہ لوگ اس کے لئے بے چین ہیں اور اس جوان کے ظہور کے انتظار میں ہیں۔ اور فرعون کے جادوگروں اور کاہنوں نے کہا کہ تمہارے دین اور تمہاری قوم کی بادی اسی نوجوان کے ہاتھ سے ہوگی جو نبی اسرائیل میں اسی سال پیدا ہوگا۔ پس اس نے عورتوں پر حمل شناس رتوں کا پہرہ بٹھا دیا اور یہ کہدیا: اس سال جو بھی بچہ پیدا ہوگا وہ ذبح کیا جائے گا اور حضرت موسیٰ کی ماں پر بھی ایک بلہ عورت کا پہرہ بٹھا دیا۔ جب نبی اسرائیل نے یہ حالت دیکھی تو وہ کہنے لگے: جب ہمارے زنیہ بچے مار ڈالے جائیں گے اور عورتیں زندہ رکھی جائیں گی تو ہم تو نابود ہو جائیں گے۔ اور ہم باقی نہیں رہیں گے۔ پس یہ طے کر لو کہ ہم اپنی رتوں سے نزدیکی نہ کریں۔ لیکن موسیٰ کے والد عمران نے کہا: بلکہ اپنی عورتوں سے مقاربت کرو کیونکہ خدا کا حکم ظاہر کر رہے گا چاہے مشرک لوگ اسے ناپسند کیوں نہ کریں۔ بارالہا جس نے اس چیز کو حرام قرار دیا میں اس میں شریک نہیں ہوں اور میں اسکو حرام قرار نہیں دوں گا اور جو کوئی بھی اس کو چھوڑ دے لیکن میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ انہوں نے مادر موسیٰ سے مقاربت کی اور موسیٰ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو گئے۔ فرعون نے ایک قابلہ رت کو مادر موسیٰ کی نگرانی پر مامور کر دیا اس سختی کے ساتھ کہ اگر وہ کھڑی ہو جائیں تو یہ بھی کھڑی ہو جاتی اور اگر بٹھ جاتیں تو وہ بھی بیٹھ جاتی۔ جب حمل ٹھہر گیا تو مادر موسیٰ کے دل میں ان کی محبت ابھرائی اور خدا کی اپنے مخلوقات پر رحمت کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ اس دوران اس قابلہ عورت نے کہا: اے بیٹی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ جو تمہارا چہرہ درد پڑ جاتا ہے۔ اور پگھلتی جا رہی ہو۔ انہوں نے کہا: مجھے سرزنش نہ کرو کیونکہ اگر میں کوئی بیٹا جنم دوں تو وہ ذبح کیا جائے گا اس نے کہا تم غم مت کھاؤ میں اس بات کو چھپالوں گی لیکن مادر موسیٰ کو اس کی بات پر اعتبار نہیں ہوا۔ جب مادر موسیٰ نے حضرت موسیٰ کو جنم دیا تو قابلہ عورت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور قابلہ کے فرائض انجام دینے لگی۔ رکھنے لگی: ماشاء اللہ (کتنا پیارا بیٹا ہے) اس کے بعد کہا: میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں تمہاری اس بات کو راز میں رکھوں گی پھر اس کے بعد ان کو اٹھالیا اور اندرونی کمرے میں لے کر گئی۔ اور ان کی خدمت کی اس کے بعد وہ گھر سے باہر اور دروازے پر موجود نگرانوں سے جبکہ وہ لوگ گھر کے دروازے پر پہرے دے رہے تھے، کہا: تم لوگ جاؤ سوائے ان کے ایک لوتھڑے کے اور کچھ نہیں نکلا پس وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ پس مادر موسیٰ نے آپ کو دودھ پلایا لیکن با ان کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں اس بچے کے بارے میں شہرت نہ ہو جائے تو اللہ نے انہیں وحی کی کہ ایک

صندوقچہ بناؤ پھر ان کو اس میں رکھ دو پھر رات کے وقت اس کو نکالو اور مصر کے دریا نیل کے سپرد کر دو۔ چنانچہ انہوں نے ان کو ایک صندوقچہ میں رکھا پھر اس کو دریا کے حوالے کر دیا۔ پس وہ صندوقچہ بار بار ان کی طرف ساحل کی سمت واپس آنے لگا تو انہوں نے اس کو سمندر کی طرف دھکیل دیا پھر ہوا چلنے لگی اور یوں پانی اس کو لے کر آگے بڑھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ پانی انہیں لے کر جا رہا ہے تو انہوں نے اپنے غم و اندوہ کے اظہار کے لئے چیخنے چلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو تھام لیا۔

آپ نے فرمایا۔ اور فرعون کی بیوی صالحہ مومنہ عورت تھی اور وہ بھی قبیلہ بنی اسرائیل کی تھی۔ (اس نے) فرعون سے کہا: آج کل بہار کے دن ہیں دریائے نیل کے ساحل پر کوئی گنبد بنوالو تاکہ میں اس سے لطف اندوز ہو سکوں۔ فرعون نے یہ کام انجام دیا تھا اور وہ صندوقچہ پانی میں تیرتا ہوا اسی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ پس اس عورت نے کہا: کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو جس کو میں پانی کی سطح پر دیکھ رہی ہوں۔ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم اے ہماری ملکہ ہم کچھ دیکھ رہے ہیں۔ جب اس کے قریب وہ صندوقچہ پہنچ گیا تو وہ خود اٹھ کر پانی کی طرف گئی اور اپنے ہاتھوں سے اس کو اٹھالیا اور نزدیک تھا کہ پانی عورت کو بہا کر لے جائے لیکن غلاموں نے چلا کر اسے خبردار کیا تو اس نے اس صندوقچہ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور پانی سے اس کو نکال لیا پس اس کو لے کر اپنے دامن میں رکھا اور (جب صندوقچہ کو کھولا) تو ان لوگوں نے ایک خوبصورت ترین اور ذہین ترین لڑکے کو اس میں پایا۔ پس اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ گئی۔ اس نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور کہنے لگی: یہ میرا بیٹا ہے۔ سب غلاموں نے بھی کہا: ہاں خدا کی قسم اے ہماری ملکہ قسم بخدا نہ آپ کا کوئی بیٹا ہے نہ بادشاہ کا کوئی بیٹا ہے۔ پس اس کو اپنا بیٹا بنا لیجئے۔ پس وہ فرعون کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی: مجھے نہایت پاکیزہ خوبصورت بچہ ملا ہے۔ ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں گے تاکہ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ پس اس کو قتل مت کرو۔ اس نے پوچھا: یہ بچہ کہاں سے ملا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم مگر یہ کہ پانی اس کو لے کر آیا ہے۔ پس اس عورت کے اصرار پر فرعون راضی ہو گیا۔ جب لوگوں نے یہ سن لیا کہ بادشاہ نے ایک بچہ کو اپنا بیٹا بنالیا ہے تو فرعون کے دربار کے سرکردوں میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں تھا جس نے اپنی بیوی کو بچہ کے لئے دایہ یا دودھ پلانے کے لئے نہ بھیجا ہو۔ ادھر حضرت موسیٰ نے کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ فرعون کی بیوی نے کہا: میرے بیٹے کے لئے کوئی دایہ تلاش کرو اور اس میں کسی عورت میں فرق نہ کرو چاہے وہ پست خاندان سے کیوں نہ ہو۔ لیکن آپ نے کسی عورت کو قبول نہیں کیا۔ مادر حضرت موسیٰ نے ان کی بہن سے کہا: جا کر اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ اس کے کوئی آثار اور نشان پائے جاتے ہیں پس وہ گئی اور بادشاہ کے دروازے پر پہنچ گئی دربانوں سے اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کسی دودھ پلانے والی کی تلاش میں ہو اور یہاں نزدیک ہی ایک نیک عورت رہتی ہے تمہارے بیٹے کو لے لے گی اور اس کی دیکھ بھال کرے گی۔ پس فرعون نے کہا: اس کو

محل کے اندر آنے دو۔ جب وہ داخل ہو گئی تو فرعون کی عورت نے پوچھا: تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا: بنی اسرائیل سے۔ عورت نے کہا: پس واپس جاؤ میری بیٹی ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ دوسری عورتوں نے کہا: خدا آپ کو سلامت رکھے اس کو بھی آزمایاجئے کہ بچہ قبول کرتا ہے یا نہیں پس فرعون کی عورت نے کہا: اگر بچہ بالفرض اس عورت کو قبول کر لے تو کیا فرعون یہ مان لے گا کہ بچہ بھی بنی اسرائیل کا ہو اور عورت بھی اسی قبیلہ سے ہو۔ پس یقیناً وہ اس بات پر راضی نہیں ہوگا۔ دوسری عورتوں نے کہا: اس کو بھی آزمایاجئے کہ وہ مانتا ہے یا نہیں۔ فرعون کی بیوی نے کہا: تم جاؤ اور اس کو بلا کر لے آؤ۔ پس وہ اپنی ماں کے پاس آگئی۔ اور کہا: بادشاہ کی بیوی آپ کو بلا رہی ہے۔ پس وہ چلی گئی جیسے ہی حضرت موسیٰ کو ان کے حوالے کر دیا گیا تو انہوں نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا۔ پھر اپنے پستان ان کی طرف بڑھائے تو موسیٰ کا دہن دودھ سے پر ہو گیا۔ جب فرعون کی عورت نے یہ دیکھا کہ یہ بچہ اس عورت کو قبول کر چکا تو فوراً فرعون کے پاس گئی اور کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک دایہ بلوائی ہے اور ہمارے بیٹے نے بھی اس کو قبول کیا ہے۔ اس نے پوچھا: اس کا تعلق کس قبیلہ سے ہے۔ انہوں نے کہا: بنی اسرائیل سے فرعون نے کہا: کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ بچہ بھی بنی اسرائیل سے ہو اور عورت بھی بنی اسرائیل کی ہو۔ تو وہ اس سے باتیں کرتی رہی اور یہ کہتی رہی کہ کیا تم اس بچے کے بارے میں خوف نہیں کھاتے یہ تو تمہارا بیٹا ہے۔ اور تمہاری گود میں پرورش پائے گا عورت نے ان باتوں سے اس کی اپنی رائے کو تبدیل کر دیا اور وہ راضی ہو گیا۔

پس موسیٰ علیہ السلام آل فرعون میں بڑے ہوئے اور ان کی ماں بہن اور قابلہ عورت نے اس راز کو راز رکھا۔ یہاں تک کہ ان کی ماں فوت ہو گئیں اور قابلہ عورت بھی۔ پس آپ علیہ السلام بڑھتے گئے اور بنی اسرائیل کو اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا (امام نے) فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کو تلاش کرتے اور ان کی خبر پوچھتے رہتے اور خود بخود ان کی خبریں پوشیدہ رہ جاتیں۔ (امام نے) فرمایا یہ بات فرعون تک پہنچ گئی کہ وہ لوگ موسیٰ کی تلاش میں ہیں اور اس کے بارے میں معلومات کر رہے ہیں پس ان کی طرف اپنے کارکن بھیجے اور ان کے عذاب اور تکالیف میں اضافہ کر دیا اور انہیں الگ الگ کر دیا اور انہیں موسیٰ کی سراغ رسانی اور ان کے بارے میں سوالات کرنے سے منع کر دیا (امام نے) فرمایا ایک مرتبہ چاندنی رات میں بنی اسرائیل اپنے ایک بزرگ کے پاس گئے جو کہ کچھ علم رکھتے تھے اور کہنے لگے ہم بعض باتوں سے تسلی اور تشفی حاصل کر لیتے تھے لیکن کب تک اور کہاں تک یہ مصیبتیں ہم جھیلتے رہیں گے۔ اس نے کہا خدا کی قسم تم اسی حالت میں رہو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کو بھیجے گا جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہوگا اور اس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا وہ ایک ایسا نوجوان ہے جس کا قامت بلند اور بال گھنگریالے ہوں گے اس دوران کہ وہ لوگ ان باتوں میں مشغول تھے کہ اچانک دیکھا حضرت موسیٰ ایک خچر پر سوار ہو کر آ رہے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس آکر ٹھہر گئے اس عمر رسیدہ شخص نے اپنا سر اٹھایا اور صفات اور نشانیوں کے ذریعے سے انہیں پہچان

لیا۔ اس نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے خدا کی رحمت ہو آپ پر آپ نے کہا: موسیٰ۔ اس نے پوچھا کس کے فرزند ہو۔ آپ نے کہا عمران کا بیٹا ہوں۔ پس وہ بوڑھا شخص ان کی طرف بڑھا اور ان کے ہاتھوں کے بوسہ لینے لگا اور لوگ ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے بوسے لینے لگے پس آپ نے ان لوگوں کو پہچان لیا اور ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا۔ اور انہیں اپنا شیعہ قرار دیا۔

اس کے بعد ایک طویل مدت تک توقف اور ٹھہراؤ کی حالت باقی رہی۔ پھر ایک دن وہ فرعون کے ایک شہر میں داخل ہوئے جہاں آپ کے شیعوں میں سے ایک شخص قبیلہ یعنی آل فرعون میں سے کسی آدمی سے لڑ رہا تھا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ایک مکہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی کشادگی، ہیبت اور قوت عطا کی تھی۔ پس لوگوں میں یہ بات پھیل گئی۔ اور کہنے لگے موسیٰ نے آل فرعون میں سے ایک شخص کو مارا ہے۔ پس اس وجہ سے آپ شہر میں صبح تک خوف و ہراس میں مبتلا رہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا وہی شخص جس نے گزشتہ کل آپ سے مدد مانگی تھی اب کسی اور کے ساتھ لڑائی میں مدد طلب کر رہا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا تم بہت ہی واضح جھگڑالو ہو کل ایک آدمی سے اور آج دوسرے آدمی کے ساتھ تم جھگڑا کر رہے ہو اس کے بعد انہوں نے چاہا اس دشمن پر حملہ کریں اس نے کہا اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم ایک کو قتل کر چکے ہو۔ تم زمین پر ایک جابر شخص بننا چاہتے ہو۔ اور یہ نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والے بن جاؤ اور شہر کے دور دراز علاقے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسیٰ سرداران قوم اس بات میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں پس یہاں سے نکل جاؤ میں تمہیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں۔ پس آپ شہر سے گھبراتے ہوئے نکل پڑے۔ اور مصر سے اس حالت میں نکلے کہ نہ آپ کا کوئی ساتھی تھا نہ سواہری تھی اور نہ کوئی خدمت گار۔ نشیب و فراز کو عبور کرتے ہوئے یہ سفر شہر مدین میں اپنے اختتام کو پہنچا۔ پس ایک درخت کے قریب پہنچے تو دیکھا اس کے نیچے ایک کنواں ہے۔ اور اس کے پاس لوگ کھڑے ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں اور ادھر دو کمزور لڑکیاں ہیں اور ان کے ساتھ ایک چھوٹی بھیر ہے۔ آپ نے پوچھا: تمہارا ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگیں: ہمارے والد نہایت سن رسیدہ شخص ہیں اور ہم دو کمزور لڑکیاں ہیں اور ہم ان مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اس لئے جب لوگ اپنے اپنے گلوں کو پانی پلائیں گے تو پھر ہم آگے بڑھیں گے۔ اور اس کو پانی پلائیں گے۔ پس حضرت موسیٰ کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ ان کے ڈول کو ان سے لے لیا اور ان سے کہا کہ تم اپنی بھیر کو آگے بڑھاؤ اور اسے سیراب کر دیا۔ پس وہ دونوں دوسرے لوگوں سے قبل گھر واپس لوٹ گئیں پھر حضرت موسیٰ ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے: اے پروردگار تو جو بھی خیر نازل کرے گا اسی کا محتاج ہوں۔ پس روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے یہ کہا دریاں حالیکہ وہ نصف دانہ خرما کے محتاج تھے۔ جب وہ دونوں لڑکیاں باپ کے پاس واپس پہنچ گئیں تو انہوں نے پوچھا: کس وجہ سے آج جلدی آگئیں؟ کہنے لگیں ہم نے ایک نیک مرد کو پایا اس نے

مہربانی کرتے ہوئے ہمارے جانور کو پانی پلایا۔ انہوں نے دونوں میں سے ایک سے کہا: جاؤ اور اس کو یہاں میرے بلالو پس وہ حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور موسیٰ سے کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ جو تم نے پانی نے کا کام کیا ہے اس کی جزا تمہیں دیدیں۔ پس منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے راستہ بتلاتی جاؤ میرے پیچھے پیچھے چلو کیونکہ ہم آل یعقوب کا یہ شیوہ نہیں کہ ہم عورتوں کی پشت پر نگاہ ڈالیں۔ جب وہ پہنچ گئے اور داستان اور آپ بیتی سنائی تو حضرت شعیب نے کہا: ڈرو مت تم عالم قوم سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ لڑکیوں میں ایک نے کہا: اے بابا اس کو مزدوری پر رکھ لو بے شک اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ نے ایک قوی اور ایماندار شخص مزدوری پر رکھا۔ انہوں نے کہا: میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کو تمہارے بیاہ میں دینا چاہتا ہوں اس پر کہ تم آٹھ سال تک میرے ملازم بنو اور اگر دس سال پورے کر لو گے تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا۔ پس منقول ہے کہ حضرت موسیٰ نے دس سال پورے کر دیئے۔ کیونکہ انبیاء کا یہ شیوہ ہے کہ وہ احسان اور اتمام کے بغیر کسی چیز نہیں لیتے۔ جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی تو اپنے اہل و عیال کو لے کر بیت المقدس کی طرف چلے ایک رات سوتے بھول گئے اچانک ایک جگہ انہیں آگ دکھائی دی پس اپنے اہل و عیال سے کہا: کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ میں نے آگ سے بھاگ کر آؤں یا راستہ کے بارے میں کوئی خبر لے کر آؤں جب آگ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت نیچے سے اوپر تک آگ میں جل رہا ہے۔ جب اس کے قریب پہنچے اور اس سے نزدیک ناچا ہوا تو وہ درخت پیچھے ہٹ گیا تو آپ بھی واپس پلٹے اور اس سے خوف محسوس کرنے لگے۔ پھر درخت ان کے قریب آیا پس حضرت موسیٰ کو صحرا کے دلہنے طرف کے کنارے سے اور اسی درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ میں ہی عالمین پروردگار ہوں۔ اور اپنے اس عصا کو زمین پر پھینکو جب انہوں نے دیکھا کہ عصا اڑدھے کی طرح بل کھا رہا ہے تو اس کے مارے پیچھے دیکھے بغیر بھاگے پس وہ ایک ایسے سانپ کی شکل اختیار کر چکا تھا جس کے دانت آواز دے رہے تھے اور اس (کے منہ) سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ پس موسیٰ بھاگ نکلے تو ان کے پروردگار نے ان سے کہا: واپس جاؤ تو وہ واپس لوٹے جبکہ ان کی دونوں ٹانگیں اس طرح کانپ رہی تھیں کہ آپس میں ٹکرا رہی تھیں اور عرض کرنے لگے: اے میرے معبود میں جو کلام سن رہا ہوں وہ تیرا ہی کلام ہے۔ فرمایا: ہاں پس تم ڈرو مت پس ان کو اس کا احساس ہوا اور اپنے پاؤں کو اس کی دم پر رکھا پھر اس کے بعد اس کے دونوں جڑوں کو پکڑا تو دیکھا ان کے ہاتھ میں عصا کا ایک کنارہ ہے۔ اور وہ عصا کی حالت میں پلٹ گیا۔ اور ان سے کہا گیا: اپنے نعلین کو اتار دو یقیناً تم مقدس ارضی میں کھڑے ہو۔ منقول ہے کہ نعلین اتارنے کا حکم اس لئے انہیں دیا گیا کیونکہ وہ ایک مردہ گدھے کی کھال سے بنے ہوئے تھے۔ اور روایت میں یہ بھی ہے۔ اللہ کا ارشاد "فاخلع نعلین" کے بارے میں یعنی اپنے دونوں خوف کو دل سے نکال دو۔ ایک خوف تو گھر والوں کا کھوجانا اور دوسرا خوف آل فرعون سے۔

سنت کی سنت یہ ہے کہ آپ خائف اور منتظر رہیں گے اور یوسف کی سنت قید ہے۔ اور سنت عیسیٰ یہ ہے کہ ان کے
سے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ مر چکے ہیں وراں حالیکہ وہ مرے نہیں ہیں۔ اور سنت محمد تلوار ہے۔

ب (۷) حضرت موسیٰ کی وفات کا تذکرہ اور حضرت مسیح کے دور تک اوصیاء

اور اللہ کی جنتوں کی غیبت کا تذکرہ

ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے انہوں نے
کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا بحری نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے ان سے ان
والد نے کہ میں نے امام صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا کہ مجھے حضرت موسیٰ بن عمران کی وفات کی
بروئیں تو آپ نے فرمایا کہ جب ان کی اجل آئی اور ان کی مدت حیات ختم ہو گئی۔ تو ملک الموت علیہ السلام ان کے
س آئے اور کہا السلام علیک یا کلیم اللہ۔ موسیٰ نے کہا: وعلیک السلام آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں ملک
موت ہوں انہوں نے پوچھا کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے
کہ کہاں سے میری روح قبض کرو گے۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کے منہ سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ کیسے
سکتا ہے جبکہ میں نے اس کے ذریعے اپنے رب ذوالجلال سے کلام کیا ہے۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کے ہاتھوں سے یہ
م کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں نے تورات کو ان ہاتھوں پر اٹھایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو
ر آپ کے پاؤں سے روح قبض کروں گا۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں نے اس کے ذریعے طور سینا پر
ضری دی ہے۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کی آنکھوں سے یہ کام کروں گا تو انہوں نے کہا: یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ میری
ہیں اس کی طرف نظر امید کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کے کانوں سے روح قبض کروں گا تو انہوں نے کہا
یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میں نے ان سے اپنے پروردگار عزوجل کا کلام سنا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی
مائی کہ ان کی روح قبض نہ کرو جب تک کہ وہ خود اس بات کو نہ چاہیں۔ اس کے بعد ملک الموت واپس چلے گئے اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کافی عرصہ تک زندہ رہے۔ پھر اس کے بعد یوشع بن نون کو بلایا اور انہیں وصی بنایا اور انہیں
لم دیا کہ اس راز کو مخفی رکھو اور اس کے بعد اس کی وصیت اپنے بعد والے وصی سے کر دو۔ ایک مرتبہ موسیٰ اپنی قوم
نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اور اس دوران ایک ایسے آدمی کے پاس سے ان کا گزر ہوا جو ایک قبر کھود رہا تھا۔ حضرت
موسیٰ نے اس سے کہا: کیا میں تمہیں اس قبر کے کھودنے میں مدد کر سکتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا: کیوں نہیں؟ پس
حضرت موسیٰ نے اس کی مدد کی اور لحد کو برابر کر دیا پھر موسیٰ اس کے اندر پہلو کے بل لیٹ گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ اس

میں کیسا لگتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت میں ان کے مقام کو دکھا دیا۔ پس انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس بلا لے۔ پس ملک الموت نے اسی جگہ ان کی روح قبض کی اور اس قبر میں انہیں دفن کر کے مٹی برابر کر دی۔ اور وہ شخص جو قبر کھود رہا تھا وہ حقیقت میں ملک الموت تھے لیکن انسان کی شکل و صورت میں تھے۔ اور یہ حادثہ نامعلوم جگہ پر واقع ہوا۔ پس آسمان سے ایک ندا دینے والے کی ندا آئی کہ کلیم اللہ موسیٰ فوت ہو گئے اور کونسا ایسا نفس ہے جس کو موت نہ آئے۔ پس مجھ سے بیان کیا میرے والد نے (روایت کرتے ہوئے) میرے دادا سے انہوں نے اپنے والد گرامی علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ موسیٰ کی قبر کہاں ہے؟ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک بڑے راستے میں اور لال رنگ کے ریت کے ٹیلے میں ہے۔

پھر اس کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین بن گئے اور ان کی ذمہ داریوں کو اپنے کاندھے پر لیا اس حال میں کہ طاعتوں کی طرف سے ڈھانے جانے والی سختیوں اور نقصانات اور مصیبتوں میں صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے تین طاعتوں کا دور گزر گیا۔ اس کے بعد قوم موسیٰ علیہ السلام میں سے دو منافق لوگوں نے صفراء بنت شعیب زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کے خلاف تحریک چلائی اور اس کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے پس انہوں نے یوشع بن نون علیہ السلام سے جنگ کی اس میں انہوں نے باغیوں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے باقی لوگ بھاگ گئے اور صفراء بنت شعیب قیدی بن گئی۔ انہوں نے اس سے کہا کہ میں نے اس دنیا میں تجھ سے درگزر کیا یہاں تک کہ خدا کے نبی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کروں پس وہاں میں جو کچھ تم اور تمہارے گروہ سے مجھ پر وارد ہوا اس کی شکایت ان سے کروں گا۔

پس صفراء کہنے لگی: افسوس واویلا۔ خدا کی قسم اگر جنت میرے لئے حلال کر دی جائے تو وہاں میں رسول خدا (حضرت موسیٰ) کا سامنا کرنے سے شرمائوں گی چونکہ میں نے ان کی حرمت کا خیال نہ رکھا اور ان کے بعد ان کے جانشین کے خلاف قیام کیا۔ پھر یوشع بن نون کے بعد آنے والے ائمہ اور رہنما حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک چار سو سال سختی اور پوشیدہ رہے۔ اور وہ گیارہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کی قوم ان کے دور میں ان کے پاس آتی تھی اور اپنے دین کے متعلق ہدایات ان سے لیتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے سب سے آخری کی باری آئی۔ پس وہ ان کی نظروں سے غائب رہے پھر اس کے بعد ظاہر ہو گئے اور انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری دی اور یہ بتایا کہ داؤد علیہ السلام ہی کی وہ ذات ہے جو زمین کو جالوت اور اس کے لشکر سے پاک کر دے گی اور ان کی کشائش اور فرج آپ کے ظہور سے وابستہ ہے پس وہ ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب داؤد علیہ السلام کا زمانہ آیا تو ان کے چار بھائی تھے اور ان کے والد نہایت بوڑھے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام ان میں پیغام اور رسالت کے حامل تھے اور اپنے بھائیوں میں سب

سے چھوٹے تھے جبکہ وہ لوگ اس بات سے انجان تھے کہ یہ وہی داؤد ہے جس کے وہ منتظر ہیں اور جو زمین کو جالوت اور اس کے لشکر سے پاک کر دے گا۔ اور ان کے شیعہ یہ جان چکے تھے کہ وہ پیدا ہو گئے ہیں اور حد بلوغ کو پہنچ گئے ہیں جبکہ لوگ انہیں دیکھتے تھے اور مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ وہی ہیں۔

ایک مرتبہ طالوت نے جنگ کی تیاری کی تو حضرت داؤد علیہ السلام کے والد اور ان کے بھائی اس جنگ میں شریک ہوئے لیکن حضرت داؤد نہیں گئے اور کہنے لگے وہ اس صورت میں میرے خلاف کیا کر سکتا ہے۔ پس ان کے مائیں اور والد نے ان کا مذاق اڑایا۔ اور وہ اپنے والد کی بھڑوں کو چرانے لے گئے۔ جب جنگ شدت اختیار کر گئی اور لوگوں پر شدت اور سختی آگئی۔ تو ان کے والد ان کے پاس آئے اور داؤد سے کہنے لگے: اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا اور مال لے کر جاؤ تاکہ وہ اس کے ذریعے دشمن پر قوت پاسکیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد کے تھے اور ان کے سر پر لکھنوی تھے لیکن دل کے پاک اور اخلاق کے لحاظ سے صاف ستھرے تھے۔ پس وہ میدان جنگ کی طرف نکلے تو دیکھا کہ ان کی قوم ایک دوسرے کے قریب ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے مرکز کی طرف واپس آ گیا ہے۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام ایک پتھر کے پاس سے گزرے تو اس پتھر نے بلند آواز سے یہ کہا: اے داؤد! مجھے لے لو اور جالوت کو میرے سیلے سے قتل کرو یقیناً میں اس کے قتل کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس انہوں نے اس کو اٹھالیا اور اس تھیلے میں ڈال دیا۔ اس میں وہ اپنی بھڑ بکریوں کو چرانے کے دوران پتھر رکھتے تھے۔ جب وہ لشکر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لوگ جالوت کو بہت بڑا سمجھتے ہیں اور اس پر غلبہ پانے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔ پس آپ نے فرمایا: کیوں تم اس کے سامنے کو بڑا سمجھتے ہو۔ خدا کی قسم اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کر دوں گا۔ پس وہ آپس میں ان کی باتیں کرنے لگے اور آخر میں طالوت کے پاس انہیں لے جایا گیا۔ طالوت نے ان سے کہا: اے جوان تمہارے پاس کتنی طاقت ہے اور تم نے اپنے کو کس طرح آزمایا ہے؟ انہوں نے کہا: کبھی کبھی شیر میرے گلے کے گوسفند پر حملہ آور ہوتا تھا اور اسے اپنے منہ میں دیوچ کر لے جاتا تھا میں اس کا پیچھا کرتا تھا اور اس کا سر پکڑ کر اس کے دونوں جبڑوں کو کھول کر اپنے جانور کو اس کے منہ سے چھڑا لیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے طالوت کو وحی فرمائی تھی کہ جالوت کو کوئی قتل نہیں کر سکتا مگر وہ شخص جو تمہاری زرہ کو پہن لے اور اس کے بدن پر برابر آجائے۔ پس اس نے اپنی زرہ کو منگوایا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے پہن لیا تو ان پر برابر آگئی تو طالوت اس سے حیرت زدہ ہو گیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل سے جو لوگ اس کے پاس حاضر تھے وہ بھی حیران ہوئے۔ پس اس نے کہا: امید ہے خدا ان کے ذریعے سے جالوت کو قتل کر دے۔ جب صبح ہو گئی اور لوگوں کا آمنہ سامنا ہو گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: مجھے جالوت کو دکھلاؤ جب انہیں دکھایا گیا تو انہوں نے اس پتھر کو لیا اور اس کو جالوت کی طرف پھینک دیا۔ پس وہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا اور اس کے سر کو مغز تک پھاڑ دیا۔ پس وہ اپنی سواری سے نیچے گر گیا۔ لوگوں نے شور کر دیا کہ داؤد نے جالوت کو مار دیا۔ اور اس طرح

جب صبح ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آگے بڑھے اور دروازے کو کھول دیا۔ پس ان کی لائٹھیوں کو نکالا جبکہ ان سب میں پتے نکلے تھے اور سلیمان کی لائٹھی پھل دے چکی تھی۔ پس انہوں نے اس کو داؤد علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔ پھر حضرت داؤد نے بنی اسرائیل کے سامنے حضرت سلیمان کا امتحان لیا اور سوال کیا: بیٹا بتاؤ کونسی چیز ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ عرض کیا: خدا کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں عضو بخشش کرنا۔ سوال فرمایا کہ اے بیٹا کونسی چیز شیریں اور میٹھی ہے تو عرض کیا کہ محبت اور یہ اللہ کے بندوں میں اس کی روح ہے۔ پس داؤد علیہ السلام خوشی سے ہنس پڑے اور ان کو لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور فرمایا: یہ تمہارے درمیان میرے بعد میرا جانشین ہے۔ پھر سلیمان نے اس کے بعد اپنے معاملہ کو منحنی رکھا۔ ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی اور اپنے پیروکاروں سے ایک لمبے عرصے تک چھپے رہے۔ ایک دن ان کی زوجہ نے ان سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کی خصلتیں کس قدر کامل ہیں اور آپ کتنے خوشبودار ہیں اور میں آپ کے اندر کوئی ایسی عادت اور خصلت نہیں پاتی جو کہ مجھے ناپسند ہو مگر ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ آپ میرے والد کے زیر سرپرستی ہیں۔ پس اگر آپ بازار جائیں اور اللہ سے رزق کے حصول کیلئے کوشش کریں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو ناامید نہیں فرمائے گا۔ سلیمان نے اس سے کہا: خدا کی قسم نہ آج تک میں نے کوئی کام کیا ہے نہ کسی کام کو بطریق احسن انجام دے سکتا ہوں۔ بہر حال آپ بازار کی طرف روانہ ہو گئے اور دن بھر بازار میں پھرتے رہے لیکن اس دن انہیں کچھ نہیں ملا اور خالی ہاتھ واپس آ گئے زوجہ سے کہا کہ آج کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں آج نہیں توکل ہی۔ دوسرے دن بھی بازار میں پھرتے رہے لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ واپس آ کر اسے بتایا تو اس نے کہا: کل خدا نے چاہا تو کچھ ہو جائے گا۔ تیسرے دن چلتے چلتے دریا کے ساحل پر پہنچے تو ایک ماہی گیر سے ملاقات ہوئی۔ اس سے کہا: کیا میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں جس کے بعد تم مجھے کچھ صلے میں دیدو تو اس نے کہا: کیوں نہیں؟ پس انہوں نے اس کی مدد کی اور آخر میں ماہی گیر نے دو پھلیاں انہیں دیدیں۔ پس انہیں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد ادا کی۔ پھر ان دو پھلیوں میں سے ایک کا پیٹ چاک کیا تو دیکھا کہ اس میں ننگینہ (انگٹھی) ہے پس اس کو لیا اور اپنی قمیض میں رکھ لیا اور خدا کی حمد کی۔ اور دونوں پھلیوں کو صاف کر کے اپنے گھر لے کر آ گئے تو ان کی زوجہ خوش ہو گئی اور کہنے لگی میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ماں باپ کو بلائیں تاکہ وہ یہ جان لیں کہ آپ نے کچھ کمایا ہے۔ پس ان دونوں کو بلایا گیا اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم صرف اتنی بات ہے کہ ہم نے آپ سے سوائے نیکی کے کچھ نہیں دیکھا ہے۔ پس انہوں نے اپنی انگٹھی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو پرندے اور ہوا ان کی طرف آنے لگے۔ اور آپ کی بادشاہی کا اظہار ہوا۔ اس کے بعد وہ اس عورت اور اس کے والدین کو لے کر اصطنخر نامی شہر کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے پیروکار ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان کی آمد کی بشارتیں دینے

لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی غیبت کی سرگردانی سے ان لوگوں کو نکال دیا۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو اللہ کے حکم سے آصف بن برخیا کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا۔ پس وہ ان کے درمیان رہے اور شیعہ آپ کے پاس آتے جاتے رہے اور ان سے دینی ہدایات لیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آصف کو بھی طویل مدت کے لئے غائب کرنے کے بعد ظاہر کیا اور وہ اپنی قوم کے درمیان کافی عرصہ رہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے ان لوگوں سے وداع کیا تو لوگوں نے پوچھا: پھر ملاقات کہاں ہوگی تو انہوں نے کہا: ملاقات صراط پر ہوگی اور پھر وہ غائب ہو گئے جس طرح اللہ کی مشیت تھی پس ان کی غیبت کے سبب بنی اسرائیل پر مصیبتیں سخت ہو گئیں اور ان پر بخت نصر مسلط ہو گیا پس اس نے ان میں سے جس کو پایا قتل کر ڈالا اور جو بھاگ جاتا تھا اس کی تلاش کرتا تھا اور ان کے اولاد اور اہلخانہ کو اسیر بناتا تھا۔ پس اس نے یہودا کے خاندان میں سے جو اسیر ہو گئے تھے چار افراد کا انتخاب کیا جن میں حضرت دانیال بھی شامل تھے اور ہارون کی اولاد میں سے عزیز کو انتخاب کیا اور ان دونوں میں وہ چھوٹے تھے پس وہ اس کے ہاتھوں میں رہے اور بنی اسرائیل کے دوسرے افراد بدترین عذاب برداشت کر رہے تھے۔ اور حجت خدا حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے ہاتھوں میں نوے سال اسیر رہے۔ پس اس کو ان کی فضیلت اور برتری معلوم ہو گئی اور یہ سن لیا کہ بنی اسرائیل ان کے قیام اور خروج کے منتظر ہیں اور فرج اور کشائش کی ان کے ظہور اور ان کے ہاتھوں سے امید رکھتے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ انہیں ایک وسیع و عریض کنوئیں میں رکھا جائے اور ان کے ساتھ ایک شیر کو رکھا جائے تاکہ وہ ان کو لقمہ اجل بنا دے لیکن وہ شیر ان کے قریب بھی نہیں گیا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان پر کھانا بند کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کے ذریعے ان تک کھانا پینا پہنچا دیتا تھا۔ پس حضرت دانیال دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو اس کھانے سے افطار کرتے تھے جو ان کے لئے پہنچ جاتا تھا۔ پس اس دوران ان کے شیعوں اور پیروکاروں اور ان کی قوم اور جو لوگ ان کے ظہور کے منتظر تھے پر سختیاں بڑھ گئیں اس لئے ان میں سے اکثر (غیبت کی) مدت کے طولانی ہونے کی وجہ سے اپنے دین میں شک کرنے لگے۔

جب دانیال علیہ السلام اور ان کی امت اور قوم پر سختیوں کے اختتام کا وقت آیا تو بخت نصر نے خواب دیکھا کہ جیسے ملائکہ کی فوج کی فوج آسمان سے زمین پر اتر رہی ہے اور اس کنوئیں میں جا رہی ہے جہاں حضرت دانیال قید ہیں اور ہر ایک ان کو سلام کر رہا ہے اور فرج اور کشائش کی بشارت اور خوشخبری دے رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ اس نے دانیال کے ساتھ سلوک کیا تھا اس پر پشیمان ہوا اور حکم دیا کہ انہیں کنوئیں سے نکال دیا جائے۔ جب انہیں نکالا گیا تو اس نے انہیں ناحق سزا دینے اور سختی کرنے پر معذرت خواہی کی اور اس کے بعد اپنی مملکتوں کے امور کے سلسلے میں اختیار ان کے سپرد کر دیا۔ اور لوگوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ان پر چھوڑ دیا۔ پس بنی اسرائیل میں سے جو چھپے ہوئے تھے وہ سامنے آ گئے اور انہوں نے سر اٹھالیا اور دانیال علیہ السلام کے ارد گرد جمع ہو گئے کیونکہ انہیں یقین کامل

باب (۸) حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا پیغمبر خدا محمد مصطفیٰؐ کی آمد کی بشارت دینا

۱۸- ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو احمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ جلودی بصری نے شہر بصرہ میں انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عطیہ شامی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عمرو بن سعید بصری نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہشام بن جعفر نے حماد بن عبداللہ بن سلیمان سے نقل کرتے ہوئے اور یہ شخص آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا تھا اس نے کہا: میں نے انجیل میں پڑھا: اے عیسیٰ میرے امر اور کام میں جدوجہد کرو اور اس سلسلے میں سستی نہ برتو۔ اور سنو اور اس پر عمل کرو اے پاک و پاکیزہ اور باکرہ اور بتول کے بیٹے تو کسی کی آمیزش سے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ میں نے تجھے عالمین کے لئے نشانی اور آیت بنا کر خلق کیا ہے۔ پس صرف میری عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ کتاب کو قوت اور طاقت کے ساتھ لے لو۔ سو یہ کے باشندوں پر سریانی زبانی میں وضاحت اور تفسیر کرو اور ان تک میری بات پہنچا دو کہ بے شک میں ہی وہ اللہ ہوں جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے اور میرے لئے کوئی زوال نہیں۔ اس نبی کی سچائی کو مان لو جو مالک اونٹ و زرہ اور تاج (یعنی عماما) اور نعلین اور عصا ہوگا۔ آنکھیں اس کی بڑی ہوں گی۔ اور پیشانی کشادہ اور ہموار ہوگی۔ رخسار اس کے ابھرے ہوئے ہوں گے۔ اور اس کی ناک درمیان سے اٹھی اور اس کے سوراخ چھوٹے ہوں گے۔ اس کے سامنے کے اوپر اور نیچے کے دو دانت کشادہ ہوں گے اس کی گردن چاندی کی صراحی کی طرح چمکدار ہوگی اور گویا اس سے نور ساٹھ ہو رہا ہوگا۔ اس کے بدن پر سینے سے لے کر ناف تک بال ہوں گے اور اس کے شکم اور سینے پر کوئی بال نہیں ہوگا۔ اس کا رنگ گندمی ہوگا۔ سینے سے پیٹ تک نرم و نازک بال ہوں گے۔ اس کی ہتھیلیاں اور پاؤں سخت اور کوتاہ ہوں گے۔ اس کے قدم اگر مڑ جائیں تو ایک ساتھ مڑیں گے اور اگر وہ چلے تو گویا پتھر سے اکھڑتے جائیں گے (یعنی پورے اعتماد اور سختی سے چلیں گے) اور جب زمین پر (قدم) رکھیں گے تو بھی ویسے ہی (اعتماد سے) اور اگر کسی گروہ کے ساتھ ہوں تو سب سے نمایاں ہوں گے، ان کا پسینا ان کے چہرے پر موتی کی طرح ہوگا اور مشک کی خوشبو اس سے پھوٹ رہی ہوگی۔ نہ ان سے قبل نہ ان کے بعد ان کا کوئی مثل اور نظیر ہوگا۔ بدن اطہر خوشبودار ہوگا اور عورتوں سے زیادہ نکاح کرنے والے ہوں گے۔ ان کی نسل کم ہوگی البتہ ان کی نسل مبارکہ (یعنی حضرت زہرا) سے ہوگی جن کے لئے جنت میں ایک الگ گھر ہے۔ جس میں نہ کوئی دکھ ہوگا نہ درد و غم ہوگا۔ اس (مبارکہ) کی آخر الزماں میں کفالت کی جائے گی جس طرح تیری ماں کی کفالت زکریا نے کی۔ اس کے دو بچے ہوں گے جو شہید کئے جائیں گے۔ اس (نبی) کا کلام قرآن ہے اور اس کا دین اسلام ہے اور میں سلامتی بخشنے والا ہوں۔ پس طوبیٰ اس کے لئے ہے جس نے ان کے زمانے کو درک کیا اور ان کے دوران نبوت کو دیکھا اور ان کے کلام کو سنا عیسیٰ نے

کہا؟ اے پروردگار یہ بتا طوبیٰ کیا ہے۔ ارشاد ہوا: ایک درخت ہے جو جنت میں ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بویا ہے جو تمام جنتوں کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ اس کی جڑیں رضوان سے ہیں اور اس کا منبع آب چشمہ تسنیم ہے۔ (جنت کا ایک چشمہ ہے) اس کی ٹھنڈک کافور کی ٹھنڈک کی مانند ہے۔ اور اس کا مزا شراب کا مزا ہے اور جو ایک گھونٹ اس میں سے پی لے تو کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار مجھے اس میں سے پلا دے۔ تو ارشاد ہوا: اے عیسیٰ حرام ہے بشر پر جب تک وہ نبی اس میں سے نہ پی لے اور تمام امتوں پر حرام ہے اس میں سے پینا جب تک اس نبی کی امت اس میں سے نہ پی لے۔ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آخری زمانے میں تمہیں زمین پر اتار دوں گا تاکہ اس نبی کی امت میں سے عجائبات کو دیکھو اور تم دیکھو گے کہ وہ ملعون و جال کے ارد گرد ہونگے۔ میں تمہیں نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تم ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ امت امت مرحومہ یعنی رحمت کی سزاوار امت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی کئی مرتبہ اپنی قوم سے غیبت اختیار کر چکے تھے اور دوران غیبت وہ خدا کی زمین میں سفر کرتے تھے اور اس دوران ان کے پیروکار اور قوم ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ ظاہر ہوئے تو شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جب شمعون بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے چھٹائے خدا غائب رہے۔ اور لوگوں کو ان کی طلب کی شدت ہو گئی اور سختیاں بڑھ گئیں، دین نابود ہونے لگا، حقوق پامال ہونے لگے اور واجبات اور سنتیں ختم ہونے لگیں۔ اور لوگ گمراہ ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگے یہ جانے بغیر کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل۔ اور یہ غیبت دو سو پچاس سال تک جاری رہی۔

۱۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ دونوں نے ایوب بن نوح سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بعد دو سو پچاس سال تک حجت ظاہری کے بغیر رہے۔

۲۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد کے درمیان پانچ سو سال کی مدت کا فاصلہ تھا جس میں سے دو سو پچاس سال نہ کوئی بنی نہ کوئی عالم خدا کی طرف سے حالت ظہور میں تھا میں نے پوچھا: وہ کیا تھے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں وہ کیا تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مومنین تھے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ضرور ہوگا۔

کہا؟ اے پروردگار یہ بتا طوبیٰ کیا ہے۔ ارشاد ہوا: ایک درخت ہے جو جنت میں ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بویا ہے جو تمام جنتوں کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ اس کی جڑیں رضوان سے ہیں اور اس کا منبع آب چشمہ تسنیم ہے۔ (جنت کا ایک چشمہ ہے) اس کی ٹھنڈک کافور کی ٹھنڈک کی مانند ہے۔ اور اس کا مزا شراب کا مزا ہے اور جو ایک گھونٹ اس میں سے پی لے تو کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار مجھے اس میں سے پلا دے۔ تو ارشاد ہوا: اے عیسیٰ حرام ہے بشر پر جب تک وہ نبی اس میں سے نہ پی لے اور تمام امتوں پر حرام ہے اس میں سے پینا جب تک اس نبی کی امت اس میں سے نہ پی لے۔ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آخری زمانے میں تمہیں زمین پر اتار دوں گا تاکہ اس نبی کی امت میں سے عجائبات کو دیکھو اور تم دیکھو گے کہ وہ ملعون و جال کے ارد گرد ہونگے۔ میں تمہیں نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تم ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ امت امت مرحومہ یعنی رحمت کی سزا دار امت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی کئی مرتبہ اپنی قوم سے غیبت اختیار کر چکے تھے اور دوران غیبت وہ خدا کی زمین میں سفر کرتے تھے اور اس دوران ان کے پیروکار اور قوم ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ ظاہر ہوئے تو شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جب شمعون بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے چھٹائے خدا غائب رہے۔ اور لوگوں کو ان کی طلب کی شدت ہو گئی اور سختیاں بڑھ گئیں، دین نابود ہونے لگا، حقوق پامال ہونے لگے اور واجبات اور سنتیں ختم ہونے لگیں۔ اور لوگ گمراہ ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگے یہ جانے بغیر کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل۔ اور یہ غیبت دو سو پچاس سال تک جاری رہی۔

۱۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ دونوں نے ایوب بن نوح سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بعد دو سو پچاس سال تک حجت ظاہری کے بغیر رہے۔

۲۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد کے درمیان پانچ سو سال کی مدت کا فاصلہ تھا جس میں سے دو سو پچاس سال نہ کوئی بنی نہ کوئی عالم خدا کی طرف سے حالت ظہور میں تھا میں نے پوچھا: وہ کیا تھے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں وہ کیا تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مومنین تھے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ضرور ہوگا۔

اور لوگوں میں سے جو حجت خدا کی تلاش میں زمین میں گھومے پھرے ان میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے پس وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے گئے اور ایک فقیہ سے دوسرے فقیہ کی طرف منتقل ہوتے گئے اور اسرار الہی کی تلاش میں رہے اور روایات کے ذریعہ راہنمائی لیتے رہے اس حالت میں سردار اولین و آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور قیام کے چار سو سال تک منتظر رہے یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں ملی۔ اور جب انہیں فرج اور کشائش کا یقین ہوا تو تہامہ (مکہ) کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں انہیں اسیر کر لیا گیا۔

باب (۹) سلمان فارسی کو حضور اکرم کی آمد کی خبر ہونا

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے، ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن علی بن مہزیار نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر سے کہا کہ اے فرزند رسول خدا کیا آپ ہمیں نہیں بتائیں گے کہ سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بیان کیا میرے والد گرامی صلوات اللہ علیہ نے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ اور سلمان فارسیؓ اور ابو ذرؓ اور قریش کی ایک جماعت ایک مرتبہ روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمع تھے پس امیر المومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا: اے ابو عبد اللہ کیا آپ اپنے داستان کا شروع ہمیں نہیں بتائیں گے؟ تو سلمان نے عرض کیا: خدا کی قسم اے امیر المومنین اگر آپ کے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ سوال کرتا تو کبھی میں اس کو کچھ نہ بتاتا۔ میں شہر شیراز کا رہنے والا تھا اور کسان کا بیٹا تھا اور میرے والدین مجھے بہت چاہتے تھے ایک مرتبہ جبکہ میں اپنے والد کے ساتھ اس شہر کے باشندوں کے ایک تہوار میں شریک ہونے کے لئے جا رہا تھا تو اچانک ہمارا گزر ایک در سے ہوا اور اس میں ایک آدمی بلند آواز سے چیخ رہا تھا اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ پس محمد کا وصف اور ان کی مدحت میرے گوشت و خون میں سرایت کر گیا اور اس کے بعد نہ تو مجھے کھانے کا کوئی شوق تھا نہ پینے کا۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا اے بیٹا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ آج تم نے سورج کے طلوع کے وقت سجدہ نہیں کیا۔ میں نے اس کی مخالفت کی تو وہ خاموش ہو گئیں پس جب میں اپنے کمرے میں گیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک خط میرے کمرے کی چھت پر لٹکا ہوا ہے۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا یہ خط کیا ہے؟ وہ کہنے لگی اے روزبہ، جب ہم اپنے تہوار سے واپس گھر لوٹے تو ہم نے اس کو چھت سے لٹکا ہوا پایا۔ پس اس جگہ کے نزدیک مت جاؤ اور اگر تم اس کے پاس جاؤ گے تو تمہارا والد تمہیں مار ڈالے گا۔ وہ کہتے ہیں میں اپنی ماں سے بحث کرتا رہا۔ پھر رات ہو گئی اور میرے ماں باپ سو گئے تو میں اٹھا اور اس مکتوب کو لیا۔ تو میں

نے دیکھا اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اللہ کی جانب سے ایک عہد ہے آدم کے ساتھ کہ وہ ان کے صلب سے ایک ایسے نبی کو پیدا کرے گا جس کا نام محمد ہوگا اخلاق کے اعلیٰ مکارم کی ہدایت دے گا اور بتوں کی پرستش سے بندوں کو روکے گا۔ اے روزہ عیسیٰ کے وحی کے پاس جاؤ اور ایمان لے آؤ اور مجوسی دین کو چھوڑ دو۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ کہتے ہیں: پس میرے باپ اس بات سے باخبر ہو گئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک نہایت گہرے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور مجھ سے کہنے لگے: یا تو اپنے دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو چاہو کر لو۔ محمد کی محبت میرے سینے سے نہیں جاتی۔ سلمان کہتے ہیں: میں اس مکتوب کو پڑھنے سے پہلے عربی زبان سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ عروج لے اس دن سے عربی زبان سکھا دی۔ وہ کہتے ہیں میں اس کنوئیں میں رہا اور وہ لوگ میرے لئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکتے رہے۔

وہ کہتے ہیں جب میرا یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا: اے میرے پروردگار تو نے محمد اور اس کے وحی کی محبت میرے دل میں ڈالی پس تجھے واسطہ دیتا ہوں ان کے وسیلے میرے نشانی میں تعجیل فرما اور جس حالت میں میں ہوں اس سے مجھے نجات دلا دے۔ اتنے میں کوئی آنے والا آیا جس کے جسم پر سفید لباس تھا اور کہنے لگا: اے روزہ اٹھو۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے دیر تک پہنچا دیا میں نے یہ کہنا شروع کر دیا اشہدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ تو اس وقت دیر میں رہنے والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کیا تم ہی روزہ ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں تو اس نے کہا اوپر آ جاؤ تو میں اوپر گیا اور دو سال مکمل اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا: میں مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے پاس چھوڑیں گے؟ اس نے کہا: میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے۔ سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے۔ پس اگر تم نے اس سے ملاقات کی تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح (تختی) کو اس کے سپرد کر دینا۔ اور اس کے ساتھ ایک لوح میرے حوالے کر دی۔ جب وہ مر گئے تو میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کرنے کے بعد لوح کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب انطاکیہ میں دیر کے پاس پہنچا تو میں نے کہنا شروع کر دیا: اشہدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ پس وہ دیر والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم ہی روزہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا: اوپر آ جاؤ۔ میں اوپر گیا اور مکمل دو سال اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے کہا: میں تو مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے تو اس نے کہا کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ

نے دیکھا اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اللہ کی جانب سے ایک عہد ہے آدم کے ساتھ کہ وہ ان کے صلب سے ایک ایسے نبی کو پیدا کرے گا جس کا نام محمد ہوگا اخلاق کے اعلیٰ مکارم کی ہدایت دے گا اور بتوں کی پرستش سے بندوں کو روکے گا۔ اے روزہ عیسیٰ کے وصی کے پاس جاؤ اور ایمان لے آؤ اور مجوسی دین کو چھوڑ دو۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک چرخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ کہتے ہیں: پس میرے باپ اس بات سے باخبر ہو گئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک نہایت گہرے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور مجھ سے کہنے لگے: یا تو اپنے دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو چاہا ہو کر لو۔ محمد کی محبت میرے سینے سے نہیں جاتی۔ سلمان کہتے ہیں: میں اس مکتوب کو پڑھنے سے پہلے عربی زبان سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ عرجل نے اس دن سے عربی زبان سکھا دی۔ وہ کہتے ہیں میں اس کنوئیں میں رہا اور وہ لوگ میرے لئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکتے رہے۔

وہ کہتے ہیں جب میرا یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا: اے میرے پروردگار تو نے محمد اور اس کے وصی کی محبت میرے دل میں ڈالی پس تجھے واسطہ دیتا ہوں ان کے وسیلے میرے نشانی میں تجلیل فرما اور جس حالت میں میں ہوں اس سے مجھے نجات دلا دے۔ اتنے میں کوئی آنے والا آیا جس کے جسم پر سفید لباس تھا اور کہنے لگا: اے روزہ اٹھو۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے دیر تک پہنچا دیا میں نے یہ کہنا شروع کر دیا اشہدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ تو اس وقت دیر میں رہنے والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کیا تم ہی روزہ ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں تو اس نے کہا اوپر آجاؤ تو میں اوپر گیا اور دو سال مکمل اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا: میں مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے پاس چھوڑیں گے؟ اس نے کہا: میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے۔ سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے۔ پس اگر تم نے اس سے ملاقات کی تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح (تختی) کو اس کے سپرد کر دینا۔ اور اس کے ساتھ ایک لوح میرے حوالے کر دی۔ جب وہ مر گئے تو میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کرنے کے بعد لوح کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب انطاکیہ میں دیر کے پاس پہنچا تو میں نے کہنا شروع کر دیا: اشہدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ پس وہ دیر والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم ہی روزہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا: اوپر آجاؤ۔ میں اوپر گیا اور مکمل دو سال اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے کہا: میں تو مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے تو اس نے کہا کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ

میں رہتا ہے پس جب تم اس کے پاس پہنچ جاؤ تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح کو اس کے حوالے کر دینا جب وہ فوت ہو گئے تو میں نے ان کو غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کرنے کے بعد لوح لے کر ان کے بتائے ہوئے در تک اپنے آپ کو پہنچایا اور وہاں یہ کہنا شروع کر دیا اشھدان لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ وان محمد حبیب اللہ پس وہ راہب میرے سامنے آیا اور کہا کہ کیا تم روزہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر اس نے کہا: اوپر آ جاؤ میں نے مکمل دو سال تک اس کی خدمت کی جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا کہ میں مر رہا ہوں تو میں نے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کر رہے ہیں تو اس نے کہا: میں اس دنیا میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مجھ جیسی باتیں کرتا ہو اور تحقیق محمد بن عبداللہ بن المطلب کی ولادت قریب ہو چکی ہے۔ پس اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو ان سے میرا سلام عرض کرنا اور یہ لوح ان کے سپرد کر دینا۔ جب وہ وفات پا گئے تو میں نے انہیں غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کر کے لوح کو لیا اور وہاں سے نکل پڑا۔ میری ملاقات ایک قوم اور گروہ سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کھانا پینا دیدو اور میں تمہاری خدمت کروں گا کیا تمہیں منظور ہے تو انہوں نے کہا: ہاں پھر جب ان کے کھانے کا وقت آیا تو انہوں نے ایک بھڑ کو باندھ دیا اور اسے مار مار کر قتل کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس میں سے کچھ حصے کو کباب بنایا اور کچھ حصے کو آگ پر سرخ کر دیا میں نے کھانے سے اجتناب کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کھاؤ! میں نے ان سے کہا: میں ایک راہب اور یر میں رہنے والا نوجوان ہوں اور یر میں رہنے والے گوشت نہیں کھاتے تو انہوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں اس دوران ان میں سے کچھ نے کہا ٹھہرو یہاں تک کہ ہماری شراب آجائے اور یہ جان لینا کہ یہ وہ شراب بھی نہیں پیئے گا۔ جب وہ شراب لے کر آئے اور مجھ سے کہنے لگے پیو! تو میں نے کہا میں ایک یر میں رہنے والا نوجوان ہوں اور یرانی اور راہب لوگ خمر اور شراب نہیں پیتے تو انہوں نے مجھے باندھ دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے ان سے کہا: اے لوگو! نہ میری پشانی کرو اور نہ مجھے قتل کرو کیونکہ میں یہ اقرار کروں گا کہ میں تمہارا غلام ہوں اور ان میں سے ایک کا غلام ہونے کا اقرار کر لیا تو اس نے ان لوگوں سے میری جان چھڑائی اور تین سو درہم پر مجھے ایک یہودی مرد کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ مسلمان کہتے ہیں کہ اس یہودی نے مجھ سے میری داستان پوچھی تو میں نے اپنی روداد اسے سنائی اور یہ بتا دیا کہ میرا کوئی گناہ اور قصور نہیں سوائے اس کے کہ میں نے محمدؐ اور ان کے وصی سے محبت کی۔ تو اس یہودی نے کہا کہ یہ جان لے کہ میں تجھ سے اور محمدؐ سے بغض و عداوت رکھتا ہوں پھر اس کے بعد مجھے اپنے گھر کے باہر لے گیا اس کے گھر کے باہر بہت مقدار میں ریت تھی اور کہنے لگا: خدا کی قسم اے روزہ اگر صبح تک اس ریت کو اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل نہ کر سکا تو یقیناً تجھے قتل کر دوں گا مسلمان کہتے ہیں: پس میں پوری رات اس ریت کو اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرتا رہا جب مجھ پر تھکاوٹ طاری ہو گئی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا: اے میرے

بروردگار تو نے تو محمدؐ اور ان کے وصی کی محبت سے میرے دل کو سرشار کیا ہے۔ پس ان کے حق کا واسطہ میری کشائش میں تعجیل فرما اور جس سخت حالت میں ہوں اس سے مجھے آرام بخش دے۔ پس اللہ عزوجل نے ایک آندھی کو بھیجا جس نے اس تمام ریت کو اپنی جگہ سے اس جگہ پر منتقل کر دیا جس کا حکم اس یہودی نے دیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے ریت کو دیکھا اور (تعجب) سے کہا کہ سب کو منتقل کر دیا۔ پھر کہنے لگا۔ اے روزیہ تم ایک جادوگر نکمے اور مجھے اس کا علم نہیں تھا پس میں تجھے اس گاؤں سے نکال دوں گا تاکہ تم گاؤں والوں کو ہلاک و نابود نہ کر سکو۔ پس اس نے مجھے وہاں سے نکالا دیا اور مجھے ایک نیک عورت کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اس عورت نے مجھ سے بہت محبت کی اور اس کے پاس ایک باغ تھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہ باغ تیرے لئے ہے اس میں سے جو کچھ چاہو کھاؤ، کسی کو دیدو یا صدقہ کرو۔

مسلمان کہتے ہیں: میں بہت عرصہ اس باغ میں رہا ایک دن میں اس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سات آدمیوں کا ایک گروہ میری طرف آیا جن پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم ان میں سب کے سب نبی تو نہیں ہیں لیکن ان میں کوئی نہ کوئی نبی ضرور موجود ہے۔ پس وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ باغ میں داخل ہو گئے۔ اور بادل کا ٹکڑا بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اور جب یہ باغ میں داخل ہو گئے تو ان میں رسول خداؐ، امیر المومنینؑ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عقیلؓ ابن ابی طالبؓ، حمزہ بن عبدالمطلبؓ اور زید بن حارثہؓ تھے۔ وہ باغ میں داخل ہو گئے اور کھجور کے درخت سے گرے ہوئے دانے کھانے لگے اور رسول خداؐ یہ فرما رہے تھے کہ: کھجور کے گرے ہوئے دانے کھا لو اور ان لوگوں کی کوئی چیز خراب مت کرو۔ پس میں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اے میری مالکہ مجھے ایک تھالی تازہ

(۱) اس میں اشکال ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ حضرت عقیل کا اسلام لانا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے حدیبیہ سے قبل واقع ہوا۔ اس لئے انہوں نے حدیبیہ سے پہلے کے واقعات کو نہیں دیکھا اور زبردستی انہیں مشرکین مکہ بدر کی جنگ کے لئے لیکر آئے اور وہ اسیر ہوئے اور ان کے چچا عباس ابن مطلب نے فدیہ دیکر انہیں آزاد کرایا۔ جناب حمزہ کی شہادت جنگ احد میں ہوئی اور مسلمانوں نے مقام قبا میں اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ ابن عبد اللہ نے انہیں (مسلمان) کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور اگر ہم اس کو نہ مانیں تو کم از کم ان کا جنگ خندق میں ہونا ناقابل انکار ہے کیونکہ مسلمانوں نے انہی کے مشورے سے خندق کھودی تھی۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سلمان فارسی کے اسلام قبول کرنے سے پہلے جناب حمزہ اور جناب عقیل کو رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تصور کریں۔

اور یہ بات قابل قبول نہیں کہ جناب جعفر کا نام غلطی سے عقیل لکھا گیا کیونکہ جعفر اس وقت حبشہ میں تھے اور مدینہ میں ان کی واپسی جنگ خیبر کی فتح کے بعد ہوئی۔

(علی اکبر غفاری کہتے ہیں) اس روایت میں مسئلہ نہایت آسان ہے کیونکہ یہ روایت مرسلہ ہے اور جیسا کہ

آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ واقعہ داستانوں اور افسانوں سے شبہت رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم) (علی اکبر غفاری)

کھجور کی دے دو۔ اس نے کہا کہ تم چھ تھالیاں لے لو: سلمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک تھالی تازہ کھجور کی لے لی اور اپنے دل میں یہ کہا کہ اگر ان میں کوئی نبی ہوگا تو وہ صدقہ نہیں کھائے گا اور یہ ہدیہ اور تحفہ کا ہوگا تو کھالے گا چنانچہ میں نے تھالی ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھالو لیکن خود رسول خدا اور امیرالمومنین اور عقیل بن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اس کو کھانے سے اجتناب کیا اور زید سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ نبوت کی ایک علامت ہو گئی۔ پھر میں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: مجھے ایک اور تھالی دیدو تو مالکہ نے کہا: تمہارے لئے چھ تھالیاں ہیں۔ سلمان کہتے ہیں: پس میں ایک تھالی اٹھا کر ان کے پاس آیا اور تازہ کھجور ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ ہدیہ اور تحفہ ہے۔ پس رسول خدا نے دست مبارک آگے بڑھایا اور فرمایا: بسم اللہ کھاؤ اور تمام لوگوں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کھایا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ دوسری نشانی اور علامت ہے۔ سلمان کہتے ہیں: پس جب میں آپ کی پشت کی طرف بڑھا تو پیغمبر اکرم کی توجہ میری طرف ہو گئی اور آپ نے فرمایا: اے روزبہ کیا نبوت کی مہر کی تلاش میں ہو۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ نے اپنے دونوں شانوں کو ظاہر فرمایا تو اچانک میں نے دیکھا مہر نبوت آپ کے شانوں پر ثبت تھی اور اس کے اوپر کچھ بال تھے۔ وہ (سلمان) کہتے ہیں۔ پس میں رسول خدا کے قدموں پر گر پڑا اور ان کو چومنا شروع کر دیا تو آپ نے فرمایا: اے روزبہ اس عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو محمد بن عبد اللہ کہہ رہے ہیں کیا تم ہمیں یہ غلام فروخت کرو گی؟ پس میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے میری مالکہ محمد بن عبد اللہ تم سے کہتے ہیں کہ کیا تم ہمیں یہ غلام فروخت کر دو گی؟ پس اس نے کہا: ان سے کہدو اس کو نہیں بیچو گی مگر چار سو کھجور کے درخت کے عوض میں جس میں سے دو سو زرد اور دو سو سرخ ہوں۔ سلمان کہتے ہیں: پس میں نبی کریم کے پاس آیا اور یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو کچھ اس نے مانگا وہ کتنا آسان اور سستا ہے؟ پھر فرمایا: اے علی! انھوں نے سب گٹھلیوں کو جمع کرو۔ پس انہوں نے سب گٹھلیوں کو جمع کیا اور ان کو زمین میں بویا۔ پھر آپ نے فرمایا: ان کو پانی دے دو تو امیرالمومنین نے انہیں پانی دیا۔ اور پانی دیتے دیتے آخر تک پہنچے ہی تھے کہ درخت لتنے نشو و نما پاگئے کہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو محمد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ تم اپنی چیز لے لو اور ہمیں ہماری چیز دے دو۔ سلمان کہتے ہیں میں اس عورت کے پاس گیا اور اس کو وہ بات بتادی۔ پس وہ باہر آگئی اور اس نے کھجوروں کو دیکھا پھر کہنے لگی: خدا کی قسم میں اسے نہیں بیچو گی مگر یہ کہ یہ تمام کھجور کے درخت زرد رنگ کے نہ ہوں۔ سلمان کہتے ہیں: پس جبریل نازل ہوئے اور اپنے پروں کو ان درختوں کو مس کیا تو تمام کے تمام درخت زرد رنگ کے ہو گئے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اس سے کہو: محمد کہتے ہیں تم اپنی چیز لے لو اور ہماری چیز ہمیں دے دو۔ سلمان کہتے ہیں میں نے جا کر اس کو یہ بات بتادی تو اس نے کہا: خدا کی قسم ان میں سے ایک درخت تیرے محمد سے اور تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔

تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم ایک دن کی زندگی محمدؐ کے ساتھ میرے لئے تم اور ہر چیز سے جس میں تم بھی شامل ہو زیادہ عزیز ہے۔ پس رسول خداؐ نے مجھے آزاد کر دیا اور میرا نام سلمان رکھا۔

اس کتاب کے مصنف کہتے ہیں کہ: سلمان کا نام روزبہ ابن خسیبوان تھا اور انہوں نے کبھی سورج کو سجدہ نہیں کیا اور وہ خدا عروج کو سجدہ کرتے تھے اور جس قبلہ کے رخ ہو کر نماز پڑھنے کا حکم انہیں دیا گیا تھا وہ مشرق کی جانب تھا اس لئے ان کے والدین یہ گمان کرتے رہے کہ وہ بھی ان کی طرح سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور سلمان عیسیٰ کے وصی کے وصی تھے اس بار کو ذمہ پر لے کر ادا کرنے میں جو معصومین کی وصیت پر تمام ہوتا ہے۔ اور وصی عیسیٰ کا نام آبی ہے اور ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے آبی حضرت ابو طالب ہیں۔ یہاں اس گروہ پر معاملہ مشتتب ہو گیا ہے کیونکہ امیر المؤمنین سے حضرت عیسیٰ کے آخری وصی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "آبی" لیکن لوگوں نے اس کو غلط لکھا اور پڑھا اور یہ کہا "ابی" یعنی میرے والد۔ اور اس کو بردہ بھی کہتے ہیں۔

باب (۱۰) قس بن ساعدة الایادی کے بارے میں روایت

قس بن ساعدة الایادی اپنے علم و حکمت کے لحاظ سے مثالی مانے جاتے تھے۔ وہ نبیؐ کو جانتے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر تھے اور یہ کہتے تھے کہ یقیناً اللہ کے نزدیک ایک ایسا دین بھی ہے جو اس دین سے جس پر تم قائم ہو بہتر ہے اور نبیؐ ان کے لئے دعائے رحمت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیامت کے دن وہ تمہا ایک امت کی صورت میں محشور ہوں گے۔

۲۲۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علاء بن رزین نے ان سے محمد بن مسلم نے ان سے امام ابو جعفر محمد بن باقر نے آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے اور یہ وہ دن تھا جب مکہ فتح ہو چکا تھا اتنے میں ایک وفد آپؐ کے پاس شرفیاب ہوا اور آپؐ پر سلام کہا، رسول اللہ نے فرمایا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بکر بن وائل کے قبیلہ کا ایک وفد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس قس بن ساعدة الایادی کے بارے میں کوئی علم اور خبر ہے۔ انہوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ" تو آپؐ نے پوچھا: اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ وہ انتقال کر گئے۔ پس رسول اللہ نے فرمایا: ساری تعریفیں مالک موت و حیات کے لئے منحصر ہیں۔ ہر نفس کے لئے موت کا ذائقہ ہے۔ اس وقت گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قس بن ساعدة الایادی بازار عکاظ میں ایک اونٹ پر سوار ہیں اور وہ لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اے لوگوں جمع ہو جاؤ اور جب جمع ہو جاؤ تو ناموش رہو اور سنو اور جب سنو تو اس کو سمجھو اور جب سمجھ لو تو اس کو یاد کرو اور اس کی حفاظت کرو اور اسے بچاؤ۔ آگاہ

ہو جاؤ جو زندگی بسر کرتا ہے آخر کار مرجاتا ہے وہ زندگی کھو بیٹھتا ہے اور جو زندگی کھو بیٹھتا ہے وہ واپس نہیں آتا سبے شک آسمان میں پوشیدہ راز ہیں اور زمین پر عبرتیں ہیں۔ آسمان پر اونچی چھت ہے اور زمین ایک پتکھا ہوا گہوارہ ہے۔ اور سیارگان حرکت میں ہیں اور رات گردش میں ہے اور دریاؤں کے پانی رواں دواں ہیں۔ قس قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ ساری چیزیں کھیل تماشے نہیں ہیں اور یقیناً ان کے پیچھے حیران کن باتیں ہیں۔ کیوں کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ لوگ (مرا) جاتے ہیں تو واپس نہیں پلٹتے؟ کیا وہ جہاں ہیں اس پر راضی ہیں اور اس لئے وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یا اس دنیا کو چھوڑ کر سو گئے ہیں؟ قس ایسی قسم کھاتا ہے جو کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ اللہ کے پاس ایک ایسا دین ہے جو اس دین سے جس پر تم ہو بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد رسول خدا نے فرمایا: خدا رحمت کرے قس پر وہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت کی صورت میں محشور ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کے اشعار میں سے کچھ صحیح بیان کرے۔ پس ان میں سے کسی نے کہا میں نے اس کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا ہے۔

فی الاولین الذامبین

ان پہلے جانے والوں میں

من القرون لنا بصائر

جو گزشتہ صدیوں کے تھے ہمارے لئے بصیرت آموز

درس ہیں

لما رایت موارداً

جب بھی میں نے دیکھے مختلف مواقع

للموت لیس لها مصادر

تو موت کے لئے کوئی معین سبب نہ تھا

و رایت قومی نحوھا

میں نے اپنی قوم کو دیکھا اس کی طرف

تمضی الاکابر والاصغر

بڑے اور چھوٹے چل پڑتے ہیں

لا یرجع الماضي الی

جو چلا جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا میرے پاس

ولا من الباقین غابر

اور نہ ہی جو باقی رہ گئے ہیں وہ باقی رہیں گے

ایقنت انی لا محالة

پس میں نے یقین کر لیا کہ لامحالہ مجھے بھی

حیث صار القوم صائر

جہاں لوگ گئے ہیں جانا ہی ہے۔

قس بن ساعدہ کی حکمت اور معرفت کی بلندی اس درجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ ایاد میں سے

کوئی اگر آپ کے پاس شرفیاب ہوتا تھا تو اس سے قس کی حکمتیں پوچھتے تھے اور بغور سماعت فرماتے تھے۔

۲۳۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبد اللہ بن سعید نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو الحسن علی بن الحسن بن

اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن ضحاک نے ان

سے ہشام نے انہوں نے اپنے والد سے کہ ایاد قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شرفیاب ہوا تو

آپ نے قس بن ساعدہ کی حکمت آمیز باتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ قس نے کہا:

عليهم من بقايا بزهم خرق

اور ان کے تن پر کتان کے باقی ماندہ کچھ کپڑے ہیں

كما ينبہ من نوماته الصعق

جس طرح بادل کی گرج سونے والوں کو جگاتی ہے

ياناعى الموت والاموات فى جدث

اے موت کی خبر دینے والے، مردے تو قبروں میں ہیں

دعهم فان لهم يوماً يصاح بهم

چھوڑ دو انہیں یقیناً ان کے لئے ایک ایسا دن مقرر ہے

جس میں انہیں بلایا جائے گا

منهم عراة و منهم فى ثيابهم

ان میں سے کچھ تو برسنہ ہونگے اور کچھ اپنے کپڑوں میں

منها الجديد و منها الا ورق الخلق

یا تو ان کے کپڑے نئے ہونگے یا بوسیدہ اور خستہ حالت

میں

خلق جديد و خلق بعدهم خلقوا

ایک نئی نسل اور ان کے بعد ایک اور نسل پیدا کی

جائے گی

حتى يعودوا بحال غير حالتهم

یہاں تک کہ اپنی اس حالت سے دوسری حالت

میں پلٹ جائیں گے

بارش اور سبزے، پدران اور مادران، اور جانے والے اور نئے آنے والے، اور نشانیوں کے پیچھے نشانیاں، اور مردوں کے بعد مردے، روشنی اور تاریکی، راتیں اور دن، فقیر اور دولت مند، سعادت مند اور شقی، نیکوکار اور بدکار، خبر اور تنبیہ ہے غفلت میں رہنے والوں کے لئے ہر کام کرنے والے کو اپنا عمل درست کرنا چاہیے۔ آگاہ ہو جاؤ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ یکتا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے، اس نے پلٹایا اور اسی نے شروع کیا اور کل اس کی طرف پلٹنا ہے۔

اس کے بعد سن لو اے ایاد قبیلہ کے لوگو! کہاں ہیں تمہو اور عاد؟ اور کہاں ہیں ہمارے آباؤ اجداد، کہاں ہے وہ نیکوکار جس کو صلہ نہیں دیا گیا اور کہاں ہے وہ بدکار جس سے انتقام نہیں لیا گیا ہرگز نہیں رب کعبہ کی قسم پلٹ آئے گا جو پیدا کیا گیا اور اگر ایک دن گیا تو دوسرا دن ضرور پلٹ کر آئے گا۔

یہ قس بن ساعدہ بن حذاقہ بن زہر بن ایاد بن نزار ہیں، جاہلیت کے لوگوں میں سے سب سے پہلے نبی کی بعثت پر ایمان لانے والے تھے۔ اور وہ سب سے پہلے فرد تھے جس نے عصا اپنے ساتھ رکھا اور اس کا سہارا لیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ چھ سو سال زندہ رہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام و نسب کے ساتھ جانتے تھے اور لوگوں کو آپ کے ظہور کی بشارت دیتے تھے وہ تقیہ کرتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے دوران تقیہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو الحسن علی بن حسین ابن

اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن زکریا بن دینار نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مہدی بن سابق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عباس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ قس بن ساعدہ نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا: شکم سبزی اور ترکاری سے سیر اور پانی ملے ہوئے دودھ سے سیراب ہو جاتا ہے۔ جس نے تجھ پر برائی کی کوئی تہمت لگائی تو کھو اس کے اندر اس جیسی برائی موجود ہے۔ اور جس نے تجھ پر ظلم کیا اس پر کوئی ظالم مسلط ہو ہی جائے گا جب تم اپنے نفس کی خواہش کے برخلاف عدل و انصاف کرو گے تو اوپر سے تمہارے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا جائے گا۔ جب کسی کو کسی بات سے منع کرو تو پہلے اپنی ذات سے شروع کرو اور جو کچھ تم نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو اور جس چیز کی تمہیں ضرورت نہیں ہے اس کو مت کھاؤ۔ اور اگر تم مال جمع کرو گے تو آخر کار تمہارے اعمال ہی تمہارا ذخیرہ اور گنجینہ ہیں۔ کفایت شعار رہو اور سخاوت مندی سے اپنی قوم کی سرداری تمہیں حاصل ہوگی۔ اور کبھی بھی کسی مصروف شخص سے مشورہ نہ لینا اگرچہ وہ مستقل مزاج اور مضبوط ارادہ والا ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ کسی بھوکے سے مشورہ لو اگرچہ سمجھدار کیوں نہ ہو۔ نہ ڈرپوک سے مشورہ لو اگرچہ نصیحت کرنے والا کیوں نہ ہو۔ اور اپنی گردن میں کوئی ایسا طوق (ذمہ داری) نہ ڈالو جس کو اتارنا تمہارے لئے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے بغیر ممکن نہ ہو۔ جب دشمنی کرو تو عدل و انصاف کا خیال رکھو اور جب بولو تو کم گوئی اختیار کرو۔ اور کسی کو بھی قرض نہ دو۔ اگرچہ وہ تمہارے قریب سے قریب تر عزیزوں میں سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو ہمیشہ خوفزدہ رہو گے اور جس کے ذمہ تم نے قرض لگایا ہے وہ اپنے عہد و پیمانہ کو پورا کرنے میں مرضی کا مالک ہے۔ اور جب تک مال اس کے پاس ہے تم اس کے بندے اور غلام ہو اگر اس نے تم پر زیادتی کی تو تم اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اس بات کے سزاوار ہو۔ اور اگر اس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو وہی قابل مدح ہو گا نہ کہ تم۔ صدقہ دیتے رہو کیونکہ یہ خطاؤں اور گناہوں کا کفارہ ہے۔

پس قس کسی کو قرض نہیں دیتے تھے اور باتیں ایسی کرتے تھے جن کے معنی عوام پر پوشیدہ رہتے اور صرف خواص ہی سمجھ پاتے تھے۔

باب (۱۱) تیج کے بارے میں روایات

اور تیج بادشاہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے تھے اور آپ کے ظہور کے منظر تھے کیونکہ آپ کے بارے میں خبر ان تک پہنچ چکی تھی اور وہ یہ جان چکے تھے کہ مکہ سے عنقریب ایک نبی خروج کرے گا اور یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت فرمائے گا۔

۲۵۔ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے عمر بن ابان سے انہوں نے ابان سے مرفوعاً نقل کیا کہ تیج نے چلتے ہوئے ایک مرتبہ یہ اشعار کہے۔

حبر لعمرک فی الیہود مسود
جو حبر (یہودی عالم) تھا اور تیری زندگی کی قسم یہود میں
وہ مقبول تھا

حتی اتانی من قریظۃ عالم
یہاں تک کہ قریظہ میں سے ایک عالم میرے پاس آیا

لنبیّ مکة من قریش مہتد
کیونکہ ایک نبی جو قریش میں سے ہوگا مکہ سے برآمد ہوگا

قال از دجر عن قریة محجوبة
اس نے مجھ سے کہا ایک تنگ گاؤں پر حملہ سے
رک جاؤ

وترکتہم لعقاب یوم سرمد
اور انہیں ابدی دن کی سزا کے خوف سے چھوڑ دیا

ف عفوت عنہم عفو غیر مثرّب
پس میں نے انہیں معاف تو کر دیا لیکن ناگواری
کے ساتھ

یوم الحساب من الجحیم الموقد
اس دن کے واسطے جس میں حساب و کتاب ہوگا اور
بھڑکتی ہوئی جہنم ہوگی

وترکتہا للہ ارجو عفوہ
اور میں نے مکہ پر حملہ کو چھوڑ دیا اللہ کی خاطر
اس سے معافی کی امید کے ساتھ

نفرأولی حسب و ممّن یحمد
ایسا شخص جو حسب و فضیلت والا، جس کی لوگ تعریف
کرتے ہیں

ولقد ترکت لہ بہا من قومنا
اور میں نے اس نبی کے لئے اپنی قوم سے ایک آدمی
کو چھوڑا

ارجو بذاک ثواب رب محمد
اور اس کام سے میں محمد کے پروردگار سے ثواب کی امید

نفرأیکون النّصر فی اعقابہم
ایسا شخص جس کے پشتوں میں فتح و نصرت ہوگی

رکھتا ہوں

لله في بطحاء مكة يعبد

اللہ کا سرزمین مکہ میں جہاں اس کی پرستش کی جائے گی

وكنوزها من لؤلؤ و زبرجد

غزینے ہیں موتیوں اور زبرجد کے

والله يدفع عن خراب المسجد

اور اللہ اپنی مسجد کے خراب ہونے سے روکتا ہے

وتركتهم مثلاً لا هل المشهد

اور انہیں صاحبان پاک دل کے لئے ایک مثالی عمل

کر کے چھوڑ دیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تحقیق اس کو خبر دی گئی کہ یہاں (مکہ) سے ایک نبی ظہور کرے گا اور اس نبی کی ہجرت یثرب (مدینہ) کی طرف ہوگی پس اس نے یمن سے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لیا اور انہیں یہود کے پاس سکونت دلانی تاکہ اس نبی کی آمد کے بعد اس کی نصرت کریں اور اس بارے میں اس نے یہ اشعار کہے۔

رسول من الله باریء النسم

اس خدا کا رسول ہے جو خالق کائنات ہے

لكنك وزيراً له وابن عم

تو میں ضرور ان کا وزیر اور چچازاد بھائی بن جاتا

اسقيهم كأس حنظل و غم

اور انہیں موت اور غم و اندوہ کی شراب پلاتا

ماكنت احسب ان بيتاً ظاهراً

میں گمان بھی نہیں کرتا تھا کہ ایک آشکار گھر ہوگا

قالوا بمكة بيت مال دائر

مجھ سے ان لوگوں نے کہا کہ مکہ میں ایک

بيت المال ہے جس میں بہت مال ہے

فاردت امرا حال ربي دونه

پس میں نے ایک بڑا ارادہ کیا لیکن میرے پروردگار

نے اسے پورا ہونے نہیں دیا

فتركت ما املته فيه لهم

پس میں نے جو کچھ آرزو کی تھی اسے ان لوگوں

کے لئے چھوڑ دیا

شهدت على احمد انه

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد یقیناً

فلو مدّ عمرى الى عمرة

پس اگر میری عمر اس قدر ہوتی کہ میں ان کی

زیارت کر سکتوں

و كنت عذاباً على المشركين

اور میں مشرکین کے لئے عذاب بن جاتا

۲۶ - مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے اپنے والد

سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم بن عبد الحمید سے انہوں نے ولید بن صبح سے انہوں

نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا: تیج بادشاہ نے اوس اور غزرج سے کہا کہ تم لوگ یہاں

رہو جب تک وہ نبی ظہور فرمائے۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ اگر میں نے ان کو پایا اور زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا۔

۲۷۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن عبد الجبار عطاردی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن بکر شیبانی نے ان سے زکریا بن یحییٰ المدنی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر تیج بادشاہ کے متعلق معاملہ مشتبہ نہ رہے کیونکہ حقیقتاً وہ مسلمان تھا۔

باب (۱۲) حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام

کے بارے میں روایات

”عبدالمطلب اور ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام جلثے والوں اور علماء سے زیادہ بہتر جانتے تھے لیکن یہ دونوں اس بات کو جاہلوں اور صاحبان کفر و گمراہی سے چھپاتے تھے۔“

۲۸۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حشیم بن عمرو المزنی نے ان سے ابراہیم بن عقیل ہذلی نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سامنے میں ایک پگھونا پکھایا جاتا تھا۔ جس پر سوائے ان کے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور یہ ان کی تعظیم کی خاطر تھا۔ اور ان کے بیٹے ان کے ارد گرد بیٹھتے تھے جب تک عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر نہ چلے جائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی آپ کسں تھے چلتے ہوئے اگر اسی پگھونے پر بیٹھ جاتے تھے اور یہ بات آپ کے چچاؤں کو ناگوار گزرتی تھی پس وہ آگے بڑھ کر آپ کو پکڑتے تاکہ اس پگھونے سے آپ کو ہٹالیں مگر جب بھی عبدالمطلب ایسی حرکت ان لوگوں کی طرف سے دیکھتے تو ان سے کہتے: چھوڑو میرے بیٹے کو خدا کی قسم اس کی شان و منزلت بہت عظیم ہے۔ میں یقیناً یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم پر ایسا آنے والا ہے کہ یہ تمہارا آقا اور سردار ہوگا۔ میں اس کی پیشانی سے بزرگی اور سرداری کا نور دیکھ رہا ہوں یہ لوگوں کی قیادت کرے گا۔ پھر اس کے بعد آپ کو اٹھاتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپ کا بوسہ لیتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نرم اور پاکیزہ کوئی بوسہ نہیں دیکھا ہے نہ ایسا بدن دیکھا ہے جو ایسا نرم اور طیب و پاکیزہ ہو۔ پھر ابوطالب کی طرف رخ کرتے اور وہ اس لئے کہ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابوطالب دونوں کی والدہ ایک تھیں۔ اور یہ کہتے تھے اے ابوطالب اس

رہو جب تک وہ نبی ظہور فرمائے۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ اگر میں نے ان کو پایا اور زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا۔

۲۷۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن عبد الجبار عطار دی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن بکر شیبانی نے ان سے زکریا بن یحییٰ المدنی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر تیج بادشاہ کے متعلق معاملہ مشتبہ نہ رہے کیونکہ حقیقتاً وہ مسلمان تھا۔

باب (۱۲) حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام

کے بارے میں روایات

”عبدالمطلب اور ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام جلنے والوں اور علماء سے زیادہ بہتر جانتے تھے لیکن یہ دونوں اس بات کو جاہلوں اور صاحبان کفر و گمراہی سے چھپاتے تھے۔“

۲۸۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا حشیم بن عمرو المزنی نے ان سے ابراہیم بن عقیل ہذلی نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سامنے میں ایک پٹھونا بچھایا جاتا تھا۔ جس پر سوائے ان کے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور یہ ان کی تعظیم کی خاطر تھا۔ اور ان کے بیٹے ان کے ارد گرد بیٹھتے تھے جب تک عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر نہ چلے جائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی آپ کسن تھے چلتے ہوئے اگر اسی پٹھونے پر بیٹھ جاتے تھے اور یہ بات آپ کے چچاؤں کو ناگوار گزرتی تھی پس وہ آگے بڑھ کر آپ کو پکڑتے تاکہ اس پٹھونے سے آپ کو ہٹالیں مگر جب بھی عبدالمطلب ایسی حرکت ان لوگوں کی طرف سے دیکھتے تو ان سے کہتے: چھوڑ دو میرے بیٹے کو خدا کی قسم اس کی شان و منزلت بہت عظیم ہے۔ میں یقیناً یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم پر ایسا آنے والا ہے کہ یہ تمہارا آقا اور سردار ہوگا۔ میں اس کی پیشانی سے بزرگی اور سرداری کا نور دیکھ رہا ہوں یہ لوگوں کی قیادت کرے گا۔ پھر اس کے بعد آپ کو اٹھاتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپ کا بوسہ لیتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نرم اور پاکیزہ کوئی بوسہ نہیں دیکھا ہے نہ ایسا بدن دیکھا ہے جو ایسا نرم اور طیب و پاکیزہ ہو۔ پھر ابوطالب کی طرف رخ کرتے اور وہ اس لئے کہ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابوطالب دونوں کی والدہ ایک تھیں۔ اور یہ کہتے تھے اے ابوطالب اس

نوجوان کے لئے ایک عظیم منزلت اور مرتبت ہے پس اس کی حفاظت کرو اور اس کے ساتھ متمسک رہو کیونکہ یہ یکتا اور بے مثل ہے اور اس کے لئے ماں کی طرح بنو۔ خرددار اس پر کوئی ایسی بات نہ آجائے جو اس کے لئے ناگوار ہو۔ پھر آپ کو اپنے کاندھے پر سوار کرتے اور سات بار طواف کرتے تھے عبدالمطلب جان گئے تھے کہ آپ لات دعویٰ بتوں سے نفرت کرتے ہیں اس لئے آپ کو ان کے سامنے نہیں لے جاتے تھے۔ جب آپ چھ سال کے ہو گئے تو آپ کی مادر گرامی آمنہ ابواء میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے وفات پا گئیں۔ آپ کی والدہ گرامی آپ کو لے کر آپ کے ماموں جو کہ نبی عدی میں سے تھے کے پاس آگئی تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہو گئے۔ نہ باپ کا سایہ تھا نہ ماں کی شفقت۔ پس عبدالمطلب نے آپ پر پیار و محبت اور نگہداشت میں اضافہ کر دیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کی وفات کا وقت آن پہنچا پس اس حالت میں ابوطالب کو بلوایا جبکہ حضرت محمد ان کے سینے پر تھے اور وہ موت کی تکلیف میں تھے۔ اور رو رہے تھے۔ اور اس حالت میں ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: اے ابوطالب دیکھو! اس کے لئے محافظ بن کر رہنا کیونکہ یہ اکیلا ہے جس نے باپ کے سایہ کو دیکھا ہے نہ ماں کی شفقت کا مزہ چکھا ہے۔ دیکھو اے ابوطالب اسے اپنے تن میں سے جگر اور کلیجہ کی حیثیت دینا۔ میں اپنے تمام بیٹوں کو چھوڑ کر تمہیں اس کے بارے میں وصیت کر رہا ہوں کیونکہ تم اور اس کے والد ایک ہی ماں سے ہو۔ اے ابوطالب اگر تم اس کے دور (نبوت) کو درک کر لو پس جان لو میں لوگوں میں اس کے بارے میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والا اور جلشنے والا ہوں۔ پس اگر اس کی پیروی کر سکو تو کر لو اور اپنی زبان، بازو اور مال کے ساتھ اس کی نصرت کرو۔ پس یقیناً خدا کی قسم یہ تمہاری قیادت کرے گا اور ایسی حاکمیت اسے حاصل ہوگی جو میرے آباؤ اجداد میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اے ابوطالب میں تمہارے آباؤ اجداد میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں جانتا کہ جس کا باپ اس کے باپ کی طرح انتقال کر گیا ہو۔ جس کی ماں اس کی ماں کی طرح فوت ہو گئی ہو۔ پس اس کی تہائی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرو۔ کیا تم نے اس بارے میں میری وصیت کو قبول کر لیا؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں میں نے یقیناً قبول کر لیا اور اللہ اس بارے میں میرا گواہ ہے۔ پس عبدالمطلب نے کہا: پس تم اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔ پس انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا عبدالمطلب نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر عبدالمطلب نے کہا: اب موت میرے لئے آسان ہو گئی پھر اس کے بعد آپ کا بوسہ لیتے رہے اور یہ کہتے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا جو تم سے زیادہ خوشبودار ہو اور تم سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو۔ اور یہ آرزو کرتے تھے وہ آپ کے زمانے (نبوت) کو درک کرنے تک زندہ رہتے۔ پھر اس کے بعد عبدالمطلب وفات پا گئے جبکہ آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ پس ابوطالب نے انہیں اپنے ساتھ رکھا یہاں تک کہ دن اور رات میں ایک لمحہ کے لئے آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے اور آپ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے اور آپ کے بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

۲۹۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن عبد الجبار عطار دی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر نے انہوں نے محمد بن اسحاق بن لیث مدنی سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عباس بن عبد اللہ بن سعید نے اپنے خاندان کے بعض افراد سے نقل کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبد المطلب کے لئے کعبہ کے سامنے میں ایک پٹھونا پٹھایا جاتا تھا جس پر ان کی تعظیم کی خاطر ان کا کوئی بیٹا نہیں بیٹھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آتے تھے تو اسی پر جا کر بیٹھ جاتے تھے تو آپ کے چچا آپ کو وہاں سے ہٹانے کے لئے آگے بڑھتے تو آپ کے دادا عبد المطلب ان سے کہتے۔ چھوڑو میرے بیٹے کو پھر آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور کہتے تھے میرے بیٹے کی شان و منزلت منفرد ہے۔ پس عبد المطلب فوت ہو گئے دریاں حالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور یہ عام الفیل کے آٹھ سال کے بعد کا واقعہ ہے۔

۳۰۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے خالد بن الیاس سے انہوں نے ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی جہم سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے میرے دادا سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو طالب کو عبد المطلب کے بارے میں یہ بتاتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن جب میں حجر (اسماعیل) میں سویا ہوا تھا میں نے ایک خواب دیکھا جس نے مجھ پر خوف طاری کر دیا۔ چنانچہ میں قریش کی کاسنہ کے پاس آیا۔ میں ریشم کی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے سر کے دونوں طرف کے بال میرے کاندھوں پر لٹک رہے تھے۔ جب اس کی نظر میرے اوپر پڑی تو میرے چہرے پر تغیر و تبدل کو جان گئی پس وہ سنبھل کر بیٹھ گئی ان دنوں میں اپنی قوم کا سردار تھا۔ پس کہنے لگی: عرب کے سردار کو کیا ہو گیا ہے جس کا رنگ متغیر ہے۔ کیا اس پر زمانے کے ناگوار حوادث میں سے کوئی حادثہ واقع ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا: نہیں۔ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا جب کہ میں حجر (اسماعیل) میں سویا ہوا تھا۔ کہ گویا کوئی درخت میری پشت پر اگا ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کی شاخ نے زمین کے مشرق سے مغرب تک کا احاطہ کیا ہے۔ اور میں نے ایک نور کو دیکھا جو اس سے ظاہر ہو رہا تھا جو سورج کی روشنی کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ روشن تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور میں نے دیکھا قریش میں سے ایک گروہ اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ پس جب وہ اس کے قریب جاتے تھے تو ایک جوان جو لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور پاکیزہ ترین لباس زیب تن کئے ہوئے تھا ان کو پکڑ لیتا تھا اور ان کی کمر توڑ دیتا تھا۔ اور ان کی آنکھیں نکال دیتا تھا میں نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نوجوان نے چلا کر کہا: ٹھہر جاؤ

تمہارے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر کس کے لئے حصہ ہے جبکہ یہ درخت مجھ سے ہے؟ پس اس نے کہا حصہ دار وہ لوگ ہیں جو اس سے وابستگی پیدا کریں گے اور تم اس کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ اس کے بعد درخت کے ساتھ میں خواب سے بیدار ہوا دریاں حالیکہ مجھ پر گھبراہٹ طاری تھی اور میرا رنگ متغیر ہو چکا تھا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کاہن کے منہ کا رنگ بھی متغیر ہوا اور کہنے لگی اگر تمہارا خواب سچا نکلا تو یقیناً سمجھ لو کہ تمہارے صلب سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا۔ اور لوگوں میں مشہور و معروف ہوگا۔ پس اس کے بعد میرا غم و اندوہ ختم ہو گیا۔ پس دیکھتے رہو اے ابوطالب شاید وہ شخص تم ہی ہو گے۔ پس ابوطالب اس کے بارے میں لوگوں کو بتاتے تھے اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور کر چکے تھے اور (ابوطالب) کہتے تھے وہ درخت خدا کی قسم ابوالقاسم (محمد) الامین ہیں۔ تو ان سے پوچھا گیا اگر ایسا ہے تو آپ ان پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ تو کہتے کہ لوگوں کی دشنام گوئی اور بے عزتی کی وجہ سے۔

ابو جعفر محمد بن علی (رضی اللہ عنہ) جو اس کتاب کے مصنف ہیں کہتے ہیں۔ یقیناً ابوطالب مؤمن تھے لیکن شرک کا اظہار اور ایمان نخی اس لئے رکھتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں انہیں زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں۔

۳۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے انہوں نے ایوب بن نوح سے انہوں نے عباس بن عامر سے انہوں نے علی بن ابی سارہ سے انہوں نے محمد بن مروان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا: یقیناً ابوطالب نے کفر کا اظہار کیا اور ایمان کو چھپایا اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو اللہ عوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ اب مکہ سے نکلو کیونکہ اب تمہاری نصرت کرنے والا کوئی نہیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرو۔

۳۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد صالح نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ایوب نے ان سے صالح بن اسباط نے انہوں نے اسماعیل بن محمد اور علی بن عبد اللہ سے انہوں نے الربیع بن محمد المسلی سے انہوں نے سعد بن طریف سے انہوں نے اصبع بن نباتہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میرے والد، میرے جد عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ کس چیز کی عبادت کرتے تھے آپ نے فرمایا: وہ خانہ خدا کی طرف رخ کر کے ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور اسی سے متمسک تھے۔

۳۳۔ ہم سے علی بن احمد نے بیان کیا ہے ان سے احمد بن یحییٰ نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبد اللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن مسلم نے ان سے قمار جو بنی مخزوم کا غلام ہے نے بیان کیا۔ اس

سے سعید بن ابی صالح (۱) نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد عباس نے بیان کیا ہے کہ جب میرے بھائی عبداللہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرے پر آفتاب کے نور کے مانند ایک نور تھا۔ میرے والد بزرگوار عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے اس فرزند کی شان بلند ہوگی پھر میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ عبداللہ کی ناک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور پرواز کر کے مشرق و مغرب تک پہنچا پھر واپس آکر بام کعبہ پر بیٹھا اس وقت قریش کے تمام لوگوں نے اس کو سجدہ کیا اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگے۔ ایک روشنی ہوئی جو آسمان و زمین اور مشرق و مغرب پر چھا گئی۔ میں بیدار ہوا تو ایک کامنہ سے دریافت کیا جو بنی مخزوم سے تھی اس نے کہا: اے عباس! اگر تمہارا خواب سچا ہے تو عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے تابع اہل مشرق اور مغرب ہوں گے۔ عباس کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ عبداللہ کے لئے زوجہ کی فکر میں تھا۔ یہاں تک کہ آمنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ وہ زنان قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھیں جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو رسالتاب پیدا ہوئے۔ میں نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور نکلتے دیکھا میں نے ان کو گود میں لیا تو ان کے جسم سے بوئے مشک آ رہی تھی اور میں نافہ مشک کے مانند معطر ہو گیا۔ آمنہ نے مجھ سے کہا کہ جب مجھے دردہ شروع ہوا تو میں نے اپنے گھر میں بہت سی آوازیں سنیں جو انسانوں کی آوازوں جیسی نہ تھیں پھر میں نے باریک اور نفیس کپڑے کا ایک علم دیکھا جو یا قوت کی چھڑ میں لگا ہوا تھا۔ جس نے زمین و آسمان کو بھر دیا تھا اور ایک نور اس (بچے) کے سر سے بلند تھا۔ جس نے آسمان کو روشن کیا ہوا تھا۔ اس میں، میں نے شام کے قصر دیکھے جو نور کی زیادتی کی وجہ سے آگ کے شعلے معلوم ہو رہے تھے۔ اور اپنے چاروں طرف کبوتر کے مانند پرندے دیکھے جو میرے گرد اپنے بازوؤں کو کھولے ہوئے تھے۔ اور شعیرہ اسدیہ کو دیکھا جو گزرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ! کاہنوں اور بتوں کو تمہارے فرزند سے کیا کیا دیکھنا نصیب ہوگا۔ پھر میں نے ایک بلند قامت جوان کو دیکھا جو سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور بہترین لباس پہنے ہوئے تھا میں نے سمجھا کہ عبدالمطلب ہیں جو میرے پاس آئے ہیں اور میرے فرزند کو گود میں لے کر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں دیا۔ ان کے ساتھ ایک سونے کا طشت تھا جو زرد سے مرصع تھا اور سونے کی کنگھی بھی تھی۔ انہوں نے میرے بچے کا شکم چاک کیا اور اس کا دل نکالا۔ پھر اس کو چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا پھر حریر سبز کی ایک تھیلی نکالی اور اس تھیلی میں سے ایک طرح کی سفید گھاس نکالی اور اس کو دل میں بھر دیا اور دل کو اپنے مقام پر رکھ کر شکم پر ہاتھ پھیرا اور بچے سے باتیں کیں۔ بچے نے ان کے جوابات دیئے۔ میں ان کی باتیں نہ سمجھ سکی سوائے اس قدر کہ انہوں نے کہا خدا کی امان و حمایت میں رہو

(۱) ابو صالح وہ ہے جس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کا نام میزان بصری ہے اور ابن معین نے اس کی وثاقت کی تصدیق کی ہے لیکن میں نے کتاب رجال میں سعید نام کی کسی شخصیت کو نہیں پایا اور اسی طرح روایت قمار یا قصار اور سعید جیسے آپ دیکھ رہے ہیں غیر موثق، ناشناس اور مقطوع السلسلہ ہے۔ (علی اکبر غفاری)

یقیناً میں نے تمہارے دل کو ایمان و علم و یقین و شجاعت سے بھر دیا تم بہترین خلق ہو۔ خوشحال اس کا جو تمہاری متابعت کرے اور وائے ہو اس پر جو تمہاری مخالفت کرے۔ پھر دوسری تھیلی نکالی جو حریر سفید کی تھی۔ اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی۔ جس کا نقش ابھر آیا اور کہا میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ تمہارے سینہ میں روح القدس پھونک دوں غرض انہوں نے روح حضور اکرمؐ کے جسم میں پھونکی اور ایک پیراہن ان کو پہنایا اور کہا کہ یہ دنیا میں تمہارے لئے تمام آفتوں سے امان ہے۔ اے عباسؓ یہ وہ امور تھے جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے شانوں کو کھولا اور مہر کے نقش کو پڑھا اور ہمیشہ یہ باتیں پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ میں بھول گیا اور جب اسلام لایا تو حضور اکرمؐ نے خود مجھ کو یاد دلایا۔

باب (۱۳) سیف بن ذی یزن کے بارے میں

سیف بن ذی یزن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا عارف تھا۔ اور اس نے حضور اکرمؐ کی نبوت کی بشارت جناب عبدالمطلب کو دی تھی۔ جب وہ وفد کے ساتھ اس سے ملنے گئے تھے۔

۳۲۔ ہم سے محمد بن علی ماجیلویؒ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابوالقاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے علی بن حکیم سے انہوں نے عمرو بن بکار عبسی سے انہوں نے محمد بن سائب سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے ابن عباس سے۔ ایک دوسری سند کے مطابق ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن محمد بن حاتم بونگی نے ان سے ابو منصور محمد بن احمد بن ازہر بہراہ نے ان سے محمد بن اسحاق بصری نے ان سے علی بن عرب نے ان سے احمد بن عثمان بن حکیم نے ان سے عمرو بن بکر نے ان سے احمد بن قاسم نے ان سے محمد بن سائب نے ان سے ابوصالح نے ان سے ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ کی ولادت کے دو سال بعد سیف بن ذی یزن (جو یمن کا بادشاہ تھا) حبشہ پر قابض ہو گیا۔ جناب عبدالمطلبؓ بن ہاشمؓ ایک وفد کے ہمراہ جس میں امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جذعان، اسد بن خویلد بن عبدالعزیٰ اور وہب بن عبد مناف شامل تھے یمن میں اس سے ملنے گئے تاکہ اس کو فتح پر مبارک باد دیں اور اسے اہل مکہ سے لطف و مہربانی کی ترغیب دیں۔ اس سے ملاقات کے لئے اس کے محل پہنچے جس کو غمدان کہتے تھے۔ اور جو خوبصورتی میں بے مثل تھا جس کے لئے امیہ بن ابی صلت نے یہ شعر کہا۔

فی راس غمدان داراً منک محلاً

غمدان کی چھت پر تمہارا محل جگمگا رہا ہے

اشرب هنياً علیک التاج مرتفعاً

پیو، خوشگوار ہو تم پر، تمہارے سر پر خوش نصیبی

کا تاج ہو

پس اس کے پاس اجازت لینے والا آیا اور ان لوگوں کے مقام و منزلت سے باخبر کیا پس اس نے انہیں اجازت دیدی اور جب وہ اس کے پاس حاضر ہو گئے تو عبدالمطلبؐ اس کے قریب گئے اور اس سے بات کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا: اگر تم ان میں سے ہو جو بادشاہوں کے سامنے بات کرنے کے لائق ہیں تو ہم بھی تمہیں اجازت دیتے ہیں۔ راوی (ابن عباسؓ) کہتے ہیں: عبدالمطلبؐ نے اس کے جواب میں کہا: اے بادشاہ یقیناً اللہ نے تجھے اعلیٰ مگر سخت اور بلند و بالا مقام عطا کیا ہے اور تجھے ایسے باغ کا مالک بنا دیا جس کے درختوں کی جڑیں پاکیزہ ہیں۔ اور اس کے پھل شیریں ہیں جس کی بنیاد ثابت ہے اور شاخیں بلند۔ باعظمت ترین مقام اور بہترین معدن تجھے عطا ہوئے ہیں اور تو اے عرب کے بادشاہ اور اس کی بہار جس سے سرسبزی اور شادابی ہے، ان کاموں سے بری ہے جو تیرے لئے طعن و تشنیع کا باعث بنیں اور تو اے بادشاہ عرب کا رہنما ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کا سکون ہے جس پر تکیہ کیا جاتا ہے۔ اور پناہ گاہ ہے جس کی طرف بندگان خدا پناہ لیتے ہیں۔ تیری پشت بہترین پشت اور تو ان میں سے ہمارے لئے بہترین یادگار ہے۔

معزز ہیں وہ لوگ جو تیری نسل سے ہیں اور ہلاکت سے دور ہیں وہ جن کا تو خلف ہے اے بادشاہ ہم حرم خدا کے باشندے اور اس کے گھر کے نگہبان ہیں۔ ہم تیرے پاس اس مسرت کے ساتھ آئے ہیں کہ ہمارے آلام و مصائب اختتام کو پہنچ گئے۔ پس ہم مبارکباد پیش کرنے والے ہیں نہ کہ اپنی سخت مصیبتیں لیکر آنے والے۔

بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو اے بولنے والے؟ انہوں نے جواب دیا میں عبدالمطلب ابن ہاشم ہوں۔ اس نے کہا تم ہمارے بھانجے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ آپ قریب ہو گئے تب بادشاہ نے وفد کی طرف رخ کیا اور کہا: مرحبا۔ تم سب کو خوش آمدید۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سن لیا اور تمہاری رشتہ داری کو جان لیا۔ اور تم نے جس کو وسیلہ قرار دیا اس کو قبول کر لیا پس ہم دن رات تمہارے ہم نشین ہوں گے۔ اور تمہارے لئے مہمان نوازی ہے جب تک تم یہاں ہو۔ اور جب جانا چاہو تو سوغات کے مستحق قرار پاؤ گئے۔ پھر کہا: اب مہمان خانہ کی طرف چلو۔ پس وہ ایک ماہ وہاں رہے مگر بادشاہ تک نہ ان کی رسائی تھی اور نہ ہی بادشاہ انہیں جانے کی اجازت دے رہا تھا۔ کہ اچانک انہیں یاد کیا اور عبدالمطلبؐ کو بلایا اور ایسی نشست ترتیب دی کہ جس میں مکمل خلوت ہو۔ اس کے بعد عبدالمطلبؐ سے کہا کہ اے عبدالمطلبؐ میں اپنے علم کے رازوں میں سے ایک چیز تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو کبھی اس کے سامنے اس بارے میں زبان نہ کھولتا۔ لیکن میں نے تمہیں اس کا اہل پایا پس تم پر ایک انکشاف کر رہا ہوں لیکن ضروری ہے کہ یہ تمہارے پاس اس وقت تک پوشیدہ رہے جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو کہ اللہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

میں کتاب مکنوں اور علم محزون میں جس کو ہم نے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے منکرین کے مقابلے میں اس کے ذریعے استدلال کرتے ہیں، ایک عظیم بشارت اور نوید پاتا ہوں اس میں زندگی کی شرافت اور موت کی فضیلت ہے،

تمام انسانوں کے لئے اور آپ کے پورے گھرانے کے لئے۔ اور خصوصاً آپ کے لئے۔ عبدالمطلب نے فرمایا: میں بھی اے بادشاہ آپ کی طرح ہوں کہ جو راز کو مخفی رکھے اور نیکی کرے تو وہ (بشارت) کیا ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں ہم نسل ہانسئل سے باویہ نشین ہیں۔ پس اس نے کہا اگر تہامہ (مکہ) میں ایک نوجوان پیدا ہو جس کے دونوں شانوں کے بیچ میں خال ہو تو اسے امامت اور قیادت ملے گی اور تمہیں قیامت تک کے لئے سرداری۔ پس عبدالمطلب نے اس سے کہا: سلامت رہیں آپ اے بادشاہ آپ نے ایسی خوشخبری مجھے دی ہے کہ کسی بھی وفد کو نہیں ملی ہوگی اور بزرگواری اور تعظیم رکاوٹ نہ ہوتی تو میں یہ سوال کرتا کہ اس کے اور میرے درمیان کتنا فاصلہ ہے تاکہ میری تراوٹ میں اضافہ ہو۔ پس ابن یزین نے کہا: یہ وہی زمانہ ہے جس میں وہ درخشاں چہرہ بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمد ہوگا اس کا والد اور اس کی والدہ دنیا سے چل بسیں گے اور اس کی سرپرستی اس کے دادا اور چچا کریں گے۔ وہ گننام پیدا ہوگا اور اللہ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا اور اس کے لئے ہم میں سے حامی و مددگار قرار دے گا تاکہ اپنے محبوبوں کو طاقت و رہائش اور دشمنوں کو کمزور کر دے۔ اپنے حامیوں کے ذریعے وہ اپنے منکرین کو ہلاک کر دے گا اور انہی کے ذریعے بڑی بڑی سلطنتوں کو فتح کرے گا۔ بتوں کو توڑ دے گا اور آتشکدے بجھ جائیں گے۔ اللہ کی عبادت کی جائے گی اور شیطان کی چالیں کمزور پڑ جائیں گی۔ اس کا کلام حق پر اور اس کے فیصلے عدل و انصاف پر مبنی ہوں گے۔ نیکی کا حکم دیگا اور خود بھی اس کا پابند ہوگا۔ اور منکر سے منع کرے گا اور اس کا خاتمہ کر دیگا۔

عبدالمطلب نے کہا: اے بادشاہ خدا آپ کی شان و شوکت میں انصاف کرے اور عظمت و بلندی عطا کرے۔ آپ کی سلطنت قائم رکھے اور آپ کی عمر دراز فرمائے۔ اے بادشاہ کیا آپ مزید وضاحت کریں گے۔ تو ابن ذی یزین نے کہا: قسم ہے اس گھر کی جو پردے سے ڈھکا ہے اور ان نشانیوں کی قسم جو حرم کے ستونوں پر ہیں، بے شک یقیناً اے عبدالمطلب تم ہی اس کے دادا ہو اور یہ بات جھوٹی نہیں ہے۔

عبدالمطلب یہ سن کر سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر بجالائے بادشاہ نے کہا سر اٹھالیے۔ خدا آپ کی منزلت بلند کرے۔ فرمائیے جو میں نے بتایا ہے کیا آپ ویسا ہی پاتے ہیں حضرت عبدالمطلب نے کہا ہاں میرا ایک بیٹا تھا اور میں اس پر بہت فخر کرتا تھا اور نہایت شفقت سے پیش آتا تھا میں نے اس کی شادی ایک کریم خاتون سے کی جس کا نام آمنہ بنت وہب تھا اس سے ایک بچہ ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔ اس کے ماں باپ دونوں کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں اور اس کے چچا اس کی کفایت کر رہے ہیں۔ ابن ذی یزین نے کہا۔ آپ نے وہی باتیں کہیں جو میں نے عرض کیں۔ پس آپ اس کی حفاظت کیجئے گا کیونکہ اس کے دشمن بہت ہیں، خاص کر یہودی جن کی عداوت سب سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ اس کے دشمنوں کو اس پر فوقیت نہیں دیگا۔ اور جو کچھ میں نے نہیں بتایا ہے اس کو صیغہ راز میں رکھنا اور جو لوگ تمہارے ساتھ آئے ہیں ان تک کو نہیں بتانا۔ اور اپنی قوم سے بھی خبردار رہنا کیونکہ وہ اس سے حسد کریں گے اور

بہت آزار و تکلیف پہنچائیں گے یہ کام وہ خود کریں گے یا ان کے بیٹے کریں گے۔ اے کاش میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اس کی نصرت میں اپنی جان فدا کرتا۔ لیکن میں نے یہ پڑھا ہے کہ وہ مکہ سے یثرب ہجرت کرے گا اور وہاں اس کے امور مستحکم ہونگے اور وہیں انتقال ہوگا اور وہیں قبر بنے گی۔ اور اگر میں نہ ڈرتا اس کے بارے میں مصیبتوں کے پڑنے سے اور آفتوں کے آنے سے تو کسی وقت اس کے بارے میں اعلان کر دیتا کہ وہ نوجوان کون ہے اور عرب کے سرداروں کو اس کے سامنے جھکا دیتا لیکن میں تمہارے ساتھیوں کو انعام و اکرام دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرتے ہوئے تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔

پھر ہر ایک کے لئے دس دس غلام۔ دس دس کنیزیں۔ دو دو برود یعنی۔ سو سو اونٹ اور پانچ پانچ رطل سونا۔ دس دس رطل چاندی مشک و عنبر سے بھری ہوئی عطا کیں اور عبدالمطلب کو ان سب سے دس گنا عطا کیا۔ (حضور کے ظہور سے پہلے) ابن ذی یزن کا انتقال ہو گیا تھا۔ عبدالمطلب اکثر اس واقعہ کو یاد کر کے کہتے تھے۔ اے گروہ قریش میں اس کے دیئے ہوئے ہدیوں اور سامان سے اتنا خوش نہیں ہوا کیونکہ یہ سب فانی ہیں لیکن اس امر سے بہت خوش ہوں جس کا شرف میرے اور میرے فرزند کے لئے باقی اور دائم ہے۔ اور بہت جلد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اور اس بارے میں امیہ ابن اشمس، ابن ابی ذی یزن کی طرف ان کی روانگی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

علی اکوار اجمال ونوق

اونٹوں اور اونٹوں کے کجاوے پر

الی صنعاء من فج عمیق

صنعاء کی طرف روانہ ہوئے دو پہاڑوں کے درمیان

موجود گہرے کشادہ راستہ سے

ذوات بطونھا ام الطريق

اور تیز رفتار سواریوں کو شاہراہوں سے گزار رہا تھا

مواصلۃ الومیض الی بروق

اور ساتھ ہی بجلی چمک رہی تھی۔

بدار الملک والحسب العریق

ہم صاحب بخشش و کرم بادشاہ کے گھر میں داخل ہوئے

جلبنا الضح تحملہ المطایا

ہم نے پورے لشکر کو ساتھ لیا

مغلغلة مغالقا تغالی

پوری سرعت کے ساتھ چلتے ہوئے

یوم بنا ابن ذی یزن ویهدی

ہماری قیادت ابن ابی ذی یزن کر رہا تھا

وتزجی من مخائلہ بروقا

اور بارش اور بجلی کی وجہ سے ہمیں ان کو چلانا دشوار

ہو رہا تھا

فلما وافقت صنعاء صارت

جب صنعاء پہنچے تو

الی ملک یدر لنا العطايا

بحسن بشاشة الوجه الطليق

ایسے بادشاہ کے پاس جو ہم پر اپنی بخشش پھرا کر رہا تھا جبکہ اس کے چہرے پر لبشاشت اور کشادگی عیاں تھی۔

باب (۱۴) بحیرئ راہب کے بارے میں

بحیرئ راہب بھی ان لوگوں میں سے تھا جو حضور کو آپ کے ظہور سے قبل آپ کی صفات و خصوصیات، آپ کے نام اور حسب و نسب کے ساتھ جانتے تھے اور حضور اکرم کے مبعوث ہونے کے منظر تھے۔

۳۳۔ بیان کیا ہم سے احمد بن حسن قطان، علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی نے بیان کیا ان سے ابو العباس احمد بن محمد بن یحییٰ زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے عبد اللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہیشم نے ان سے محمد بن سائب نے ان سے ابو صالح بنے ان سے ابن عباس نے ان سے ان کے والد عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطالب فرماتے تھے کہ حضرت محمد آٹھ سال کے تھے اور میں نے شام کی جانب تجارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا اس وقت ہوا بہت گرم تھی جب میں نے سفر کا ارادہ کیا میرے رشتہ داروں نے کہا کہ محمد کو کس کے پاس چھوڑو گے۔ میں نے کہا اپنے ساتھ لے جاؤں گا کیونکہ مجھے کسی کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ لوگ بولے: کہ اس گرم موسم میں اس بچہ کو سفر میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا واللہ میں اس کو جدا نہیں کر سکتا۔ میں اس کے لئے ایک ٹھیل تیار کروں گا۔ غرض میں نے حضرت کو ایک اونٹ پر بٹھایا اور ان کے اونٹ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتا تھا تاکہ وہ میری نگاہوں سے اونٹ سے اونٹ نہ ہوں۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو ایک سفید بادل برف کے مانند آتا اور حضرت کے سر پر سایہ نکلن ہو جاتا۔ وہ جہاں جہاں جاتے بادل آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور اکثر اس سے عمدہ قسم کے پھل گرتے۔ ایک روز اثنائے راہ میں پانی کی قلت ہو گئی ہمارے قافلہ والے ایک مشک پانی دو دینار کے عوض خریدتے۔ لیکن ہمارے پاس حضور کی برکت سے پانی کافی تھا۔ اور کسی وقت بھی کم نہ ہوا۔ ہم جس منزل پر ٹھہرتے تھے آپ کی برکت سے حوض بھر جاتے تھے اور وہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی تھی اور ہر وقت ہم پر فراوانی اور فراخی حاصل رہتی تھی۔ راستہ میں جو اونٹ تھک کر بیٹھ جاتا حضور اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیتے تھے تو وہ پھر اٹھ کر چلنے لگ جاتا۔ جب ہم بصرہ کے نزدیک پہنچے ایک راہب کا صومعہ نظر آیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ صومعہ آنحضرت کے استقبال کے لئے گھوڑے کی طرح تیز چلتا ہوا آیا اور ہمارے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس میں ایک نصرانی راہب تھا۔ اور بادل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ٹائپے (لمحہ) کے لئے بھی ہٹتا نہیں تھا۔ اور وہ راہب کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا نہ اس کی طرف سے گزرنے والے تجارتی قافلوں میں سے کسی کا حال دریافت کرتا تھا صومعہ کو حرکت میں دیکھا اور قافلہ پر نگاہ پڑی تو حضرت کو پہچانا اور کہا جو کچھ میں نے پڑھا اور سنا ہے۔ اگر سچ ہے تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ کے

علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم لوگ ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرے جو اس کی صومعہ کے نزدیک تھا۔ اس درخت کی شاخیں خشک ہو چکی تھیں۔ اس میں پھل نہیں لگتے تھے۔ قافلے ہمیشہ اس درخت کے نیچے ٹھہرا کرتے تھے جب حضور اکرمؐ اس درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے تو وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور اس میں بہت سی شاخیں پیدا ہو کر حضورؐ کے سر پر سایہ نکلن ہو گئیں اور تین قسم کے پھل اس میں لگ گئے۔ دو گرمیوں کے موسم کے اور ایک جاڑے کے موسم کا۔ قافلہ والے یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ بحیرا کو بھی بہت حیرت ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھ اتنا کھانا لیا جو صرف حضور اکرمؐ کے لئے کافی تھا۔ اور اپنے صومعہ سے باہر آیا اور حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا: یہ بچہ کس کے ساتھ ہے۔ میں نے کہا: میں ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ پوچھا: آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے۔ جواب دیا: میں اس کا چچا ہوں۔ اس نے کہا: اس کے تو بہت سے چچا ہیں۔ تم اس کے کون سے چچا ہو۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس کے باپ کا بھائی ہوں ایک ماں سے۔ یہ سنتے ہی وہ بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کو میں جانتا ہوں۔ اگر یہ وہی نہ ہو تو میں بحیرا نہیں۔ پھر بولا: کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ کھانا ان کے لئے لے جاؤں؟ میں نے کہا ہاں لے چلو۔ پھر میں نے حضور اکرمؐ سے جا کر کہا کہ ایک شخص آیا ہے۔ اور آپ کی ضیافت کے لئے کھانا لایا ہے۔ (حضور اکرمؐ نے) فرمایا کیا تمہارا میرے لئے کھانا لایا ہے۔ میرے ہمراہی نہ کھائیں گے؟ اور میں نے دیکھا کہ آپ اس بات کو ناپسند فرما رہے ہیں۔ میں پھر متوجہ ہوا اور عرض کیا: اے میرے فرزند۔ اس آدمی نے آپ کی خاطر تواضع کرنے کو پسند کیا ہے۔ پس آپ اس میں سے تناول فرمائیں۔ بحیرا نے کہا جی ہاں اس سے زیادہ میرے پاس نہیں تھا یہ صرف آپ کے لئے ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں تو ان کے بغیر نہیں کھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں ان سب کو اس میں شریک کر لوں۔ اس نے کہا ضرور ضرور۔ اس وقت حضور اکرمؐ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ ہم ایک سو ستر آدمی تھے اور سب نے مل کر وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر بھی وہ اتنا ہی باقی رہا۔ بحیرا حضور اکرمؐ کی خدمت میں کھڑا پنکھا تھل رہا تھا اور افراد کی کثرت اور طعام کی قلت پر حیرت زدہ تھا۔ رہ رہ کر جھکتا اور حضور کا سراقدس چومتا اور کہتا تھا کہ مسیح کے خدا کی قسم یہ وہی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ آخر قافلے میں سے ایک شخص نے کہا: اے راہب تیری باتیں عجیب ہیں ہم اکثر تیرے صومعہ کی طرف سے گزرے ہیں تو نے کبھی ہماری طرف توجہ نہ دی۔ بحیرا نے کہا ہاں۔ لیکن اس مرتبہ میرا حال عجیب ہے۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو۔ اور وہ چند امور جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔ یہ لڑکا جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے اگر تم اس کو پہچان لیتے جس طرح میں پہچانتا ہوں تو یقیناً اپنی گردنوں پر سوار کر کے اس کے وطن تک لے جاتے خدا کی قسم اس مرتبہ جو کچھ تمہاری عزت کر رہا ہوں تو صرف اس لڑکے کی وجہ سے۔ جب وہ میرے صومعہ کے قریب آیا تو میں نے اس کے آگے ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان تک پھیل رہا تھا۔ اور کچھ

مردوں کو دیکھا جو یاقوت و زبرجد کے پنکھے ہاتھوں میں لئے ہوئے حضرت کو جھل رہے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت طرح طرح کے میوے لئے ہوئے ان پر نثار کر رہی تھی۔ اور یہ ابر ان کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے اور جدا نہیں ہوتا۔ میرا عبادت خانہ ان کے استقبال کے لئے تیز رفتار گھوڑے کی طرح دوڑا۔ یہ درخت مدتوں سے خشک تھا۔ اس میں شاخیں بہت کم تھیں۔ اس بچے کے اعجاز سے سرسبز و شاداب ہو گیا اور حرکت میں آیا۔ اس میں نئی شاخیں نکل آئیں اور تین طرح کے پھل پیدا ہوئے دو گرمیوں کے موسم کے اور ایک سردی کے موسم کا اور یہ تمام حوض اس زمانے سے خشک ہو گئے تھے جب سے نبی اسرائیل کے حواریوں کے بعد ان میں اختلاف و فساد پیدا ہوا۔ ہم نے کتاب شمعون میں پڑھا ہے کہ شمعون نے ان پر لعنت کی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ ان حوضوں سے پانی نکل آیا ہے تو سمجھ لو کہ اس پیغمبر کی برکت کے سبب سے ہے جو شہر تہامہ (مکہ) میں ظاہر ہوگا۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی قوم میں اس کا نام "امین" اور آسمان میں "احمد" ہوگا۔ وہ نسل اسمعیل بن ابراہیم سے ہوگا۔ خدا کی قسم یہ وہی ہے۔

پھر بحیرا حضور کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں آپ سے تین خصلتوں کے بارے میں دریافت کرتا ہوں اور لات و عربی کی قسم دیتا ہوں کہ جو اب عنایت فرمائیں حضور نے لات و عربی کا نام سنا تو غضبناک ہوئے اور فرمایا ان کے واسطے سے کچھ نہ پوچھنا۔ خدا کی قسم کسی چیز کو ان دونوں سے زیادہ دشمن نہیں رکھتا یہ دونوں میری قوم کے پتھر کے بت ہیں یہ سن کر بحیرا نے کہا یہ پہلی علامت ہے۔ پھر کہا اچھا آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں اب جو چاہو پوچھو اس لئے کہ تم نے مجھے اس خدا کی قسم دی ہے۔ جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ جس کا کوئی مثل نہیں ہے۔ بحیرا نے کہا آپ کی خواب اور بیداری کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں پھر آپ کے اکثر حالات دریافت کئے۔ آپ نے سب کے جوابات دیئے اس نے تمام جوابات و امور کتابوں میں لکھے ہوئے مضمون کے مطابق پائے جو وہ پڑھ چکا تھا۔ پھر بحیرا آنحضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ پیروں کو چومتا اور کہتا کہ کس قدر خوشگوار ہے آپ کی خوشبو۔ اے وہ کہ تمام پیغمبروں کی پیروی سے بہتر ہے آپ کی پیروی۔ اور دنیا میں جو کچھ روشنی ہے آپ کے سبب سے ہے۔ مسجدیں آپ کے نام سے آباد ہونگی۔ گویا میں دیکھا رہا ہوں کہ آپ لشکر کشی کر رہے ہیں۔ عربی گھوڑوں پر سوار ہیں۔ عرب و عجم جبراً و قہراً آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ لات و عربی کو آپ نے توڑ ڈالا ہے۔ اور خانہ کعبہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اس کی کنجی جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کتنے عرب و عجم کے بہادروں اور سوراؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے پاس ہیں۔ اور فائدہ عظیم آپ کے ساتھ ہے آپ ہی ہیں جو بتوں کو توڑیں گے۔ آپ ہی وہ ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمام بادشاہ ذلت و خواری کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہوں گے۔ پھر دوبارہ آپ کے دست و پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا اگر میں آپ کے زمانہ نبوت تک زندہ رہا تو آپ کے سامنے آپ کے دشمنوں سے مقابلہ اور شمشیر زنی کرونگا اور جہاد کروں گا۔ آپ ہی بہترین انسان

نبی آدم، پر سیزگاروں کے پیشوا اور خاتم المرسلین ہیں۔ خدا کی قسم آپ کی ولادت کے روز زمین خنداں ہوئی اور تاقیامت خنداں رہے گی۔ خدا کی قسم گر بے، بت خانہ اور شیاطین آپ کے ظہور سے گریاں ہیں۔ اور تاقیامت گریاں رہیں گے آپ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بشارت ہیں۔ آپ اہل جہالت کی نجاستوں سے ہمیشہ پاک اور طاہر رہے ہیں۔ پھر ابو طالب کی طرف رخ کیا اور پوچھا۔ آپ ان سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ ابو طالب نے جواب دیا۔ یہ میرا فرزند ہے۔ بحیرا نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ان کے ماں باپ اس وقت تک زندہ نہیں ہو سکتے۔ ابو طالب نے کہا تم نے سچ کہا۔ میں اس کا بچا ہوں۔ ان کے باپ کا انتقال اس وقت ہو چکا جبکہ یہ رحم مادر میں تھے اور جب چھ سال کے ہوئے تو ان کی ماں کا انتقال ہوا۔ بحیرا نے کہا آپ نے اب سچ کہا۔ میں یہ مصیبت سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے شہر واپس لے جائیں کیونکہ روئے زمین پر کوئی ایسا یہودی، عیسائی اور صاحب کتاب نہیں ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں۔ اور ہر ایک ان کو ان علامتوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور پہچانتا ہے۔ جس طرح میں پہچانتا ہوں۔ وہ ان کے ساتھ ان کو دفع کرنے کے لئے مکرو حیلہ کریں گے۔ اور یہودی تو اس میں پیش پیش رہیں گے۔ ابو طالب نے پوچھا ان کی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بحیرا نے جواب دیا کیونکہ تمہارے بھائی کا بیٹا پیغمبر ہوگا اور جبرئیل علیہ السلام اس پر نازل ہونگے جس طرح موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل ہوئے تھے۔ ابو طالب نے کہا ان شاء اللہ خدا اس کو تنہا نہیں چھوڑے گا کہ کوئی اس کو ضرر پہنچا سکے۔ پھر ہم شام کے لئے نکلے جب ہم شام کے نزدیک پہنچے تو والد وہاں کے قصر حرکت میں آگئے اور ان سے ایک نور آفتاب کے نور سے زیادہ روشن بلند ہوا۔ جب ہم لوگ شام میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت سے بازار میں داخل ہونا ممکن نہ ہو سکا۔ ہر طرف سے لوگ حضرت کی زیارت کے لئے دوڑ پڑے اور حضور کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا شہرہ تمام اطراف شام میں پہنچا۔ جس جس جگہ راہب اور عالم تھے حضور کے گرد آ کر جمع ہوئے علمائے اہل کتاب کا ایک سب سے بڑا عالم نسطورا تین روز تک آیا اور حضور کے برابر بیٹھا لیکن کوئی گفتگو نہیں کی۔ تیسری شب وہ بے تابانہ حضور کی خدمت میں آیا اور آپ کے پیچھے گھومنے لگا جیسے آپ سے کوئی التماس کرنا چاہتا ہو۔ میں نے پوچھا اے راہب تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ان کا کیا نام ہے۔ میں نے کہا محمد بن عبد اللہ نام ہے۔ خدا کی قسم (یہ سنتے ہی) اس کا رنگ متغیر ہو گیا اس نے کہا آپ ان سے گزارش کریں کہ اپنے شانے کھولیں۔ حضور نے اپنے شانے پر سے کپڑا ہٹایا تو راہب کی نگاہ مہر نبوت پر پڑی وہ بے تاب ہو کر مہر نبوت کو چومنے لگا اور مجھ سے کہا کہ بہت جلد اس بچہ کو واپس اس کی جائے پیدائش پر لے جائیے اگر آپ جانتے کہ اس سرزمین پر اس کے کتنے دشمن ہیں تو ہرگز اسے اپنے ہمراہ نہ لاتے۔ پھر وہ روز آتا حضرت کی زیارت کو اور مراسم خدمت بجا لاتا۔ لذیذ کھانے حضور کے لئے ساتھ لاتا جب ہم لوگ وہاں سے واپس چلے تو حضرت کے لئے وہ ایک پیراہن لایا اور عرض کیا: حضور اس کو پہن لیں۔ شاید اس کے سبب سے کبھی کبھی مجھے یاد فرمایا کریں۔ جب میں نے دیکھا کہ حضور کے چہرہ سے آثار کراہت ظاہر ہو رہے ہیں تو میں

نے پیراہن لے کر رکھ لیا۔ اور کہا میں ان کو پہنا دوں گا۔ اور نہایت عجلت کے ساتھ حضرت کو لے کر مکہ واپس آگیا۔ تو خدا کی قسم اس روز جو کوئی بھی مکہ میں تھا۔ عورتیں ہوں یا بوڑھے یا جوان یا چھوٹے یا بڑے سب نے (حضور کا) استقبال کیا سوائے ابو جہل لعنت اللہ علیہ کے۔ کیونکہ وہ نہایت لاابالی اور نفس کا غلام اور مدہوش تھا۔

۳۴۔ اسی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن محمد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اور عبدالرحمن بن محمد نے بیان کیا ان سے (محمد بن) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حرم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطالب فرماتے ہیں کہ جب بحیرا نے حضور اکرم کو رخصت کیا تو بہت رویا اور کہا: اے فرزند آمنہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام عرب آپ کے ساتھ دشمنی اور جدال کرے گا۔ اور آپ کے عزیز واقارب آپ سے قطع تعلق کر لیں گے۔ اگر وہ آپ کی قدر جانتے تو اپنے لڑکوں سے زیادہ عزیز رکھتے پھر مجھ سے کہا: اے عم محترم اس کی قربت کی رعایت کیجئے اور اپنے والد کی وصیت کا خیال رکھیے۔ بہت جلد تمام قریش آپ سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ آپ پر وہ نہ کیجئے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے ایمان کا اظہار نہیں کریں گے۔ مگر باطن میں اس کی نبوت پر ایمان رکھیں گے۔ آپ سے ایک لڑکا ہوگا۔ جو ایمان کا اظہار بھی کرے گا اور اس کا مددگار بھی ہوگا۔ آسمانوں میں اس کا نام شیر شجاع اور (زمین میں) شجاع الانزاع ہوگا۔ اس کے دو فرزند دلہند ہوں گے۔ وہ سید عرب اور امت کا ذوالقرنین ہوگا۔ اور خدا کی کتابوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سے زیادہ مشہور ہوگا۔ ابوطالب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بحیرا کی بیان کردہ تمام صفات میں سے اکثر میں نے ملاحظہ کر لیں۔

۳۵۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابو عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے وہ اس حدیث کو اوپر لے گئے اور بیان کیا کہ جب حضرت ابوطالب نے شام کا ارادہ کیا تو حضور اکرم آپ کے ناقہ کی مہار سے لپٹ گئے اور کہا: اے چچا مجھ کو کس پر چھوڑے جا رہے ہو۔ نہ میرا باپ ہے نہ ماں۔ اور ان کی مادر گرامی فوت ہو چکی تھیں۔ پس یہ سن کر ابوطالب رونے لگے اور حضرت کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جب کبھی راستے میں ہوا گرم ہوتی تو ایک ابر ظاہر ہوتا جو حضور کے سر پر سورج سے بچانے کے لئے سایہ کرتا۔ یہاں تک کہ اشنائے راہ میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس ہم پہنچے جس کا نام بحیرا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ابر ہمارے ساتھ حرکت میں ہے۔ وہ اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور ہمارے لئے چند خادم حاضر کئے اور ہماری دعوت کی۔ ہم قافلہ کے تمام لوگ صومعہ پہنچے اور حضور کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ ابر ہمارے قیام گاہ پر ہی ٹھہرا ہوا ہے تو اس نے پوچھا کیا اہل قافلہ میں سے کوئی فرد نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا سب آئے ہیں۔ سوائے ایک لڑکے کے جس کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ بحیرا نے کہا: مناسب نہیں ہے کہ ہماری دعوت میں شرکت سے کوئی بچ جائے۔ اس لڑکے کو بھی بلاؤ پس حضور کو بلوایا گیا جب آنحضرت روانہ ہوئے تو ابر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ بحیرا نے یہ دیکھا تو کہا یہ

کس کا لڑکا ہے۔ کہا گیا۔ ان کا لڑکا ہے اور ابو طالب کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بحیرا نے ابو طالب سے پوچھا کیا یہ آپ کا لڑکا ہے۔ ابو طالب نے جواب دیا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ پوچھا بھائی کہاں ہے۔ جواب میں فرمایا۔ ان کا اس بچے کی ولادت سے قبل انتقال ہو گیا ہے۔ بحیرا نے ابو طالب سے کہا ان کو واپس اپنے شہر لے جائیے کیونکہ اگر یہودیوں نے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچان لیا ہے۔ تو یقیناً ان کو قتل کر ڈالیں گے۔ سمجھ لیں کہ ان کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔ وہ اس امت کے نبی ہیں۔ اور تلوار اور جہاد کے ساتھ خروج کریں گے۔

باب (۱۵) بزرگ راہب سے شام کے راستے میں نبی کے بارے میں

خالد بن اسید بن العیص اور طلیق بن سفیان بن امیہ کا بیان

ہم سے احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔ ان سے ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبد اللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہیشم بن عمرو المزنی نے ان سے ان کے چچا نے ان سے لیلیٰ انساب نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ جس سال تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے۔ خالد بن اسید بن ابی العیص اور طلیق بن ابی سفیان بن امیہ حضورؐ کے ساتھ قافلے میں تھے۔ واپس آکر حضور اکرمؐ کے تعجب انگیز حالات مثلاً حضور اکرمؐ کی رفتار، سواری اور جانوروں اور پرندوں کی اطاعت وغیرہ سے متعلق بیان کئے۔ اور کہا کہ جب ہم بصرہ کے بازار میں پہنچے تو راہبوں کے ایک گروہ کو دیکھا جن کے چہرے زرد تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے رخساروں پر زعفران مل دیا گیا ہے۔ ان کے اعضاء کانپ رہے تھے وہ ہمارے پاس آئے اور بولے کہ ہمارے بزرگ کے پاس چلیے جو کلیسائے اعظم میں رہتے ہیں جو یہاں سے قریب ہے ہم نے کہا کہ ہمیں تم سے کیا واسطہ؟ وہ بولے کہ اگر آپ ہمارے عبادت خانہ تک چلیں تو کیا حرج ہے۔ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی ایک محمدؐ ہے۔ غرض ہم لوگ ان کے ساتھ ایک بہت بڑے عبادت خانہ میں داخل ہوئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک مرد بزرگ درمیان میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کے شاگرد اس کے گرد جمع ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے وہ کبھی اس کتاب پر نظر کرتا ہے، کبھی ہم لوگوں کو دیکھتا ہے۔ آخر اپنے ساتھیوں سے بولا میں جس کو چاہتا تھا تم اس کو نہیں لائے ہو۔ پھر اس نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا ہم قریش میں سے ایک گروہ ہیں۔ پوچھا کس قبیلہ سے ہو؟ ہم نے کہا ہم فرزندان عبد شمس میں سے ہیں اس نے پوچھا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے؟ ہم نے جواب دیا ہاں ایک جوان بنی ہاشم میں سے ہے جس کو ہم یتیم فرزند عبد المطلب کہتے ہیں یہ سنتے اس نے ہی ایک نعرہ لگایا اور اپنی جگہ سے اچھل پڑا قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے پس بولا آہ دین نصرانیت برباد ہو گیا پھر اپنی سلیب پر ٹکیہ کر کے تھوڑی دیر غور و خوض کرتا رہا۔ اس کے اتنی شاگرد اس

کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ہم سے کہا: کیا ممکن ہے کہ اس جوان کو بھی دیکھ سکوں؟ ہم نے کہا: ہاں ہاں چلو وہ ہمارے ساتھ آیا ہے۔ حضور اکرمؐ بصرہ کے بازار میں خورشید تاباں کے مانند کھڑے تھے اور رخ انور سے نور ساطع تھا۔ اور دیکھنے والے چاروں طرف سے آپ کے جمال مبارک کے نظارہ میں محو تھے اور بیوپاری آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے شوق میں آپ سے سودا کر رہے تھے اور آپ کا مال تجارت زیادہ قیمت دے کر خرید رہے تھے۔ اور اپنے اموال بہت کم دام پر حضور کے ہاتھ فروخت کر رہے تھے۔ ہم نے چاہا کہ راہب کو کسی دوسرے شخص کو دکھادیں تاکہ اس کا امتحان ہو جائے۔ اس نے کہا: بس بس میں نے پہچان لیا۔ اور بے قرار ہو کر آپ کے قریب دوڑا ہوا گیا اور سر مبارک کو چومنے لگا اور کہا آپ ہی وہ مقدس ذات ہیں۔ پھر حضور اکرمؐ کی نشانیوں سے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ حضور نے سب کے جوابات دیئے پھر اس نے کہا: اگر میں آپ کے زمانے تک موجود رہا تو آپ کی خدمت میں آکر ایسا جہاد کروں گا جو حق جہاد ہے۔ پھر ہم لوگوں سے کہا کہ بہتر زندگی اور موت اسی کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کی پیروی کرے گا وہ زندہ جاوید ہوگا۔ جو شخص اس کے طریقہ سے منحرف ہوگا اس طرح مرے گا کہ کبھی زندہ نہ ہوگا۔ تمام نفع اور فائدہ عظیم اسی کے ساتھ ہے پھر آپ کے سر کو چوما اور اپنے عبادت خانہ میں واپس چلا گیا۔

باب (۱۶) ابوالمویہب راہب کی خبر

ابوالمویہب راہب بھی حضور کو ان کی صفات کے ساتھ اور ان کی نبوت کے بارے میں جانتا تھا۔ نیز یہ بھی جانتا تھا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ کے وصی ہیں۔

۳۷۔ احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہم نے ہم سے بیان کیا ہے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے قیس بن سعد دیلمی نے ان سے عبداللہ بن بحر فقہی نے ان سے بکر بن عبداللہ اشجعی نے ان سے ان کے آباء نے بیان کیا ہے کہ جس سال حضور اکرمؐ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر بغرض تجارت شام کی جانب تشریف لے گئے تھے آپ کے ہمراہ عبدمنانہ بن کنانہ اور نوفل بن معاویہ بن عروہ بن صخر بن یعر بن نعمانہ بن عدی بھی قافلہ میں تھے۔ جب شام پہنچے تو ابوالمویہب راہب نے ان کو دیکھا اور پوچھا: آپ لوگ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کعبہ کے رہنے والے ہیں۔ اور اہل قریش میں سے چند تاجر ہیں۔ اس نے پوچھا کہ قریش میں سے کوئی اور بھی آپ کے ساتھ ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں فرزند ان ہاشم میں سے ایک جوان ہے جس کا نام محمد ہے۔ ابوالمویہب نے کہا: میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا قریش میں اس سے کم شہرت کا کوئی نہیں ہے۔ اس کو یتیم قریش کہتے ہیں۔ وہ قریش کی ایک خاتون خدیجہ کا مال اجرت پر فروخت کرنے لایا ہے۔ تم کو اس سے کیا کام ہے؟ ابوالمویہب نے کہا: مجھے اس کو دکھاؤ۔

لوگوں نے کہا ہم نے اس کو بصرہ کے بازار میں چھوڑا تھا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ حضور آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب اس کی نظر حضور پر پڑی قبل اس کے کہ لوگ آنحضرت کو بتائیں۔ اس نے کہا: یہی ہیں اور آنحضرت کو تنہائی میں لے گیا اور بہت دیر تک حضرت سے راز کی باتیں کیں پھر حضور کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کوئی چیز اپنی آستین سے نکالی اور چاہا کہ حضرت کو دے۔ آپ نے قبول نہ کی۔ غرض وہ حضور سے الگ ہو کر ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا: مجھ سے یہ نصیحت سن لو۔ اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری کرو کیونکہ یہ جوان واللہ آخری نبی ہے۔ اور بہت جلد مبعوث ہوگا اور لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دے گا۔ جب وہ نبوت کا اعلان کرے گا تو بلا تامل اس کی پیروی کرو۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے چچا ابو طالب کے کوئی فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام علی ہے۔ ان لوگوں نے کہا نہیں اس نے کہا یا تو پیدا ہو چکا ہے یا عنقریب پیدا ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے وہی اس نبی پر ایمان لائے گا۔ اس کے وصی ہونے سے متعلق میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ وہ سید عرب اور اس امت کا عالم ربانی اور نبی آخر کا ذوالقرنین ہوگا۔ اور شمشیر زنی کا حق جنگوں میں ادا کرے گا۔ ملاء اعلیٰ میں اس کا نام علی ہے۔ قیامت کے روز حضور کے بعد اس کا رتبہ سب سے بلند ہوگا۔ فرشتے اس کو فلاح یافتہ، روشن، شجاع کہتے ہیں۔ جس طرف رخ کرے گا یقیناً فتح پائے گا وہ تمہارے پیغمبر کے اصحاب میں آسمان کے آفتاب سے زیادہ مشہور ہوگا۔

سطح کاہن کی خبر

باب (۱۷)

۳۸۔ ہم سے احمد بن محمد رزمہ قزوینی نے بیان کیا ان سے حسن بن علی بن نصر بن منصور طوسی نے ان سے علی بن حرب موصلی طائی نے ان سے ابو ایوب یعلیٰ بن عمران نے جو جریر بن عبداللہ کے فرزند تھے ان سے مخزوم بن ہانی مخزومی نے ان سے ان کے والد نے جو ایک سو پچاس سال زندہ رہے بیان کرتے تھے کہ حضور کی ولادت کی رات ایوان کسریٰ کو لرزہ ہوا اور اس کے چودہ کنگورے گر پڑے، دریائے ساہہ خشک ہو گیا اور آتش کدہ فارس جس کی وہ لوگ پرستش کرتے تھے بجھ گیا۔ اور فارس کے سب سے بڑے عالم نے خواب دیکھا کہ چند فریبہ اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے دریائے دجلہ کو عبور کر کے بلاد عجم میں منتشر ہو گئے۔ کسریٰ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنے سر پر تاج رکھ کر تخت پر بیٹھا اور اپنے امراء اور ارکان دولت کو جمع کر لیا اور جو کچھ وقوع پذیر ہوا ان سے بیان کیا۔ اسی اثناء میں آتشکدہ فارس کے خاموش ہونے کی اطلاع آئی جس سے اس کا غم و اندوہ اور بڑھ گیا پھر اس عالم نے بھی کہا: اے بادشاہ میں نے بھی ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ خواب بیان کیا۔ بادشاہ نے پوچھا: اس کی تعبیر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی واقعہ مغرب میں ضرور ہوا ہے کسریٰ نے نعمان بن منذر کو جو عرب کا بادشاہ تھا خط لکھا کہ عرب کے ایک عالم کو میرے پاس بھیجو کہ میں اس سے ایک اہم مسئلہ دریافت کروں۔ یہ خط دیکھ کر اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن نسیف غسانی

کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے تمام واقعات بیان کئے۔ عبدالمسیح نے کہا: مجھے اس خواب اور اس کے رموز کا علم نہیں۔ مگر میرا خالو سطح شام میں رہتا ہے۔ وہ اس کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ کسریٰ نے کہا اس سے جا کر دریافت کر دو اور مجھے اطلاع دو۔ عبدالمسیح جب اس کے پاس پہنچا تو وہ مرچکا تھا۔ اس نے سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تو چند اشعار پڑھے۔ جن میں ظاہر کیا کہ میں دور سے بہت تکلیف اٹھا کر ایک بزرگ کے پاس کچھ معلوم کرنے آیا ہوں۔

اصم ام یسمع غطریف الیمن

ام فاز فازم بہ شاول العنن

یا مریگیا ہے اور موت جلد اس پر حاوی ہو گئی ہے۔

یا فاصل الخطة اعیت من ومن

اور اے ہم اور غم سے پرچہروں سے کرب اور الم مٹانے والے

اتاک شیخ الحی من آل سنن

واقہ من آل ذنب بن حجن

اور اس کی ماں قبیلہ آل ذنب بن حجن میں سے ہے۔

اروق ضخم الناب صرار الاذن

بوڑھی قوی ہیکل اور نیلے رنگ کی اونٹنی کو چلانے والا۔

رسول قبیل العجم کسری للوسن

یہ بھلی سے ڈرتا ہے نہ ہی زمانے کے تغیرات سے۔

تجوب فی الارض علنداة شجن

تجوب فی الارض علنداة شجن

طاقتور اونٹنی زمین کو پیچھے چھوڑتی ہوتی۔

حتی اتی عاری الجاجی والقطن

یہاں تک کہ چلنے کی وجہ سے وہ کمزور اور نڈھال ہو گئی

کانما حثحث من حضنی ثکن

ایسا لگتا ہے کہ تیزی اور سرعت کی وجہ سے صحرا کی ریتلے ٹیلے کی

خاک مجھ پر گر پڑے۔ اور اب میں ناامید ہو گیا ہوں۔

خاک مجھ پر گر پڑے۔ اور اب میں ناامید ہو گیا ہوں۔

سطح نے جب یہ سنا اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا عبدالمسیح ایک شترپر سوار ہو کر منازل طے کرتا ہوا سطح کے پاس اس وقت پہنچا جبکہ وہ قبر میں منتقل ہو رہا ہے۔ اس کو بادشاہ ساسان نے بھیجا ہے تاکہ قصر کے زلزلہ، آتش کدہ کے بجھ جانے، سب سے بڑے عالم کے خواب اور دریائے ساوہ کے خشک ہوجانے کے بارے میں معلوم کرے۔ اے عبدالمسیح وہ وقت آگیا ہے کہ جب (قرآن کی) تلاوت بہت کی جائے گی۔ اور وہ نبی مبعوث ہوگا جو ہر وقت ایک چھوٹا عصا اپنے ہاتھ میں رکھے گا۔ ساوہ کی نہریں پر آب اور سمندر خشک ہوجائے گا۔ ملک شام و عجم ان کے بادشاہوں کے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اور قیصر و کسریٰ کے کنگوروں کی تعداد کے مطابق جو گر گئے ہیں ان کے بادشاہ بادشاہی کریں گے۔ اس کے بعد ان کی حکومت زائل ہوجائے گی۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے ضرور ہو کر رہے گا یہ کہہ کر وہ انتقال کر گیا پھر عبدالمسیح نے چند اشعار پڑھے۔

لا یفز عنک تفریق و تغیر
تمہیں کوئی جدائی اور تبدیلی کمزور نہ کر دے۔

شمّر فانک ماضی العزم شمیر
اس کو کر گزر دو کیونکہ تم ارادے کے پکے اور کر گزرنے والے ہو۔

فانّ ذالذہر اطوار دھاریر
کیونکہ یہ زمانہ مصیبتوں اور آفتوں کا ہے۔

ان یمس ملک بنی ساسان افرطہم
اگر بنی ساسان کا بادشاہ اقدام کرے تو وہ انہیں چھوڑ دے گا۔

تہاب صولہم الاسدالمھاصیر
جب ان کی طاقت چیرنے پھاڑنے والے شیروں کے سلسلے زائل ہو۔

وربّما کان قد اضحوا بمنزلۃ
اور ممکن ہے کہ وہ لوگ اپنے مقام کو خیر یاد کہہ دیں۔

والھرمرزان و سابور و سابور
اور ہر مرزاں اور سابور اور سابور ہے۔

منہم اخوالصرح بھرام واخوتہ
اور انہیں میں محل کے ولدادہ بہرام اور اس کے بھائی ہیں۔

ان قد اقلّ فمحقور و مھجور
پس وہ لوگ جو جان لیں کہ اگر اس نے کوتاہی کی اور محتاج ہوا تو حقیر اور رسوا ہوگا۔

والناس اولاد علّات فمن علموا
اور لوگ مختلف ماؤں سے ہیں جن کی آپس میں کوئی الفت نہیں۔

فذاک بالغیب محفوظ و منصور
اگر انہوں نے مال و جائیداد دیکھی تو وہ غیب کے ذریعہ

وہم بنوالامّ لّمّا ان راوانشبا
اور وہ لوگ تو ایک ہی ماں کے ہیں۔

مخوف اور غالب ہوں گے۔

فالحیر متبع والشر محذور

والخیر والشر مقرونان فی قرن

پس خیر کی ہر ایک پیروی کرتا ہے اور شر سے دور بھاگتا

اور خیر و شر دونوں ایک ہی ساتھ ہوتے ہیں۔

ہے۔

اس کے بعد عبدالمسیح نہایت سرعت کے ساتھ بادشاہ کے پاس عجم واپس پہنچا اور سطح کی تمام گفتگو بیان کی کسریٰ نے کہا: جب ہم میں سے چودہ افراد بادشاہی کریں گے بڑی مدت گزر جائے گی۔ غرض ان میں سے دس بادشاہوں نے چار سال میں بادشاہی کی اور چار بادشاہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانے تک حکومت کی۔ سطح سیلِ عرم میں پیدا ہوا اور ذی نواس بادشاہ کے زمانے تک زندہ رہا۔ جس کی مدت تیس قرن سے زیادہ ہوئی۔ وہ بحرین میں رہتا تھا۔ عبدانقیس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے قبیلے سے تھا۔ جبکہ ازد کا کہنا ہے کہ وہ ان میں سے تھا۔ اور اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ وہ ازد میں سے تھا۔ لیکن اس کے باپ کی کوئی خبر نہیں۔ مگر اس کی نسل کا کہنا ہے کہ ہم قبیلہ ازد سے ہیں۔

باب (۱۸) یوسف یہودی کا حضور اکرمؐ کی نبوت کی صفات و علامات کے ساتھ خبر دینا

۳۹۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے انہوں نے مختلف اسناد سے بیان کیا ہے کہ جب عبد اللہ بالغ ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ان کی شادی جناب آمنہ بنت وہب سے کردی اور جناب آمنہ حاملہ ہوئیں جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھ میں حمل کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے اور وہ کیفیتیں جو عورتوں کو عام طور سے حمل میں درپیش ہوتی ہیں مجھ کو نہیں ہوئیں۔ میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آکر کہتا ہے کہ آپ بہترین انسان سے حاملہ ہوئی ہیں۔ جب حضور اکرمؐ کی ولادت کا وقت آیا تو آپ بہت آسانی سے پیدا ہوئے کہ مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضور نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور نیچے آگئے۔ اس وقت ایک ہاتھ کی آواز آئی کہ آپ نے بہترین بشر کو جنم دیا ہے۔ اس کو ہر ظالم اور صاحبِ حسد کے شر سے خدا کی پناہ میں دے دیجئے۔

جب حضور کی ولادت ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف بلند کیا اور مجھ سے ایک نور ساطع ہوا۔ جس سے آسمان و زمین روشن ہو گئے۔ شیاطین نے جب آسمان پر جانے کی کوشش کی ان پر پتھر برسے اور ان کے اور آسمان کے درمیان حجاب قائم کر دیا گیا۔ قریش ان حالات کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور کہنے

لگے کہ یہ تو قیامت کے آثار ہیں۔ پس وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور اسے ان تمام واقعات کی خبر دی۔ ولید بن مغیرہ صاحب رائے بزرگ مانا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ سارے جن کے ذریعہ تم خشکی اور تری میں راستہ معلوم کرتے ہو ان کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں ہیں تو سمجھو کہ قیامت آگئی اور اگر قائم ہیں تو کوئی اور واقعہ رونما ہوا ہے۔

اس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو آواز دی وہ سب جمع ہو گئے اور پوچھا: کس امر نے تجھ کو پریشان کیا ہے۔ اس نے کہا: وائے ہو تم لوگوں پر شروع رات سے اس وقت تک زمین و آسمان میں تبدیلی دیکھ رہا ہوں ضرور کوئی بڑا حادثہ زمین میں واقع ہوا ہے۔ لہذا جاؤ اور جستجو کرو کہ کیا حادثہ رونما ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ سب منتشر ہو گئے پھر واپس آکر کہا: ہم کو تو کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔ اس نے کہا: یہ صرف میرے بس کا کام ہے۔ وہ روانہ ہوا اور تمام دنیا کا گشت کرتا ہوا کعبہ کے پاس پہنچا، دیکھا کہ فرشتے اس کے چاروں طرف جمع ہیں۔ اس نے بھی کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا۔ فرشتوں نے لٹکارا کہ اے ملعون واپس جا وہ وہاں سے بھاگا اور کوہ حرا کی جانب سے داخل ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ڈانٹ کر کہا نکل جا۔ شیطان نے کہا: اے جبرئیل بس اتنا بتا دو کہ آج رات زمین پر کونسا امر واقع ہوا ہے۔ جبرئیل نے کہا: آج رات محمد پیدا ہوئے ہیں۔ پوچھا: کیا مجھے بھی ان سے کچھ فائدہ ہوگا۔ فرمایا: نہیں اس نے کہا: کیا اس کی امت میں میرا کچھ حصہ ہے؟ کہا: ہاں اس وقت وہ بولا: میں راضی ہوں۔

مکہ میں یوسف نام کا ایک یہودی تھا اس نے جو یہ واقعات دیکھے تو بولا: یہ رات اس نبی کی ولادت کی ہے جس کا تذکرہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ وہ خاتم الانبیاء ہے اسی کی ولادت کی بدولت شیطان پر ہتھ برسائے گئے۔ وہ صبح کو قریش کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا آج رات تمہارے قبیلہ میں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: ضرور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ تمام انبیاء سے افضل اور ان کا آخر ہے۔ وہ لوگ متفرق ہوئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے فرزند پیدا ہوا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اس یہودی عالم کو بلایا اور کہا: ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا: میرے بیان کرنے سے پہلے یا بعد میں پیدا ہوا ہے۔ کہا کہ پہلے پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا: مجھے اس کے پاس لے چلو۔ وہ لوگ اس کو جناب آمنہ کے پاس لائے اور کہا: اپنے بچے کو باہر نکالو کہ ہم بھی دیکھیں۔ جناب آمنہ اس کے سامنے حضور کو لائیں اس نے آپ کی پشت اور شانوں کو کھولا اور مہر نبوت کا مشاہدہ کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ قریش کو اس کی اس حالت پر بڑا تعجب ہوا اور مذاق اڑانے لگے۔ پس اس نے ان سے کہا: اے قریش تم مجھ پر ہنستے ہو حالانکہ یہ وہ نبی ہے جو تلوار سے تم کو ہلاک کرے گا۔ نبوت قیامت تک کے لئے بنی اسرائیل سے برطرف ہو گئی ہے۔ پس لوگ متفرق ہو گئے اور یہودی کی ان باتوں کا چرچا کرنے لگے۔

باب (۱۹) شام سے ابن حواش المقبل کی خبر

۳۰۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابی عمیر اور احمد بن ابو نصر بزنطی نے ان سے ابان بن عثمان احمر نے ان سے ابان بن تغلب نے ان سے عکرمہ نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ جب حضور اکرمؐ نے کعب بن اسد کو گرفتار کر کے بلایا جو بنی قریظہ سے تھا تاکہ اس کی گردن مار دی جائے تو اس سے فرمایا اے کعب کیا تجھ کو ابن حواش کی وصیت سے کچھ فائدہ پہنچا جو شام سے آیا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے شراب کو ترک کر دیا، عیش و عشرت کو خیر باد کہہ دیا، فقر اختیار کر لیا ہے اور خرما کھانا شروع کر دیا ہے، اس پیغمبر کے انتظار میں جس کے مبعوث ہونے کا وقت آگیا ہے۔ وہ مکہ سے ہجرت کر کے اسی مدینہ میں آئے گا۔ خشک روٹی اور خرما اس کی غذا ہوگی۔ برسنہ خچر پر سوار ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اپنی تلوار کاندھے پر رکھے گا اور کسی دشمن کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس کی حکومت ہر اس مقام تک ہوگی جہاں تک گھوڑوں کے پیر پہنچ سکیں گے۔ کعب نے کہا: اے محمدؐ ایسا ہی ہے۔ اگر یہودی یہ نہ کہتے کہ موت کے خوف سے ایمان لے آیا ہے۔ تو میں ضرور ایمان لے آتا۔ لیکن یہودیوں کے دین پر اب تک زندہ رہا ہوں اور اسی پر مرتا ہوں۔ پس حضور نے حکم دیا اور اس کی گردن اڑادی گئی۔

باب (۲۰) زید بن عمرو بن نفیل کی خبر

زید بن عمرو بن نفیل بھی دین حنیف کے مستلاشی تھے اور حضور اکرمؐ کی نبوت کا علم رکھتے تھے۔

۳۱۔ ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن حسین بزاز نیشاپوری نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار عطاردی نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے محمد بن اسحاق بن یسار مدنی نے بیان کیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل دین یہود و نصاریٰ کو خوب جانچ کر سمجھ چکے تھے کوئی دین ان کو پسند نہ آیا تو مکہ سے دین حنیف کی تلاش میں نکلے ان کی زوجہ صفیہ بنت حضرمی کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو ان کے چچا خطاب بن نفیل کو خبر دی تاکہ وہ ان کو روکیں مگر وہ دین حنیف کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور موصل وغیرہ عرب کے جزیروں کی جانب ہوتے ہوئے شام پہنچے۔ جس جگہ کسی عالم اور راہب کے ہونے کی اطلاع ملتی اس کے پاس جاتے یہاں تک کہ بلقاء میں ایک راہب کی خبر ملی کہ نصرانیت کا مکمل علم اس کو حاصل ہے اور سب سے بڑا عالم ہے وہ اس کے پاس گئے اور دین حنیف کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا اس وقت تو بظاہر کوئی ایسا نہیں ہے۔ جس کو اس دین کا صحیح علم ہو

کیونکہ وہ دین بہت پرانا ہے۔ لیکن عنقریب اسی شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا جہاں سے تم آرہے ہو۔ وہ دین حنیف پر ہوگا۔ لہذا بسرعت اپنے شہر واپس جاؤ کیونکہ اس کے مبعوث ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ ظاہر ہو چکا ہو یہ سن کر وہ تیزی سے واپس روانہ ہوئے لیکن راستہ میں قتل کر دیئے گئے۔ ورقہ بن نوفل نے جو انہی کے طریقہ پر تھے جب ان کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت روئے اور ان کا مرثیہ کہا۔

رشدت و انعمت ابن عمرو و انما

اے عمرو تو ہدایت پا چکا ہے۔ اور نعمت سے سرفراز ہو چکا ہے۔

تجنبت توراً من النار حامياً

اور بھڑکتی ہوئی آگ سے تو نے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔

بدینک ربا لیس رب کمثله

ایسے پروردگار کو اپنے لئے منتخب کرتے ہوئے جس کی مثال کوئی نہیں۔

و ترکک اوٹان الطواغی کماہیا

اور ترک کرتے ہوئے سرکش بتوں کو اپنے حال پر۔

وقد تدرک الانسان رحمة ربه

اور خدا کی رحمت آدمی تک پہنچ جاتی ہے۔

ولو کان تحت الارض ستین وادياً

اگرچہ وہ زمین میں ساٹھ طبق کے نیچے کیوں نہ ہو۔

۴۲۔ انہی اسناد سے احمد بن محمد بن اسحاق بن یسار مدنی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر اور محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ الحسین تمیمی نے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب اور سعید بن زید نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ کیا ہم زید کے لئے استغفار کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم لوگ زید کے لئے استغفار کیا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز تہنا مبعوث ہوں گے۔

۴۳۔ ہم سے احمد بن محمد بن حسین بزاز نے بیان کیا ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے مسعودی نے ان سے نفیل بن ہشام نے ان سے ان کے والد نے روایت کی کہ ان کے دادا سعید بن زید نے رسول اللہ سے اپنے والد زید بن عمرو کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا آپ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں تم بھی ان کی مغفرت کی دعائیں کرو۔ وہ قیامت میں تہنا مبعوث ہوں گے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لاکھے تھے اور دین حق کی تلاش میں شہید ہوئے۔

صاحب کتاب (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ نبوت کے اعلان سے پہلے حضور اکرم کا حال اسی طرح تھا جس طرح اس دور میں امام زمانہ علیہ السلام کا ہے۔ اس وقت بھی حضور اکرم کی نبوت سے متعلق صرف راہبوں اور عالموں کو علم تھا۔ اور اسلام عالم غربت میں تھا پس اگر کوئی نبی خدا سے حضور اکرم کے ظہور کی دعا کرتا تو جہاں و ضلال افراد مذاق اڑاتے اور کہتے کہ وہ نبی کب خروج کرے گا جو تمہارے گمان کے مطابق صاحب تلوار ہوگا اور جس کی دعوت مشرق و

مغرب میں پھیل جائے گی اور بادشاہان عالم جس کے تابع فرمان ہو جائیں گے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ آج ہم لوگوں سے جہلا کہتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کب خروج کریں گے اور اب تو ان کا خروج ضروری ہو گیا ہے۔ کیونکہ قوم میں تفرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ ایک گروہ ان کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ اور دوسرا گروہ اقرار کرتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی ہے اور عنقریب یہ پھر غریب ہو جائے گا۔ پس طوبیٰ ہے غرباء کے لئے۔ پس اسلام حضور کے قول کے مطابق اس زمانے میں غریب ہے۔ جیسے کہ حضور اکرمؐ کے ظہور سے قوی ہو گیا تھا اور جو امام کے ظہور کے منتظر اور آپ کی غیبت کے قائل ہیں ان کی آنکھوں کو ولی اللہ اور خدا کی حجت کے ظہور سے ٹھنڈک نصیب ہوگی۔ جیسے کہ حضور کے مبعوث ہونے پر ان کے ماننے والوں کو راحت قلبی ملی۔ اللہ اپنے اولیاء سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔ اپنے کلمہ کو بلند کرنے گا۔ اور اپنا نور تمام کرے گا۔ اگرچہ کہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

۳۴۔ ہم سے جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عبد اللہ بن مغیرہ کو فی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے ان کے جد حسن بن علی نے ان سے ان کے جد عبد اللہ بن مغیرہ نے ان سے اسماعیل بن مسلم نے ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء نے ان سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی اور یہ پھر عنقریب غریب ہو جائے گا پس طوبیٰ ہے غرباء کے لئے۔

۳۵۔ ہم سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی عمری سمرقندی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود نے ان سے جعفر بن احمد عمر کی ابن علی بو نعلی نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے امام حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت سے ہے اور عنقریب یہ پھر غریب ہو جائے گا اور طوبیٰ غرباء کے لئے ہے۔

باب (۲۱) ہر زمانے میں امام کا موجود ہونا

(۱) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے اور محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر (کسی زندہ) امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا اگر زمین بغیر امام کے ایک لمحہ رہے تو بلاشبہ دھنس جائے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے عباس بن معروف

نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے محمد بن ہشیم نے ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں نے کہا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ زمین پر اور بندوں پر غضب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: زمین امام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے گی۔

(۳) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے ابو عبداللہ زکریا بن محمد مومن نے ان سے ابو ہر اسہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر امام ایک ساعت کے لئے بھی زمین سے اٹھ جائے تو زمین اپنے تمام اہل کے ساتھ غرق ہو جائے گی جس طرح سمندر میں کشتی ڈوبتی ہے۔

(۴) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن مہزیار نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے ابو علی بھلی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے زرارہ بن اعین نے بیان کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر زمین پر کوئی جہت خدا باقی نہ رہے تو زمین جو کچھ اس میں ہے اور اس پر ہے سب کے سمیت فنا ہو جائے۔ زمین بغیر جہت خدا کے ایک لمحہ باقی نہیں رہ سکتی۔

(۵) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابوالخطاب نے ان سے ابو داؤد سلیمان بن سفیان مسترق نے ان سے احمد بن عمر حلال نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت آئی ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ امام نے یہ فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی یا یہ فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: معاذ اللہ زمین ایک لمحہ کے لئے بھی بغیر امام کے نہیں رہ سکتی اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے۔

(۶) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے حسن بن احمد مالکی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابراہیم بن ابو محمود نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم خلق میں اللہ کی جہت ہیں ہم اس کے بندوں میں اس کے خلیفہ ہیں۔ ہم راز ہائے قدرت کے امین ہیں۔ ہم کلمۃ التقویٰ ہیں اور العروۃ الوثقیٰ ہیں ہم شہداء اللہ ہیں اور اس کی مخلوقات میں اس کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے ہمارے نور سے زمین اور آسمان کو قائم رکھا ہوا ہے۔ ہمارے وسیلے سے بارش برستی ہے اور رحمت پھیلتی ہے۔ زمین کبھی ہمارے قائم (امام عصر) سے خالی نہ ہوگی چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ رہے۔ اگر ایک دن بھی زمین جہت خدا سے خالی رہی تو وہ اپنے باسیوں کے ساتھ

عزق ہو جائے گی۔ جیسے سمندر میں اس پر سفر کرنے والے عزق ہو جاتے ہیں۔

(۷) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے سعد بن ابی خلف نے ان سے حسن بن زیاد نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ زمین عالم (یعنی حجت خدا) سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ نہ تو زمین کا نظام عالم کے بغیر ممکن ہے اور نہ ہی انسانوں کی اصلاح بغیر عالم کے ممکن ہے۔

(۸) انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے ان سے حسن بن علی خزاز نے بیان کیا ان سے احمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام (حجت خدا) کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ ہم تک تو یہ روایت پہنچی ہے کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو۔ آپ نے فرمایا (کسی حال میں بھی) باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر ایسا ہوا تو زمین عزق ہو جائے گی۔

(۹) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے ابو عبداللہ مومن اور حسن بن علی بن فضال نے ان سے ابی ہراسہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ اگر امام دنیا سے اٹھ جائے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ عزق ہو جائے گی جس طرح موج دریا اپنے اہل کو عزق کر دیتی ہے۔

(۱۰) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے حمزہ طیار نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین پر اگر دو اشخاص بھی باقی رہ جائیں تو ان میں یا تو پہلا حجت خدا ہوگا یا دوسرا حجت خدا ہوگا۔ یہ شک محمد بن سنان کی طرف سے ہے۔

(۱۱) انہی اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے۔ ان سے ابو الصباح نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم (حجت خدا) ہوگا جو دین کی زیادتی و نقصان جانتا ہو تاکہ اگر مومنین دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خدا کی جانب) پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کر دے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پر امور دین مشتتبہ ہو جائیں گے۔

(۱۲) انہی اسناد کے ساتھ یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے ان سے ابن مسکان نے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ زمین کو بغیر عالم (حجت خدا) کے نہیں چھوڑتا اگر عالم (حجت خدا) نہ رہے تو حق و باطل میں تمیز ناممکن ہو جائے۔

(۱۳) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے احمد بن ہلال نے حالت ایمان میں بیان کیا (یہ صاحب بعد میں راہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ یہ حدیث انہوں نے اس دور میں بیان کی جب وہ مومن تھے) ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابن اذنیہ نے ان سے زرارہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک امام کے اٹھنے کے بعد زمین پر کوئی امام نہ رہے فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ یا ایسا ہو سکتا ہے؟ جواب دیا: ایسا نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوق پر غضب نازل کرے۔ پس جلد ہی ان کا مواخذہ کر لے۔

(۱۴) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن احمد نے ان سے ابو سعید عصفری نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمین امام کے بغیر ایک دن بھی قائم رہے تو اپنے تمام اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔ اور اللہ شدید عذاب کرے گا۔ اللہ نے ہم کو زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے اور ہمیں اہل زمین کے لئے امان بنایا ہے۔ پس جب تک ہم (ائمہ الظاہرین علیہم السلام) میں سے کوئی موجود ہے تو اہل زمین کے لئے امان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرنا چاہے گا تو ان کو مہلت نہیں دیگا نہ ان پر نظر (رحمت) کریگا تو ہمیں اہل زمین کے درمیان سے اٹھالے گا پھر جو چاہے گا وہ کرے گا۔

(۱۵) مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے سعید بن جناح نے ان سے سلیمان جعفری نے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: کیا زمین بغیر حجت خدا کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی ہو جائے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔

(۱۶) مجھ سے محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے علی بن اسماعیل میثقی نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے عبدالاعلیٰ بن اعین نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ خدا نے بغیر عالم (امام) کے زمین کو خالی نہیں چھوڑا ہے۔ لوگ جو کچھ دین میں زیادتی کرتے ہیں وہ انہیں کم کرتا ہے۔ اور جو کچھ کم کرتے ہیں وہ زیادہ کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بے شک لوگوں پر امور مشتتبہ ہو جائیں۔

(۱۷) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے داؤد نے ان سے فضیل رسان نے بیان کیا کہ محمد بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک خط میں اہل بیت کے فضائل دریافت کئے۔ آپ نے جواب میں

تحریر کیا کہ کواکب اہل آسمان کے لئے امان قرار دیئے گئے ہیں۔ اگر آسمان پر نجوم نہ رہیں۔ تو اہل آسمان نیست و نابود ہو جائیں گے جیسا کہ ان سے وعدہ کیا گیا ہے اسی طرح حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔ اگر اہل بیت نہ رہے تو امت کے ساتھ وہ ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)۔

(۱۸) مجھ سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے بیان کیا ان سے احمد بن عبدالعزیز ابن جعد ابو بکر نے ان سے عبدالرحمن بن صالح نے ان سے عبید اللہ بن موسیٰ نے ان سے موسیٰ بن عبیدہ نے ان سے ایاس بن سلمہ نے ان سے ان کے والد نے جنہوں نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچایا آپ نے فرمایا: نجوم آسمان والوں کے لئے امان کا باعث ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں۔

(۱۹) ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا ان سے ابو بکر محمد بن سری بن سہل نے ان سے عباس بن حسین نے ان سے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد نے بیان کیا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں اور اگر ستارے ختم ہو جائیں تو اہل آسمان بھی فنا ہو جائیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امان ہیں۔ اگر اہل بیت نہ رہیں تو اہل زمین فنا ہو جائیں گے۔

(۲۰) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن بصری نے ان سے ابو لغزا حمید ابن ثنی عملی نے ان سے ابو بصیر نے ان سے نعیمہ جعفری نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم جنس اللہ ہیں ہم صفوت اللہ ہیں ہم اللہ اور بندوں کے درمیان رابطہ ہیں۔ ہم انبیاء کے وارث ہیں۔ ہم قدرت کے رازوں کے امین ہیں۔ ہم اللہ کی جنت ہیں۔ ہم ارکان ایمان ہیں۔ ہم اسلام کے ستون ہیں ہم مخلوق پر اللہ کی رحمت ہیں۔ ہمارے ہی ذریعہ ابتداء اور اہتمام ہے۔ ہم ائمہ ہدیٰ ہیں۔ ہم تاریکی میں چراغ ہیں ہم ہدایت کے مینار ہیں ہم سابقون ہیں۔ ہم آخرون ہیں۔ ہم خلق کے لئے علم مرفوع ہیں۔ جس نے ہم سے تمسک کیا اس نے حق کو پایا۔ جس نے ہمیں چھوڑا وہ غرق ہو۔ ہم روشن چہرے اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں۔ ہم خیرۃ اللہ ہیں۔ ہم راہ واضح اور صراط مستقیم ہیں۔ خدائے عزوجل تک پہنچنے کے لئے ہم خلق پر اللہ کی نعمت ہیں۔ ہم واضح راستہ ہیں ہم نبوت کی کان ہیں۔ ہم رسالت کی جائے قرار ہیں۔ ہمارے پاس ملائکہ کی آمدورفت ہوتی ہے۔ ہم وہ چراغ ہیں جو خوفشانی کرتے ہیں۔ ہم وہ راستہ ہیں جو نجات کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم جنت کا راستہ ہیں۔ ہم گوشہ اسلام ہیں۔ ہم ہی وہ پل ہیں کہ جس پر سے جو گزرا اس نے منزل پائی اور جس نے اسے چھوڑا وہ گمراہ ہو گیا۔ اور ہم ہی عظیم ترین لوگ ہیں اور ہماری وجہ سے خداوند عالم رحمت نازل کرتا ہے۔ اور ہماری ہی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ ہمارے ہی باعث تم پر سے عذاب رفع ہوتا ہے۔ پس جس نے ہماری

معرفت حاصل کی اور ہمارے حق کو پہچانا وہ ہم میں سے ہے۔

(۲۱) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعید بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ابراہیم بن عمر یانی نے ان سے ابو طفیل نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ میں جو بات تم کو بتاؤں وہ لکھ لیا کرو۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی کیا آپ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں آپ کی بتائی ہوئی بات بھول جاؤں گا؟ رسول اللہ نے فرمایا: نہیں مجھے تمہارے بارے میں نسیان کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ خدا تمہیں بھول چوک سے محفوظ رکھے۔ لیکن تم اپنے شرکاء کے لئے لکھ لیا کرو۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے دریافت کیا: میرے شرکاء کون ہیں؟ فرمایا: تمہاری نسل میں جو ائمہ ہوں گے جن کے وسیلہ سے میری امت پر ابر رحمت برے گا۔ جن کے توسط سے دعائیں مستجاب ہوں گی۔ جن کے واسطے سے بلائیں دور ہوں گی اور رحمت نازل ہوگی۔ پھر آپ نے جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ پہلا ہوگا پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا: (باقی) ائمہ اس (حسین) کی نسل سے ہوں گے۔

(۲۲) ہم سے محمد بن احمد شیبانی نے بیان کیا ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطن نے ان سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے ان سے فضل بن صفر عبدی نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے سلیمان بن مہران اعمش نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہم مسلمانوں کے امام ہیں۔ اور اللہ کی حجت ہیں عالمین پر اور مومنوں کے سردار ہیں اور بہشت کے روشن چہرے اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں۔ ہم مومنین کے موالی ہیں ہم اہل زمین کے لئے عذاب الہی سے امان کا سبب ہیں۔ جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں۔ ہماری برکت سے خدا آسمان کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر اسی کے حکم سے (قیامت میں آسمان بھی فنا ہو جائے گا) اور ہماری برکت سے خدا زمین کو محفوظ رکھتا ہے کہ وہ الٹ جائے اور اپنے ساکنوں سمیت دھنس جائے اور ہماری برکت سے خدا بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت وسیع فرماتا ہے۔ ہمارے سبب خدا زمین کی برکتیں ظاہر کرتا ہے۔ اور اگر ہم میں سے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو زمین اپنے ساکنین سمیت دھنس جائے گی۔ پھر فرمایا: زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی جس روز سے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا ہے۔ یا تو وہ حجت خدا ظاہر و مشہور ہے یا غائب و مستور اور قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی۔ اگر حجت خدا نہ ہو تو عبادت نہیں کی جائے گی۔ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: لوگ اس حجت سے کیوں کر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو ان سے غائب اور مخفی ہو۔ آپ نے فرمایا: جس طرح لوگ اس آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو زیر ابر پوشیدہ ہوتا ہے۔

(۲۳) مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے اسماعیل بن مرار نے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے یونس بن یعقوب نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے ان میں حمران بن اعین، مومن الطاق ہشام بن سالم، طیار وغیرہ تھے۔ انہی میں نوجوان صحابی ہشام بن حکم بھی تھے۔ آپ نے ہشام بن حکم سے مخاطب ہو کر کہا: اے ہشام! انہوں نے کہا: لبیک اے فرزند رسول! آپ نے فرمایا: تم نے عمرو بن عبید سے کیسے کیسے سوالات کئے؟ ہشام نے کہا: میں آپ پر فدا ہوں اے فرزند رسول! مجھے آپ کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور میری زبان میں طاقت نہیں کہ آپ کی خدمت میں وہ ذکر کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ بیان کرو۔ ہشام نے کہا: بہتر۔ مجھے عمرو کے فضیلت کے دعویٰ کی اطلاع ہوئی اور مسجد بصرہ میں اس کا بیٹھنا بہت گراں گزرا۔ میں روانہ ہو کر بروز جمعہ بصرہ میں داخل ہوا اور مسجد بصرہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ عمرو لوگوں کے ایک بڑے حلقے میں ہے۔ ایک سیاہ اون کا کپڑا کر سے باندھے ہوئے اور ویسے ہی سیاہ کپڑے کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور لوگ اس سے سوالات کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھتا ہوا حلقے میں داخل ہوا اور سب کے آخر میں دو زانو بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے عالم میں ایک غریب آدمی ہوں اور ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت دیجئے کہ پوچھوں؟ اس نے کہا: ہاں پوچھو۔ میں نے کہا: کیا آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا: اے لڑکے یہ کیا سوال کیا ہے؟ میں نے کہا: میرا سوال ایسا ہی ہے اس نے کہا: اچھا پوچھو ہر چند کہ سوال احمقانہ ہے۔ میں نے پھر پوچھا: آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں؟ جواب دیا: ان سے رنگ پہچانتا ہوں اور لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کی ناک بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: میں خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کا دہن بھی ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا: اس سے چیزوں کا مزہ حاصل کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ زبان بھی رکھتے ہیں؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: باتیں کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کان بھی رکھتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: وہ آپ کے کس کام آتا ہے؟ کہا: اس سے آوازیں سنتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے ہاتھ بھی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: ان سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا: ان سے چیزیں پکڑتا ہوں اور (چیزوں کی) سختی اور نرمی محسوس کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے پاؤں ہیں؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: ان سے کیا کرتے ہیں؟ کہا: ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کا منہ ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اس سے کیا کرتے ہیں؟ کہا: اس سے کھانوں (کے ذائقوں) میں فرق معلوم کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کا دل بھی ہے؟ جواب دیا: ہاں ہے۔ میں نے پوچھا: وہ آپ کے کس کام آتا ہے؟ اس نے کہا: جو بات ان اعضاء و جوارح پر مشتبہ ہوتی ہے۔ اس سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا اعضاء و جوارح کافی نہیں ہیں اور دل

سے بے نیاز نہیں ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں دل سے مستغنی نہیں ہیں حالانکہ سب صحیح اور سالم ہیں اس نے کہا: اے لڑکے جب یہ اعضاء کسی چیز میں شک کرتے ہیں جس کو سونگھا یا دیکھا یا چکھا یا سنا یا چھوا جائے تو دل کی طرف پھرتے ہیں۔ تو وہ یقین کر دیتا ہے۔ اور شک کو زائل کر دیتا ہے۔ میں نے کہا: خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اعضاء و جوارح کے شک کو زائل کرے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: تو پھر دل کو یقیناً بدن کے اندر رہنا چاہیے۔ اگر دل نہیں ہے تو اعضاء و جوارح کا اور اک مستحکم نہیں ہو سکتا۔ کہا: ہاں تب میں نے کہا: اے ابو مروان۔ خداوند عالم نے تیرے اعضاء و جوارح کو بغیر امام اور پیشوا کے نہیں چھوڑا تا کہ جو حق ہے ظاہر کرے اور شک کو ان سے دور کرے اور تمام خلائق کو حیرت و شک اور اختلاف میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا ان کے لئے مقرر نہیں کیا کہ حالت حیرت اور شک میں اس کی طرف رجوع کریں جو ان کو راہ حق پر قائم رکھے اور حیرت و شک ان سے زائل کرے۔ جب میں نے کہا: تو وہ ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا: آپ ہشام تو نہیں ہیں۔ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا اس کے ساتھ رہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو اس نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا۔ کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا: یقیناً تم ہشام ہی ہو۔ یہ کہہ کر اپنے مقام سے اٹھا اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا۔ اور جب تک میں بیٹھا رہا ایک لفظ بھی نہ بولا۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا تو جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اے ہشام یہ دلیل تم نے کہاں سے حاصل کی؟ میں نے عرض کیا۔ حضور میری زبان پر اسی طرح جاری ہوا۔ حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم یہ مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے۔

صاحب کتاب (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ ہماری اس بات کی تصدیق کہ نظام کائنات کی بقاء کا دار و مدار امام کے وجود پر ہے اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ کسی امت پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ نبی ان لوگوں میں سے نکل نہ جائے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے قصہ میں ارشاد کیا ہے۔ حتی اذا جاء امرنا و فار التنور قلنا حمل فیہا من کل زوجین اثنین و اہلک الامن سبق علیہ القول (سورہ ہود آیت ۴۰) "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا ہم نے کہا چرمھالے کشتی میں ہر قسم سے دو جوڑے۔ اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے حکم ہو چکا ہے۔"

پس اللہ نے جناب نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم مومنین کو لے کر ان کے درمیان سے جدا ہو جاؤ اور ان کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے۔ و لا تخاطبونی فی الذین ظلموا انہم مفرقون (سورہ ہود آیت ۳۷) "اور مجھ سے ظالموں کے حق میں نا بات کر یہ بے شک غرق ہوں گے۔"

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہوا فاسر باہلک بقطع من الیل و لا

یلتفت منکم احد الا امراتک انه مصیبا ما اصابهم (سورۃ صود آیت ۱۸) "سو لے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے اور تم میں کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری عورت کہ اس کو پہنچ کر رہے گا جو ان کو پہنچے گا۔"

پس اللہ نے جناب لوط علیہ السلام کو عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کے درمیان سے نکل جانے کا حکم دیا کیونکہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام ان کے درمیان رہتے عذاب نازل نہ ہوتا اسی طرح جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کو حکم دیتا ہے کہ ان کے درمیان سے نکل جائے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنی قوم کی ہلاکت کا خوف ہوا تو یہ کہہ کر ان سے جدا ہو گئے۔ **واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسی الا اکون بدعاء ربی شقیّاً** (سورۃ مریم آیت ۴۸-۴۹) اور چھوڑنا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور میں دعا کروں گا اپنے رب سے امید ہے کہ اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب جدا ہوا ان سے اور جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا۔"

اللہ عروجہل نے ان لوگوں کو ہلاک کیا اور (جہنم کے) پست ترین طبقے میں ڈالا جنہوں نے ان (حضرت ابراہیم) کو اذیت دی، تکلیف پہنچائی، آگ میں ڈالا اور ان کو اور لوط کو نجات دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا **ونجینہ و لوطا الی الارض التی برکننا فیہا للعالمین** (سورۃ انبیاء آیت ۷۱) اور بچا نکالا ہم نے اس کو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے عالمین کے واسطے۔"

اور اللہ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کئے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے۔ **ووهبنا له اسحاق و یعقوب نافلة و کلاً جعلنا صالحین** (سورۃ انبیاء آیت ۷۲) اور بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور انعام میں یعقوب دیا۔ اور سب کو نیک بخت کیا۔"

اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کے لئے ارشاد فرمایا۔ **وما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم** (سورۃ انفال آیت ۳۳) "اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان پر جب تک تو ان میں رہتا۔"

ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے یہ روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں نبی رسول اللہ یا کسی امام کو کسی قریہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کا اس قریہ میں داخل ہونا قریہ والوں کے لئے باعث امن ہوگا ان چیزوں سے جن سے وہ خوف زدہ ہوں گے۔

ہشام نے عمرو بن عبید کو جو دلیل دی ہے۔ وہ بھی غیبت امام کو ثابت کرتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جس طرح قلب تمام جوارج سے غائب ہوتا ہے۔ اس کو نہ آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے نہ ناک سے سونگھا جاسکتا ہے نہ اس کا ذائقہ چکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہاتھوں سے چھوا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود غیبت میں رہتے ہوئے ان تمام جوارج کا مدبر ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر قلب نہ ہو تو جوارج کی تدبیر ممکن نہ ہو اور ان کے امور میں فساد واقع ہو جائے۔

پس جس طرح تمام جوارح اپنی اصلاح امور کے لئے قلب کے محتاج ہیں اسی طرح کائنات اپنی بقاء اور اصلاح امور کے لئے امام کی محتاج ہے۔

جس طرح روایت کے ذریعے جسم میں قلب کا مکان معلوم ہوا اسی طرح ائمہ سے مروی احادیث کے ذریعے حجت غائب کا مکان معلوم ہوا ہے کہ وہ مکہ سے خروج فرمائیں گے یہاں قلب سے مراد ہمارے گوشت کا وہ لوتھرا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بذات خود جوارح کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد لطیف قلب ہے۔ جس کو اللہ نے اس گوشت کے لوتھرے میں قرار دیا جس کو بصارت پا نہیں سکتی نہ تو اس کو چھوا جاسکتا ہے اور نہ ہی پایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کے وجود کا علم انسان کو صرف اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے تمیز و تدبیر کا غنم حاصل ہوتا ہے۔

پس جس طرح لطیف غائب جو حواس سے ماورا ہے کے ذریعے جوارح کی تدبیر ہو سکتی ہے تو حجت غائب کے ذریعے خلق کی تدبیر بھی ہو سکتی ہے۔

باب (۲۲) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر حجت تک وصیت کا متصل ہونا اور

زمین کا قیامت تک حجت خدا سے خالی نہ ہونا

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر صیری نے بیان کیا ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب، شیم بن ابی مسروق نہدی اور ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ان سے حسن بن محبوب سراد نے ان سے مقاتل بن سلیمان بن دوال دوز نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ میں سید الانبیاء اور بہترین پیغمبر ہوں اور میرا وصی سید و اشرف اوصیائے پیغمبران ہے اور میرے اوصیاء بھی سرداران اوصیائے پیغمبران ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ ان کے لئے شائستہ وصی مقرر فرمائے تو اللہ نے ان کو وحی فرمائی کہ میں نے پیغمبروں کو رسالت کے اعزاز سے نوازا ہے اور اپنی مخلوق کی آزمائش کی تو ان میں سے نیک لوگوں کو پیغمبروں کا وصی قرار دیا۔ اے آدم تم شیث کو وصیت کرو۔ اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہبہ اللہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اپنا وصی قرار دیا۔ شیث علیہ السلام نے اپنے فرزند شبان کو وصیت کی جو نزلہ حوریہ کے بطن سے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہشت سے بھیجا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو شیث علیہ السلام سے تزویج فرمایا تھا۔ شبان نے اپنے بیٹے مبلث کو وصیت کی۔ مبلث نے محوق کو اور محوق نے غمشیشا کو انہوں نے اخنوخ کو جو اوریس علیہ السلام ہیں۔ حضرت اوریس علیہ السلام نے ناخور کو وصیت کی۔ ناخور نے حضرت نوح علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ

السلام نے سام کو وصیت کی سام نے عثام کو عثام نے بریثاشا کو بریثاشا نے یافث کو یافث نے برہ کو انہوں نے جفیبہ کو وصیت کی۔ جفیبہ نے عمران کو اور عمران نے وصیتوں کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو وصیت کی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بشریاء کو بشریاء نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اور یوشع نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اور حضرت داؤد علیہ السلام نے آصف بن برخیاہ کو آصف بن برخیاہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو وصیت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون ابن حمون صفا کو اور شمعون نے یحییٰ بن زکریا کو۔ یحییٰ نے منذر کو منذر نے سلیمہ کو سلیمہ نے بردہ کو وصیت کی۔ پس حضور اکرم نے فرمایا کہ بردہ نے وصیتوں کو مجھے تفویض کیا اور اے علی ابن ابی طالب میں تم کو سپرد کرتا ہوں اور تم اپنے وصی کو تفویض کرو اور تمہارا وصی تمہارے ان وصیوں کو سپرد کرے گا جو تمہارے فرزندوں میں سے ایک کے بعد دوسرے ہونگے۔ یہاں تک کہ تمہارے بعد یہ سلسلہ بہترین اہل زمین تک پہنچے گا۔ جو آخری امام ہوگا۔ اور لوگ تمہارے بارے میں شدید اختلاف کریں گے جو شخص میری امت میں سے تمہارے وصی ہونے کے اعتقاد پر قائم رہے گا ایسا ہے جیسے کہ میرے ساتھ قائم رہا اور جو شخص تم سے الگ رہے گا اور تمہاری اطاعت نہ کرے گا وہ نارہم میں ہوگا جو کافروں کی جگہ ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے بیان کیا ہے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ اس درخت ممنوعہ کے پاس نہ جائیں۔ لیکن وہ گئے اور اس درخت میں سے کھایا جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ **وَلَقَدْ عٰهَدْنَا اٰدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنسٰی وَاٰمَ نَجَدْلٰہُ عَزْمًا** (سورۃ طہ آیت ۱۱۵) اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت۔

خدا نے ان کو زمین پر بھیجا تو ہابیل اور ان کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے اور قابیل اور اس کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل کو خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا۔ ہابیل مویشیوں کے مالک تھے اور قابیل زراعت کرتا تھا۔ ہابیل نے ایک نہایت عمدہ گوسفند کی قربانی کی اور قابیل نے جو کہ اپنی زراعت سے بے خبر رہتا تھا وہ معمولی بالیاں جو کہ پاک و صاف نہ تھیں قربانی کے لئے پیش کیں۔

اس لئے ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **واقل علیہم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الاخر۔** (سورۃ مائدہ آیت ۲۷) اور سنان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا۔ جب دونوں نے قربانی پیش کی اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔

اس زمانے میں جب قربانی قبول ہوتی تھی تو ایک آگ پیدا ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ پس قابیل نے آتش کدہ بنایا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے آگ کے لئے گھر بنایا اور کہا میں اس آگ کی پرستش کروں گا تاکہ میری قربانی قبول کرے۔ شیطان نے قابیل سے کہا کہ ہابیل کی قربانی مقبول ہو گئی اور تیری قبول نہیں ہوئی۔ اگر تو اس کو زندہ چھوڑے گا تو اس کے فرزند پیدا ہوں گے جو تیرے فرزندوں پر اس بارے میں فخر کریں گے یہ سن کر قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا ہابیل کہاں ہے۔ کہنے لگا میں نہیں جانتا۔ آپ نے مجھ کو اس کی حفاظت کے لئے نہیں مقرر کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جا کر دیکھا تو ہابیل کو مقتول پایا۔ فرمایا اے زمین تجھ پر لعنت ہو کیوں کر تو نے خون ہابیل کو قبول کر لیا۔ پھر چالیس شب و روز روتے رہے اور خدا سے دعا کرتے رہے کہ ایک فرزند عطا کرے تو ان کے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ہبتہ اللہ رکھا کیونکہ اللہ نے ان کو سوال کے عوض عطا کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے اس فرزند کو بہت چاہتے تھے۔ جب آدم علیہ السلام کی نبوت تمام ہوئی اور ان کی عمر کا آخری زمانہ آیا۔ تو خدا نے وحی کی کہ اے آدم تمہاری نبوت ختم ہوئی اور تمہارے عمر کے ایام پورے ہو چکے تو وہ اسرار جو ایمان، اسمِ اعظم، میراثِ علم اور آثارِ پیغمبری کے تمہارے پاس ہیں اپنے بیٹوں میں سے ہبتہ اللہ کو دے دو۔ میں ان تبرکات و علوم کو تمہارے بعد تمہاری ذریت سے قیامت تک ہرگز منقطع نہ کروں گا اور کبھی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑوں گا۔ اور اس میں ایک عالم کو ہمیشہ باقی رکھوں گا۔ جس کے ذریعہ سے لوگ میرا دین اور طریقِ اطاعت و عبادت کو پہچانیں گے جس سے ہر اس شخص کی نجات ہوگی جو تمہاری اور نوح کی اولاد سے ہوگا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو یاد کیا اور کہا اللہ تعالیٰ ایک نبی بھیجے گا جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا لوگ اس کی تکذیب کریں گے۔ تو خدا اس کی قوم کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کر دے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس پشت کا فاصلہ تھا۔ جو سب کے سب انبیاء تھے۔ حضرت آدم نے ہبتہ اللہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں وصیت کی کہ تم میں سے جو ان سے ملاقات کرے اسے چاہیے کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرے تاکہ طوفان سے نجات پائے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ہبتہ اللہ کو طلب فرمایا اور کہا کہ اگر جبریل علیہ السلام یا دوسرے فرشتوں کو دیکھو تو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ میرے پدر نے تم سے بہشت کے میوؤں میں سے ایک

ہدیہ طلب کیا ہے۔ بہتہ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کی اور اپنے والد کا پیغام پہنچایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے بہتہ اللہ تمہارے پدر نے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی اور میں ان پر نماز پڑھنے کے لئے نازل ہوا ہوں۔ بہتہ اللہ واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے بہتہ اللہ کو غسل میت کی تعلیم دی۔ بہتہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا جب نماز کا موقع آیا تو بہتہ اللہ نے کہا: اے جبرئیل سامنے کھڑے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام پر نماز پڑھو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اے بہتہ اللہ چونکہ خدا نے ہم کو حکم دیا کہ تمہارے والد کو بہشت میں سجدہ کریں لہذا ہم کو لازم نہیں کہ ان کے کسی فرزند کی امامت کریں۔ پھر بہتہ اللہ آگے کھڑے ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام پر نماز پڑھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پیچھے ملائکہ کے ایک گروہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور تیس ٹمبیریں لگیں۔ پھر خدا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ پچیس ٹمبیریں فرزند ان آدم کے لئے کم کر دو۔ لہذا پانچ ٹمبیریں سنت ہیں۔ اور رسول خدا نے اہل بدر پر سات اور نو ٹمبیریں بھی کہی ہیں۔

جب بہتہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دفن کیا تو قابیل ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بہتہ اللہ مجھے معلوم ہے کہ میرے باپ آدم نے تم کو اس علم سے مخصوص کیا ہے جس سے مجھ کو محروم کر دیا تھا۔ اور وہ وہی علم ہے جس کے ذریعہ تمہارے بھائی ہابیل نے دعا کی تھی تو اس کی قربانی قبول ہو گئی۔ اور میں نے اسی لئے اس کو مار ڈالا کہ اس کی اولاد نہ پیدا ہو جو میرے فرزندوں پر فخر کرے اور کہے کہ ہم اس کے فرزند ہیں جس کی قربانی قبول ہوئی اور تم اس کے فرزند ہو جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔ اور اگر تم مجھ پر وہ علم ظاہر نہ کرو گے جس سے تمہارے باپ نے تم کو مخصوص کیا ہے تو میں تم کو بھی مار ڈالوں گا جس طرح تمہارے بھائی ہابیل کو مار ڈالا تھا۔

پس بہتہ اللہ اور ان کے فرزند جو کچھ ان کے پاس علم اور ایمان اور اسم اعظم اور میراث اور آثار علم تھا پوشیدہ رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وصیت بہتہ اللہ ظاہر ہوئی تو اس زمانے کے لوگوں نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت پر نظر کی اور معلوم ہوا کہ ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں خوشخبری دی ہے تو ان پر ایمان لائے۔ اور ان کی تصدیق و اطاعت کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بہتہ اللہ کو یہ بھی وصیت کی تھی کہ اس وصیت کو ہر سال کے شروع میں سب دیکھا کریں اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرتے رہیں وہ دن ان کے لئے عہد کا ہوگا۔ لہذا وہ لوگ اس وصیت کو دیکھا کرتے اور عہد لیا کرتے تھے یہ بھی سنت ہر نبی کی وصیت میں حضرت محمد کے مبعوث ہونے تک جاری رہے۔

اور نوح علیہ السلام کو لوگوں نے اسی علم کے ذریعہ پہچانا جو ان کے پاس تھا یہی معنی ہیں اس آیت کے ولقد

ارسلنا نوحا اٰلی قومه (سورۃ ہود آیت ۲۵، سورۃ مومنون آیت ۲۳) اور ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کچھ پیغمبر ایسے گزرے ہیں جو اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے اسی سبب سے ان کا ذکر قرآن مجید میں مخفی رکھا گیا ہے۔ اور ان کا نام نہیں لیا گیا۔ اور کچھ پیغمبر ایسے تھے جو اپنے کو ظاہر کرتے تھے اسی لئے ان کا نام لیا گیا ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **وَرَسُولًا قَدْ قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرَسُولًا مِّنْ قَبْلِهِمُ عَلِيكَ** (سورۃ نساء۔ آیت ۱۶۳) "اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کے احوال ہم نے سنائے تھے تو اس سے پہلے۔ اور ایسے رسول جن کے احوال نہیں سنائے تھے تو۔" جن کا نام نہیں لیا گیا وہ پوشیدہ رہے۔ اور جن کا نام لیا گیا وہ ظاہر بظاہر مبعوث تھے۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ ان کی پیغمبری میں کوئی شریک نہ تھا لیکن وہ مبعوث ہوئے تھے۔ ان لوگوں پر جو تکذیب کرنے والے تھے انہوں نے ان پیغمبروں کی بھی تکذیب کی جو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان گزرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ** (سورۃ الشعراء۔ آیت ۱۰۵) "جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو"۔ پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ختم ہوئی اور ان کا زمانہ تمام ہوا تو خدا نے وحی کی کہ اے نوح اب تم اسم اعظم، میراثِ علم اور آثارِ نبوت لپٹنے بعد اپنی ذریت میں سے سام کو دے دو۔ جس طرح ان چیزوں کو میں نے نبیوں کے خاندانوں سے منقطع نہیں کیا ہے جو تمہارے اور آدم کے درمیان ہوئے ہیں۔ اور ہرگز زمین کو خالی نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم رہے جس سے میرا دین اور عبادت کا طریقہ لوگ سمجھیں جو ان لوگوں کی نجات کا سبب ہو جو ایک نبی کی موت کے وقت سے دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک پیدا ہوتے ہیں۔ سام کے بعد ہود علیہ السلام نبی ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان بعض مخفی پیغمبر تھے اور بعض ظاہر بظاہر مبعوث تھے اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ایک پیغمبر بھیجے گا جس کا نام "ہود" ہوگا۔ وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دے گا اور وہ اس کی تکذیب کرے گی۔ تو خدا اس قوم کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کرے گا۔ لہذا تم میں سے جو شخص اس کے زمانہ تک رہے اس کو چاہیے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ہوا کے عذاب سے نجات دے گا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کو حکم دیا کہ اس وصیت کو ہر سال کے آغاز میں روز عید ملاحظہ کیا کریں اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرتے رہیں۔ جب خدا نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تو لوگوں نے علم و ایمان، میراثِ علم، اسمِ اکبر اور آثارِ علم نبوت میں ان کو اسی خبر کے مطابق پایا تو ان کے باپ نوح علیہ السلام نے کی تھی۔ تو ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی اور عذاب خدا سے نجات پائی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **وَالْوَالِي عَادَ إِخَاهُمْ هوداً** (سورۃ اعراف۔ آیت ۶۵) "اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو پھر فرماتا ہے: **كَذَّبَتْ عَادَ الْمُرْسَلِينَ** ○ **اذْقَالَ لَهُمُ اخوهم هود** **الآتقون** (سورۃ الشعراء۔ آیت ۱۲۳-۱۲۴) "جھٹلایا عاد نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کے بھائی ہود نے کیا تم

ڈرتے نہیں۔ اور فرماتا ہے۔ ووصی بها ابراہیم بنیہ و یعقوب (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۲)۔ اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی۔ پھر فرماتا ہے۔ ووهبنا له اسحاق و یعقوب کلاً ہدینا و نوحاً ہدینا من قبل (سورۃ انعام آیت ۸۵)۔ ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسے فرزند عطا کئے اور ہر ایک کی ہدایت کی اور بعض کی پہلے ہدایت کی۔ (تاکہ نبوت کو ان کے اہل بیت میں قرار دیں)۔ تو پیغمبروں کی ذریت سے وہ لوگ مامور ہوئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تھے ہوؤ اور ابراہیم کے درمیان دس انبیاء تھے اور قول عزوجل ہے۔ و ما قوم لوط منکم ببعید (سورۃ ہود آیت ۸۹)۔ اور قوم لوط تم سے (زیادہ) دور نہیں۔ اور ارشاد باری۔ فامن له لوط و قال انی مہاجر الی ربی (سورۃ عنکبوت آیت ۲۶)۔ پس لوط ان (ابراہیم) پر ایمان لائے اور کہا میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ اور ابراہیم کا قول انی ذاہب الی ربی سیہدین (سورۃ صافات آیت ۹۹)۔ میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں پس وہی ہدایت فرمائے گا۔ اور قول عزوجل۔ و ابراہیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ و اتقوا ذلکم خیر لکم (سورۃ عنکبوت آیت ۱۶)۔ اور جب ابراہیم نے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس یہ ہی سنت، الہی تھی کہ ہر مشہور نبی کے درمیان دس یا نو یا آٹھ پشت کا فاصلہ تھا جو سب کے سب پیغمبر ہوتے تھے اور ہر پیغمبر اپنے بعد کے پیغمبر کے مبعوث ہونے کی خبر اور اپنے اوصیاء کو اس وصیت پر عہد کرتے رہنے کا حکم دیا کرتا تھا۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا یہاں تک کہ یہ حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تک پہنچا اور حضرت یوسف کے بعد ان کے بھائی کے فرزندوں میں جاری ہوا جو اسباط تھے ان سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تک ختم ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دس پیغمبر گزرے پھر اللہ نے ان کو فرعون و حامان و قارون کی طرف بھیجا۔ پھر اللہ نے ہر امت کی طرف پے در پے نبیوں کو بھیجا۔ کلما جاء امة رسولها کذبوا فاتبعنا بعضهم بعضا و جعلنا ہم احادیث (سورۃ مومنون آیت ۲۳)۔ جب کسی امت کا رسول اس کے پاس آیا تو انہوں نے اسے تھملا یا پس ہم نے بھی ایک کو دوسرے کے قدم بقدم کر دیا اور ان کو قصہ کہانی بنا دیا۔ پھر نبی اسرائیل کا زمانہ آیا جنہوں نے ایک روز میں دو دو، تین تین، چار چار، نبیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ستر ستر پیغمبر مار ڈالے جاتے تھے اور بازار قتل صبح سے شام تک کھلے رہتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تو انہوں نے حضرت نوح کے بارے میں بشارت دی۔ اور حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان دس انبیاء ہوئے۔ یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی اور ان کے فنا تھے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (ان کے بارے میں) فرمایا ہے۔ پس

پس وہ لوگ دانا اور داعی امرِ خداوندی اور علمِ الہی کے استنباط کرنے والے اور لوگوں کو ہدایت کرنے والے ہیں۔ یہ ہے اس فضیلت کا بیان جسے خدا نے قرار دیا نبیوں، رسولوں، حکیموں، ہادیانِ برحق اور خلفاء میں۔ جو اس کے والیانِ امر اور اس کے علم کے استخراج کرنے والے اور اہل آثارِ علم اللہ ہیں۔ اس ذریت سے جو بعض سے بعض برگزیدہ لوگوں میں سے ہوئے ہیں۔ پیغمبروں کے بعد اولاد اور بھائیوں سے اور اسی ذریت سے جن سے پیغمبروں کی خانہ آبادی تھی۔ پس جو شخص کہ ان کے علم و ہدایت کے ساتھ عمل کرتا ہے ان کی مدد سے نجات پاتا ہے اور جو شخص کہ والیانِ امرِ خلافتِ الہی اور اہل استنباطِ علمِ الہی کو پیغمبروں کے غیر برگزیدہ رشتہ داروں میں سے قرار دیتا ہے وہ حکمِ خداوندی کی مخالفت کرتا ہے۔ اور جاہلوں کو والیانِ امرِ خداوندی بناتا ہے اور ہدایت کے بغیر بیکار باتوں میں پڑتا ہے اور جو لوگ یہ

گمان کرتے ہیں کہ وہ علمِ الہی کا استنباط کرنے والے ہیں اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور وصیت و اطاعتِ خدا سے پھر گئے ہیں انہوں نے فضلِ خدا اس مقام پر نہیں قرار دیا جس جگہ خدا نے قرار دیا ہے۔ پس وہ لوگ گمراہ ہیں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں قیامت میں ان کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی اور سوائے آلِ ابراہیم کے کوئی حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ خداوندِ عزوجل نے فرمایا ہے کہ **فقد آتینا آل ابراہیم الكتاب والحکمة و آتینا ہم ملکاً عظیماً** (سورہ نسا، آیت ۵۴) پس حجت پیغمبروں کی اور ان کے گمراہوں کی قیامت کے دن تک ہے کیونکہ کتابِ خدا اس وصیت پر ناطق ہے۔ خدا نے خبر دی ہے کہ یہ خلافتِ انبیاء کے بعد فرزند ان انبیاء اور ان کے اہل بیت میں ہے جن کو اللہ نے تمام لوگوں پر بلندی اور بزرگی عطا فرمائی اور فرمایا ہے کہ **فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ** (سورۃ نور آیت ۳۶) ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا۔ اور وہاں اس کا ذکر کیا جائے۔

یہ مکانات پیغمبروں، رسولوں، حکماء اور ائمہ ہدی کے ہیں یہی ہے ایمان کا سرا جس کو پکڑنے سے تم سے پہلے نجات پانے والوں نے نجات پائی ہے اور اس سے وہ نجات پائے گا جو تمہارے بعد ائمہ کی متابعت کرے گا۔ بے شک خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ **و نو حاہدینا من قبل و من ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و کذلک نجزی المحسنین** ○ **وزکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس کل من الصالحین** ○ **و اسماعیل و الیسع و یونس و لوطاً و کلاً فضلنا علی العالمین** ○ **و من اباہم و ذریاتہم و اخوانہم و اجتبتینا ہم و ہدینا ہم الی صراط مستقیم** ○ **ذلک ہدی اللہ یهدی بہ من یشاء من عبادہ ولو اشر کو لحبط عنہم ما کانوا یعملون** ○ **اولئک الذین اتینا ہم الكتاب والحکم والنبوة فان یکفر بہا مولاء فقد وکلنا بہا قومالیسوا بہا بکافرین** ○ (سورۃ انعام آیات ۸۵ تا ۹۰)

اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سے پہلے۔ اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور ایسا کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسماعیل اور اسمعٰل کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ داداؤں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور سیدھی راہ پر چلایا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے۔ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو اللہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر یہ ان باتوں کو نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں۔ پس اسی نے ترجیح دی اور سپرد کیا اس کے اہل بیت میں آبا۔ اور بھائیوں اور ذریت کے اور یہی کتاب میں قول عربی ہے فان یکفر بها (امتک) فقد وکلنا O یعنی اگر امت کافر ہو جائے گی تو ہم نے تیرے اہل بیت کو اس ایمان کے ساتھ قرار دیا ہے جس کے ساتھ تجھ کو آراستہ کر کے بھیجا ہے پس اس سے کبھی انکار نہیں کریں گے اور وہ ایمان کبھی تسامح نہیں ہوگا جس کے ساتھ تجھے بھیجا ہے اور تیرے اہل بیت کو تیرے بعد تیری امت میں راہ ہدایت کا مرکز اور تیرے بعد امر خلافت کا، الی اور اپنے علم کا حامل قرار دیا ہے۔ جس میں قطعی کوئی جھوٹ، کوئی گناہ، مکرو فریب اور ریاکاری نہیں ہے۔ پس واضح دلیل ہے اس بیان میں جو کچھ کہ خدا نے اس امت کے معاملے کے متعلق ان کے پیغمبر کے بعد ظاہر فرمایا ہے اس لئے کہ خدا نے اپنے نبی کے اہل بیت کو ظاہر بنایا ہے اور ان کی محبت کو حضور اکرم کی رسالت کا اجر قرار دیا ہے۔ اور ان کے لئے ولایت و امامت جاری کی ہے۔ اور ان کو حضور کی امت میں آپ کے بعد اوصیاء و اولیاء اور امام بنایا ہے۔ پس اے گروہ مردم عبرت حاصل کرو جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اپنی ولایت اپنی اطاعت اپنے علم کا استنباط اور اپنی حجت قرار دیا ہے۔ پس قبول کرو اور اس سے تمسک کرو تاکہ نجات پاؤ اور تمہارے لئے قیامت کے روز اس پر حجت ہو اور رستگاری حاصل کرو کیوں کہ یہ لوگ تمہارے اور خدا کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ اور تمہاری ولایت خدا تک نہ پہنچے گی مگر ان ہی لوگوں کے ذریعہ سے۔ پس جو شخص اس پر عمل کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اس کا اکرام کرے اور اس پر عذاب نہ کرے۔ اور جو شخص اس کے خلاف عمل کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اس کو ذلیل و معذب کرے۔

بعض نبیوں کی رسالت ایک گروہ کے لئے مخصوص تھی اور بعض کی رسالت عام تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام روسے زمین کے تمام باشندوں کی طرف بھیجے گئے ان کی نبوت و رسالت عام تھی اور حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مخصوص ذمہ داری کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام ثمود کی طرف جو ایک چھوٹے گاؤں کے لوگ تھے اور دریا کے کنارے صرف چالیس گھروں کی آبادی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدائن والوں پر مقرر ہوئے جو

چالیس گھر بھی پورے نہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیٹھری (پہلے) کوٹی رہا والوں کے لئے تھی جو عراق کا ایک موضع ہے۔ پھر اس جگہ سے ہجرت کی۔ جنگ و جدل کے لئے ہجرت نہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم نے کہا انی ذاہب الی ربی سیہدین (سورہ صافات آیت ۹۹) میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں وہ میری ہدایت کرے گا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت بغیر جنگ کے تھی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی نبوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت زمین کنعان کے لئے تھی اس جگہ سے وہ مصر گئے اور وہیں عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی میت کنعان میں لا کر دفن کی گئی اور جو خواب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ گیارہ ستاروں، آفتاب و مانتاب نے ان کو سجدہ کیا تو ابتداء میں آپ کی نبوت مصر والوں کے لئے تھی اور آپ کے بعد بارہ نفر اسباط ہوئے پھر خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کو نبی اسرائیل کی طرف بھیجا ان کی نبوت پہلے اس صحرا میں تھی جس میں اسرائیل سرگشتہ پھراکے اس کے بعد بہت سے دوسرے پیغمبر ہوئے کہ جن میں سے بعض کا قصہ حضور اکرم کے لئے خدا نے بیان فرمایا ہے۔ اور بعض کا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو خاص بنو اسرائیل کی طرف بھیجا اور آپ کی نبوت بیت المقدس کے لئے تھی۔ آپ کے بعد بارہ حواریین ہوئے اور آپ کے عزیزوں میں ہمیشہ ایمان پوشیدہ رہا۔ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کو تمام جن و انس کی طرف بھیجا اور وہ آخری پیغمبر تھے ان کے بعد بارہ وحی مقرر فرمائے۔ ہم نے بعض سے ملاقات کی بعض گزر گئے اور بعض آئندہ ہونگے۔ یہ ہے امر نبوت و رسالت اور ہر نبی جو کہ بنو اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے خاص ہوں یا عام ہر ایک کے وحی ہوئے ہیں۔ اور سنت الہی جاری ہوئی ہے۔ اور اوصیاء محمد سنت اوصیائے عیسیٰ پر ہیں اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام حضرت مسیح کی سنت پر تھے۔ یہ ہے بیان پیغمبروں کے بعد اوصیاء کے بارے میں سنت الہی کا۔

۳۔ ہم سے ہمارے والد نے اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے حضرت امام ابی الحسن اول۔ یعنی موسیٰ بن جعفر (حضرت امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سے حضرت آدم کی روح قبض ہوئی اس وقت سے اب تک اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا کہ جس سے اللہ کی طرف ہدایت حاصل کی جاسکے۔ وہی بندوں پر اللہ کی رحمت ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جو اس سے وابستہ رہا اس نے نجات پائی۔

۴۔ ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے بیان کیا ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے احمد بن حسن بن علی بن

فصال نے ان سے عمرو بن سعید مدائنی نے ان سے مصدق بن صدقہ نے ان سے عماد بن موسیٰ ساباطی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے، کبھی عالم و حجت خدا سے خالی نہیں رکھی گئی جو امور حق کو زندہ کرتا ہے جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی

یریدون ان یطفوا نور اللہ بافواہم ویابی اللہ الا ان یتم نورا ولو کرا الکافرون (سورۃ توبہ آیت ۳۲) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہشیم بن ابی مسروق ہمدی نے ان سے محمد بن خالد برقی نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے ابان بن تغلب نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حجت خدا خلایق سے پہلے ان کے ساتھ اور ان کے بعد بھی رہے گی۔

۶۔ مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے علی بن اسباط نے ان سے سلیم غلام طربال نے ان سے اسحاق بن عماد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے زمین کو کسی عالم (امام - حجت خدا) سے خالی نہیں چھوڑا اس لئے کہ اگر مسلمان دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خدا دندی کی طرف) پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کر دے۔

۷۔ ہم سے محمد بن حسن نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ان سے ہارون بن مسلم نے ان سے ابو الحسن یشی نے ان سے جعفر بن محمد علیہما السلام نے ان سے ان کے آبا۔ علیہم السلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم فرماتے ہیں کہ میری امت میں ہر زمانے میں میرے اہل بیت میں سے ایک امام عادل ہوگا جو اس دین میں غالیوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعوؤں اور جاہلوں کی غلط تادیبوں کی نفی کرے گا۔ بے شک تمہارے ائمہ تمہیں اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ پس اپنے دین اور اپنی نمازوں میں ان کی پیروی کرو۔

۸۔ ہم سے ہمارے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے عبداللہ بن محمد جمال نے ان سے حماد بن عثمان نے ان سے ابی بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قول خدا یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ نساء، آیت ۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد قیامت تک علی اور فاطمہ کی اولاد میں ہونے والے ائمہ ہیں۔

۹۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن اسحاق نے بیان

۱۳۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے مروی ہے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے رہی نے ان سے فضیل بن یسار نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ علم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آیا اور پھر رخصت نہیں ہوا یہ وراثت میں منتقل ہوا اور علم آثار نبوت و رسالت سے مشوب ہر وہ شے جو اہل بیت سے مروی نہیں ہے باطل ہے اور حضرت علی علیہ السلام اس امت کے عالم (امام) ہیں۔ اور ہم میں سے کوئی بھی عالم (امام) جب دنیا سے اٹھتا ہے تو اپنے بعد اپنے علم کا وارث چھوڑتا ہے۔

۱۵۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے عالم سے خالی نہیں ہوتی جو حرام و حلال کا علم نہ رکھتا ہو۔ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔ میں نے پوچھا مولا میں آپ پر فدا وہ علم کہاں سے جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا وراثت رسول اور علی سے۔

۱۶۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے مروی ہے کہ ان سے فضالہ نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے حسن بن زیاد نے بیان کیا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام کے قائم رہ سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ زمین پر امام کا ہونا ضروری ہے جو حلال و حرام اور ان تمام امور کا عالم ہو جن کے لوگ محتاج ہیں۔

۱۷۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ ان سے بیان کیا فضالہ نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے حسین بن ابی علاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے قائم رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: کیا ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ مگر یہ کہ ایک خاموش ہو (اور دعوائے امامت نہ کرے)۔ میں نے پوچھا کہ امام اپنے بعد کے امام کو جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا قائم امام ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ امام ابن امام ہوں گے۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

۱۸۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے یونس بن عبد الرحمن نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ زمین کو کبھی عالم (امام) کے بغیر نہیں چھوڑتا کہ علم حلال و حرام کے لئے لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔ میں نے پوچھا مولا وہ (امام) علم کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی وراثت سے۔

۱۹ - انہی اسناد کے ساتھ حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علم حضرت آدمؑ کے ساتھ دنیا میں نازل ہوا اور پھر زمین سے رخصت نہیں ہوا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کا وارث چھوڑتا ہے۔ کیونکہ زمین بغیر عالم (امام) کے باقی نہیں رہ سکتی۔

۲۰ - مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے علی بن ہزیرا نے ان سے حسن بن سعید نے ان سے محمد بن اسماعیل قرظی نے ان سے ایک شخص نے بیان کیا اس شخص سے اسماعیل بن ابی رافع نے ان سے ان کے والد ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک نامہ لائے جس میں بادشاہان دنیا کے بارے میں خبر تھی۔ مجھ سے قبل اور مجھ سے پہلے انبیاء اور رسولوں کے بارے میں جو مبعوث ہوئے۔ (یہ حدیث بہت لمبی ہے اس میں سے ہم نے اپنی ضرورت کی چیزیں یہاں ذکر کیں)۔ اس میں درج تھا کہ جب اشج بن بادشاہ ہوا اس کا نام کہیں تھا اس نے دو سو چھیاسٹھ سال بادشاہت کی اس کی حکومت کو اکیادس سال گزرے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ خدا نے نور و علم و حکمت اور گزشتہ تمام پتھروں کے علوم ان کو عطا فرمائے تھے۔ خدا نے ان کو انجیل عطا کی اور بیت المقدس کی جانب بھیجا اور نبی اسرائیل پر مبعوث فرمایا کہ ان کو خدا کی کتاب و حکمت اور خدا اور رسول پر ایمان کی طرف دعوت دیں تو ان میں سے اکثر باغی اور کافر ہو گئے۔ جب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو حضرت نے خدا سے دعا کی اور ان سب پر لعنت کی تو ان میں سے بعض بصورت شیاطین مسخ ہو گئے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو اپنی رسالت کی ایک نشانی دکھائیں جس سے ان کو عبرت ہو لیکن ان کے کفر میں اضافہ ہوتا رہا غرض کہ آپ تینتیس سال بیت المقدس میں دعوت دیتے رہے اور تبلیغ فرماتے رہے اور ان کی سرکشی بڑھتی رہی (آخر خدا نے ان کو آسمان پر اٹھالیا) پھر یہودیوں نے ان کی تلاش شروع کی تو بعضوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے ان پر سختی کی اور زندہ زمین میں دفن کر دیا اور بعضوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے دار پر چڑھا دیا۔ (لیکن سب نے جھوٹ کہا)۔ خدا نے ان پر ان لوگوں کو اختیار ہی نہیں دیا اور یہ امر ان پر مشتبه ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے یا زندہ دفن کرنے یا معذب کرنے کی ان میں قوت نہ تھی۔ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے انی متوفیک ورافعک الی و مطہرک من الذین کفروا (سورہ آل عمران آیت ۵۵) "میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تم کو کافروں (کے میل جول) سے پاک کرنے والا ہوں۔" پس انہیں ان کے قتل کرنے اور مصلوب کرنے کی قدرت نہیں تھی کیونکہ انہیں اس پر قدرت ہوتی تو قول خدا بل رفعہ اللہ الیہ (سورۃ النساء آیت ۱۵۸) "بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔" جھوٹ ٹھرتا۔ ان کی مدت پوری کرنے کے بعد خدا نے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور جب آسمان پر اٹھانا چاہا ان پر وحی کی کہ نور و حکمت و علم کتاب خدا کو شمعون بن حنون

کے سپرد کر دو جن کو حلفا کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مومنین پر ان کو اپنا خلیفہ بنایا پھر شمعون ہمیشہ خدا کے امر کی تبلیغ کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات کی طرف بنی اسرائیل میں سے اپنی قوم کو ہدایت کرتے رہے اور کافروں سے جہاد کرتے رہے۔ تو جس شخص نے ان کی اطاعت کی اور ان پر ایمان لایا اور ان باتوں پر جو خدا کی جانب سے ان کو حاصل تھیں وہ مومن ہوا اور جس نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی وہ کافر ہوا یہاں تک کہ خدا نے شمعون کو اپنی رحمت کی جانب بلایا ان کے بعد لہنے بعدوں کی ہدایت کے لئے صالحین میں سے ایک پیغمبر بھیجا وہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام تھے اور جب شمعون دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت ارد شیر بن بابکان بادشاہ ہوا۔ اس نے چودہ سال دس ماہ بادشاہت کی اور جب اس کی حکومت کو آٹھ سال گزرے یہودیوں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو شہید کر دیا۔ جب حضرت یحییٰ کی شہادت کا وقت آیا تو خدا نے ان کو وحی کی کہ وصیت و امامت کو شمعون کی اولاد میں قرار دیں اور حواریوں اور اصحاب عیسیٰ کو حکم دیں کہ ان کے ساتھ رہیں۔ (اور ان کی اطاعت کریں)۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سابور بن ارد شیر کی حکومت تھی اس نے تیس سال حکومت کی یہاں تک کہ اسے اللہ نے قتل کرایا اور اللہ نے علم و نور و حکمت اور فضل کو یعقوب بن شمعون کی ذریت میں قرار دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد بخت نصر نے ایک سو ستاسی سال تک حکومت کی جب اس کی بادشاہی کے سینتالیس سال گزرے۔ اللہ نے حضرت عزیز کو ان شہر والوں کی جانب مبعوث فرمایا جنہیں موت طاری کرنے کے سو سال بعد زندہ کیا تھا۔ وہ متفرق شہروں کے رہنے والے تھے اور موت کے خوف سے شہر سے بھاگے تھے اور حضرت عزیز کے قرب و جوار میں آکر رہے تھے وہ سب صاحبان ایمان تھے۔ حضرت عزیز ان کی دلجوئی کرتے ان کی باتوں کو سنتے اور ان کے ایمان کے سبب ان کو دوست رکھتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایمانی برادری قائم کر لی تھی وہ ایک روز ان کے درمیان سے کہیں چلے گئے تھے دوسرے روز جب واپس آئے دیکھا کہ سب کے سب مرے ہوئے ہیں۔ بہت رنجیدہ ہوئے اور تعجب سے کہے:

انی یحییٰ ہذا اللہ بعد موتھا (سورہ بقرہ آیت ۲۵۹) خدا اس (بستی) کو موت دینے کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ تو خدا نے ان کی روح بھی اسی وقت قبض کر لی۔ سو سال بعد خدا نے حضرت عزیز علیہ السلام کو مع ان لوگوں کے زندہ کیا وہ لوگ ایک لاکھ لڑنے والے سپاہی تھے اس کے بعد بخت نصر ان پر مسلط ہوا۔ اس نے سب کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ جب بخت نصر فوت ہوا اور اس کا بیٹا مہرقیہ بادشاہ ہوا اور اس نے ستہ سال تیس روز بادشاہت کرنے کے بعد حکم دیا کہ ایک بہت بڑا غار کھود کر اس میں حضرت دانیال اور ان کے اصحاب اور شیعوں کو ڈالا جائے اور اوپر سے آگ روشن کر دی جائے۔ لیکن ان کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ جب اس نے دیکھا کہ آگ ان کے نزدیک نہیں گئی تو اسی غار میں سب کو قید کر دیا اور بہت سے درندے اس میں چھوڑ دیئے اور ہر طرح کا ظلم کیا یہاں تک کہ خدا نے ان کو اس کے ہاتھ سے نجات دی اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر اللہ نے کتاب العزیز میں کیا ہے قتل اصحاب

الاحدود والنار ذات الوقود O (سورہ بروج آیت ۳-۵) اس کی دہکتی ہوئی آگ کی خندقوں والے اس حال میں قتل کئے گئے۔ جب خدا نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اپنے حضور طلب کرنا چاہا تو ان کو حکم دیا کہ نور و حکمت خدا اپنے فرزند یحیٰا کے سپرد کریں۔ پس آپ نے حکم الہی کی تعمیل کی۔ اس وقت ہر مہینہ بادشاہ تھا۔ اس نے تینتیس سال تین ماہ چار روز بادشاہت کی۔ اس کے بعد بہرام نے چھبیس سال بادشاہت کی اس وقت محافظ دین و شریعت خدا یحیٰا بن دانیال تھے۔ ان کے اصحاب مومنین اور تصدیق کرنے والوں میں سے تھے لیکن اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور اس بات پر قادر نہ تھے کہ حق کا اعلانیہ اظہار کریں۔ بہرام کے بعد اس کے لڑکے بہرام نے سات برس تک بادشاہت کی اس کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا اور زمانہ فترت شروع ہوا اور ولی امر یحیٰا بن دانیال ہی تھے۔ اور ان کے اصحاب ان کے ساتھ تھے جب ان کی وفات کا زمانہ آیا تو خدا نے وحی فرمائی کہ نور و حکمت خدا کو انشو بن یحیٰا کے سپرد کرو اور زمانہ فترت حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے درمیان چار سو اتسی رہا۔ اور انشو کی اولاد میں یکے بعد دیگرے جس کو خدا چاہتا وہ وحی و پیشوا ہوتا رہا۔ بہرام کے بعد ہرمز کا بیٹا سابور بادشاہ ہوا اس نے بہتر سال بادشاہت کی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے تاج بنایا اور سر پر رکھا۔ اس زمانہ میں بھی وحی انشو تھے۔ سابور کے بعد اس کا بھائی ارد شیر نے دو سال تک بادشاہت کی اس زمانے میں خدا نے اصحاب کہف و رقیم کو زندہ کیا۔ اس زمانہ میں خلیفہ خدا دیسٹا بن انشو تھے اس زمانے میں سابور بن ارد شیر بادشاہ تھا اور پچاس سال تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے زمانے میں بھی دیسٹا پیشوائے خلق تھے۔ سابور کے بعد اس کا لڑکا یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اس نے اکیس سال پانچ ماہ انیس دن حکومت کی۔ اس کے زمانے میں بھی دیسٹا علیہ السلام خلیفہ خدا تھے۔ جب خدا نے چاہا کہ دیسٹا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے تو ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ نور و علم خدا اور احکام و حکمتیں اپنے فرزند نسطورس ابن دیسٹا کے سپرد کریں۔ یزدجرد کے بعد بہرام جور نے چھبیس سال تین ماہ اٹھارہ روز بادشاہت کی۔ اس وقت بھی نسطورس ہی بخت خدا تھے۔ بہرام کے بعد یزدجرد کے لڑکے فیروز کو بادشاہت ملی وہ ساٹھ سال تک بادشاہ رہا۔ اس کے زمانے میں بھی نسطورس ہی خلیفہ خدا رہے۔ اس زمانہ کے مومنین بھی انہی کے ساتھ تھے۔ جب خدا نے چاہا کہ نسطورس کو اپنے جوار رحمت میں طلب کرے ان کو خواب میں وحی کی کہ مرعیڈا کو اپنا وحی قرار دیں اور علوم و حکمت ان کے سپرد کریں۔ پھر فیروز کے بعد اس کے لڑکے بلاش نے چار سال حکومت کی۔ اس کے زمانے میں بھی خلیفہ خدا مرعیڈا تھے۔ اس کے بعد اس کے بھائی قباد نے تینتالیس سال بادشاہت کی۔ اس کے بعد اس کے بھائی جاسف نے چھیالیس سال بادشاہت کی اس وقت بھی خلیفہ خدا مرعیڈا ہی تھے۔ جاسف کے بعد کسریٰ بن قباد بادشاہ ہوا اور چھیالیس سال آٹھ ماہ بادشاہ رہا۔ اس کے زمانے میں بھی محافظ دین و شریعت مرعیڈا تھے اور ان کے اصحاب اور شیعہ مومن تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو خدا نے ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ نور اور حکمت کو ہمیرا رہب کے سپرد کرو کسریٰ کے بعد اس کا بیٹا ہرمز بادشاہ ہوا۔ اس کی

بادشاہت کی مدت اڑتیس سال ہے۔ اس کے زمانے میں بھی دین خدا کے محافظ بھیرا تھے ان پر ایمان رکھنے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنین بھی تھے۔ ہرمز کے بعد کسریٰ پرویز بادشاہ ہوا اس وقت بھی خلیفہ بھیرا ہی تھے۔ یہاں تک کہ جب چھٹائے خدا کی غیبت کی مدت طویل ہوئی اور وحی الہی منقطع ہوئی اور لوگوں نے خدا کی نعمتوں کی ناقدری کی اور حقیر سمجھا تو غضب خدا کے سزاوار ہوئے۔ دین کو کمزور کیا، نماز کو ترک کیا اور قیامت قریب آگئی۔ مذہب پارہ پارہ ہو گیا۔ لوگ جہالت و تاریکی اور حیرت میں مبتلا ہوئے۔ مختلف دین اختیار کئے حق مشتبه ہو گیا۔ حالات پراگندہ ہوئے اور پیغمبروں کو گزرے ہوئے مدتیں گزر گئیں کچھ لوگ تو اپنے پیغمبر کے دین پر باقی رہے اور بہت سے لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ خدا کی اطاعت کے بدلے ظلم و سرکشی اختیار کی اس وقت خدا نے نبوت و رسالت کے لئے شجرہ مشرفہ طیبہ سے اس کو پتہ جس کو اپنے علم سابق اور نافذ ہونے والے قول میں ابتدائے خلقت سے پہلے اختیار کیا تھا اور اس سلسلہ کو اپنی خیر و خوبی کی اجتا، اپنے اخلاص کا مقصود اور اپنے برگزیدہ نفوس کا معدن قرار دیا یعنی حضرت محمدؐ کو اپنی نبوت کے لئے مخصوص فرمایا اور حضور اکرمؐ کو اپنی رسالت کے واسطے پتہ اور ان کے دین کے ذریعہ سے حق کو ظاہر فرمایا تاکہ وہ اس کے بندوں کے درمیان حکمت کے ساتھ فیصلہ کریں اور دشمنوں سے جہاد کریں اور تمام گزشتہ نبیوں اور ان کے اوصیاء کے علوم حضور اکرمؐ کو ودیعت فرمائے۔ زبان عربی میں ان کو قرآن عطا فرمایا جس میں کسی طرف سے باطل کا گزر نہیں اور اس میں خبر پائے گزشتہ و آئندہ بیان فرمائیں۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسن بن علی خزاز نے ان سے عمر بن ابان نے ان سے حسین بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ زمین خالی نہیں ہوتی مگر یہ کہ ہم اہل بیت میں کوئی عالم (امام) ہو جب لوگ دین میں زیادتی کریں تو وہ بتائے کہ یہ زیادتی ہے اور جب کمی کریں تو بھی وہ بتائے کہ یہ کمی ہے۔ اور خدا اس عالم (امام) کو دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھاتا جب تک وہ اپنی اولاد میں اپنے علم کا وارث نہ چھوڑے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے عبداللہ الخفاری نے ان سے جعفر بن ابراہیم اور حسین بن زید نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری اولاد کو زوال نہیں وہ امن اور امید میں رہیں گے۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین خالی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اس میں

ہم میں سے ایک امام ہو۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے ربیع بن محمد بن مسلمی نے ان سے عبداللہ بن سلیمان عامری نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین پر اللہ کے طرف سے ہمیشہ ایک جت خدا رہا ہے جو حلال و حرام جانتا ہے اور لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور جت سے زمین خالی نہیں ہوگی مگر قیامت سے پہلے چالیس روز کے لئے۔ جب وہ جت خدا زمین سے اٹھا لیا جائے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور ایمان لانے والوں کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو لوگ جت خدا کے چلے جانے کے بعد ایمان لائیں گے۔ وہ بدترین خلق ہوں گے۔ پھر ان کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر نے ان سے عقبہ بن جعفر نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے ان کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ صاحب امر اس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے بعد اپنی اولاد نہ دیکھ لے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے کہ زمین کو امام عادل سے خالی رکھے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے علی بن نعمان نے ان سے فضیل بن عثمان نے ان سے ابو عبیدہ نے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا میری جان آپ پر فدا ہو مجھ سے سالم بن ابی حفصہ یلقانی نے کہا کہ کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور وہ امام (وقت) کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ پس اس نے مجھ سے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے انتقال کے بعد تمہارا امام اب کون ہے۔ تو میں آپ پر قربان میں نے اس سے یہ کہتے ہوئے کراہت کی کہ جعفر علیہ السلام۔ پس اسی سے کہا میرے ائمہ آل محمد ہیں۔ اس نے کہلا میں نہیں سمجھا کہ تم صحیح (امام کی پیروی) کرتے ہو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سالم بن ابی حفصہ پر افسوس اور لعنت خدا ہو۔ وہ کیا جانے کہ امام کی منزلت کیا ہوتی ہے۔ امام کی منزلت ان خیالات سے بلند ہے جو سالم اور دوسرے لوگ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے جب کوئی امام دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کا وارث (امام) چھوڑتا ہے۔ جو علم اور سیرت میں اس جیسا ہو۔ اور ان امور کی دعوت دے جن کی سابقہ امام نے دعوت

دی اور اللہ کے لئے کوئی ممانعت نہیں کہ جو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کیا اس سے زیادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کرے۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے عثمان بن اسلم نے ان سے ذریعہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے دنیا کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا۔ جو لوگوں کو اللہ کی طرف ہدایت کرے اور وہ بندوں پر اللہ کی حجت ہوتا ہے۔ پس جس نے اسے چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جس نے ان کا دامن تھاما اس نے نجات پائی۔

اسی نوعیت کی ایک روایت میرے والد نے مجھ سے بیان کی ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن عیسیٰ، جعفر بن بشیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے ذریعہ نے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے ابن محبوب ان سے علاء نے ان سے ابن ابی یحیٰ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ دنیا ایک دن کے لئے بھی ہم اہل بیت میں سے کسی امام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی جس کے باعث امت امان میں رہے۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے حمزہ بن حرمان نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دنیا میں دو افراد باقی رہ جائیں تو ان میں یا تو پہلا حجت ہوگا یا دوسرا حجت ہوگا۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عبدالحمید نے ان سے منصور بن یونس نے ان سے عبدالرحمن بن سلیمان نے ان سے ان کے والد نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عارث بن نوفل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہدایت ہم سے ہے یا ہمارے غیر سے تو آپ نے فرمایا ہدایت ماقیامت ہم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ (امت کو) شرک کی تاریکیوں سے نجات دلائی ہے۔ ہمارے ذریعہ امت کو گمراہی سے نجات ملی ہے اور ہمارے ذریعہ لوگ فتنہ و شرک کے اندھیرے سے نکل کر ہدایت کے اجالے میں آئے ہیں۔ ہمارے ذریعہ اللہ اختتام کرے گا جس طرح ہمارے ذریعہ ابتداء کی ہے۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے جعفر بن بشیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے معلیٰ بن عثمان نے ان سے معلیٰ بن خنیس نے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کے درمیان ایک ایسا فرد ہو جس کی اطاعت ان تمام لوگوں پر واجب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے محمد بن اسماعیل بن بزیر نے ان سے منصور بن یونس نے ان سے ان کے ایک ساتھی نے اس سے ابو حمزہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کُلْ شَیْ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهٌ (سورۃ قصص آیت ۸۸) ہر شے کے لئے فنا ہے مگر اس کا چہرہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ کا چہرہ باقی رہے گا؟ اللہ تعالیٰ بلند ہے ان باتوں سے جو اس کی طرف نسبت دی جاتی ہیں۔ بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی سوائے اس کے دین کے اور ہم ہی وہ وجہ ہیں جس سے اللہ پہچانا جاتا ہے۔ اور لپٹے بندوں کے درمیان سے اس کو اٹھاتا ہے جب تک اس کی روپہ موجود ہے۔ میں نے پوچھا: روپہ کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا حاجت۔ پس جب بندوں میں (حجت خدا کی) حاجت ختم ہو جائے گی تو اللہ ہم کو اٹھالے گا پھر جو پسند کرے گا وہ کرے گا (یعنی قیامت آجائے گی)۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے جعفر بن بشیر نے ان سے عمر بن ابان نے ان سے خریس کناسی نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کُلْ شَیْ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهٌ کے بارے میں فرمایا کہ ہم ہی وہ وجہ ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے ابو القاسم ہاشمی نے ان سے عبید بن نفیس انصاری نے ان سے حسن بن سماء نے ان سے جعفر بن سماء نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے ایک صحیفہ لے کر نازل ہوئے وہ ایک ایسا صحیفہ تھا کہ اس جیسا صحیفہ نہ کبھی پہلے نازل ہوا تھا نہ بعد میں نازل ہوا۔ وہ صحیفہ کئی سونے کی مہروں میں بند تھا پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ آپ کی وصیت ہے اس کے لئے جو آپ کے اہل میں نجیب ہے۔ آپ نے پوچھا اے جبرئیل (علیہ السلام) میرے اہل میں نجیب کون ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: پہلا علی ابن ابی طالب۔ پس آپ کے انتقال کے بعد وہ اس میں سے ایک مہر توڑے گا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرے گا۔ پس حضور اکرم کے انتقال کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک مہر توڑی اور اس صحیفہ میں لکھی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ ان کے بعد وہ صحیفہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے پاس پہنچا۔ آپ نے اس کی ایک مہر توڑی اور اس میں جو لکھا تھا اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر وہ صحیفہ حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ نے اپنے حصہ کی مہر توڑی اور صحیفہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں لکھا تھا کہ آپ حصول شہادت کے لئے خروج کریں اور شہادت صرف ان

لوگوں کو حاصل ہوگی جو آپ کی حمایت میں لڑیں گے۔ پس آپ نے اس کے مطابق عمل کیا۔ اس کے بعد ایک مرد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس صحیفہ پہنچا تو انہوں نے (اپنے حصہ کی) مہر توڑی تو اس میں پایا کہ موشی اختیار کرو اور گوشہ نشین ہو جاؤ اور اللہ کی اتنی عبادت کرو کہ یقین حاصل ہو جائے۔ آپ کے بعد وہ صحیفہ ایک مرد (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) تک پہنچا۔ انہوں نے اس کی مہر توڑی تو اس میں یہ ہدایت تھی کہ لوگوں کو حدیث اور احکامات بیان کرو اور اپنے آباء کرام علیہم السلام کے علم کو پھیلاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کھاؤ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا ضامن ہے۔ اور حکم دیا کہ اس صحیفہ کو اپنے بعد کے امام کو دو۔ اس طرح یہ صحیفہ ایک امام کے بعد دوسرے امام تک تاقیامت منتقل ہوتا رہے گا۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے حسن بن علی زینتونی نے ان سے ابن ہلال نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے ابن مسکان نے اس سے محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ جنت خلق سے پہلے خلق کے ساتھ اور خلق کے بعد بھی رہے گی۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے یزید بن عیسیٰ نے ان سے ہارون بن حمزہ غنوی نے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے یہ لازم ہے کہ لوگوں میں ایک ایسا فرد ہو جس کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا: یہ (سنت الہی) ہمیشہ رہی ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر زمین پر صرف دو اشخاص رہ جائیں تو ان میں ایک جنت خدا ہوگا اور اگر (ان میں سے) ایک مرجائے تو دوسرا جنت خدا ہوگا۔ (یعنی زمین جنت خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی)۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے یزید کناسی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے ابو خالد زمین ایک دن کے لئے بھی جنت خدا سے خالی نہیں رہی اس دن سے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کر کے زمین پر بھیجا ہے۔

۳۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایوب بن یوحنا نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن خدش بعری نے کہا کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا زمین امام کے بغیر ایک ساعت کے لئے قائم رہ سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: زمین حق (یعنی امام) سے

خالی نہیں رہ سکتی۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے احمد بن اور یس نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابو نصر نے ان سے حماد بن عثمان نے ان سے عبداللہ بن ابو یعفور نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: (ایک وقت میں) دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: نہیں۔ مگر یہ کہ ان میں ایک خاموش رہے (اعلان امامت نہ کرے)۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے حسن بن بشار واسطی نے بیان کیا کہ حسین بن خالد نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔ کہ کیا زمین امام سے خالی ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے ابن محبوب نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابی بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے جلیل تر و عظیم تر ہے کہ وہ زمین کو امام عادل کے بغیر چھوڑ دے۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطن نے ان سے عباس بن فضل مقری نے ان سے محمد بن علی بن منصور نے ان سے عمرو بن عون نے ان سے خالد نے ان سے حسن بن عبید اللہ نے ان سے ابو النعمانی نے ان سے زید بن ارقم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور اپنی عترت (اہل بیت)۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہو جائیں گے۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس نے ان سے عباس بن فضل نے ان سے ابو ذر نے ان سے کثیر بن یحییٰ ابو مالک نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے اعمش نے ان سے صیب ابن ابی ثابت نے ان سے عامر بن دائد نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مقام غدیر خم میں آپ نے سائبان بنانے کا حکم دیا پھر اس سائبان میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آیا ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ پس میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہنچیں گے۔ پھر فرمایا اللہ میرا مولا ہے۔ اور میں ہر مومن کا مولا ہوں پھر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ (علی) ہے۔

لی ہے۔ اسے اللہ تو اس سے محبت رکھے جو اس سے عداوت رکھے اور اس سے عداوت رکھے جو اس سے عداوت رکھے۔ راوی نے زید بن ارقم سے پوچھا: کیا تم نے خود یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔ تو انہوں نے کہا: اس وقت جو بھی وہاں موجود تھا ہر ایک نے اپنے اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی اور اپنی اپنی آنکھوں سے اس معاملہ کو دیکھا۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر بن حسین بغدادی نے ان سے عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز نے ان سے بشر بن ولید نے ان سے محمد بن طلحہ نے ان سے اعمش نے ان سے عطیہ بن سعید نے ان سے ابو سعید خدری نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ مجھے (اللہ کی طرف سے) بلاوا آنے والا ہے اور میں اس کو قبول کر لوں گا۔ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت۔ کتاب اللہ وہ سی ہے جو زمین سے آسمان کے درمیان کھینچی گئی ہے۔ اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں۔ تحقیق اللہ لطیف و خبیر ہے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے پس دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر بغدادی نے ان سے محمد بن حسین بن حفص شعمی نے ان سے محمد بن عبید نے ان سے صالح بن موسیٰ نے ان سے عبد العزیز بن رفیع نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابو ہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گے۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ نے ان سے قاسم بن عباد نے ان سے سوید نے ان سے عمرو بن صالح نے ان سے زکریا نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں جو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان سے متمسک ہوئے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ جو (آسمان اور زمین کے درمیان کھینچی گئی) سی ہے دوسرے میری عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے۔

۳۶۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبد اللہ بن سعید نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے حسین بن حمید نے ان سے ان کے بھائی حسن بن حمید نے ان سے علی بن ثابت دحان نے ان سے سعاد بن سلیمان نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے عارث نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جلد ہی میرا پیغام اہل آسمان کے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہہ دوں گا۔ پس میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے

یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہنچیں گے۔

۵۰ - بیان کیا مجھ سے حسن بن عبد اللہ بن سعید نے ان سے قشیری نے ان سے مغیرہ بن محمد بن مہلب نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبد اللہ بن داؤد نے ان سے فضیل بن مردوق نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں ایک دوسری سے طویل ہے۔ کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی رہی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور میری عمرت۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا: عمرت رسول کون ہیں؟ اس نے جواب دیا: ان کے اہل بیت علیہم السلام۔

۵۱ - بیان کیا مجھ سے علی بن فضل بغدادی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عمر ابو العباس ثعلب کے ساتھی سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو العباس ثعلب سے سنا کہ رسول اکرم کے اس قول انی تارک فیکم الثقلین کے معنی دریافت کئے گئے کہ ان دونوں کا نام "ثقلین" کس لئے رکھا گیا۔ تو اس کا جواب دیا کہ اس لئے کہ ان دونوں سے تمسک رکھنا ثقیل اور گراں ہے۔

۵۲ - بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن شعیب ابو محمد جوہری نے ان سے عیسیٰ بن محمد علوی نے ان سے ابو عمرو احمد بن ابو حازم غفاری نے ان سے عبید اللہ ابن موسیٰ نے ان سے شریک نے ان سے رکیب بن ربیع نے ان سے قاسم بن حسان نے ان سے زید بن ثابت نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عمرت میرے اہل بیت۔ آگاہ رہو کہ یہ دونوں میرے بعد میرے خلیفہ ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

۵۳ - بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن شعیب ابو محمد جوہری نے ان سے عیسیٰ بن محمد علوی نے ان سے حسین بن حسن حیرنی نے کوفہ میں ان سے حسن بن حسین عربی نے ان سے عمرو بن جمیع نے ان سے عمر بن ابو المقدام نے ان سے جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد گرامی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز جابر ابن عبد اللہ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ مجھ الوداع کے بارے میں کچھ بتائیں۔ تو انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں وہ چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری عمرت میرے اہل بیت۔ پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

۵۴ - بیان کیا مجھ سے حسن بن عبد اللہ بن سعید نے ان سے محمد بن احمد بن محمدان قشیری نے ان سے ابو الحاتم مغیرہ بن محمد بن مہلب نے ان سے عبد الغفار بن محمد بن کثیر کلابی کوفی نے ان سے جریر بن عبد الحمید نے ان سے حسن بن عبید اللہ نے ان سے ابو الفصحی نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

میں تم میں وہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر ان سے مستحکم رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر مجھ سے ملیں گے۔

بیان کیا مجھ سے حسن بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے حسین بن حمید نے ان سے ان کے بھائی حسن بن حمید نے ان سے علی بن ثابت دحان نے ان سے سجاد بن سلیمان نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حارث نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جتنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرا پیغام اجل آنے والا ہے اور میں اسے قبول کرنے والا ہوں۔ پس میں تم میں دو وزنی گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسری سے افضل ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملاقات کریں گے۔

○ یہ حدیث انہی استاد اور اسی عبارت کے ساتھ اس باب کی ۴۹ ویں حدیث میں آچکی ہے۔

بیان کیا مجھ سے حسن بن عبد اللہ نے ان سے قشیری نے ان سے مغیرہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبد اللہ بن داؤد نے ان سے فضیل بن مرزوق نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسرے سے طویل (بڑی) ہے ایک کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور (دوسری) میری عترت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا عترت رسول کون ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ان کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ ○○ یہ حدیث انہی استاد اور اسی عبارت کے ساتھ اس باب کی چھاسویں حدیث میں آچکی ہے۔

۵۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے ان سے عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث نے ان سے احمد بن محلی اللادی نے ان سے یحییٰ بن حماد نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے اعشش نے ان سے عییب بن ابی ثابت نے ان سے عامر بن واٹھ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو غدیر خم کے مقام پر آپ نے ایک ساتنابن بنانے کا حکم دیا اور اس میں قیام کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس پیغام اجل گیا ہے اور میں اسے قبول کر لوں گا۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔ پھر فرمایا: اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن و مومنہ کا مولا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی علیہ السلام

کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں دلی ہوں اس کا علی ولی ہے۔ پس راوی کہتا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے؟ تو زید بن ارقم نے جواب دیا کہ ہاں۔ جو بھی (وہاں) موجود تھے ان سب نے اپنے کانوں سے حدیث سنی اور اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا۔

۵۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے ان سے عبد اللہ بن یزید ابو محمد بھلی نے ان سے محمد بن طریف نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے اعمش نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے ان سے حبیب بن ابی ثابت نے ان سے زید بن ارقم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس داعی اجل کا پیغام آگیا ہے۔ اور میں نے اسے لبیک کہہ دیا ہے۔ پس میں تم میں دو (۳) گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں (دونوں) ایک دوسرے سے بڑی ہیں۔ ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عمرت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔ لہذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے۔

۵۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمرو نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسین بن حفص نے ان عباد بن یعقوب نے ان سے ابو مالک عمرو بن ہاشم جنبی نے ان سے عبد الملک نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں۔ ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے (ایک) اللہ کی کتاب وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی ہے۔ اور (دوسری) میری عمرت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۵۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے ان سے حسن بن عبد اللہ بن محمد بن علی تمیمی نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عمرت، میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۵۹۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان نیشاپوری نے ان سے ان کے چچا ابو عبد اللہ محمد بن شاذان نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے عبید اللہ بن موسیٰ نے ان سے اسرائیل نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حنشل ابن معتمر نے کہ میں نے دیکھا کہ ابو درخمار بن کعبہ کی (ضمیر کو پکڑ کر) تادار بلند کہہ رہے ہیں کہ اے لوگوں جو مجھے

پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں ابوذر (مغاری) جندب بن سکن ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں (ایک کتاب اللہ اور دوسری) میری محرت، میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے۔ جہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے۔ نیز (یہ بھی فرمایا) ان دونوں کی مثال تمہارے درمیان سفینہ نوح کی ہے۔ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے منہ موڑا وہ غرق ہوا۔

۶۱۔ بیان کیا مجھ سے شریف الدین صدوق ابو علی محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہم نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نیشاپوری نے ان سے عبید اللہ بن موسیٰ نے ان سے شریک نے ان سے رکن بن ربیع نے ان سے قاسم بن حسان نے ان سے زید بن ثابت نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں اپنے دو خلیفہ اور نمائندے چھوڑ رہا ہوں۔ (ایک) اللہ کی کتاب (دوسری) میری محرت میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے۔ جہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے۔

۶۲۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے ان سے عیسیٰ بن یونس نے ان سے زکریا بن ابی زائدہ نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے۔ (ایک) اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی رہی ہے اور (دوسری) میری محرت میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے۔

۶۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے ان سے جریر نے ان سے حسن بن عبید اللہ نے ان سے ابو النعمان نے ان سے زید بن ارقم نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو چھوڑ رہا ہوں۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۶۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ابراہیم بن مریمانی نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طاہر اور معصوم قرار دیا ہے اور ہمیں خلق پر گواہ اور اپنی زمین پر اپنی حجت قرار دیا ہے۔ اور ہم کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ

قرار دیا ہے۔ نہ ہم قرآن سے جدا ہوں گے اور نہ قرآن ہم سے (جدا ہوگا)۔

۶۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہ حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی من العترۃ کا مطلب دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا (عترتی سے مراد) میں، حسن اور حسین اور حسین کی اولاد میں جو نوائے ہوں گے جن میں نواں مہدی و قائم ہوگا یہ کتاب خدا سے جدا نہ ہوں گے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی۔ یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۶۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابو عبداللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے ثابت ابن دینار نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے سعد بن جبیر نے ان سے ابن عباس نے کہ رسول اللہ نے حضرت علی ابن ابی طالب سے ارشاد فرمایا۔ اے علی میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ اور شہر میں صرف دروازہ سے داخل ہوا جاتا ہے۔ پس وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرے کہ اسے مجھ سے محبت ہے حالانکہ وہ تم سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تمہارا گوشت میرے گوشت سے۔ تمہارا خون میرے خون سے۔ تمہاری روح میری روح سے تمہارا راز میرا راز۔ تمہارا اعلان میرا اعلان۔ تم میری امت کے امام اور میرے بعد ان پر نطیقہ ہو۔ سعید ہے وہ جس نے تمہاری اطاعت کی۔ شقی ہے وہ جس نے تمہاری مخالفت کی۔ نفع میں رہا وہ جس نے تم سے تولا کیا۔ خسارے میں رہا وہ جس نے تم سے عداوت کی۔ کامیاب ہوا جس نے تم سے تمسک اختیار کیا۔ ہلاک ہوا جس نے تمہیں چھوڑا۔ تمہارے اور تمہاری اولاد میں جو ائمہ ہیں ان کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ جس نے منہ موڑا وہ غرق ہوا اور تم لوگوں (ائمہ) کی مثال ستاروں جیسی ہے۔ ایک ستارے کے غائب ہونے کے بعد دوسرا طلوع ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

عترت و آل و اہل و ذریت و سلالہ کے معنی

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول انی تارک فیکم ما ان تمسکتہ بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی الا و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض کے متعلق یہ سوال کرے کہ آپ ابو بکر کو اور تمام بنو امیہ کو عترت میں شامل

کیوں نہیں سمجھتے یا آپ صرف حسن و حسین کی اولاد کو ہی عترت کیوں مانتے ہیں۔ اور اس صورت میں تو حضرت علی علیہ السلام بھی عترت میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے سوال کی ایک وجہ لغت ہے۔ اور اس پر دلیل حضور اکرم کے قول میں ہے کہ عترتی اہل بیٹی میں اہل ماخوذ ہے اہالۃ البیت سے اور ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیت کو آباد کیا ہو۔ اسی لئے ہر وہ فرد جس نے کسی گھر کو آباد کیا وہ اس کا اہل کہلائے گا اور اسی لئے قریش کو آل اللہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اللہ کے گھر کے آباد کرنے اور انتظام کرنے والے تھے۔ آل اور اہل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ حضرت لوط کے قصہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ فاسر باہلک بقطع من الیل (سورۃ ہود آیت ۸۱) "سولے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے۔" نیز ارشاد ہوتا ہے الا آل لوط نجینا ہم بسحر (سورۃ قمر آیت ۳۳) "سوائے لوط کے گھر کے ان کو ہم نے بچا دیا۔" پھر اہل کو آل کہا گیا۔ اور آل لغت میں اہل ہی ہے۔ آل اہل کی تصغیر ہے۔ عربوں نے اہل کی تصغیر اہیل بنائی "ہاء" کی ثقافت کی وجہ سے "ہاء" کو ساقط کر دیا اور آل بولنے لگے۔ پس آل کے معنی ہیں کسی بھی شخص کے اہل میں سے ہر وہ فرد جس کا نسب میں اس سے تعلق ہو۔

پھر اس لفظ "آل" کو امت کے لئے مجازی طور پر استعمال کیا گیا اور ہر وہ فرد جو دین میں حضور اکرم کا پیرو کار ہے اس کو آل میں شامل کیا گیا اور دلیل میں یہ ارشاد رب العزت پیش کیا جاتا ہے۔ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (سورۃ مومن آیت ۳۶) " (حکم ہوگا) داخل کرد فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں، کیونکہ یہاں آل فرعون سے مراد فرعون کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اور اللہ نے ان کی مذمت کفر کے باعث کی ہے۔ نسبت کے باعث نہیں۔ پس یہاں آل فرعون سے مراد اہل بیت فرعون نہیں ہے۔ پس اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ "آل" کا لفظ اہل خاندان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ مجاز کے لئے کوئی دلیل ہو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "آل" سے مراد بیٹے ہیں۔

پس اہل سے مراد ذریت میں کسی شخص کی اولاد اس کے باپ کی اولاد اور قریب ترین جد کی اولاد ہے۔ لیکن دور کے جد (جیسے پردادا لکڑا دادا وغیرہ وغیرہ) کی اولاد شامل نہیں ہے۔ اسی لئے عرب بھم کو اپنا اہل نہیں مانتے حالانکہ دونوں کے جد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح قبیلہ منقر قبیلہ ایاد اور ربیعہ کو اپنا اہل نہیں کہتے اور نہ ہی قریش معزز کو اپنا اہل مانتے ہیں۔ اور اگر تمام قریش کا اہل رسول ہونا نسب کے اعتبار سے جائز ہوتا تو پھر معزز کی اولاد اور تمام عرب (آپس میں) اہل ہوتے۔ پس اہل سے مراد کسی شخص کے قریبی (رشتے کے) گھر والے اور حضور اکرم کے اہل بنو ہاشم ہوتے۔ پس جب حضور اکرم کا یہ قول انی مخلف فیکم ما ان تمسکتہم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اہل بیٹی کے متعلق آئے کوئی حضور اکرم سے سوال کرتا کہ عترت سے کیا مراد ہے تو آپ نے تفسیر

فرماتے میرے اہل بیت اور لغت میں عنترت وہ درخت ہے جو گوہ کے گہرے سوراخ کے کنارے پر اگتا ہے۔ جیسا کہ بذلی نے یہ شعر کہا۔

فماكنت اخشى ان اقيم خلافهم
لسته ابیات کما ینبت العتر

(میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میں ان کے خلاف چھ بیٹوں کے لئے قیام کروں جیسا کہ درخت عنتر اگتا ہے۔)

ابو عبید (قاسم بن سلام جو لغت، حدیث اور ادب کا ماہر تھا) نے کتاب الامثال میں اپنے ایک ہم نام ماہر لغت ابو عبید (معمر) سے حکایت کی ہے کہ العتر و العطر کا مطلب ہے انسان کی اصل اسی لئے محاورہ ہے۔ ”عادت لعتر ہالمیس“ یعنی لمیس اپنی جس اصل کو چھوڑ چکی تھی اس پر واپس پلٹ آئی۔

اصل لغت میں عنترت سے مراد اہل الرجل ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”عترتی اہل بییتی“ پس عنترت سے مراد اہل اور اولاد کے اہل ہیں۔ اگر عنترت سے مراد اہل نہ ہوتے اور صرف اولاد کے اہل ہوتے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول میں حضرت علی علیہ السلام داخل نہ ہوتے اور اگر وہ داخل نہ ہوتے تو پھر وہ ان افراد میں شامل نہ ہوتے جو قرآن مجید سے جدا نہ ہوں گے اور جن کا تمسک گمراہ نہ ہونے دے گا۔ (دوسری بات) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد (اپنے اہل اور اولاد میں سے) خواص کے لئے ہے اور اگر یہ قول اپنی اولاد کے لئے مخصوص ہے تو ان میں بھی (سب کے لئے نہیں بلکہ صرف چند) خواص کے لئے مانتا قابل اعتراض نہیں ہے۔

اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام بھی عنترت میں داخل ہیں اس کی دلیل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ”یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ بچھ سے حوض (کوشا) پر ملیں گے۔“ ہے کیونکہ امت کا اس پر اجتماع ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب اللہ کے حکم سے کبھی جدا نہ ہوئے۔ بعد رسول حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر کتاب خدا کا عالم کوئی اور نہ تھا۔ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام بھی ان افراد میں داخل تھے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد (بطور عنترت) چھوڑا تھا۔ پس امت میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں ائمہ کو حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ عالم کتاب خدا کہہ سکے۔ بلکہ یہ دونوں امامین علیہما السلام حضرت علی علیہ السلام سے علم امامت کو وراثت میں پانے والے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا ”میں تم میں جو چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اس سے مستسک ہوئے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔“ یہ ارشاد دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو یہ ہر زمانے کے لئے ہے یا کسی ایک زمانے سے مخصوص ہے۔ اگر یہ ہر زمانے کے لئے ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں عنترت میں کون تھا جس کو آپ نے چھوڑا تھا، کیا اس زمانے میں اس قول سے مراد بتاب

حسین علیہما السلام تھے یا حضرت علی علیہ السلام۔ اگر کوئی کہے کہ جناب حسین علیہما السلام تو پھر لازم قرار پاتا ہے کہ جناب حسین علیہما السلام اپنے والد سے زیادہ کتاب خدا کا علم رکھتے تھے اور اس صورت میں ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص اجماع امت کا مخالف قرار پاتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کسی ایک مخصوص وقت سے زیادہ سزاوار ثابت نہیں ہوتا (یعنی اس مخصوص وقت میں تمسک لازمی تھا دوسرے میں نہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی) پس اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہر زمانے کے لئے عام قرار دیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانے میں فردِ عمرت قرار پاتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ قیامت تک حجت خدا رہے گی اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہے گا۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان (اہل بیت) کی مثال ستاروں کی طرح ہے۔ جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا ظلوغ ہو جاتا ہے (یہ سلسلہ) قیامت تک کے لئے ہے" اور اس سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہ ہوگی چاہے وہ حجت خدا ظاہر و مشہور ہو یا غائب ہو کیونکہ امام کے بغیر بنیاد دین باطل قرار پائیں گے۔ اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں بیان فرمایا کہ نثرت وہ ہیں جو کتاب خدا سے قریب ہوں۔

بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے حسن بن علی سکری نے ان سے محمد بن زکریا جوہری نے ان سے محمد بن عمارہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو گرانتقد چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عمرت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے اس طرح اور یہ کہہ کر آپ نے دو انگلیوں کو ملایا۔ پس جابر ابن عبد اللہ انصاری نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عمرت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا "علی و حسن و حسین اور حسین کی اولاد (علیہم السلام) میں سے قیامت تک ہونے والے ائمہ۔"

محمد بن بحر شیبانی نے اپنی کتاب "کتاب الیاقوتہ" میں محمد بن عبد الجبار سے حکایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو العباس ثعلب بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ عمرت کے معنی وہ درخت ہے جو گوہ کے بل کے سرے پر آگ جائے اور اس سے مراد کسی شخص کی اولاد اور اس کے صلب میں ہونے والی ذریت ہے اسی لئے حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہما کی اولاد کو ذریت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عمرت محمد کہا جاتا ہے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ میں نے ابن اعرابی سے پوچھا کہ پھر ابو بکر نے سقیفہ کے دن یہ کیوں کہا تھا کہ "ہم عمرت

ہیں " تو ابن اعرابی نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ کا مطلب تھا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر والے اور ان قبیلے والے ہیں۔ اور عترت محمدؐ تو صرف اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ براءۃ کی تبلیغ لئے ابو بکرؓ کو واپس بلا کر حضرت علیؑ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کو حکم یہ تھا کہ اس کی تبلیغ یا تو خود کریں یا ایسا شخص جو آپؐ سے ہو۔ اگر ابو بکرؓ نسب کے اعتبار سے عترت میں شامل ہوتے تو ان کو سورہ براءۃ کی تبلیغ سے واپس نہیں بلایا جاتا اور نہ علیؑ علیہ السلام کو ان کے بجائے بھیجا جاتا۔

یہ بھی کہا گیا کہ "عترۃ" ایک بڑا سنگلاخ پتھر ہے۔ جہاں گوہ گہرا سوراخ بنا لیتی ہے۔ اور پناہ لیتی ہے۔ اور یہ بہت بے قلت ہدایت ہے۔ اور کہا گیا کہ "عترۃ" اس کئے ہوئے درخت کی جڑ ہے جو اپنی جڑوں سے اگتا ہے۔ اور عترۃ ابن ابی نضیر (کے علاوہ) نبی اکرمؐ کے قول کے مطابق "نہ فرع" (یعنی اولاد) کا وہ پہلا بیج جسے تبرکاً اپنے بتوں کے سامنے ذبح کرتے تھے) نہ عترہ (وہ ذبیحہ جو ماہ رجب میں بتوں کے سامنے کیا جاتا تھا اور اس کا خون بت کے سر پر مل دیا جاتا تھا)۔ اور اصمعی نے کہا زمانہ جاہلیت میں آدمی اپنی بھڑوں میں سے ایک کو نذر کرتا تھا اگر اس کی بھڑوں کی تعداد ایک سو تک پہنچ جائے کہ وہ اس کی رجب کی قربانی میں محسوب ہو جائے یا عترہ حساب ہو جائے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کنبوسی ہوتا تھا اور بجائے اپنی بھڑ کو ذبح کرنے کے ایک ہرن کو بکڑتا تھا اور بھڑ کے بدلے میں اپنے بتوں کے سامنے اس کو ذبح کرتا تھا تاکہ اس کی نذر پوری ہو جائے۔ حارث بن حلزہ لیشکری نے اس کے بارے میں یہ مصرعہ کہا:

عننا باطلا و ظلما کما تعتز عن حجرة الربیض الظباء

ایک باطل گناہ اور ظلم جیسا کہ ہرن کو ان بھڑوں کے بدلے ذبح کیا جاتا ہے جو اپنی پناہ گاہ میں ہیں۔

یعنی اس کو پکڑ لیتے ہیں دوسروں کے گناہ کے بدلے میں۔ جیسا کہ ان ہرنوں کو بھڑوں کے بدلے ذبح کیا جاتا ہے۔ اصمعی کہتا ہے کہ عترت کے معنی ریح اور ہوا کے ہیں اور اسی طرح لفظ عترت اس درخت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس کی شاخیں بہت زیادہ ہوں اور خود چھوٹا ہو۔ اور تہامہ کی طرح ہے۔ ریاشی کہتا ہے کہ میں نے اصمعی سے عترت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ ایک گیا (پودا) ہے جو مرز نجوش کی طرح کا ہے اور یہ دور دور لگتے ہیں۔

محمد بن علی بن حسین اس کتاب کے مصنف (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ عترت سے مراد حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذریت ہے اور یہ سلالت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی امامت کی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نص فرمائی اور یہ افراد بارہ ہیں۔ ان میں اول حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخری امام مہدی علیہ السلام ہیں تمام بنو ہاشم اور تمام اولاد ابی طالب میں ائمہ علیہم السلام ایسے ہیں جیسے نافہ مشک کے ٹکڑے۔ اور ان کے علوم اہل حکمت و عقل کے نزدیک شیریں ہیں۔ یہ ہی وہ درخت ہیں جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شاخ حضرت علیؑ علیہ السلام، شاخیں ائمہ ظاہرین

علیہم السلام اور پتے ان کے شیخ اور ان کے علوم اس درخت کے پھل ہیں اور وہی علیہم السلام شہر والوں اور قبیلہ والوں کے معنی میں اسلام کی بنیادیں ہیں۔ اور آپ ہدایت گر ہیں یعنی وہ عظیم سنگلاخ پتھر ہیں جس میں سوسمار (گوہ) لپٹے لئے گھر بنا لیتا ہے اور اس میں پناہ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہدایت کی قلت ہے۔ اور وہ لوگ اس لئے ہوئے درخت کی بنیادیں ہیں۔ کیونکہ انہیں ہتھا چھوڑ دیا گیا۔ ان پر ظلم ڈھائے گئے۔ ان کے ساتھ جفا ہوئی اور ان سے رابطہ قطع کیا گیا۔ اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا گیا۔ پس وہ اپنی جڑوں سے پھراگتے گئے ان سے قطع تعلق کرنے والا ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی ان کی طرف پشت کرنے والا انہیں نقصان دے سکتا ہے کیونکہ یہ لوگ نبی کی زبان اطہر کے ذریعہ اللہ کی طرف سے منصوص ہیں۔

اور عترت کے مصداق وہ مظلوم ہیں جو ناکردہ جرم اور گناہ کی پاداش میں پابند کئے گئے ہیں جب کہ ان سے کثیر منافع حاصل ہوتے ہیں یہ ہی علم کا سرچشمہ ہیں اس درخت کی طرح جو دودھ سے لبریز ہو، یہ ہی اللہ کا لشکر ہیں جیسے کہ اصمعی نے کہا کہ عترت سے مراد ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوا کو اللہ کا لشکر کہا اور آنجناب سے ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ہوا ایک قوم کے لئے عذاب اور دوسری کے لئے رحمت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول "میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔" کے مطابق یہ بزرگان علیہم السلام قرآن سے پیوستہ ہیں اور قرآن کے بارے میں ارشاد ہے۔ "وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا خساراً" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۲) "اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس میں شفاء اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے اور گناہ گاروں کا تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔" پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "واذا ما نزلت سورۃ فمنہم من یقول اذاتہ ہذا ایماناً فاما الذین آمنوا فزا دتہم ایماناً وہم یستبشرون O واما الذین فی قلوبہم مرض فزا دتہم رجساً الی رجسہم و ماتوا وہم کافرون۔" (سورۃ توبہ آیت ۱۲۴-۱۲۵) "اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ تو بعض ان میں سے کہتے ہیں تم میں سے کس کا ایمان اس سورۃ نے زیادہ کر دیا۔ سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کر دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن کے دل میں مرض ہے پس ان کے لئے بڑھادی گندگی پر گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے۔"

اور یہ سب علیہم السلام متفرق جگہوں پر قتل اور اصلی گھروں سے دور رہے ان معنی کے لحاظ سے جو کسی نے کہا ہے شک عترت مرد نجوش پودے کی طرح ہے کہ الگ الگ الگ الگ ہے اور ان کی برکتیں مشرق و مغرب میں پھیل رہی ہیں۔

ابو عبیدہ ذریست کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ ذریات جب "الف" اور "تاہ" کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہیں

نسل اور خلف اور قرآن میں بھی یہ معنی وارد ہوئے ہیں۔ (جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے) **وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ** (سورۃ فرقان آیت ۷۴) اور لوگ جو کہتے ہیں اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے یہاں ذریات کو واحد صیغہ کے اور وہ آیت جو (سورۃ یسین میں ہے) **وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ** (سورۃ یسین آیت ۴۱) اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے کہ ہم نے اٹھالیا ان کی نسل کو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ** (سورۃ انعام آیت ۱۳۳) جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد سے۔

یہاں دو الفاظ ہیں **ذُرِّيَّةٌ** (پیش کے ساتھ) اور **ذُرِّيَّةٌ** (زیر کے ساتھ) جیسے **عَلِيٌّ** اور **عَلِيَّةٌ**۔ مولا علیؑ کی قرأت پیش کے ساتھ تھی اور ابو حمزہ نے بھی اسی طرح پڑھا ہے۔ اور یہ اہل مدینہ کی قرأت ہے سوائے ایک روایت کے جو زید بن ثابت کی طرف منسوب ہے کہ اس نے کسرہ (زیر) کے ساتھ اس طرح پڑھا ہے **(ذُرِّيَّةٌ مِنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ)** اور مجاہد نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے **(إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِنْ قَوْمِهِ)** یعنی وہ لوگ ان کی اولاد تھے جن کی طرف موسیٰ کو بھیجا گیا تھا جبکہ ان کے آباء مرچکے تھے۔ فراء کہتا ہے کہ انہیں ذریت کہا گیا اس لئے کہ ان کے باپ قبیلہ نسل کے اور مائیں بنی اسرائیل سے تھیں۔ وہ کہتا ہے اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ان اہل فارس کی اولاد کو جو یمن میں پیدا ہوئیں "ابناء" کہا جانے لگا۔ کیونکہ ان کی مائیں ان کے باپ کی نسل سے مختلف تھیں۔ اور ابو عبیدہ کہتا ہے فراء کی مراد یہ ہے کہ ان کا نام ذریت ہے اور خاص لوگ وہ ہیں جو اس کے مصداق ہیں جن کا ذکر ان معنی میں کیا گیا اور **ذُرِّيَّةٌ الرَّجُلِ** یعنی آدمی کی ذریت سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو اس سے نکلے ہیں اور یہ ذریت یا ذروت سے ہے۔ اور اس میں ہمزہ نہیں ہے۔ مگر خود ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس کی اصل میں ہمزہ ہے لیکن عرب نے اس میں ہمزہ کو چھوڑ دیا۔ اور ابو عبیدہ کی رائے کے مطابق **ذُرِّيَّةٌ مِنَ اللَّهِ** یعنی اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ** (سورۃ اعراف آیت ۱۷۹) اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی۔ ذراہم سے مراد ہے انہیں پیدا کیا، خلق کیا اور اللہ کا ارشاد ہے **يَذُرُّكُمْ** یعنی تمہیں خلق کیا۔ پس آدمی کی ذریت یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جو اس سے اور اس کی نسل سے پیدا ہوئی ہے اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے صلب سے پیدا کیا۔

سلاتہ کے معنی ہیں کسی شے کا غلام۔ اس کو سلالہ اور سلیل بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **اللَّهُمَّ اسْقِ عَبْدًا رَحْمَةً مِنْ سَلِيلِ الْجَنَّةِ** (اے اللہ عبدالرحمن کو جنت کا ٹھنڈا پانی پلا) جنت کے پانی کو سلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ پینے والی چیزوں کی خالص ترین صورت ہے۔ پس یہ فعلیل بمعنی مفعول

ہے۔ اور یہ آیت ولقد خلقنا الانسان من سلتة من طین (سورۃ مومنون آیت ۱۲) اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے۔ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہاں سلالہ سے مراد زمین کی خالص مٹی ہے۔ اور سلالہ کا مطلب ہے۔ پھل۔ یعنی کوئی انسان جب اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے تو گویا ماں سے نتیجے کی صورت میں نکلتا ہے۔ ہند بنت اسما، جو حجاج بن یوسف ثقفی کے عقد میں تھی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

وہل ہند الا مہرۃ عربیۃ
سلیلۃ افراس تجلہا بغل
اور ہندہ ایک عربی النسل گھوڑی کے علاوہ کیا ہو سکتی
اور وہ ان اصیل گھوڑوں کی نسل سے ہے جس پر ایک
خجر غالب آیا ہوا ہے۔

فان نتجت مہراً کریماً فبالعدی
وان یک اقرافاً فما فعل الفعل
پس اگر اس گھوڑی نے اس اصیل گھوڑے کو جنم دیا تو
اور اگر غیر اصیل پیدا ہوئے تو یہ نر کا کام ہے۔

اور اس شعر کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ ”فما جنی الفحل“ یعنی پس اس کو نرنے جنم دیا ہے۔ اور ”السلیل“ یعنی نتیجہ اور سلیلہ متوجہ سے مراد ایسا لگتا ہے کہ وہ خالص اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک نتیجہ لے رہی ہے۔

جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو سلالت رسول اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل و اولاد اور آپ کے علم کا پھوڑ تھے اور یہ ہی معنی عترت، ذریت اور سلالہ کے ہیں۔

باب (۲۳) امام زمانہ علیہ السلام کے وجود اور ان کی امامت پر اللہ تعالیٰ کی نص

بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو سعید اسمیل بن زیاد آدمی رازی نے ان سے محمد بن آدم شیبانی نے ان سے ان کے والد آدم بن ابی ایاس نے ان سے مبارک بن فضالہ نے ان سے وہب بن شبہ نے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں معراج پر گیا تو مجھے آواز آئی: اے محمد میں نے کہا: لبیک رب العزت لبیک پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: اے محمد ملاء الاعلیٰ میں کس بات پر نزاع ہے؟ میں نے عرض کیا: الہی مجھے علم نہیں۔ ارشاد ہوا کیا تم نے آدمیوں میں اپنے بعد اپنا وزیر، بھائی اور وصی مقرر نہیں کیا ہے؟ عرض کیا: نالک میں کس کو اپنا وزیر مقرر کروں اس کو میرے لئے منتخب کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: اے محمد علی تمہارا وارث اور تمہارے بعد تمہارے علم کا وارث ہے۔ وہ قیامت کے روز تمہارے لواحق کو اٹھانے والا ہے۔ وہ ساتی کوڑ ہے اور تمہاری امت کے مومنین

کو سیراب کرے گا۔ پھر ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ میں نے اپنے حق کی قسم کھائی ہے کہ اس حوض سے تمہارے اور تمہارے اہل بیت اور تمہاری ذریت طیبین و طاہرین کے دشمنوں کو ہرگز سیراب نہ کروں گا۔ اے محمدؐ میں تمہاری ساری امت کو جنت میں داخل کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو جنت میں جانے سے انکار کریں گے۔ میں نے عرض کیا: مالک کیا کوئی ایسا بھی شخص ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کرے گا؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں کر انکار کرے گا؟ ارشاد ہوا: اے محمدؐ میں نے اپنی مخلوق میں تم کو چن لیا ہے اور تمہارے بعد تمہارے وصی کو چن لیا ہے اور اس کی تمہارے ساتھ وہ منزلت قرار دی جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اس کی محبت تمہارے دل میں قرار دی اور اس کو تمہاری ذریت کا باپ قرار دیا ہے۔ پس اس کا حق تمہاری امت پر تمہارے بعد اسی طرح ہے جس طرح تمہارا حق امت پر تمہاری حیات میں ہے۔ پس جس نے اس کے حق کا انکار کیا اس نے تمہارے حق کا انکار کیا اور جس نے اس کی ولایت سے انکار کیا اس نے تمہاری ولایت سے انکار کیا اور جس نے تمہاری ولایت سے انکار کیا اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کیا۔ پس میں اللہ عزوجل کے لئے سجدہ میں گر گیا اور ان نعمتوں کا شکر بجا لایا۔ جو اللہ نے مجھ پر کیں۔ پس آواز آئی: اے محمدؐ سر کو اٹھاؤ اور مجھ سے سوال کرو تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔ میں نے عرض کیا: پروردگار۔ میری تمام امت کو میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت پر جمع کر تاکہ وہ مجھ سے روز قیامت میرے حوض پر ملیں۔ وہی ہوئی اے محمدؐ میں نے اپنے بندوں کے بارے میں ان کو خلق کرنے سے پہلے فیصلہ کر لیا اور میرا فیصلہ ان میں نافذ ہو چکا۔ پس میں جسے چاہوں گا ہلاک کروں گا اور جسے چاہوں گا ہدایت کروں گا۔ پس میں نے تمہارے بعد تمہارا علم اسے دیا اور تمہارے بعد اے تمہارے اہل بیت اور امت پر تمہارا وزیر اور خلیفہ بنایا اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو اس سے محبت کرے گا اسے ضرور جنت میں داخل کروں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا، اس سے دشمنی کرے گا، اس کی ولایت سے انکار کرے گا اس کو جنت میں داخل نہ کروں گا۔ پس جو علیؑ سے بغض رکھے اس نے تم سے بغض رکھا اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے اس سے دشمنی کی اس نے تم سے دشمنی کی اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ جس نے اس سے محبت رکھی اس نے تم سے محبت رکھی اور جس نے تم سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ میں نے اس کے لئے یہ فضیلت قرار دی اور میں اس کے صلب سے تم کو گیارہ ہادی دوں گا۔ جو سب بتول سے ہوں گے۔ ان میں آخری فرد کے پیچھے عیسیٰ بن مریمؑ نماز ادا کریں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کے ذریعہ ہلاکت سے نجات اور گمراہی سے ہدایت ملے گی۔ اس کے ذریعہ اندھے کو بینائی اور مریض کو شفا ملے گی۔ میں نے عرض کیا مالک اس کا ظہور کب ہوگا۔ ارشاد ہوا جب علم اٹھ چکا ہوگا۔ اور جہالت پھیل چکی ہوگی۔ قرآن کی قرأت زیادہ ہوگی اور اس پر عمل کم ہوگا۔ قتل کثرت سے ہوں گے۔ فقہاء حق کم ہوں گے فقہاء باطل زیادہ ہوں گے۔ شعراء

کثرت سے ہوں گے۔ اور تمہاری امت قبروں کو سجدہ گاہ بنالے گی۔ قرآن بزدانوں میں بند اور مساجد سونے چاندی سے مزین کی جائیں گی۔ ظلم و عناد کی کثرت ہوگی۔ تمہاری امت کو منکرات کا حکم دیا جائے گا اور معروفات سے روکا جائے گا۔ مرد مرد پر اور عورت عورت پر اکتفا کرے گی۔ امراء کفر۔ اولیا فجور اور ان کے ساتھی ظلم کریں گے۔ صلہ رحم منقطع ہو جائے گا۔ تین دن تک گرہن ہوگا۔ پہلے دن مشرق میں پھر مغرب میں پھر جزیرہ عرب میں۔ تمہاری ذریت میں سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو بصرہ کو غراب کرے گا۔ اس کی اتباع حبشی قوم کرے گی۔ ایک شخص حسین بن علی کی اولاد میں سے خروج کرے گا۔ اور مشرق میں بھتان سے دجال ظاہر ہوگا۔ نیز سفیانی ظاہر ہوگا۔ میں نے پوچھا مالک میرے کتنے عرصہ بعد یہ علامات ظاہر ہوں گی؟ پس اللہ نے مجھے بنو امیہ اور بنو عباس کے مظالم اور فتنہ جو میرے چچا کے پیٹے پر وارد ہوگا اور قیامت تک ہونے والے واقعات بتائے جب میں زمین پر اترا تو میں نے یہ تمام باتیں اپنے ابن عم کو نصیحت کیں اور پیغام پہنچایا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس طرح نبیوں نے کی اور مجھ سے پہلے ہر شے نے کی اور ہر وہ شے جس کو اس نے خلق کیا قیامت تک حمد کرتی رہے گی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن ماینداذ نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے انہوں نے اپنے آبا کرام علیہم السلام سے انہوں نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی شب اللہ نے مجھے وحی کی کہ اے محمد میں نے زمین پر نگاہ کی اور تم کو تمام مخلوق میں منتخب کیا۔ تمہیں نبوت دی اور اپنے ناموں سے مشتق نام تم کو دیا۔ میں محمود اور تم محمد۔ پھر نگاہ کی اور علی کو منتخب کیا اس کو تمہارا وصی، خلیفہ، تمہاری بیٹی کا شوہر اور تمہاری ذریت کا باپ قرار دیا اور اپنے ناموں میں سے ایک نام اس کے لئے مشتق کیا پس میں علی الاعلیٰ اور وہ علی ہے۔ اور تم دونوں کے نور سے فاطمہ، حسن اور حسین کو پیدا کیا پھر میں نے تم لوگوں کی ولایت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ پس جس نے قبول کیا اس کو مقرب قرار دیا۔ اے محمد اگر میرا کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ سوکھ کر لکڑی کے مانند ہو جائے پھر میری درگاہ میں اس طرح آئے کہ وہ ان ہستیوں کی ولایت کا انکاری ہو تو میں اس کو جنت میں داخل نہ کروں گا اور اسے روز قیامت عرش کے نیچے میرا سایہ نصیب نہ ہوگا اے محمد کیا تم چاہتے ہو کہ ان ہستیوں کو دیکھو؟ میں نے کہا کہ ہاں اے رب۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اپنے سر کو اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا عرش پر میرا نور علی و فاطمہ و حسن و حسین و علی بن حسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و موسیٰ بن جعفر و علی بن موسیٰ و محمد بن علی و علی بن محمد و حسن بن علی۔ م ح م ذ بن حسن قائم (علیہم السلام) کے انوار کے ساتھ وسط میں موجود ہے جیسے کوکب دری میں نے کہا اے مالک یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ ائمہ ہیں اور یہ قائم ہے۔ جو میرے حلال کو حلال اور میرے حرام کو حرام

قرار دے گا اور میرے دشمنوں سے انتقام لے گا وہ میرے دوستوں کے لئے باعثِ راحت ہوگا وہ تمہارے شیعوں کے دلوں کو ظالموں، حق کا انکار کرنے والوں اور کافروں سے شفاء دے گا وہ لات و عزیٰ کو نکال پھینکے گا اور دونوں کو جلا دے گا۔ پس اس وقت کی آزمائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں گوسالہ اور سامری کی آزمائش سے بڑھ کر ہوگی۔

۳۔ مجھ سے ہمارے ایک سے زیادہ اصحاب نے بیان کیا ان سے محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فرازی نے ان سے حسن بن محمد بن سماء نے ان سے احمد بن حارث نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے یونس بن قبیان نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ نساء آیت ۵۹) اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو پہچان لیا ہے۔ یہ اولوالامر کون ہیں جن کی اطاعت آپ کی اطاعت قرار پائی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے جابر وہ میرے خلفاء اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں پہلا فرد علی بن ابی طالب ہیں۔ پھر حسن پھر حسین پھر علی بن محمد بن علی جن کا نام توریت میں باقر ہے اور جن کے زمانے کو تم پاؤ گے۔ پس جب ان سے ملنا تو میرا سلام ان سے کہنا۔ پھر جعفر بن محمد صادق پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمد بن علی پھر حسن بن علی پھر وہ فرد ہوگا جس کی کنیت اور نام میرا ہوگا اور وہ زمین پر اللہ کی حجت ہوگا۔ اس کے ہاتھوں پر اللہ مشرق و مغرب کی فتح عطا کرے گا۔ وہ ایک عرصہ تک اپنے شیعوں اور اپنے چاہنے والوں سے غائب رہے گا۔ اور اس کی امامت پر صرف وہی ٹہرا ہے گا جس کے قلب کا اللہ نے امتحان لے لیا ہوگا۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی غیبت سے شیعوں کے لئے کیا فائدہ ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا۔ اس کے نور سے مومن منور ہوں گے اور اس کی غیبت میں اس کی ولایت سے اسی طرح فائدہ اٹھائیں گے جس طرح لوگ آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ وہ بادلوں میں چھپ جاتا ہے۔ اے جابر یہ اللہ کے پوشیدہ راز اور اس کے علم کے غزانے ہیں پس اس علم کو صرف اس کے اہل کے سامنے ظاہر کرنا۔

جنتاب جابر بن یزید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جابر بن عبد اللہ انصاری حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملنے گئے۔ آپ امام علیہ السلام سے گفتگو کر رہے تھے کہ اندرونِ خاند سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام برآمد ہوئے آپ کا سر مبارک میل سے تر تھا اور اس وقت آپ کم سن تھے۔ جب جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو کچھ یاد آیا اور جابر کے جسم کے تمام بال کھڑے ہو گئے۔ جابر نے کہا اے شہزادے ادھر آئیے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نزدیک آئے تو جابر نے کہا ذرا مڑیے۔ آپ مڑے تو جابر نے کہا تیرے کعبے کی قسم یہ تو رسول اللہ کے شمائل ہیں پھر اٹھے اور

فریب ہوئے۔ پوچھا: اے شہزادے آپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے کہا: محمد۔ جابر نے پوچھا: کس کے فرزند ہو؟ کہا: علی بن حسین (علیہما السلام) کا۔ جابر نے کہا: میں قربان جاؤں کیا آپ باقر (علیہ السلام) ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کجے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیغام تو پہنچائیں۔ جابر نے کہا: مولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بشارت دی تھی کہ میں زندہ رہوں گا یہاں تک کہ آپ سے ملاقات کروں اور جب آپ سے ملوں تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاؤں۔ پس فرزند رسول آپ کو رسول اللہ نے سلام کیا ہے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر رسول اللہ پر بھی زمین و آسمان کا سلام ہو اور تم پر بھی سلام ہو۔ پس اس کے بعد جابر نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے چند سوالات کے جوابات دریافت کئے۔ پھر جابر نے کہا: قسم خدا حضور اکرم نے سچ خبر دی تھی کہ آپ لوگ ہی ائمہ ہدیٰ ہیں۔ آپ کا چھوٹا سب سے زیادہ حلیم اور آپ کا بڑا سب سے زیادہ عالم ہے۔ اور آپ لوگوں کے بارے میں ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان ائمہ کو تعلیم نہ دو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میرے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ کہا۔ جو باتیں تم نے پوچھی ہیں میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور کم سنی کے باوجود احکام الہی بیان کرتا ہوں اور یہ سب اس فضل کی بدولت ہے جو اللہ نے اہل بیت کے لئے قرار دیا ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے ان سے فرات بن ابراہیم ابن فرات کوئی نے ان سے محمد بن علی بن احمد ہمدانی نے ان سے ابو الفضل العباس بن عبد اللہ بخاری نے ان سے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن عبد اللہ ابن قاسم بن محمد بن ابو بکر نے ان سے عبد السلام بن صالح ہروی نے ان سے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد بن علی (باقر) علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب حضرت علی بن حسین (زین العابدین) علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امام حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے افضل کسی کو نہیں پیدا کیا جو اس کے نزدیک مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بہتر ہیں یا جبرئیل آنحضرت نے فرمایا: اے علی یقیناً خدا نے پیغمبران مرسل کو مقرب فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور مجھے تمام پیغمبروں پر فضیلت دی ہے۔ پھر تم کو اور تمہارے بعد ائمہ کو فرشتوں اور تمام خلایق پر فضیلت عطا کی ہے۔ بے شک فرشتے ہمارے خادم اور ہمارے مہین کے خادم ہیں۔ اے علی حاکمان عرش اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو تمہاری ولایت پر ایمان لاتے ہیں۔ اے علی اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو پروردگار حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا نہ حضرت حوا علیہا السلام کو۔ نہ جنت کو نہ جہنم

کو نہ زمین و آسمان کو اور ہم فرشتوں سے بہتر کیوں نہ ہوتے، ہم نے اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس و تہلیل میں ان پر سبقت حاصل کی ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے خدا نے جو خلق فرمایا وہ ہماری روحیں تھیں اور اس نے اپنی توحید و تجید کے ساتھ ہم کو گویا کیا۔ پھر فرشتوں کو پیدا کیا۔ جب انہوں نے ہماری روحوں کو ایک نور کے ساتھ دیکھا تو ہمارے امور کو بہت عظیم سمجھا۔ میں نے سبحان اللہ کہا تاکہ فرشتے سمجھیں کہ ہم مخلوق اور خدا کے بندے ہیں۔ اور خداوند عالم ہماری صفات سے بلند و پاک ہے۔ تو فرشتوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح سیکھی اور خدا کو صفات سے پاک و منزہ سمجھا اور جب ہماری عظمت اور شان کو دیکھا تو ہم نے لا الہ الا اللہ کہا۔ تاکہ فرشتے سمجھیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ہم خدا کے بندے ہیں اور ہم اس کی خدائی میں شریک نہیں ہیں۔ پس انہوں نے کہا لا الہ الا اللہ جب فرشتوں کو ہماری اور بزرگی کا احساس ہوا تو ہم نے اللہ اکبر کہا تاکہ وہ سمجھیں کہ خدا اس سے بھی بہت بڑا ہے جو تصور میں نہ آسکے اور تمام بڑائی اور طاقت و قدرت خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ پھر جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ نے ہمیں عزت اور قوت عطا کی ہے تو ہم نے کہا لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تاکہ فرشتے سمجھیں کہ نہیں ہے کوئی طاقت اور نہیں ہے کوئی قوت مگر اللہ کی پس ملائکہ نے کہا لا حول و لا قوۃ الا باللہ جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ نے ہمیں کیا نعمتیں عطا کی ہیں اور ہماری اطاعت (تمام مخلوق پر) واجب کی ہے تو ہم نے کہا الحمد للہ تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ اللہ کا حق ہے ہم پر کہ اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے پس ملائکہ نے بھی کہا الحمد للہ غرض کہ فرشتوں نے ہماری برکت سے ہدایت پائی اور خدا کی توحید و تسبیح و تہلیل و تجید کو سمجھا پھر خدا نے آدم کو خلق کیا اور ہمارے نور کو ان کے صلب میں سپرد کیا اور فرشتوں کو ہماری تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کا حکم دیا۔ ان کا سجدہ خدا کی بندگی اور حضرت آدم علیہ السلام کے احترام و اکرام اور اس کی اطاعت کے سبب تھا۔ اس لئے کہ ہم ان کے صلب میں تھے پھر ہم فرشتوں سے افضل کیوں نہ ہوں۔ کہ ان سب نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا تھا۔

اور جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اذان و اقامت دو دو بار کہی اور مجھ سے کہا کہ اے محمد آگے بڑھ کر امامت کریں۔ میں نے کہا: اے جبریل کیا میں تم پر سبقت کروں؟ وہ بولے: ہاں۔ اس لئے کہ خدا نے پیغمبروں کو تمام فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور آپ کو فضیلت خاص بخش ہے۔ غرض میں آگے کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ لیکن یہ بات فخر کے سبب سے نہیں کہتا ہوں۔ پھر وہاں سے حجاب نور تک پہنچا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب آپ آگے جلیے اور وہ خود وہیں ٹھہر گئے۔ میں نے کہا ایسے مقام پر مجھ سے الگ ہوتے ہو۔ وہ بولے: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ وہ مقام ہے جہاں خدا نے میرے لئے حد مقرر کی ہے اگر جہاں سے ذرا بھی آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔ غرض میں دریائے نور میں ڈال دیا گیا اور

میں انوار الہی کے سمندروں میں تیرنے لگا۔ جہاں تک کہ ملکوت میں اس مقام پر پہنچا جہاں تک خدا چاہتا تھا۔ پھر مجھے ندا آئی: اے محمد! میں نے عرض کیا لبیک میرے رب تو سعادت دینے والا، برکت دینے والا اور بڑائی دینے والا ہے آواز آئی: اے محمد! تم میرے بندے ہو۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو۔ بے شک تم میرے بندوں میں میرے نور ہو۔ میری مخلوق میں میرے رسول ہو۔ میرے بندوں پر میری رحمت ہو۔ ہر اس شخص کے لئے میں نے بہشت خلق کی ہے جو تمہاری فرمانبرداری کرے اور جو تمہاری مخالفت کرے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے۔ اور تمہارے اوصیاء کے لئے اپنی بخشش و کرامت واجب قرار دی ہے۔ اور ان کے شیعوں کے لئے ثواب واجب قرار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: پلنے والے میرے اوصیاء کی مجھے پہچان کرادے۔ فرمایا کہ تمہارے اوصیاء وہ لوگ ہیں جن کے نام میرے ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے نظر کی اور اپنے رب کے سامنے تھا تو ساق عرش پر بارہ نور دیکھے۔ ہر نور میں ایک سبز سطر دیکھی۔ جس میں میرے ہر ایک وصی کا نام لکھا تھا۔ ان میں سب سے پہلے علی ابن ابی طالب اور سب سے آخر میں مہدی تھے۔ میں نے پوچھا: پلنے والے کیا یہی میرے بعد میرے وصی ہوں گے؟ ارشاد ہوا: ہاں اے محمد! تمہارے بعد میرے بندوں پر یہ لوگ میرے دوست، اوصیاء، برگزیدہ اور میری رحمت ہیں۔ اور یہی لوگ تمہارے وصی اور خلیفہ ہیں اور تمہارے بعد بہترین خلق ہیں۔ مجھے اپنے حرمت و جلال کی قسم ہے کہ اپنے دین کو ان کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا اور اپنی باتیں ان کے ذریعہ سے بلند کروں گا اور ان کے آخر کے ذریعہ زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا۔ اور تمام روئے زمین کو اس کے قبضے اور تصرف میں دے دوں گا۔ ہوا کو اس کے لئے مسخر قرار دوں گا اور سخت بادل کو اس کی دلیل بناؤں گا تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر آسمان و زمین میں جہاں چاہے آئے جائے اور اپنے لشکروں سے اس کی مدد کروں گا۔ اور اپنے فرشتوں سے اس کو تعویذ پہنچاؤں گا۔ جہاں تک کہ میری دعوت بلند ہو اور تمام خلق میری توحید پر جمع ہو۔ غرض اس کی بادشاہی دائم اور جاری رہے گی اور اپنے دوستوں میں سے ایک کے بعد دوسرے کو قیامت تک اپنے دین کا پیشوا بناؤں گا۔ والحمد لله رب العالمین

والصلاة علی نبینا محمد وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما۔

باب (۲۳) امام قائم علیہ السلام کی امامت پر رسول اللہ کے نصوص

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجلیوٹی نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے محمد بن علی صیرفی کوئی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے صفصل بن عمر نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے سعید بن مسیب نے ان سے عبدالرحمن بن سمرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجادلوں پر ستر (۷۰) انبیاء نے سنت کی ہے۔ اور جس نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ ارشاد رب العزت ہے ما یجادل فی

آیات اللہ الا الذین کفروا فلا یغفرک تقلبہم فی البلاد (سورۃ مومن آیت ۴) وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو منکرین ہیں۔ سو تم کو ان لوگوں کا شہرہوں میں چلنا پھرنا دھوکے میں ڈال دے۔ جس نے تفسیر بالرائے کی اس نے خدا پر جھوٹ باندھا۔ جس نے نہ جانتے ہوئے لوگوں میں فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کا راستہ دوزخ کو جاتا ہے۔

عبدالرحمن بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نجات کے راستے کی ہدایت فرمائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن سمرہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے درمیان کئی آراء ہیں اور ان میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں تو تمہیں چاہیے کہ علیؑ کا دامن تھام لو وہ میری امت کا امام ہے۔ اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہے، وہ فاروق ہے جس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔ پس جس نے اس سے سوال کیا اس نے جواب پایا۔ جس نے اس سے راہ نجات چاہی اسے راستہ ملا۔ جس نے راہ حق چاہی اس کو راہ حق ملی جس نے اس سے ہدایت چاہی وہ ہدایت یافتہ ہوا۔ جو اس تک پہنچا وہ امان میں آیا۔ جس نے اس سے تمسک کیا وہ نجات یافتہ ہوا۔ جس نے اس کی اقتداء کی وہ کامیاب ہوا۔ اے ابن سمرہ تم میں سے اس کے لئے سلامتی ہے جس نے اس کے حق کو تسلیم کیا اور اس سے تولا کیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اس کے حق کو رد کیا اور اس سے بغض رکھا۔ اے ابن سمرہ علیؑ مجھ سے ہے۔ اس کی روح میری روح سے ہے۔ اس کی طینت میری طینت سے ہے۔ وہ میرا اور میں اس کا بھائی ہوں۔ وہ میری بیٹی فاطمہؑ کا شوہر ہے جو اول و آخر تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے اس سے میری امت کے امامین اور جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ اور حسینؑ کی اولاد سے نواسہ ہوں گے جن میں کانواں میری امت کا قائم ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے محمد بن ابو عبد اللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن زید نے ان سے حسن بن علی بن سالم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے عبد اللہ بن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نگاہ کی اور مجھے منتخب کر کے نبی بنایا۔ پھر دوبارہ نگاہ کی اور علیؑ کو چن لیا۔ اور امام قرار دیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا بھائی، ولی، وصی، خلیفہ اور وزیر قرار دوں۔ پس علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ وہ میری بیٹی کا شوہر میرے فرزندوں حسن و حسین کا باپ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے مجھے اور ان ہستیوں کو اپنے بندوں پر حجت قرار دیا اور حسینؑ کے صلب سے ائمہ قرار دیتے جو میرے امر کو قائم کریں گے اور میری وصیت کی حفاظت کریں گے۔ ان میں کانواں قائم اہل بیت ہوگا اور وہ میری امت کا مہدی ہوگا۔ وہ گفتار میں کردار میں اور شمائل میں میرے مشابہ ہوگا اور ایک طویل غیبت کے بعد ظاہر ہوگا اور اللہ کے احکام کا اعلان کرے گا اور دین کو ظاہر کرے گا۔ اس کو اللہ اور اس کے

ملائکہ کی نصرت کے ذریعہ تائید حاصل ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھروے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نغضی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حسین بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آبا کرام علیہم السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل نے بتایا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو علم ہے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمد میرے بندے اور رسول ہیں اور علی میرے خلیفہ ہیں۔ اور ان کی اولاد سے جو ائمہ ہیں وہ میری جنت ہیں تو اس شخص کو میں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اور اپنے عنو سے اس کو دوزخ سے نجات دوں گا۔ اپنے سے نزدیک ہونے کی اسے اجازت دوں گا۔ اس کے لئے کرامت کو واجب اور اس پر اپنی نعمت تمام کروں گا۔ اس کو اپنے خواص اور خالص بندوں میں قرار دوں گا۔ اگر وہ تجھے پکارے گا تو جواب دوں گا اگر وہ مجھ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا مستجاب کروں گا۔ اگر مجھ سے مانگے گا تو عطا کروں گا۔ اگر خاموش رہے گا تو (عطائے رحمت میں) خود ابھرا کروں گا۔ اگر مایوس ہوگا تو اس پر رحم کروں گا۔ اگر مجھ سے بھاگے گا تو بلاؤں گا۔ اگر میرے پاس لوٹ کر آئے گا تو اس کی توبہ قبول کروں گا۔ اگر میرے در پر دستک دے گا تو دروازہ کھول دوں گا اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ محمد میرے بندے اور رسول ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب میرے خلیفہ ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اس کی اولاد میں ائمہ میری جنت ہیں تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور آیات و کتب کا انکار کیا۔ پس اگر وہ میرا قصد کرے گا تو میں حجاب ڈال دوں گا۔ اگر سوال کرے گا تو اس کو محروم رکھوں گا۔ اگر تجھے ندادے گا تو اس کی آواز نہ سنوں گا۔ اگر دعا کرے گا تو اس کی دعا مستجاب نہیں کروں گا۔ اور اگر مجھ سے امید رکھے گا تو اس کی امید کو قطع کروں گا۔ یہ ہی میری طرف سے اس کے لئے جزاء ہے۔ اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پس جابر بن عبداللہ انصاری کہڑے ہوئے اور عرض کی نیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں ائمہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا حسن و حسین (علیہما السلام) جو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ پھر اپنے زمانے کے نابدوں کے سردار علی بن حسین (علیہ السلام) پھر محمد بن علی باقر (علیہ السلام) اور اسے جابر تم ان سے ملاقات کرو گے۔ اور جب ان سے ملنا تو میرا سلام کہنا۔ پھر جعفر بن محمد صادق (علیہ السلام)۔ پھر موسیٰ بن جعفر کاظم (علیہ السلام) پھر علی بن موسیٰ رضا (علیہ السلام) پھر محمد بن علی تقی (علیہ السلام) پھر علی بن محمد تقی (علیہ السلام) پھر

حسن بن علی ذکی (علیہ السلام) پھر ان کا فرزند قائم بالحق (علیہ السلام) میری امت کا مہدی ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اے جابر یہ میرے خلیفہ، میرے وصی، اور میری اولاد اور معترت ہیں۔ پس جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے ان میں کسی ایک کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ ان کے واسطے سے اللہ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے۔ مگر یہ کہ جب اس کا اذن ہو۔ اور ان ہی کے نور کے باعث اللہ نے زمین کو محفوظ کیا کہ وہ اپنے ساکنین کے ساتھ دھنس نہ جائے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے ان سے محمد بن ابو عبد اللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نے ان سے حسین بن یزید نے ان سے ان کے چچا حسن بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے یحییٰ بن ابو القاسم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد علیہم السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے جن میں کا پہلا فرد علی ابن ابی طالب ہیں اور آخری قائم ہیں۔ یہ ہی میرے خلیفہ، میرے اوصیاء اور میرے اولیاء ہیں، میری امت پر میرے بعد اللہ کی ہجت ہیں۔ ان کا اقرار کرنے والا مومن اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبد اللہ بن احمد بن ابو عبد اللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد بن ابو عبد اللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے محمد بن داؤد نے ان سے محمد بن جارد عبدی نے ان سے اصبح بن نبات نے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام گھر سے برآمد ہوئے آپ کے ہاتھ میں آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خیر الخلق اور سید و سردار میرا یہ بھائی ہے۔ یہ میری وفات کے بعد تمام مسلمانوں کا امام اور ہر مومن کا مولا ہے۔ آگاہ ہو کہ میں (علی) یہ کہتا ہوں کہ میرے بعد خیر الخلق اور سید و سردار میرا یہ بیٹا ہے۔ یہ ہر مومن کا امام اور مولا ہے میری وفات کے بعد۔ آگاہ ہو جاؤ اس پر اسی طرح ظلم کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھ پر ظلم ہوا۔ حسن کے بعد خیر الخلق اور سید و سردار اس کا بھائی حسین مظلوم ہے۔ جو اپنے بھائی کے بعد کر بلا کی زمین پر شہید کیا جائے گا۔ وہ اور اس کے اصحاب قیامت کے روز گروہ شہداء کے سردار ہوں گے حسین کے بعد ان کے صلب سے زمین پر تو اللہ کے خلیفہ اور اس کے بندوں پر ہجت ہوں گے۔ یہ اللہ کی وحی کے امین۔ مسلمانوں کے امام۔ مومنین کے قائد اور مستحقین کے سردار ہوں گے۔ ان میں کانواں قائم ہوگا جس کے ذریعے اللہ عربوں کی زمین کو تاریکی کے بعد نور سے بھر دے گا۔ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جہل سے پر دنیا کو علم سے منور کر دے گا۔

قسم ہے اس ہستی کی جس نے میرے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبوت اور مجھے امامت سے سرفراز کیا ہے۔ یہ خبر آسمان سے جبرئیل لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری موجودگی میں آنجناب کے بعد ائمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سائل سے فرمایا کہ صاحب برج آسمان کی قسم ان کی تعداد بروج کی تعداد کے برابر ہے اور رات دن اور مہینوں کے رب کی قسم ان کی تعداد مہینوں کی تعداد کے برابر ہے۔ پس سائل نے پوچھا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور ارشاد فرمایا ان میں کا اول یہ اور آخری مہدی ہوگا۔ جس نے ان کی ولادہ رکھی اس نے میری ولادہ رکھی۔ جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ جس نے ان کو پہچانا اس نے مجھ کو پہچانا۔ ان کے ذریعے اللہ نے دین کی حفاظت فرمائی لپتے شہر کو آباد کیا لپتے بندوں کو رزق دیا۔ ان ہی کے ذریعے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے برکات نکالیں۔ یہ ہی میرے اوصیاء، خلفاء ہیں اور مسلمانوں کے امام اور مومنین کے مولا ہیں۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجلیہ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضانے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ میرے بعد میرے دین سے متمسک رہے اور سفینیہ نجات پر سوار ہو تو اسے چاہئے کہ علی ابن ابی طالب کی پیروی کرے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے دوستوں سے دوستی رکھے وہ میری امت پر میرا وصی اور خلیفہ ہے میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی وہ ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا امیر ہے۔ اس کا قول میرا قول ہے۔ اس کا حکم میرا حکم۔ اس کی نبی میری نبی۔ اس کی اتباع میری اتباع۔ اس کا مددگار میرا مددگار۔ اس کی مدد ترک کرنے والا، میری مدد ترک کرنے والا۔ جس نے میرے بعد علی کو چھوڑا قیامت کے روز نہ میں اسے دیکھوں گا نہ وہ مجھے دیکھے گا۔ جس نے علی کی مخالفت کی اللہ نے اس کے اوپر جنت حرام قرار دی۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا [اور وہ کیسا برا مقام ہے]۔ جس نے علی کو چھوڑا۔ قیامت کے روز اللہ اس کو چھوڑ دے گا۔ جس نے علی کی مدد کی قیامت کے روز اللہ اس کی مدد کرے گا۔ سوال کے وقت دلیل و برہان سے اسے تلقین کی جائے گی۔ پھر فرمایا: حسن اور حسین اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں۔ یہ جو انان جنت کے سردار۔ اس کی مدد ترک کرنے والا، میری مدد ترک کرنے والا ان کی والدہ عالمین کی عورتوں کی سردار اور ان کے والد اوصیاء کے سردار ہیں۔ حسن کی اولاد سے نوائمہ ہوں گے جن میں کانواں میری اولاد میں قائم ہوگا۔ ان کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ میں اللہ سے شکوہ کروں گا ان کے خلاف جو ان کی فضیلت کا انکار کریں گے اور میرے بعد ان کی حرمت کو ضائع کریں گے۔ پس اللہ میری عمرت کی

نصرت و حمایت کے لئے کافی ہے۔ یہ میری امت کے ائمہ ہیں۔ اور ان کے حق سے انکار کرنے والوں سے انتقام لینے والے ہیں اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پلٹتے ہیں۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے ابو الحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مخلوق خدا کا سردار ہوں میں جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اور عرش کو اٹھانے ہوئے فرشتوں اور تمام ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین (علیہم السلام) سے بہتر ہوں۔ میں صاحب شفاعت اور صاحب کوشر ہوں۔ میں اور علی اس امت کے باپ ہیں۔ جس نے ہمیں پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا۔ جس نے ہمارا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور علی سے میری امت کے سبطین ہیں جو جو انان جنت کے سردار حسن و حسین ہیں۔ اور حسین کی اولاد میں نو ائمہ ہیں۔ جن کی اطاعت میری اطاعت ہے جن کی مخالفت میری مخالفت ہے۔ ان میں کانواں امت کا قائم اور مہدی ہوگا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے محمد بن ہشام نے ان سے علی بن حسن سائخ نے ان سے حضرت امام حسن بن علی مسکری (علیہ السلام) نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے جد امجد (علیہ السلام) نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب سے ارشاد فرمایا کہ اے علی تجھ سے صرف وہ محبت کرے گا جس کی ولادت پاک ہوگی اور تجھ سے وہ بغض رکھے گا جس کی ولادت نجس ہوگی۔ تجھ سے مومن دوستی رکھے گا اور کافر دشمنی۔ پس عبداللہ بن مسعود نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ کی حیات میں خبیث ولادت اور کافر کی علامت تو جان گئے کہ وہ علی (علیہ السلام) سے بغض و عداوت رکھے گا۔ مگر آپ کے بعد وہ کیا علامت ہے جس کے ذریعے ہم ایسے شخص کے بارے میں جان سکیں کہ وہ خبیث ولادت یا کافر ہے۔ جو زبان سے اسلام کا اقرار کر رہا ہو اور دل میں نفاق لئے ہوئے ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن مسعود! علی ابن ابی طالب میرے بعد تمہارے امام اور تم پر میرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد میرا بیٹا حسن تم پر امام و خلیفہ ہے۔ اس کے بعد میرا بیٹا حسین امام اور خلیفہ ہے۔ پھر حسین کی اولاد میں نو ائمہ ایک کے بعد ایک امام اور خلیفہ ہوں گے۔ ان کانواں میری امت کا قائم ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ پس ان سے وہی محبت رکھے گا جس کی ولادت پاک ہوگی اور وہی بغض رکھے گا جس کی ولادت نجس ہوگی۔ ان سے مومن تو لا کرے گا اور کافر عداوت۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک امام کا بھی انکار کرے گویا اس نے میرا انکار کیا۔ جس نے میرا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور جو بھی ان میں سے کسی ایک امام کی مخالفت کرے گا گویا اس نے میری مخالفت کی اور جس نے میری مخالفت کی اس نے اللہ کی مخالفت کی

کیونکہ ان کی اطاعت میری اطاعت اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کی معصیت میری معصیت اور میری معصیت اللہ کی معصیت ہے۔ اے ابن مسعود اگر ان کے فیصلے کے بعد تم نے اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس کی تو گویا تم نے کفر کیا۔ پس مجھے اپنے رب کی عرت کی قسم میں اپنی مرضی سے علیٰ اور ائمہ کے بارے میں یہ باتیں نہیں کہہ رہا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا اے اللہ جو میرے خلفاء سے محبت کرے تو ان سے محبت کر۔ یہ میرے بعد میری امت کے امام ہیں۔ جو شخص ان سے عداوت رکھے تو ان سے عداوت رکھ جو شخص ان کی مدد کرے تو ان کی مدد کر۔ جو کوئی ان کو چھوڑ دے تو ان کو چھوڑ دے اور زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہ رکھ چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ تاکہ تیرا دین اور تیری حجت (اور تیری زبان) اور تیری دلیل باطل نہ ہو۔ پھر فرمایا اے ابن مسعود! میں نے تمہیں اس بات پر اکٹھا کر دیا ہے کہ اگر ان ہستیوں کو چھوڑ دو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر ان سے تمسک رکھو گے تو نجات پاؤ گے اور سلام ان پر جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عبد اللہ بن مسکان نے ان سے ابان بن تغلب نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے ان سے جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا کہ حسین بن علی (علیہ السلام) آپ کی گود میں بیٹھے ہیں اور آپ ان کے بوسے لے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ تم سید ابن سید۔ تم امام ابن امام (امام کے بھائی) ابو ائمہ۔ اور حجت خدا ابن حجت خدا ہو۔ اور تم باپ ہو ان نو بچوں کے جو تمہارے سلب سے ہوں گے اور جن کا نام قائم ہوگا۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کے وقت میں حضور اکرم کی خدمت میں مزاج پرسی کے لئے گیا۔ لبتے میں جناب فاطمہ داخل ہوئیں۔ اور حضور کی کیفیت دیکھ کر رونے لگیں اور آنسو آپ کے رخسار مبارک پر جاری ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے فاطمہ کیوں روتی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد اپنے اور اپنی اولاد کے ضائع (اور ہلاک) ہو جانے سے ڈرتی ہوں پس رسول اللہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ نے فرمایا۔ اے فاطمہ کیا تم کو علم ہے کہ اللہ نے ہم اہل بیت کے لئے دنیا کے مقابل میں آخرت کو اختیار کیا ہے۔ اور تمام مخلوقات کے لئے فنا کو حتمی قرار دیا ہے اور اللہ نے زمین پر نظر ڈالی پس اس نے اپنی خلق میں سے مجھے چنا اور نبوت سے سرفراز کیا پھر اللہ نے زمین پر دوسری بار نظر ڈالی اور تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی کی کہ میں تم کو اس کی زوجیت میں

دیانت اور تاویل احکام اور جو کچھ بھی ہے ان سب کا علم۔ پھر پوچھا اس کا نام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محمد ہوگا۔ ملائکہ آسمانوں میں اس کے مونس ہوں گے اور وہ اپنی دعا میں کہے گا:

”اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ لِي عِنْدَكَ رِضْوَانٌ وَوَدٌّ فَأَعْفِرْ لِي وَلِمَنْ تَبِعَنِي مِنْ إِخْوَانِي وَشِيعَتِي وَطَيْبٌ مَا فِي صَلْبِي“

میرے بھائیوں اور شیعوں کو جو میری اتباع کریں، بخش دے اور جو میرے صلب میں ہے اس کو پاکیزہ کر۔

پس اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں بھی ایک نطفہ مبارک طیبہ زکیہ قرار دے گا۔ مجھے حضرت جبرئیل نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نطفہ کو پاک و پاکیزہ قرار دیا اور اس کا نام جعفر رکھا اور اس کو ہادی مہدی اور راضی و مرضی قرار دیا وہ اپنی دعا میں اپنے رب کو اس طرح پکارے گا:

”يَادَيَّانَ غَيْرَ مَتَّوَانِ يَا أَرْحَمَ الرَّحِمِينَ اجْعَلْ لِشِيعَتِي مِنَ النَّارِ وَقَاءً، وَلَهُمْ عِنْدَكَ رِضَاءٌ، فَأَعْفِرْ ذُنُوبَهُمْ، وَيَسِّرْ أَمْوَالَهُمْ، وَأَقْضِ دِيُونَهُمْ، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِهِمْ، وَهَبْ لَهُمُ الْكِبَائِرَ الَّتِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ يَا مَنْ لَا يَخَافُ الضَّمِيمَ وَلَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ اجْعَلْ لِي مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ وَغَمٍّ فَرَجًا“

اے منصف، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میرے شیعوں کو آتشِ جہنم سے بچا اور ان کے لئے تیری رضا ہو۔ ان کے گناہوں کو بخش دے، ان کے کاموں کو آسان کر دے اور ان کے قرضوں کو ادا کر دے۔ ان کی شرم گاہوں کی حفاظت فرما اور تو ان کے ان گناہانِ کبیرہ کو جو تیرے اور ان کے درمیان ہیں بخش دے۔ اے وہ ذات جس کو ناانسانی کا خوف نہیں ہے۔ اور نہ جس کو اونگھ اور نیند آتی ہے۔ مجھ کو ہر ہم اور غم سے چھٹکارا عطا فرما۔

پس جو اس دعا کے ذریعہ اللہ کو پکارے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر جعفر ابن محمد کے ساتھ کرے گا اور وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوگا اور اس کا چہرہ روشن ہوگا۔

اے ابی اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں ایک نطفہ قرار دے گا جو مبارک و طیب و زکی ہوگا اور اس پر رحمت نازل ہوگی۔ اس کا نام اللہ نے موسیٰ رکھا ہے۔ اور اسے امام بنایا ہے ابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صفات بیان کرے گا؟ وہ ایک دوسرے کی نسل سے ہوں گے، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے؟ اور ایک دوسرے کی خبر دیں گے؟ حضور اکرم نے فرمایا مجھے یہ خبر حضرت جبرئیل نے اللہ کی جانب سے دی ہے۔ عرض کیا کہ کیا حضرت موسیٰ (ابن جعفر علیہ السلام) کی بھی اپنے آباء کرام کی طرح کوئی مخصوص دعا ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کی دعا یہ ہوگی: ”يَا خَالِقَ الْخَلْقِ، وَيَا بَاسِطَ الرِّزْقِ، وَيَا فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، وَيَا بَارِئَ النَّسَمِ وَمَحْيِيَ الْمَوْتَى وَمَمِيتَ الْأَحْيَاءِ، وَ

وَأَسْأَلُكَ النَّجَاةَ يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ " اے نور، اے بہان، اے منیر، اے مبین، اے رب مجھے شرابوں کی شرارت اور زمانوں کی آفات سے محفوظ رکھ۔ اور میں تجھ سے نجات کا سوال کرتا ہوں جس دن صور پھونکا جائے گا۔

جو شخص یہ دعا پڑھے گا علی بن محمد اس کے شفیع اور جنت میں اس کے قائد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے صلہ میں ایک نطفہ قرار دے گا جن کا نام حسن بن علی رکھا ہے۔ اور ان کو اللہ نے اپنے شہر میں نور قرار دیا ہے۔ وہ امت کے لئے عزت اور زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اور اپنے شیعوں کے لئے ہادی ہیں۔ اور خدا کے حضور اپنے شیعوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ وہ اپنے مخالفوں کے لئے انتقام اور اپنے چاہنے والوں کے لئے حجت ہیں اور جو ان کو امام مانیں گے ان کے لئے دلیل ہیں۔ وہ یہ دعا کریں گے:

"يَا عَزِيزَ الْعِزْفِيِّ عَزَّةَ، يَا عَزِيزًا عَزَّنِي بَعَزَكَ، وَأَيَّدَنِي بِنَصْرِكَ وَأَبْعَدَ عَنِّي مَمْزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَدْفَعْ عَنِّي بَدْفِعِكَ وَأَمْنَعْ عَنِّي بِمَنْعِكَ وَأَجْعَلْنِي مِنْ خِيَارِ خَلْقِكَ، يَا وَاحِدًا يَا أَحَدًا يَا فَرْدًا يَا صَمَدًا " اے طاقت میں سب سے زیادہ طاقتور، اے غالب اتو اپنی قوت سے مجھے غالب فرما اور اپنی مدد سے میری تائید فرما، مجھ سے شیاطین کے دوسوں کو دور رکھ۔ اور اپنی دفاع سے ان کو مجھ سے دفع کر اور مجھ سے اپنی قوت و شوکت کے ذریعہ باز رکھ اور مجھ کو اپنی بہترین مخلوق میں سے قرار دے۔ اے واحد، اے یکتا، اے بے مثال اور اے بے نیاز۔

جو اس دعا کے ذریعہ اللہ کو پکارے گا تو اللہ اس کا حشر حسن بن علی کے ساتھ کرے گا۔ اور اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ اگرچہ کہ اس پر دوزخ کی آگ واجب ہو۔ اللہ نے صلہ حسن میں ایک نطفہ مبارک و ذکیہ و طیبہ و طاہرہ و مطہرہ قرار دیا ہے۔ ہر وہ مومن جس نے اللہ سے اس کی ولایت کا عہد کیا ہے وہ اس سے راضی ہوگا اور جس نے انکار کیا ہے وہ اس کا بھی انکار کرے گا۔ وہ امام تقی و نقی و باری و مرضی و ہادی و مہدی ہوگا۔ عدل کا حکم دے گا۔ اللہ نے اس کی تصدیق کی وہ اللہ کی تصدیق کرے گا۔ وہ تہامہ (مکہ) سے خروج کرے گا۔ یہاں تک کہ دلائل و علامات ظاہر ہوں گی۔ اس کے لئے طالقان سے غرٹنے ظاہر ہوں گے، سونے چاندی کے نہیں بلکہ چاق و چوبند گھوڑوں اور دلیر افراد کے اس کے لئے اللہ مختلف شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ مددگار جمع کرے گا۔ اس کے پاس ایک صحیفہ ہوگا۔ جس میں اس کے اصحاب کی تعداد ان کے نام۔ ان کے حسب و نسب، ان کے وطن، ان کے کاروبار، ان کی زبانیں اور ان کی کنیتیں درج ہوں گی۔ ابی (بن کعب) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے خروج کی کیا علامات و دلائل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا ایک علم ہوگا جب خروج کا وقت آئے گا تو اس علم کے پھر سے خود بخود کھل جائیں گے۔ اللہ اس علم کو قوت گویائی عطا کرے گا۔ پس اس میں سے آواز آئے گی۔

اسے ولی اللہ خروج کریں اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کریں۔ نیز اس کے لئے دو جھنڈے اور دو علامتیں ہوں گی اور اس کی ایک تلوار ہوگی جو نیام میں بند ہوگی وقت خروج وہ نیام سے باہر آکر پکارے گی: اے ولی اللہ خروج کریں۔ اب آپ کے لئے دشمن خدا سے کنارہ کشی جائز نہیں پس دشمنان خدا کو قتل کریں جہاں بھی انہیں پائیں اور حدود اللہ کو نافذ کریں اور احکام الہی کے مطابق حکم دیں۔ پس وہ خروج کریں گے اور حضرت جبرئیل ان کے دائیں جانب اور حضرت میکائیل ان کے بائیں جانب ہوں گے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام اور صالح علیہ السلام آگے آگے ہوں گے۔ پس جلد تم لوگ دیکھو گے جو میں نے تم سے ذکر کیا اور میں نے اپنے امور اللہ کے سپرد کئے۔ اے ابی اطویٰ ہے اس کے لئے جو اس سے ملاقات کرے اور طوبیٰ ہے اس کے لئے جو اس سے محبت کرے اور طوبیٰ ہے اس کے لئے جس سے وہ گفتگو کرے۔ جو رسول اللہ، امام قائم اور دوسرے تمام ائمہ کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت سے نجات دے گا اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دے گا۔ ان کی مثال زمین پر مشک کی طرح ہے جس کی خوشبو ہوا میں پھیل جائے اور کبھی متغیر نہ ہو اور آسمان میں ان کی مثال بدر منیر کی طرح ہے جس کا نور کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ابی نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے پاس ان ائمہ کے احوال کیسے پہنچے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے میرے پاس بارہ صحیفے بھیجے جن میں ان تمام ائمہ کے احوال درج ہیں۔ **صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔**

۴۔ مجھ سے محمد بن علی ماجلیہ نے بیان کیا ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے احمد بن ابو عبد اللہ برقی نے ان سے محمد بن علی قرشی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد علی بن حسین نے ان سے حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اور میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ میں رسول اللہ کے ایک زانو پر بیٹھ گیا اور میرے بھائی دوسرے زانو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے بوسے لئے اور فرمایا: میرے باپ تم پر نثار تم دونوں امام صالح ہو۔ تم کو اللہ نے مجھ سے، تمہارے باپ سے اور تمہاری ماں سے چن لیا ہے۔ اور اے حسین تمہارے صلب سے نواسہ کو چن لیا ہے جن میں نواسہ قائم ہوگا۔ اور تم سب کی اللہ کے نزدیک بڑی منزلت و فضیلت ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار اور عبد اللہ ابن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے ابن محبوب نے ان سے ابی جارد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر ابن عبد اللہ انصاری نے کہ میں ایک دفعہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اس وقت ایک لوح تھی جس میں آپ کی اولاد میں ہونے والے اوصیاء کے اسماء گرامی تھے اور ان کی تعداد بارہ تھی۔ جن میں آخری قائم علیہ السلام تھا۔ ان میں تین کے نام محمد اور چار کے نام علی

تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ان سے احمد بن محمد بن سعید نے ان سے قاسم بن محمد بن حماد نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حسین بن زید بن علی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آبا کرام علیہم السلام نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بشارت ہو بشارت ہو۔ اس طرح آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ میری امت کی مثال ابرہہ کی طرح ہے۔ جس کا اول اور آخر خیر ہے۔ بے شک میری امت کی مثال ایسے باغ کی طرح ہے جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد سال بھر کھاتی رہے پھر لگے سال ایک اور بڑی جمعیت اسی طرح کھائے یقیناً آخر میں تعداد اتنی ہوگی جو سمندر سے زیادہ چوڑی اور اس کے عمق کی طرح طویل اور پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور اس کے پھل لذیذ ہیں۔ یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کا اول میں اور میرے بعد بارہ صاحبان عقل و سعادت ہیں۔ اور یسح بن مریم اس کے آخر ہیں۔ لیکن اس امت کے وہ افراد ہلاک ہوں گے جو فتنہ اور فساد کو جنم دیں گے۔ ان کا تعلق نہ تو مجھ سے ہے نہ میرا تعلق ان سے ہے۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے سنا کہ عبداللہ بن جعفر طیار کہا کرتے تھے کہ ہم سب ایک محفل میں بیٹھے تھے جس میں معاویہ، حسن اور حسین علیہما السلام اور عبداللہ بن عباس و عمر بن ابو سلمہ اور اسامہ بن زید موجود تھے۔ وہاں احادیث بیان کی جا رہی تھیں۔ راوی نے معاویہ بن ابو سفیان سے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہوں پھر علیؑ میرا بھائی مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے اس کی شہادت کے بعد میرا بیٹا حسن مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے پھر میرا بیٹا حسین مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے اس کی شہادت کے بعد اس کا فرزند علی مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے۔ اور اے علیؑ تم اس کو پاؤ گے۔ پھر اس کا فرزند محمد بن علی مومنین سے اولیٰ بالنفس ہے۔ اور اے حسینؑ تم اس کو پاؤ گے۔ پھر بارہ ائمہ کے اسماء گرامی بیان کئے جن میں نو (۹) امام حسینؑ کی اولاد سے ہونگے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے اس بیان کی گواہی حضرت امام حسن، امام حسین (علیہما السلام)، عبداللہ بن عباس، عمر بن ابو سلمہ، اسامہ بن زید نے معاویہ کے سامنے دی۔ سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سلمان، ابو ذر، مقداد اور اسامہ بن زید سے سنی جن کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایسا فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے ابو علی احمد بن حسن بن علی بن عبد ربیع نے ان سے ابو زید محمد بن یحییٰ بن خلف بن زید مروزی نے شہرے میں ماہ ربیع الاول ۳۰۲ ہجری میں ان سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے سن ۲۳۸ ہجری میں جو اسحاق بن

راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان سے یحییٰ بن یحییٰ نے ان سے ہشام بن خالد نے ان سے شعبی نے ان سے مسروق نے کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان نے ابن مسعود سے سوال کیا کہ تمہارے نبی نے تم سے اپنے بعد کسی خلیفہ کے لئے عہد لیا تھا؟ ابن مسعود نے کہا کہ ابھی تم کم سن ہو اور ایک ایسا سوال پوچھا ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں پوچھا۔ ہاں۔ ہمارے نبی نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ان کے بعد نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۱۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابو عبداللہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوالرجال بغدادی نے ان سے محمد بن عبدوس حرانی نے ان سے عبدالغفار بن حکم نے ان سے منصور بن ابوالاسود نے ان سے مطرف نے ان سے شعبی نے ان سے ان کے چچا قیس بن عبید نے کہ ہم لوگ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں عبداللہ بن مسعود بھی موجود تھے۔ پس ایک اعرابی آیا اور بولا کہ کیا تم میں کوئی عبداللہ ہیں؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں عبداللہ ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی نے تمہیں بتایا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہوں گے؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا: ہاں۔ بنو اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر بارہ۔

۱۸۔ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عتاب بن محمد حافظ نے ان سے یحییٰ بن محمد بن صاعد نے ان سے احمد بن عبدالرحمن بن فضل، محمد بن عبداللہ بن سوار ابن وراق نضلی نے ان سب سے عبدالغفار بن حکم نے ان سے منصور بن ابوالاسود نے ان سے مطرف نے ان سے شعبی نے اور عتاب کہتے ہیں کہ ان سے یہ حدیث اسحاق بن محمد الانماطی نے ان سے یوسف بن موسیٰ نے ان سے جریر نے ان سے اشعث بن سوار نے ان سے شعبی نے ایک اور (سلسلہ سند کے مطابق) عتاب کہتے ہیں کہ ان سے حسین بن محمد حرانی نے ان سے ایوب بن محمد وزان نے ان سے سعید بن مسلمہ نے ان سے اشعث بن سوار نے ان سے شعبی نے اور ان سب سے شعبی کے چچا قیس بن عبید نے بیان کیا۔ ابوالقاسم عتاب کا کہنا ہے کہ یہ مطرف کی حدیث ہے کہ ہم سب مسجد میں بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن مسعود موجود تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور بولا: کیا تم میں کوئی عبداللہ بن مسعود ہیں؟ ابن مسعود نے کہا: ہاں۔ میں عبداللہ ابن مسعود ہوں۔ مجھے سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا اے عبداللہ کیا تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم لوگوں کو خبر دی تھی کہ تم میں کتنے خلیفہ ہوں گے؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا: تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے جو کسی نے اس سے پہلے نہیں پوچھی۔ ہاں نقباء بنو اسرائیل کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ابو عروبہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ ہاں نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر۔ اور جریر نے اشعث سے اور ان سے ابن مسعود نے بیان کیا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میرے بعد نقباء بنو اسرائیل کی تعداد کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۱۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابوبکر احمد بن محمد بن عبد ربیع نیشاپوری نے ان سے

ابو القاسم حارون بن اسحاق ہمدانی نے ان سے ان کے چچا ابراہیم بن محمد نے ان سے زیاد بن علاقہ اور عبدالملک بن عمر نے ان سے جابر بن سمرہ نے کہ میں لپٹے والد کے ساتھ خدمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ میں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپ کی آواز دہمی ہو گئی۔ میں نے لپٹے والد سے پوچھا: اس کے بعد حضور اکرم نے کیا فرمایا تھا؟ میرے والد نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۰۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قغان نے ان سے ابو علی محمد بن علی بن اسماعیل سکری مروزی نے ان سے اسلم بن عماد نیشاپوری نے ان سے عمرو بن عبداللہ بن رزین نے ان سے سفیان نے ان سے سعید بن عمرو نے ان سے شعبی نے ان سے جابر بن سمرہ نے کہ میں لپٹے والد کے ساتھ مسجد گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد آپ کی آواز دہمی ہو گئی اور میں سن نہ سکا۔ میں نے لپٹے والد سے پوچھا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا؟ میرے والد نے جواب دیا کہ آپ فرما رہے تھے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن اسحاق دینوری نے ان سے ابو بکر بن ابی داؤد نے ان سے اسحاق بن ابراہیم بن شاذان نے ان سے ولید بن ہشام نے ان سے محمد بن ذکوان نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ہبیرین نے ان سے جابر ابن سمرہ نے بیان کیا ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد لوگوں کے شور کی وجہ سے میں سن نہ سکا۔ میں نے لپٹے والد سے پوچھا جو میری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ نزدیک بیٹھے تھے کہ حضور اکرم نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ اور بے مثل ہوں گے۔

یہ حدیث ایک اور طریقہ سے عبداللہ ابن مسعود سے اور دوسرے طریقہ سے جابر بن سمرہ سے کتاب النص عمل الائمہ الاثنی عشر علیہم السلام بالامامہ میں مروی ہے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد صالح نے ان سے ابو عبداللہ محمد بن سعید نے ان سے حسن بن علی بن زیاد نے ان سے اسماعیل الطیّان نے ان سے ابو اسامہ نے ان سے سفیان نے ان سے برو نے ان سے کھول نے کہ کسی نے ان سے پوچھا: کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ کھول نے کہا: ہاں اور اس کے بعد کچھ اور بھی کہا۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد صالح نے ان سے ابو الحسن احمد بن محمد بن یحییٰ قعمرانی نے ان سے ابو علی

بشر بن موسیٰ بن صالح نے ان سے ابو ولید خلف بن ولید بصری نے ان سے اسرائیل نے ان سے سماک نے کہ جابر ابن سرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد کا جملہ میں سمجھ نہ سکا۔ تو میں نے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضور اکرمؐ فرما رہے تھے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ابوالطہین احمد بن محمد بن یحییٰ قعمرانی نے ان سے ابو علی حسین بن کیت بن بہلول موصلی نے ان سے غسان بن ربیع نے ان سے عامر شعبی کے غلام سلیمان بن عبداللہ نے ان سے عامر نے ان سے جابر نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے امور اس وقت تک ظاہر نہیں گے جب تک بارہ خلیفہ نہ ہوں گے جو سب قریش سے ہوں گے۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے ان سے انہوں نے دیکھا کہ مسجد رسول میں خلافت عثمانیہ کے دور میں حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور وہاں لوگوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی جو آپس میں احادیث اور علم و فقہ کے تذکرے کر رہی تھی۔ پس قریش نے اپنی فضیلت و سبقتِ اسلام و ہجرت کا تذکرہ چھیڑا اور جو کچھ رسول اللہ نے اس سلسلہ میں فرمایا تھا۔ جیسے "ائمہ قریش سے ہوں گے۔" "انسانوں کو چاہئے قریش کا اتباع کریں۔" "قریش عرب کے امام ہیں۔" "قریش کو گالی نہ دو۔" "قریش کے لئے دو مردوں کی قوت ہے۔" "جس نے قریش سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔" "جس نے قریش کی ہانت کا ارادہ کیا اس نے اللہ کی ہانت کی۔" انصار اپنی قوم کی فضیلت اور سبقتِ اسلام اور نصرتِ اسلام اور ان کے بارے میں جو اللہ نے کتاب میں نازل کیا اور جو رسول نے فرمایا وہ بیان کرنے لگے اور سعد بن عبادہ اور غسیل الملائکہ کے فضائل بیان کرنے لگے۔ پس دونوں فریق اپنے اپنے افراد کی فضیلتیں بیان کرنے لگے۔ قریش نے کہا کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم میں جعفر ہیں۔ ہم میں حمزہ و عبیدہ بن حارث و زید بن حارثہ و ابو بکر و عثمان و سعد و ابو عبیدہ و سالم و ابن حوف ہیں۔ اور فریقین نے اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے والے اپنے اپنے تمام لوگوں کا نام لیا۔ اس حلقہ میں دو سو سے زیادہ افراد بیٹھے تھے۔ جن میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن ابن حوف و طلحہ و زبیر و عمار و مقداد و ابوذر و ہاشم بن عتبہ و ابن عمر، حسن و حسین و ابن عباس اور محمد ابن ابی بکر اور عبداللہ بن جعفر اور انصار میں سے ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور ابوہریرہ ابن قہبان اور محمد بن مسلمہ اور قیس ابن سعد بن عبادہ اور جابر بن عبداللہ اور انس ابن مالک اور زید ابن ارقم اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور ابو یعلیٰ اور ان کے ساتھ ان کے کس اور خوبصورت بیٹے عبدالرحمن بیٹھے تھے اور ان کے پہلو میں ایک خوبصورت بے ریش نوجوان تھا۔ پس حسن بصری اپنے خوبصورت بے ریش اور خوش اندام بیٹے کے ساتھ وہاں آئے اور کہا میں اس کی طرف

اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی طرف دیکھنے لگا مگر یہ جان نہ سکا کہ ان دونوں میں سے کون شکل و شمائل میں زیادہ خوبصورت ہے سوائے اس کے کہ حسن زیادہ بلند قامت اور طاقتور ہے۔ قوم میں سے اکثریت صبح سے زوال تک یہیں تھی عثمانؓ اپنے گھر میں تھے اور انہیں اس محفل کی اطلاع نہ تھی۔ حضرت علیؓ (علیہ السلام) اور ان کے اہل بیت میں سے کوئی شخص اس گفتگو میں حصہ نہیں لے رہا تھا بلکہ خاموشی سے سن رہے تھے۔

پس لوگ حضرت علیؓ (علیہ السلام) کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے: اے ابو الحسنؓ آپ خاموش کیوں ہیں؟ حضرت علیؓ (علیہ السلام) نے فرمایا: تم سب اپنی اپنی فضیلتیں بیان کر رہے ہو مگر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اے قریش و انصار یہ تمام فضیلتیں تمہیں کن کے ذریعے سے اللہ نے عطا کیں آیا خود تمہاری اپنی وجہ سے یا تمہارے قبیلہ کی وجہ سے یا تمہارے اہل خانہ کی وجہ سے یا غیروں کی وجہ سے حاصل ہوئیں سب نے جواب دیا: اللہ نے یہ احسان اور عطا ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خاندان کے باعث کیا ہے اور ہمارے اہل خانہ کی وجہ سے نہیں کیا آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اے قریش و انصار کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہیں جو دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ خاص ہم اہل بیت کے واسطے سے حاصل ہوئی ہیں۔ کسی اور سبب سے نہیں اور میرے چچا زاد بھائی جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ میں اور میرے اہل بیت خلقتِ حضرت آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کے حضور میں موجود تھے۔ پس جب حضرت آدمؑ علیہ السلام کو خلق کیا گیا تو اس نور کو حضرت آدمؑ علیہ السلام کے صلب میں قرار دے کر زمین پر بھیجا گیا پھر یہ نور صلبِ نوح علیہ السلام میں سفینہ میں موجود تھا۔ پھر یہ نور صلبِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھا جب وہ آگ میں تھے۔ اللہ اسے ہمارے آباء و اہمات علیہم السلام میں اصلا ب کریم سے ارحام ظاہرہ میں اور ارحام ظاہرہ سے اصلا ب کریمہ میں منتقل کرتا رہا اور ہمارے شجرہ کے کسی حصہ میں بھی زنا نہیں آیا۔ پس اسلام میں پہلے کرنے والے اور اہل بدر اور اہل احد بولے ہاں ایک سے زیادہ آیات میں ہم نے رسول اللہؐ کو ایسے ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سابق کو مسبوق پر فضیلت دی ہے اور امت میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جس نے اللہ و رسولؐ کی طرف بھگ پر سبقت کی ہو سب نے کہا ہاں قسم بخدا ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا: میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ کیا یہ آیت "وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ" اور "وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ" (سورۃ توبہ آیت ۱۰۰) اور جو لوگ قدیم ہیں اس سے پہلے ہجرت کرنے والے اور بدر کرنے والے۔ اور "وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ" (سورہ واقعہ آیت ۱۰ / ۱۱) پچھلے لوگ تو پچھلے لوگ ہیں۔ وہ لوگ مقرب ہیں۔ جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انبیاء و اوصیاء کے بارے میں نازل کی اور میں افضل

انبیاء و رسل ہوں اور میرا وصی علی ابن ابی طالب افضل اوصیاء ہے۔ سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (سورۃ نساء۔ آیت ۵۹)" اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی جو تم میں ہو اور جب یہ آیت نازل ہوئی "انما ولیکم اللہ ورسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ و ہم راکعون (سورۃ مائدہ۔ آیت ۵۵)" تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔"

اور جب یہ آیت نازل ہوئی "ولم یتخذ وامن دون اللہ و لا رسوله و لا المومنین ولیجۃ (سورۃ توبہ۔ آیت ۱۱)" اور سوائے اللہ اور اس کے رسول کے اور مومنین کے کسی کو رازدار نہیں بنایا۔" تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ آیت مخصوص ہے بعض مومنین کے لئے یا اس میں سب شامل ہیں؟ پس اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ لوگوں کے لئے امر ولایت کو اسی طرح مفصل بیان کریں جس طرح نماز زکوٰۃ، روزہ اور حج کے احکامات بیان کئے ہیں۔ پس رسول اللہ نے غدیر خم کے مقام پر لوگوں کے سامنے مجھے امر ولایت کے لئے مقرر کیا۔ پھر آپ نے خطبہ میں فرمایا اے لوگوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسے پیغام کو تم تک پہنچانے کا حکم دیا ہے جس کا پہنچانا میرے لئے دشوار گزار ہے کیونکہ مجھے گمان ہے کہ (اس پیغام کو سن کر) لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس پیغام کو پہنچاؤں یا پھر اللہ کے غضب کے لئے تیار ہو جاؤں۔ پس آپ نے صلاۃ جامعہ کا حکم دیا پھر ایک خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگوں کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا اور ان کے نفسوں پر حاکم ہوں۔ سب نے کہا بے شک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے ارشاد فرمایا: اے علی کھڑے ہو۔ پس میں کھڑا ہوا پھر آپ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ پھر سلمان فارسی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی ولایت کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کی ولایت اسی طرح ہے جس طرح میری ولایت ہے کہ میں جس کے نفس پر حاکم ہوں علی بھی اس کے نفس پر حاکم ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (سورۃ مائدہ۔ آیت ۳)" آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔"

پس رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ علی کی ولایت کے ذریعہ نعمت تمام ہوئی اور

میری نبوت اور اللہ کا دین مکمل ہوا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ آیت کیا علی سے مخصوص ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ آیت علیؓ اور قیامت تک میرے آنے والے اوصیاء کے لئے ہے۔ ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لئے تفصیل بیان کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: علیؓ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث، میرا وصی، میری امت میں میرا خلیفہ اور میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ پھر میرا فرزند حسنؓ ہے۔ پھر میرا فرزند حسینؓ۔ پھر حسینؓ کی اولاد میں سے نواسہ ہیں قرآن ان کے ساتھ اور یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے۔ پس سب نے کہا: خدا کی قسم ہم نے یہ سب رسولؐ سے سنا اور جیسا آپ نے فرمایا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ بعض اصحاب نے کہا: آپ نے جو فرمایا اس میں سے بعض باتیں ہمیں یاد ہیں۔ مگر بعض یاد نہیں جس کی گواہی ہمارے اختیار اور افاضل دے رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ہر شخص کا حافظہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ پس میں تم پر خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ تم میں سے جس کو رسول اللہ کی (یہ حدیث) یاد ہو وہ کھڑا ہو اور بیان کرے پس زید بن ارقم، براء بن عازب، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار بن یاسر کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد ہے جبکہ وہ منبر پر تھے اور آپ ان کے پہلو میں تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے ایک امام اپنے بعد کے لئے ایک قائم، اپنا خلیفہ اور وصی اس شخص کو مقرر کروں جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض کی ہے اور جس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ پس تم کو میری اور اس کی ولایت کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے منافقوں کے طعنہ اور تکذیب کا عذر پیش کیا تو اللہ نے مجھ سے کہا کہ یا تو میں اس پیغام کو پہنچاؤں یا پھر عذاب کے لئے تیار ہو جاؤں۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہیں نماز کا حکم دیا۔ پس میں نے تمہارے لئے نماز کے طریقہ اور احکام بیان کئے اس نے تمہیں زکوٰۃ کا، صوم کا، حج کا حکم دیا اور میں نے تمہارے لئے انہیں واضح کیا اور ان کی تفسیر بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ولایت کا حکم دیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ولایت کا حکم اس شخص کے لئے مخصوص ہے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ علیؓ کے کاندھے پر رکھا پھر اس کے بیٹوں کے لئے ہے پھر اس کی اولاد میں جو اوصیاء ہوں گے، ان کے لئے ہے۔ یہ قرآن سے جدا نہ ہوں گے اور نہ ہی قرآن ان سے جدا ہوگا جہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ اے لوگو! میں نے تمہارے لئے اپنے بعد تمہارا ملجا، امام، تمہاری دلیل اور تمہارا ہادی بیان کر دیا۔ اور وہ میرا بھائی علیؓ ہے۔ تمہارے درمیان اس کی منزلت میری جیسی ہے۔ پس اس کی پیروی کرو اور اپنے تمام امور میں اس کی اطاعت کرو کیونکہ وہ تمام علم و حکمت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا وہ اس کے پاس ہے۔ (تم لوگ اس سے) سوال کرو اور اس سے اور اس کے بعد اس کے اوصیاء سے تعلیم حاصل کرو۔ ان کو نہ پڑھاؤ نہ ان پر تھم کر دے ان سے بچھے رہو یہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔ نہ وہ حق سے جدا ہوتے ہیں نہ حق ان سے جدا ہوتا ہے

یہ کہہ کر وہ اصحاب بیٹھ گئے۔

راوی سلیم کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے لوگو! تم کو علم ہے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا
انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا (سورہ اعراب آیت
 ۳۳) اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور رکھے تم سے نجاست اے نبی کے گھر والو۔ اور پاک کر دے تم کو جیسے پاک کرنے کا حق
 ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، فاطمہ اور میرے دونوں بیٹوں حسن و حسین کو جمع کیا اور ہم پر
 چادر ڈال دی اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرا گوشت ہیں۔ جس نے ان کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا
 جس نے ان کو زخم لگایا اس نے مجھے زخم لگایا۔ پس تو ان سے رجس کو دور رکھ اور پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق
 ہے۔ پس ام سلمہ نے فرمایا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں بھی (اہل بیت میں ہوں) آپ نے فرمایا: تم
 خیر پر ہو یہ آیت مخصوص ہے میرے لئے، میرے بھائی علی کے لئے، میرے فرزند حسن و حسین کے لئے اور حسین کی اولاد
 میں جو نواسہ ہوں گے ان کے لئے۔ ان کے علاوہ ہمارے ساتھ کوئی غیر شامل نہیں ہے۔ سب نے کہا: ہاں۔ ہم گواہی
 دیتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی ام سلمہ سے بھی سنا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے
 ویسا ہی بیان فرمایا جیسا ام سلمہ نے بیان فرمایا تھا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی
يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين (سورہ توبہ آیت ۱۱۹) اے ایمان والو ڈرتے رہو
 اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے۔ تو سلمان فارسی نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت عام ہے یا خاص
 تو آپ نے ارشاد فرمایا: مامور تو اس کے عام مومنین ہیں مگر صادقین سے خاص مراد میرا بھائی علی اور اس کے بعد قیامت
 تک ہونے والے میرے اوصیاء ہیں۔ سب نے کہا: ہاں۔ قسم خدا کی ہمیں اس کا علم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم پر
 اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا
 کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے پاس کیوں چھوڑے جا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ مدینہ میں ہم دو میں سے کسی
 ایک کا رہنا ضروری ہے اور تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی مگر یہ
 کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ سب نے کہا: ہاں۔ اللہ کی قسم ہمیں علم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ
 بناتا ہوں۔ کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں ارشاد فرمایا۔ **يا ايها الذين آمنوا اركعوا
 واسجدوا وعبدوا ربكم وافعلوا الخير لعلكم تفلحون** ○ وجا هدوا في الله
 حق جهادا لهما جتبتكم وما جعل عليكم في الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم هو

سمکم المسلمین من قبل و فی هذا لیکون الرسول شهیداً علیکم و تكونوا شهداء علی الناس فاقیموا الصلوة و اتوا الزکوة و اعتصموا باللہ هو مولکم فنعم المولی و نعم النصیر . (سورۃ حج آیت ۴۴ - ۴۸) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور خدا کی راہ میں ایسا جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو چن لیا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی سختی روا نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ ہی کی ملت ہے اور اس (خدا) نے پہلے ہی تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور اس (قرآن) میں بھی وہی نام رکھا تاکہ رسول تمہارے اعمال و افعال پر گواہی دیں اور تم لوگوں کے اعمال و افعال پر گواہی دو۔ پس تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ پر پورا بھروسہ رکھو وہی تمہارا کارساز ہے پس وہ سب سے بہتر کارساز اور سب سے بہتر مددگار ہے۔

پس سلمان فارسی کھڑے ہوئے (اور پوچھا): یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون افراد ہیں جن پر آپ کو گواہ مقرر کیا اور ان کو تمام انسانوں پر گواہ مقرر کیا ہے۔ اللہ نے کن کو چن لیا اور کن پر دین کے بارے میں کوئی سختی نہیں رکھی۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ آیت تیرہ افراد کے لئے مخصوص ہے۔ سلمان فارسی نے پوچھا: حضور! تفصیل ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں اور میرا بھائی علی اور اس کی اولاد سے گیارہ افراد۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہمیں اس کا علم ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عزت میرے اہل بیت۔ اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو کبھی ٹکراہ نہ ہو گے اس لطیف و خیر نے مجھے خبر دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ اس وقت حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے اور وہ اس وقت عقدہ میں تھے کہنے لگے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کی مراد سارے اہل بیت سے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ ان میں سے جو میرے اوصیاء ہیں۔ جن میں کا اول میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث، امت میں میرا خلیفہ، میرے بعد ہر مومن کا مولا ہے۔ پھر میرا فرزند حسن پھر میرا فرزند حسین پھر حسین کی اولاد میں سے ایک کے بعد ایک تو ائمہ ہیں یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ یہ لوگ زمین پر گواہ اور مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ اس کی علم و حکمت کے غرمانے ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے ان کی معصیت کی اس نے اللہ کی معصیت کی۔ پس تمام اصحاب بولے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر حضرت علی کے بارے میں ان سے تمام سوالات کئے گئے اور کسی ایک شے کو بھی نہ چھوڑا جس پر اللہ کو گواہ نہ بنایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ ان کے تمام

مناقب تک پہنچے جو کچھ رسول اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا اور ہر چیز کی سب سے تصدیق کی اور گواہی دی کہ حق ہے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ نے ان سے ابو بکر محمد بن علی مقری نے جن کا لقب قطاۃ ہے ان سے احمد بن محمد بن یحییٰ سوسی نے ان سے عبدالعزیز بن ابان نے ان سے سفیان ثوری نے ان سے جابر نے ان سے شعبی نے ان سے مسروق نے کہ میں نے عبداللہ ابن مسعود سے پوچھا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے یہ بیان کیا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہوں گے؟ ابن مسعود نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن مسرور نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے معلیٰ بن محمد بصری نے ان سے جعفر بن سلیمان نے ان سے عبداللہ حکم نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے عبداللہ ابن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے خلیفہ میرے اوصیاء اور مخلوق پر اللہ کی حجت بارہ ہیں۔ ان میں پہلا میرا بھائی اور آخری میرا فرزند ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا بھائی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب۔ پھر پوچھا: آپ کا فرزند کون ہے؟ آپ نے فرمایا: مہدی جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا۔ اگر دنیا کا ایک دن بھی رہ جائے تو اللہ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ میرا فرزند مہدی خروج کرے پھر روح اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ اس کے نور سے زمین منور ہوگی اور اس کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوگی۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رازی نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہشیم بن ابی مسروق نے ان سے حسین بن علوان نے ان سے عمر بن خالد نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبح بن نباتہ نے ان سے عبداللہ بن عباس نے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور علی اور حسن و حسین اور حسین کی اولاد سے نواسہ پاک و پاکیزہ اور معصومین ہیں۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے ان سے فضل بن صقر عبدی نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے اگش نے ان سے عبایہ بن ربیع نے ان سے عبداللہ ابن عباس نے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں انبیاء کا سردار ہوں اور علی اوصیاء کے سردار ہیں۔ میرے بعد میرے بارہ اوصیاء ہیں۔ جن میں اول علی اور آخری قائم ہیں۔

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے بہل بن زیاد اور احمد بن محمد بن

عیسیٰ نے ان سے حسن بن عباس بن حریش رازی نے ان سے ابو جعفر ثانی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے
آباء کرام (علیہم السلام) نے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کو اپنے اصحاب سے فرماتے ہوئے سنا: لیلۃ القدر پر ایمان لاؤ۔ بے شک یہ رات علیٰ اور اس کے بعد اس کے گیارہ
فرزندوں کے لئے ہے۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ، محمد بن حسین
بن ابی خطاب، محمد بن عیسیٰ بن عبید اور عبد اللہ بن عامر بن سعید نے ان سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے ان سے
سجاد خشاب نے ان سے معروف بن غریب نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال اس امت میں ایسی ہے جیسے آسمان پر ستارے جب
ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا طلوع ہو جاتا ہے۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے ہمارے بہت سے اصحاب نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے عبد اللہ بن جعفر نے
ان سے احمد بن ہلال نے ان سے محمد بن ابی حمیر نے ان سے سعید بن خردان نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام (علیہم السلام) نے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایام میں سے جمعہ کو چن لیا ہے۔ مہینوں میں سے ماہ رمضان کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو
چن لیا ہے اور تمام انبیاء میں سے مجھ کو چن لیا ہے۔ مجھ سے علیٰ کو چننا اور اس کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی ہے علیٰ سے
حسن و حسین کو منتخب کیا۔ اور حسین کی اولاد سے اوصیاء کو منتخب کیا ہے۔ یہ افراد غالیوں کی تحریف، جھٹلانے والوں اور
گمراہوں کی تاویل کی نفی کریں گے ان میں کانواں فرد قائم ہے جو ان کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد ہمدانی نے ان سے محمد بن معقل قرمینی نے ان سے محمد بن
عبد اللہ بصری نے ان سے ابراہیم بن مہزم نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے
ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام (علیہم السلام) نے ان سے حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ
رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں بارہ ائمہ ہوں گے جن کو اللہ نے میرا فہم، میرا علم اور میری حکمت عطا کی
ہے۔ اور ان کو میری طینت سے خلق کیا ہے۔ پس ویل ہے ان کے لئے جو ان پر میرے بعد تکبر کریں اور میرے اہل
بیت سے قطع رحم کریں۔ میں ایسے لوگوں کے لئے اللہ سے شفاعت نہیں کروں گا۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے محمد بن ہمام ابو علی نے ان سے عبد اللہ بن جعفر نے
ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے ابوالمثنیٰ نخعی نے ان سے زید بن علی بن حسین بن علی نے ان سے ان کے
والد علی بن حسین نے ان سے ان کے والد حسین بن علی علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ یہ امت کیسے ہلاک ہوگی (جب کہ ان میں) میں اور علیؑ اور میری اولاد سے گیارہ صاحبان عقل موجود ہیں اس امت کا اول میں اور آخر مسیح بن مریمؑ ہیں۔ لیکن وہ ہلاک ہوں گے جو نہ اُس سے ہیں نہ مجھ سے ہیں۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن عبد الجبار نے ان سے احمد بن محمد بن زیاد ازدی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ثابت بن دینار نے ان سے سید العابدین علی بن حسین علیہ السلام نے ان سے سید الشہداء حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے سید الاوصیاء امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے ان میں اول اے علیؑ تم ہو گے اور آخر قائم ہے۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ مشرق سے مغرب تک کی فتح عطا کرے گا۔

۳۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویؒ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے احمد بن ابو عبد اللہ برقی نے ان سے محمد بن علی قرشی نے ان سے ابو الربیع زحرانی نے ان سے جریر نے ان سے لیث بن ابی سلیم نے ان سے مجاہد نے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ایک فرشتے کا نام دروائیل ہے۔ اس کے سولہ ہزار پر ہیں۔ ان پردوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ ایک دن اس فرشتے کے ذہن میں خیال آیا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے بھی کوئی شے بلند ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے ہی پر اور عطا کر دیئے۔ اب اس کے پاس ہتیس ہزار پر ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ وہ پرواز کرے۔ چنانچہ وہ پچاس سال تک اڑتا رہا اور عرش کے کسی ایک سرے تک نہ پہنچ سکا جب وہ تھک گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی کی کہ اے ملک اپنے مقام پر واپس پلٹ ہماری عظمت ہر عظیم شے پر حاوی ہے۔ اور مجھ سے بلند کوئی شے نہیں۔ نہ ہی مجھے کسی مکان سے متصف کیا جاسکتا ہے۔ پس اللہ نے اس کے پر اس سے چھین لئے اور اسے صفوف ملائکہ سے نکال دیا۔ پھر جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور وہ شب جمعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خازنِ دوزخ مالک کو حکم دیا کہ فرزند رسول کی ولادت کی کرامت میں آتش جہنم کو بجھا دو اور رضوانِ خازنِ جنت کو وحی کی کہ مولود محمدؑ کی خوشی میں جنت کو آراستہ کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے حورالعین کو وحی کی کہ وہ اس خوشی کے موقع پر اپنے کو آراستہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی کی کہ وہ حسین (علیہ السلام) کی ولادت کی کرامت میں صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کریں۔ اور اللہ نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ میرے نبی کے پاس ہزار گروہ ملائکہ کے جائیں اور ہر گروہ میں ہزار ہزار ملک ہوں جو سب زمین و لجام سے آراستہ سفید اور کالے نشانوں والے گھوڑوں پر سوار ہوں اور وہ گھوڑے یا قوت اور جو اہر سے بچے ہوئے ہوں۔ اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں جنہیں روحانی کہا جاتا ہے۔ اپنے ہاتھوں میں نور کے طبق ہوں اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مولود کی مبارک باد دیں اور حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو وحی کی کہ اے جبرئیل میرے نبی کو یہ خبر دینا کہ اس مولود کا نام حسین رکھو۔ اور ان سے کہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) اس کو آپ کی امت کے شریر لوگ بدترین سواروں پر سوار ہو کر قتل کریں گے۔ پس وہیل ہے قاتل کے لئے، وہیل ہے پشت پناہی کرنے والے کے لئے اور وہیل ہے ہری راہ دکھانے والے کے لئے۔ میں حسین کے قاتل سے بری ہوں اور وہ میری رحمت سے دور کیونکہ قیامت تک ہونے والے جرائم میں قتل حسین سے بڑا کوئی جرم نہ ہوگا۔ حسین کا قاتل قیامت کے روز مشرکوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا۔ جہنم قاتل حسین کا مشاق ہے۔ جس طرح جنت اطاعت گزاروں کی مشاق ہے۔

پس حضرت جبرئیل (علیہ السلام) زمین کی طرف نحو پرواز ہوئے۔ جب دروائیل کے پاس سے گزرے تو دروائیل نے کہا: اے جبرئیل (علیہ السلام) آج کی رات آسمان پر کیا امور طے پائے ہیں کیا اہل زمین پر قیامت آنے والی ہے۔ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا: نہیں۔ بلکہ زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بچے کی مبارک باد دینے کے لئے بھیج رہا ہے۔ اس فرشتہ (دروائیل) نے کہا: اے جبرئیل (علیہ السلام) تمہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے تمہیں اور مجھے خلق کیا جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچتا تو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اس مولود کے حق کے واسطے آپ میرے لئے بارگاہ پروردگار میں عرض کریں کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اور میرے پر مجھے واپس کر دے۔ اور مجھے صف ملائکہ میں قیام کی اجازت دیدے۔ جب حضرت جبرئیل (علیہ السلام) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو مبارکباد دی اور جیسا کہ خدا نے حکم دیا تھا بجالائے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی؟ حضرت جبرئیل نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ میری امت میں نہیں ہوں گے۔ میں ان سے بری ہوں۔ اور اللہ ان سے بری ہے۔ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھی ان سے بری ہوں۔ پھر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے پاس آئے اور ان کو مبارک باد دی۔ اور حسین (علیہ السلام) کے قتل کی خبر دی۔ جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) رونے لگیں اور فرمانے لگیں۔ اے کاش یہ بچہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حسین کے قاتل کو جہنم رسید کرے۔ حضور اکرم نے فرمایا: اے فاطمہ قاتل حسین کے تہنی ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں۔ لیکن یہ تمہارا بیٹا شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی نسل سے ایک امام پیدا نہ ہو جائے کہ جس کی پشت سے باقی ائمہ ہدیٰ پیدا ہوں گے۔ پھر فرمایا: میرے بعد جو ائمہ ہیں تو ان میں علی ہادی ہیں۔ جو ہادی ہیں۔ پھر حسن مہدی، پھر حسین ناصر، پھر علی بن حسین منصور، پھر محمد بن علی شافع، پھر جعفر بن محمد نفاع، پھر موسیٰ بن جعفر امین، پھر علی بن موسیٰ رضا، پھر محمد بن علی فعال، پھر علی بن محمد موتمن، پھر حسن بن علی علام، پھر قائم جن کے پیچھے عیسیٰ نماز ادا کریں گے۔

یہ سن کر جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے گریہ بند کیا۔ پھر جبرئیل نے حضور اکرم کو اس فرشتہ (دروائیل) کا

قصہ سنایا اور اس کا پیغام پہنچایا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضور نے امام حسین (علیہ السلام) کو جو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے ہاتھوں پر اٹھایا اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا اے اللہ تجھے اس مولود کے حق کا واسطہ بلکہ اس حق کا واسطہ جو تیرا اس مولود پر اس کے جد محمد اور ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب پر ہے اگر حسین بن علی و فاطمہ کی کوئی منزلت تیری بارگاہ میں ہے تو دروائیل کو محاف فرما، اس کے پر اسے لوٹا اور اسے صف ملائکہ میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کی دعا قبول کی اور اس ملک کی خطا کو محاف کیا (اس کے پر اسے لوٹا دیتے اور اسے صفوف ملائکہ میں جگہ دیدی) پس اس ملک کی جنت میں پہچان یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ حسین بن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ کا غلام ہے۔

۳۷۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سرقندی نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن نصر نے ان سے حسن بن موسیٰ خطاب نے ان سے حکم بن بہلول انصاری نے ان سے اسماعیل بن ہمام نے ان سے عمران بن قرۃ نے ان سے ابو محمد مدنی نے ان سے ابن اذنیہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اکرم وہ آیت مجھے سناتے اور اطاعت کراتے اور مجھے اس آیت کی تاویل و تفسیر و ناخ و منسوخ و محکم و منشاہ تعلیم کرتے اور رسول اللہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ وہ مجھے اس آیت کو سمجھنے اور یاد رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ پس جس آیت کا مجھے علم نہ ہوتا یا میں بھول جاتا تو رسول اللہ وہ آیت مجھے لکھوا دیتے تھے۔ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلال و حرام اور امر و نہی وغیرہ کا علم دیا تھا اور جو کچھ ہو چکا اور ہوگا اس کی اطاعت یا معصیت میں وہ سب حضور اکرم نے مجھے تعلیم فرما دیا اور ان میں سے ایک حرف بھی میں نہیں بھولا۔ اور حضور اکرم نے اللہ سے دعا کی کہ میرے دل کو علم و فہم و حکمت و نور سے بھر دے کوئی چیز اس میں سے نہ بھولوں اور کوئی چیز مجھ سے نہ چھوٹے جس کو میں تحریر میں نہ لاؤں۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کو خوف ہے کہ میں آپ کے بعد کچھ بھول نہ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اے علی مجھے تمہارے لئے نسیان اور جہل کا خوف نہیں ہے۔ مجھے رب نے خبر دی ہے کہ اس نے میری دعا تمہارے حق میں اور تمہارے ان شرکاء کے حق میں جو تمہارے بعد ہوں گے قبول کر لی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے بعد میرے شرکاء کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہی ہیں جن کے لئے ارشاد ہوا۔ **اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کون ہیں فرمایا یہ میرے اوصیاء ہیں جو مجھ سے عوض کوثر پر ملیں گے یہ سب ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے دشمن ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور دونوں میں جدائی نہ ہوگی۔ ان کے واسطے سے

میری امت کی نصرت کی گئی۔ ان کے وسیلے سے پانی برستا ہے۔ بلائیں دور ہوتی ہیں۔ اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کی: حضور اکرمؐ ان کے اسماء گرامی بیان فرمائیں۔ فرمایا: میرا یہ بیٹا اور اپنا ہاتھ حضرت حسنؑ کے سر پر رکھا۔ پھر میرا یہ بیٹا اور اپنا ہاتھ حسینؑ کے سر پر رکھا پھر اس کا بیٹا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ اور جس کی ولادت تمہاری زندگی میں ہوگی پس اس کو میرا سلام کہنا۔ اس طرح بارہ مکمل ہوں گے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر نثار یا رسول اللہؐ مجھے ان سب کے نام فرداً فرداً بتائیے۔ تو آپ نے سب کے نام بیان کئے۔ انہی میں قسم بخدا اے برادران بنو ہلال! میری امت کا مہدی بھی ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے میں ان کے آبا۔ اور قبائل کے نام بھی جانتا ہوں۔

باب (۲۵) غیبت قائمؑ سے متعلق حضور اکرمؐ کے ارشادات

بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسروق نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے چچا عبداللہ بن عامر نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابو جمیل مفضل بن صالح نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ حضور اکرمؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام اس کی کنیت میری کنیت ہے۔ وہ خلق و خلق میں تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا اس کی بیعت واقع ہوگی اور حیرانی (اور سرگردانی) سے کثیر تعداد گمراہ ہو جائے گی۔ شہاب ثاقب کے مانند ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؑ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن حسین بن سعید نے ان سے محمد بن جمہور نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے معاویہ بن وصب نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے حضرت امام باقر علیہ السلام نے کہ حضور اکرمؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: طوبیٰ اس کے لئے ہے جو قائم اہل بیتؑ کو لئے ان کی غیبت میں ان کے قیام سے پہلے ان پر ایمان رکھے ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھے۔ ایسا شخص قیامت کے دن میرا رفیق، صاحب مؤت اور مکرم ہوگا۔

بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد نے ان سے ابو عمر لیثی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے خلف بن اد نے ان سے سہل بن زیاد نے ان سے اسماعیل بن مہران نے ان سے محمد بن اسلم جبلی نے ان سے خطاب بن معب نے ان سے سدر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضور اکرمؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ارشاد ہے کہ طوبیٰ ان کے لئے ہے جو میرے اہل بیت کے قائم کو پائیں گے ان کے قیام سے پہلے ان کی پیروی کریں

گئے۔ ان کی غیبت میں ان پر اور ان سے پہلے جو ائمہ گزرے ہیں ان پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کے لئے ان کے دشمنوں سے بے بیزار رہیں گے اور وہ لوگ میرے رفیق اور میری امت کے سب سے باعزت افراد ہوں گے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن اور محمد بن موسیٰ متوکل نے ان سے سعد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم اور احمد بن ابو عبد اللہ برقی اور محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے ابو علی حسن بن محبوب سراد نے ان سے داؤد بن حصین نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام۔ اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ وہ خلق اور خلق میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا۔ اس کی غیبت واقع ہوگی جس سے حیرانی (اور سرگردانی) ہوگی جس میں ایک بڑی تعداد اپنے دین سے گمراہ ہو جائے گی۔ پھر وہ شہاب ثاقب کے مانند ظہور کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے محمد بن اسماعیل بزج نے ان سے صالح بن عقبہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے سید الاوصیاء امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کے لئے غیبت ہے۔ جس کی وجہ سے امت حیرت میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جائے گی۔ وہ تبرکات انبیاء کے ساتھ ظہور کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

۶۔ ان ہی اسناد سے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ افضل عبادت امام قائم (علیہ السلام) کے ظہور کا انتظار ہے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے علی بن عثمان نے ان سے محمد بن فرات نے ان سے ثابت بن دینار نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے ابن عباس نے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ علی میری امت کا امام اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہے اور اس کی اولاد میں قائم منتظر ہوگا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر بنا کر بھیجا جو لوگ اس کے زمانہ غیبت میں اپنے قول پر قائم رہیں گے وہ کبریٰ امر سے زیادہ قابل قدر ہوں گے۔ پس جابر بن عبد اللہ انصاری نے عرض کیا۔ یا رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کے فرزند قائم (آل محمد علیہ السلام) کے لئے غیبت واقع ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ خدا کی قسم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مومنین کو سرفراز کرے گا اور کافرین کو جٹائے گا۔ یہ امر اللہ کے امر میں سے ایک ہے۔ اور راز ہائے پروردگار میں سے ایک راز ہے جو کہ بندگان خدا سے پوشیدہ ہے۔ پس جو اس میں شک کرے گا تو امر رب میں شک کرے گا اور وہ کافر ہے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن علی بن شاہ الفقیہ مروزی نے شہر مروڑ میں ان سے ابو حامد احمد بن محمد بن حسین نے ان سے ابو یزید احمد بن خالد خالدی نے ان سے محمد بن احمد بن صالح تمیمی نے ان سے محمد بن حاتم قطان نے ان سے حماد بن عمرو نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد علیہم السلام نے ان سے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے بارے میں فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ اے علی جان لو کہ ان لوگوں کا ایمان تجھ خیز اور ان کا یقین عظیم ترین ہے جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ جب کہ ان کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا اور بخت خدا ان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے اس کے باوجود وہ اندھیروں میں روشنی پر ایمان لائیں گے۔

باب (۲۶) غیبت قائم سے متعلق امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے

ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب، احمد بن محمد بن عیسیٰ، احمد بن محمد بن خالد برقی اور ابراہیم بن حاشم نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے مالک بھنی نے نیز محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن محمد طیالسی نے ان سے منذر بن محمد بن قابوس نے ان سے نصر بن ابی سری نے ان سے ابو داؤد سلیمان بن سفیان مسرق نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے مالک بھنی نے ان سے حارث بن مغیرہ نصری نے ان سے اصبح ابن نباد نے کہ میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ کسی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور انگلی سے زمین کرید رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین (علیہ السلام) میں نے آج تک آپ کو اتنا فکر مند نہیں دیکھا کیا کوئی فکر دنیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم میں نے اس دنیا سے ایک دن بھی رغبت نہیں رکھی۔ میں تو اس

مولود کے بارے سوچ رہا ہوں جو میری نسل سے میرے بعد گیا رہا اس فرد امامت ہوگا۔ وہ مہدی ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کے لئے حیرت اور غیبت ہے۔ (حیرت اور غیبت بھی ایسی) کہ جس میں کچھ اقوام گمراہ ہو جائیں گی اور ایک قوم ہدایت پائے گی۔ میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اور اے اصبح میں تم کو اس کی خبر دے رہا ہوں کہ وہی (ہدایت پانے والے) لوگ بہترین لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ وہی کرے گا جو چاہے گا۔ اسی کے لئے ارادے، مقاصد اور اختتام ہیں۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن اور محمد بن علی ماجیلویہ نے ان سے محمد بن ابی قاسم ماجیلویہ ان سے محمد بن علی کوفی قرشی مقری نے ان سے نصر بن مزاحم منقری نے ان سے عمر بن سعد نے ان سے فضیل بن خدیج نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے نیز بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سب سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے۔

اور دوسرے اسناد سے بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب بن نصر بن عبدالوہاب قرشی نے، بیان کیا ان سے ابو بکر محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے موسیٰ بن اسحاق انصاری نے جو شہرے کے قاضی تھے ان سے ابو نعیم ضرار بن مرداسی نے ان سے عاصم بن حمید حطا نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے۔

اور ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے۔

اور بیان کیا ہم سے شیخ ابو سعید محمد بن حسن بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمی نے ان سے محمد بن عباس حروی نے ان سے ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن سعید سعدی نے ان سے ابو عاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے (ایک اور روایت کے تحت) فضیل بن خدیج نے کسیر بن زیاد نخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور کوفہ کی پشت کی طرف لے چلے جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی تہ بھری اور فرمایا: اے کسیر یہ دل امرا و حکم کے ظروف ہیں ان میں سب سے بہتر وہ

ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہذا جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا۔ دیکھو تین (۳) قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک عالم ربانی۔ دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے۔ اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے۔ نہ انہوں نے نور علم سے کسب کیا کیا نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔ اے کیل یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ اے کیل! علم کی محبت ایک دین ہے کہ جس کی اقتدار کی جاتی ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت کرواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم اور مال و دولت کے نتائج اور اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔ اے کیل! مال جمع کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کی حقیقتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی نے اپنے سینے اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: دیکھو یہاں علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش اس کے حاصل کرنے والے مجھے مل جاتے۔ ہاں مگر ایسا ذہن جو ناقابل اطمینان ہے۔ اور جو دنیا کے لئے دین کو آلہ کار بنانے والا ہے اس علم کے ذریعے اللہ کے بندوں پر، اس کی جنتوں پر اور اس کی نعمتوں کے ذریعے اس کے دوستوں پر برتری کا طلبگار ہوگا تاکہ کمزور لوگ ولی حق کے بجائے اسی کو اپنا رہبر جانیں۔ یا جو ارباب حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ پس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا اور اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے۔ یا ایسا شخص ملتا ہے جو کہ لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور باآسانی خواہشات نفسانی کی راہ پر چلنے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری اور ذخیرہ اندوزی پر جان دینے ہوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے اہتمامی قربی شبہات چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے غریب داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہی کہ جس سے خدا کی حجت برقرار رہے۔ وہ ظاہر اور مشہور ہو یا خائف اور پوشیدہ۔ تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشانیوں سے نہ پائیں۔ اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں۔ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعے سے اپنی جنتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ہی جیسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ہی جیسوں کے دلوں میں انہیں بوردیں۔ علم نے انہیں حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں۔ اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا ہے اپنے لئے سہل اور آسان سمجھتے ہیں اور جن چیزوں سے جاہل بھوک اٹھتے ہیں ان سے وہ بھی جی دکائے بیٹھے

ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے رہتے ہیں کہ جن کی روحوں ملا اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دیز کے لئے میرے شوق کی فراوانی! اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے۔

عبدالرحمن بن جندب کی روایت کے مطابق آخر میں آپ نے فرمایا اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

اسی حدیث کو مجھ سے ابو احمد قاسم بن محمد بن احمد بن سراج ہمدانی نے شہر ہمدان میں بیان کیا ان سے ابو احمد قاسم بن (ابو) صالح نے ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی انصاری نے ان سے ابو نعیم ضرار بن سرد نے ان سے عاصم بن حمید حطاب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ورنے میں لے گئے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور فرمایا: اے کسیر بن زیاد میں تم سے جو کہتا ہوں اسے یاد رکھو۔ یہ دل اسرار و حکم کے ظرف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو کسی ہادی سے خالی نہیں رکھتا ورنہ اس کی پتھیں اور نشانیاں باطل ہو جائیں گی۔ اور اس سند کی حدیث میں ان الفاظ "وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ" کا تذکرہ نہیں ہے اور آخر میں فرمایا: جب چاہو کھڑے ہو جاؤ (اور چلے جاؤ)۔

یہ ہی حدیث ہم سے حاکم ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن فضل حنفی شاشی نے بیان کی ان سے ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بزاز شافعی نے عدیثہ السلام میں بیان کی ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن سرد نے ان سے عاصم بن حمید حطاب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کسیر بن زیاد نخعی نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر ورنے کی طرف لے چلے جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور ایک مرد آہ بھری۔ پھر فرمایا: اے کسیر بن زیاد میں جو کچھ تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا یہ دل اسرار و حکم کے ظرف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔ انسانوں کی تین اقسام ہیں۔ ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم جو نجات کی راہ پر برقرار ہے۔ اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہولیتا ہے اور اس کے بعد طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے شہر ایلاق میں بیان کیا ان سے مکی بن احمد بن سعدیہ برذعی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن حسن مشرقی نے ان سے محمد بن ادیس ابو حاتم نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ثابت بن ابی صفیہ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کسیر بن زیاد نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ورنے کی طرف لے گئے جب صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے پھر ایک آہ بھری اور فرمایا: اے کسیر بن زیاد یہ دل اسرار و حکم کے ظرف ہیں۔

ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صالح عدل نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن سرد نے ان سے عاصم بن حمید حطاب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کیل بن زیاد نخعی نے مذکورہ طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے شہر ایلاق میں بیان کیا ان سے مکی بن احمد بن سعدویہ برزعی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن حسن مشرقی نے ان سے محمد بن ادویس ابو حاتم نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ثابت بن ابی صفیہ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کیل بن زیاد نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے پھر ایک آہ بھری اور فرمایا: اے کیل بن زیاد یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صالح عدل نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن سرد نے ان سے عاصم بن حمید حطاب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کیل بن زیاد نخعی نے مذکورہ طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

یہی حدیث ہم سے حاکم ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن فضل حنفی شاشی نے شہر ایلاق میں بیان کی ان سے ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بزاز شافعی نے مدینتہ السلام میں ان سے بشر بن موسیٰ ابو علی اسدی نے ان سے عبداللہ بن ہشیم نے ان سے ابو یعقوب اسحاق بن محمد بن احمد نخعی نے ان سے عبداللہ بن فضل بن عبداللہ بن ابی حیان بن محمد بن ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے ان سے ہشام بن محمد سائب ابو منذر کلبی نے ان سے ابو مخنف لوط بن عیینہ نے ان سے فضیل بن خدیج نے ان سے کیل بن زیاد نخعی نے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کوفہ میں میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے اور مذکورہ بیان فرمایا جس میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا چاہے وہ حجت ظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت اور اس کی نشانیاں باطل نہ ہو جائیں اور آخر میں فرمایا اب تم جب چاہو چلے جاؤ۔

بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے عبداللہ بن فضل بن عیینہ نے ان سے عبداللہ نوفلی نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن نے ان سے ہشام کلبی نے ان سے ابو مخنف لوط بن عیینہ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کیل بن زیاد نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ چاہے وہ

غالب اور مشہور ہو یا خوفزدہ اور مغلوب تاکہ اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجلیوٹہ نے ان سے ان کے ہجرت محمد بن ابوالقاسم نے ان سے محمد بن علی کوفی نے ان سے نصر بن مزاحم نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازوی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کیل بن زیاد نخعی نے بیان کیا کہ مجھ سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی جنت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا چاہے وہ غالب اور مشہور ہو یا پوشیدہ اور مغلوب تاکہ اس کے دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں (اور آخر میں ارشاد فرمایا اب تم جب چاہو جاسکتے ہو)۔

بیان کیا ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے ہجرت عبداللہ بن عامر نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے ابان بن عثمان الاحمر نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کیل بن زیاد نخعی نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے کلام کے آخر میں فرمایا اے اللہ تو زمین کو صاحب جنت سے خالی نہیں چھوڑتا چاہے غالب اور مشہور ہو یا پوشیدہ اور مغلوب تاکہ تیرے دلائل اور براہین باطل نہ قرار پائیں۔

مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے عبداللہ بن احمد نے ان سے ابو زحیر عبدالرحمن بن موسیٰ برقی نے ان سے محمد بن زیات نے ان سے ابو صالح نے ان سے کیل بن زیاد نے بیان کیا کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اے اللہ تو زمین کو صاحب جنت سے خالی نہ چھوڑتا چاہے وہ ظاہر ہو یا مخفی اور مغلوب تاکہ تیری جنت و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

یہ حدیث بہت سے طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔

۳۔ بیان کیا ہم سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مذکر نے نیشاپور میں ان سے ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن حارث بزاز نے ان سے عبداللہ بن مسلم دمشقی نے ان سے ابراہیم بن یحییٰ اسلمی مدینی نے ان سے عمارہ بن جوین نے ان سے ابو طفیل عامر بن واہد نے کہ حضرت ابو بکر کے انتقال کے بعد ہم حضرت عمر بن خطاب کے پاس جمع ہوئے اور ان سے بیعت کی کچھ دن شہرے اس دوران مسجد میں ان کے پاس آنے لگے اور ان کو امیرالمومنین کے لقب سے نوازا۔ ایک دن ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی آیا وہ اپنے آپ کو حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی اولاد میں سے سمجھتا تھا۔ اس نے حضرت عمر کے پاس آکر کہا۔ اے امیرالمومنین کیا آپ کتاب خدا و سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سب سے بڑے عالم ہیں تاکہ میں آپ سے سوال کروں تو میں چاہوں۔ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ یہودی نے حضرت علی علیہ

اسلام سے کہا: کیا آپ بڑے عالم ہیں اے علیؑ؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ تو جو چاہتا ہے وہ پوچھ۔ اس نے کہا: میں آپ سے تین اور تین اور ایک چیز کی بابت پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں سات چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہودی بولا: پہلے تین سوالات کروں گا۔ اگر جواب صحیح دینے تو دوسرے تین سوال کروں گا ان کے بھی جواب دینے تو پھر ایک سوال کروں گا۔ اور اگر آپ نے اول تین سوالوں کے جوابات میں خطا کی تو مزید کوئی سوال نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا: جس طرح تیرا دل چاہتا ہے تو سوال کروں یا صحیح جواب دوں۔ اس نے اپنی آستین پر ہاتھ مارا ایک پرانی کتاب نکالی اور کہنے لگا: یہ میرے آباؤ اجداد کا ورثہ ہے۔ جسے حضرت موسیٰ بن عمران نے ملا۔ کرایا اور ہارون نے لکھا اس میں وہ تمام جوابات موجود ہیں جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے اس کتاب میں تحریر شدہ جوابات کے مطابق صحیح جوابات دیدیئے تو کیا تو اسلام قبول کر لے گا؟ یہودی نے کہا: خدا کی قسم اگر آپ نے اس کتاب کے مطابق صحیح جوابات دیئے تو میں اسی وقت اسلام قبول کر لوں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر پوچھ۔ اس نے کہا: سب سے پہلا پتھر کون سا ہے جو زمین پر نازل ہوا؟ سب سے پہلا درخت کونسا ہے جو زمین پر آگاہا؟ سب سے پہلا چشمہ کون سا ہے جو زمین پر جاری ہوا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی سب سے پہلا پتھر جو زمین پر نازل ہوا تم یہودی یہ گمان کرتے ہو کہ بیت المقدس کا پتھر ہے اور یہ بات درست نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلا نازل ہونے والا پتھر وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے نازل ہوا اور وہ رکن بیت پر رکھا ہوا ہے۔ جس کو لوگ مس کرتے ہیں، چومتے ہیں اور اپنے یشاق و عہد کی تجدید کرتے ہیں جو ان کے اور ان کے اللہ کے درمیان ہے۔ یہودی بولا۔ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے درست فرمایا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے پہلا درخت جو زمین پر آگاہا۔ یہودیوں کے علم کے مطابق زیتون کا درخت ہے حالانکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ وہ کجگو (کھجور کی قسم) ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ جنت سے نازل ہوا تھا اور کھجور کی تمام اقسام اسی سے پیدا ہوئیں۔ یہودی بولا خدا کی قسم آپ نے سچ کہا۔ آپ نے فرمایا تمہارے عقیدے میں پہلا چشمہ بیت المقدس کی پٹان کے نیچے تھا اور یہ درست نہیں۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس کے نزدیک موسیٰ کے ساتھی ناشتہ کی پھلی بھول گئے تھے مگر جب وہ پھلے کے پانی میں گری تو زندہ ہو گئی اور پانی میں گھس گئی۔ پس موسیٰ اور ان کے ساتھی نے اس کا پیچھا کیا اور ان کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی قسم آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: باقی تین سوالات کر۔ اس نے عرض کیا: (۱) رسول اکرم کے بعد اس امت کے کتنے امام عادل ہوں گے؟ (۲) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہشت میں کون سے مقام پر رہیں گے؟ اور (۳) ان کے درجے میں کون لوگ جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں بارہ ائمہ عدل ہوں گے جن کو ان کے مخالفین کی مخالفت ضرر نہیں پہنچا

سکے گی۔ یہودی بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا۔ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم بہشت عدن میں ہوں گے۔ جو جنت کے درمیان اور عرش الہی کے نزدیک ہے۔ یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا۔ آپ نے فرمایا: حضور اکرم کے ساتھ جنت میں جو قیام کریں گے وہ یہی بارہ ائمہ ہوں گے۔ یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اب آخری سوال بھی پوچھ لے۔ یہودی نے کہا: خاتم الانبیاء کے وصی کی عمر کتنی ہے اور وہ قتل کیا جائے گا یا اپنی موت مرے گا؟ آپ نے فرمایا: اے یہودی حضور اکرم کا وصی آپ کے بعد تیس سال زندہ رہے گا اور اس کے سر کے خون سے اس کی داڑھی خضاب ہوگی یہ کہہ کر آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ پس یہودی حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھا اور بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں اور آپ رسول اللہ کے وصی ہیں۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجلیہ نے ان سے ان کے چچا محمد ابوالقاسم نے ان سے احمد بن محمد خالد برقی نے ان سے قاسم بن یحییٰ نے ان سے ان کے جد حسن بن راشد نے ان سے ابو بصیر نے ان سے محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امام حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں۔ پس اس کی اطاعت کو حقیر نہ جانو ہو سکتا ہے جس کو تم حقیر سمجھ رہے ہو اس میں ہی اس کی رضا ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو۔ اپنے غضب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس اس کی معصیت میں کسی بات کو کم تر نہ جانو ممکن ہے جس معصیت کو تم معمولی سمجھ کر انجام دے رہے ہو اسی میں اس کا غضب ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو۔ اور اپنی اجابت کو دعائیں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس کسی دعا کو معمولی نہ سمجھو ہو سکتا ہے اسی دعا میں اجابت ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو اور اپنے ولی کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس بندوں میں سے کسی بندے کو حقیر نہ سمجھو ممکن ہے۔ یہ وہی اللہ کا ولی ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ، محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن اوریس نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی، یعقوب بن یزید اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابن فضال نے ان سے ایمن بن محرز حضرمی نے ان سے محمد بن سماء کندی نے ان سے ابراہیم بن یحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضرت ابو بکرؓ کی موت کے بعد لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کی۔ ایک دن مسجد میں ایک یہودی نوجوان آیا اور انہیں اور ان کے اطراف کے لوگوں کو سلام کر کے کہنے لگا۔ اے امیرالمومنین کیا آپ احکام خدا و رسول اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ

بتائیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وحی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہے گا اور کیا وہ طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: افسوس ہے اے یہودی، تجھ پر (کہ ابھی تک تو نے نہیں پہچانا) میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وحی ہوں جو ان کے انتقال کے بعد تیس سال تک زندہ رہوں گا۔ نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم۔ (۱) پھر ایک ایسا شخص جو ناقہ ثمود کو پے کرنے والے سے زیادہ شقی ہوگا میرے سر پر ضرب لگائے گا جس کے خون سے میری داڑھی خضاب ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے شدت سے گریہ کیا۔ وہ یہودی نوجوان آگے بڑھا اور بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں (اور آپ ان کے وحی ہیں)۔

ابو جعفر عبیدی نے اس حدیث کو امام تک پہنچاتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا: مدینہ میں جتنے لوگ تھے وہ اقرار کرتے تھے کہ یہ شخص یہودیوں میں سب سے زیادہ علم والا تھا اور اس کا باپ بھی اسی کی طرح تھا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلوی نے ان سے محمد بن ابوالقاسم نے ان سے احمد بن محمد بن خالد برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے حیان سراج نے ان سے داؤد بن سلیمان غسانی نے ان سے ابو طفیل نے کہ حضرت ابو بکر کے انتقال اور حضرت عمر کی بیعت کے بعد ایک دن مسجد میں حضرت عمر اور حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اصحاب موجود تھے کہ ایک خوش پوش یہودی آیا وہ جناب ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ وہ حضرت عمر کے پاس آکر کھڑا ہوا اور بولا: اے امیرالمومنین کیا آپ کتاب و سنت کے اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں؟ حضرت عمر سر جھکائے بیٹھے رہے۔ اس نے کہا میں آپ سے مخاطب ہوں (اے عمر) اور اپنی بات دہرائی۔ حضرت عمر نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ اس نے کہا: میں حق کا مستلشی ہوں اور تجھے اپنے مذہب میں شک ہے۔ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ جوان (عالم کتاب و سنت) ہیں۔ اس نے پوچھا: یہ جوان کون ہے؟ حضرت عمر نے کہا: یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ فرزند ان رسول حسن و حسین علیہما السلام کے والد گرامی اور فاطمہ بنت رسول اللہ کے شوہر ہیں۔ پھر وہ یہودی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: کیا آپ ہی ان خصوصیات کے مالک ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ یہ یہودی نے کہا: میں آپ سے تین اور تین اور ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: اے ہارونی تجھے کس نے روکا یہ کہنے سے کہ سات سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میں پہلے تین سوالات پوچھوں گا اگر

(۱)

یہ اختلاف واقع ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ ان دونوں حضرات کی تاریخ وفات میں فرق ہے کہ رحلت رسول اللہ اوائل یا اواخر ربیع الاول میں ہے اور شہادت امیرالمومنین ۲۱ رمضان یا ۲۳ رمضان میں ہے۔ اور اس خبر کا راوی ابراہیم بن یحییٰ مجہول شخص ہے اور حضرت امام جعفر صادق کے اصحاب میں سے نہیں۔ (علی اکبر صفاری)

ان کے جوابات آپ نے صحیح دے دیئے تو پھر باقی سوالات کروں گا ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ سے پوچھتا ہوں اس اللہ کے واسطے سے کہ جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ اگر میں نے صحیح جواب دے دیئے تو کیا تو میرے دین میں داخل ہو جائے گا؟ اس نے کہا: میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر بوجھ۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ (۱) زمین پر گرنے والا سب سے پہلا خون کا قطرہ کون سا تھا۔ (۲) زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا تھا (۳) زمین پر اگنے والا سب سے پہلا نباتات کون سا تھا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان سب کے جوابات دیدیئے تو وہ بولا:

پاپ اب تین دوسری باتیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام عادل کون لوگ ہوں گے؟ اور کس جنت میں وہ حضرت قیام کریں گے اور کون لوگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: اے ہارونی! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء اور امام عادل ہیں۔ لوگوں کی مخالفتیں ان کو تنگ دل نہ کر سکیں گی۔ اور مخالفتوں سے وہ وحشت زدہ نہ ہوں گے۔ اور وہ دین پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن میں ہوں گے۔ ان کے ساتھ بارہ ائمہ عدل ہوں گے۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ میں نے ایسا ہی اس کتاب میں پایا ہے جو میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام کو املا کرانی تھی۔ اب مجھے ایک بات اور بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہیں گے؟ اور وہ اپنی طبعی موت مریں گے یا قتل کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے ہارونی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے نہ ایک دن زیادہ نہ کم۔ پھر ان کے سر پر ضرب لگے گی یہ کہہ کر کہ آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور سر کے خون سے ڈاڑھی خضاب ہوگی۔ یہ سن کر ہارونی نے بیخ ماری اور گریبان پھاڑ لیا اور بولا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپ ان کے وصی ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ آپ کی عظمت کو تسلیم کریں۔ نہ کہ آپ پر بلند ہوں اور آپ کی بڑائی کا اقرار کریں نہ کہ آپ کو ضعیف کریں۔ راوی نے کہا کہ پھر آپ اس کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اسے علم دین سکھایا۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبد الرحمن بن ابوباشم نے ان سے ابو یحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ (ایک مرتبہ) ایک یہودی حضرت عمر کے پاس آیا اور کچھ سوالات کئے۔ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اس کو بھیج دیا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نبی کے بعد کتنے امام عادل ہوں گے؟ آپ کے نبی جنت میں کس مقام پر ہوں گے؟ اور ان کے ساتھ کون لوگ قیام کریں گے؟ حضرت علی علیہ السلام نے

ان کے جوابات آپ نے صحیح دے دیئے تو پھر باقی سوالات کروں گا ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ سے پوچھتا ہوں اس اللہ کے واسطے سے کہ جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ اگر میں نے صحیح جواب دے دیئے تو کیا تو میرے دین میں داخل ہو جائے گا؟ اس نے کہا: میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر پوچھ۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ (۱) زمین پر گرنے والا سب سے پہلا خون کا قطرہ کون سا تھا۔ (۲) زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا تھا۔ (۳) زمین پر اگنے والا سب سے پہلا نباتات کون سا تھا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان سب کے جوابات دیدیئے تو وہ بولا: آپ اب تین دوسری باتیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام عادل کون لوگ ہوں گے؟ اور کس جنت میں وہ حضرت قیام کریں گے اور کون لوگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: اے حارونی! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء اور امام عادل ہیں۔ لوگوں کی مخالفتیں ان کو تنگ دل نہ کر سکیں گی۔ اور مخالفتوں سے وہ وحشت زدہ نہ ہوں گے۔ اور وہ دین پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن میں ہوں گے۔ ان کے ساتھ بارہ ائمہ عدل ہوں گے۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ میں نے ایسا ہی اس کتاب میں پایا ہے جو میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام کو املا کرانی تھی۔ اب مجھے ایک بات اور بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہیں گے؟ اور وہ اپنی طبعی موت مریں گے یا قتل کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے حارونی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے نہ ایک دن زیادہ نہ کم۔ پھر ان کے سر پر ضرب لگے گی یہ کہہ کر کہ آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور سر کے خون سے ڈاڑھی خنساب ہوگی۔ یہ سن کر حارونی نے چیخ ماری اور گریبان پھاڑ لیا اور بولا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپ ان کے وصی ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ آپ کی عظمت کو تسلیم کریں۔ نہ کہ آپ پر بلند ہوں اور آپ کی بیڑائی کا اقرار کریں نہ کہ آپ کو ضعیف کریں۔ راوی نے کہا کہ پھر آپ اس کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اسے علم دین سکھایا۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبدالرحمن بن ابوبہاشم نے ان سے ابو یحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ (۱) ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت عمر کے پاس آیا اور کچھ سوالات کئے۔ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اس کو بھیج دیا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نبی کے بعد کتنے امام عادل ہوں گے؟ آپ کے نبی جنت میں کس مقام پر ہوں گے؟ اور ان کے ساتھ کون لوگ قیام کریں گے؟ حضرت علی علیہ السلام نے

فرمایا: اے ہارونی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے بارہ امام عادل ہوں گے جن کو لوگوں کی مخالفتیں نہ تو سنگ دل کر سکیں گی نہ ان کی مخالفتیں وحشت زدہ۔ اور وہ دین خدا پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن پر ہوں گے اور ان کے ساتھ یہی بارہ ائمہ ہوں گے۔ پس وہ یہودی اسلام لے آیا اور یوں آپ اس مجلس میں اس شخص (حضرت عمرؓ) سے بہتر ہیں۔ آپ بلند مرتبہ ہیں۔ آپ سے کوئی شخص بلند مرتبہ نہیں۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسنؓ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے حکم بن مسکین ثقفی نے ان سے صالح بن عقیب نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضرت ابو بکرؓ کی موت کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو (ایک دن) وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین میں ایک یہودی ہوں اور یہودیوں میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ میں آپ سے چند مسائل معلوم کرنے آیا ہوں۔ اگر آپ نے ان کا صحیح جواب دے دیا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: وہ کیا مسائل ہیں؟ اس نے کہا میں آپ سے تین، تین اور ایک سوال کروں گا آپ چاہیں تو خود جواب دیں اور چاہیں تو اپنی قوم میں سے کسی ایسے شخص کے پاس مجھے بھیج دیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تمہارے سوال کا جواب یہ جوان (یعنی علیؓ) دے گا۔ حضرت علیؓ علیہ السلام اس یہودی کے پاس آئے اور فرمایا: تو یہ کیوں کہتا ہے کہ تین تین اور ایک سوال کروں گا۔ یہ کیوں نہیں کہتا کہ سات سوالات کروں گا۔ اس نے کہا: اگر آپ پہلے تین سوالات کے جوابات نہ دے سکتے تو پھر باقی نہیں پوچھوں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر میں نے جوابات دیدیئے تو کیا تو اسلام لے آئے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: پوچھ۔ اس نے کہا: یہ بتائیے کہ زمین پر نازل ہونے والا سب سے پہلا پتھر کون سا ہے؟ زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا ہے؟ اور زمین پر لگنے والا سب سے پہلا درخت کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے یہودی تم لوگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا پتھر بیت المقدس کا ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ سب سے پہلا پتھر وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا ہے۔ یہودی نے کہا: بے شک آپ نے درست فرمایا۔ ایسا ہی اس صحیفہ میں تحریر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو لکھوایا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ بیت المقدس کا چشمہ ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس میں جناب یوشع بن نون نے مچھلی کو دھویا اور جس کا پانی جناب خضر علیہ السلام نے پیا تھا اور جو اس کا پانی پیتا ہے اس کو موت نہیں آتی۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا درخت جو روئے زمین پر اگا وہ زیتون کا ہے۔ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ بلکہ وہ جگہ کا درخت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا۔ آپ نے پوچھا: دوسرے تین سوالات کون سے ہیں؟ اس نے کہا: اس امت کے کتنے ائمہ برحق ہوں گے۔ جن کو مخالفین دل تنگ نہ کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا: بارہ ائمہ ہوں گے اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی جناب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا اب بتائیں کہ آپ کے نبی جنت میں کس درجہ میں قیام پذیر ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت کے اعلیٰ و اشرف درجہ عدن میں ہوں گے۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی صحیفہ حضرت موسیٰ میں بخط حضرت ہارون میں درج ہے۔ اب یہ فرمائیے ان کے ساتھ کون قیام پذیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بارہ ائمہ۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحیفہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کو لکھوایا تھا۔

آپ نے فرمایا: تیرا ساتواں سوال کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ فرمائیے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ان کا وحی کتنے سال زندہ رہے گا؟ آپ نے فرمایا: تیس سال۔ اس نے کہا: وہ اپنی طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: قتل کیا جائے گا۔ اس کے سر پر ضرب لگے گی اور اس کی داڑھی خون سے خنساب ہوگی۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم ایسا ہی حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا ہے! پس یہودی اسلام لے آیا۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے احمد بن اوریس نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری کوئی نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے ان سے ابوہاشم نے ان سے فرات بن احنف نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصغ بن نباتہ نے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے امام قائم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قائم کی غیبت اتنی طویل ہو جائے گی کہ جاہل کہنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (کار ہدایت کے لئے اب) آل محمد کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب اور ہیشم بن ابی مسروق ہندی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے ابو اسحاق ہمدانی نے ان سے ہمارے اصحاب (علماء) میں سے ثقہ افراد نے کہ امیر المؤمنین نے فرمایا اے اللہ تو زمین کو خلق پر اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑ چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ تیری دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہارون بن مسلم نے ان سے سعدان نے ان سے مسعد بن صدقہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آبا۔ کرام علیہم السلام نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر اپنے خطبہ میں فرمایا اے اللہ لازم ہے کہ تیری زمین تیری حجت سے خالی نہ رہے جو لوگوں کو تیرے دین کی طرف ہدایت کرے اور تیرے دین کی تعلیم دے تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو اور تیرے

اولیاء کی اتباع کرنے والے گمراہ نہ ہوں بعد اس کے کہ انہیں ہدایت مل چکی ہو چاہے یہ جہت ظاہر ہو جس کی اطاعت نہ کی جا رہی ہو یا پوشیدہ ہو اور دشمن اس کی تاک میں ہو کہ خود لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جبکہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں اور اس کا علم اور احکام مومنین کے دلوں میں ثابت ہوں جس پر وہ عمل کریں۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے عباد بن یعقوب نے ان سے حسن بن حماد نے ان سے ابو الجارود نے ان سے یزید نخعم نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (غیبت امام میں لوگ) امام کو اس طرح تلاش کریں گے جس طرح اپنے ریوڑ کے لئے اچھی چراگاہ تلاش کرتے ہیں اور نہیں پاتے۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ بن عمران نے ان سے محمد بن ابو عبد اللہ کوفی نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن عبد الحمید اور عبد الصمد بن محمد نے ان سے حنان بن سدر نے ان سے علی بن عزوڑ نے ان سے اصبح بن نباتہ نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا وہ صاحب امر (امام غائب) شریذ (بقیہ) طریذ (کھوج لگایا ہوا) وہ فریذ (پکتا) اور وحید (اکیلا) ہوگا۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی نے ان سے محمد بن جعفر کوفی نے ان سے سہل بن زیاد ادمی نے ان سے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی نے ان سے محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء نے ان سے امیرالمومنین علیہم السلام نے فرمایا کہ ہمارے قائم کی غیبت کو اللہ اتنا طویل کر دے گا کہ شیخ اس کی تلاش اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے ریوڑ کے لئے سرسبز چراگاہ تلاش کرتے ہیں اور اسے نہیں پاسکیں گے پس ان میں جو اپنے دین پر ثابت قدم رہ جائیں گے اور اپنے امام کی غیبت سے تنگ دل نہ ہوں گے تو ایسے لوگ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ ہمارا قائم جب قیام کرے گا تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی۔ اسی لئے اللہ نے اس کی ولادت کو مخفی اور اس کی شخصیت کو غائب رکھا ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک ایسی ہی حدیث بیان کی مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ نے ان سے محمد بن جعفر کوفی نے ان سے عبد اللہ بن موسیٰ رویانی نے ان سے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی نے ان سے محمد بن علی رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبد اللہ ذراق نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے ان سے ہشام نے ان سے فرات بن احنف نے ان سے اصبح بن نباتہ نے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت قائم علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا اس کی غیبت اتنی طویل

وگئی کہ جاہل کہنے لگیں گے کہ (کار ہدایت کے لئے) اللہ کے نزدیک آل محمد (علیہم السلام) کی حاجت نہیں ہے۔

بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد موسیٰ بن جعفر نے ان سے ان کے والد جعفر بن محمد علیہ السلام نے ان سے ان کے والد محمد بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد علی بن حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حسین تمہاری اولاد میں سے نواں قائم بالحق، دین کو ہر کرنے والا اور عدل کو نافذ کرنے والا ہوگا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یا امیرالمومنین کیا ایسا فرد آئے آپ نے فرمایا ہاں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ معبود کیا اور تمام حق میں مصطفیٰ کیا وہ قیام کرے گا۔ مگر ایک طویل غیبت کے بعد جس میں صرف وہ لوگ اپنے دین پر ثابت قدم رہیں گے جو مخلص ہوں گے اور یقین کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔ ان لوگوں سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے۔ اور ان کے دلوں کو ایمان سے منور کیا ہے اور اپنی رحمت سے ان کی مدد کی ہے۔

بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے زیاد مکخوف نے ان سے عبداللہ بن ابی عقبہ شاعر نے کہ میں نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ سنت کی طرح بلبلا تے پھر رہے ہو کہ چراگاہ مل جائے۔ لیکن اے گروہ شیعہ تم اس کو نہیں پارہے ہو۔

بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن خطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے ابو جارد زیاد بن منذر نے ان سے عبداللہ بن ابی عقبہ شاعر نے کہ اب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا اے گروہ شیعہ جس طرح تم اپنے اونٹوں کو لے کر گھومتے رہتے ہو چراگاہ کی تلاش میں (اسی طرح تم امام قائم علیہ السلام کو تلاش کرو گے) اور نہ پاؤ گے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے کھل بن زیاد ادھی نے اور احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن عباس بن حریش رازی نے ان سے ابو جعفر محمد بن علی ثانی نے ان سے ان کے آباء امام علیہم السلام نے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے ابن عباس سے فرمایا: ہر سال شب قدر آتی ہے۔ اور اسی رات حکام سنت نازل ہوتے ہیں اور یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اولیاء پر نازل ہوتے ہیں۔ ابن عباس نے پوچھا: وہ اولیاء کون ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اور میرے بعد میرے صلب سے گیارہ ائمہ محدثوں۔ جو رسول اللہ سے نقل کرنے والے ہیں۔

باب (۲۷) جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام

اور اہمیت ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے ابو عمرو سعید بن محمد بن نصر ققان نے ان سے عبد اللہ بن محمد سلطی نے ان سے محمد بن عبدالرحمن نے ان سے محمد بن سعید بن محمد نے ان سے عباس بن ابو عمرو نے ان سے صدقہ بن ابو موسیٰ نے ان سے ابو نصرہ نے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ رحلت آیا تو آپ نے اپنے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور ان سے عہد (امامت) لیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی زید بن علی بن حسین نے امام (محمد باقر علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے بھائی آپ کیوں نہیں (امامت کو) حسن و حسین (علیہما السلام) کی طرح انجام دیتے (یعنی جس طرح امام حسن کے بعد امام حسین امام ہوئے۔ اسی طرح آپ کے بعد میں امام بنایا جاؤں) آپ نے فرمایا: اے ابو الحسن امامت (امامت) کسی مثال کی پیروی میں انجام نہیں دی جاتی۔ اور عہد (امامت) رسم کے طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جتوں میں سے طے شدہ امور ہیں۔ (یعنی اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے) پھر آپ نے جابر بن عبد اللہ کو طلب فرمایا اور کہاناے جابر۔ ہم سے وہ حدیث بیان کر دو جو تم نے صحیحہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) میں دیکھی ہے جابر نے کہا: ہاں اے ابو جعفر ایک مرتبہ میں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عظمت سرا پر حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دوں۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک سفید جلد میں بند صحیحہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اے سیدۃ النساء یہ آپ کے ہاتھ میں کیسا صحیحہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے ہونے والے ائمہ کے اسماء ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: اے جابر اس کو صرف نبی یا نبی کا وصی یا اہل بیت ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر ایسا حکم نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور دیتی۔ ہاں میں اتنی اجازت دے سکتی ہوں کہ (بغیر ہاتھ لگائے) اسے دیکھ سکتے ہو۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیحہ کو پڑھا اس میں تحریر تھا ابو القاسم محمد بن عبد اللہ مصطفیٰ جن کی والدہ آمنہ بنت وہب، ابو الحسن علی ابن ابی طالب المرتضیٰ، جن کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابو محمد حسن بن علی المر، ابو عبد اللہ حسین بن علی تقی، ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت محمد، ابو محمد علی بن حسین العدل ان کی والدہ شہریاؤ بنت یزدجرد ابن شاپشاہ، ابو جعفر محمد بن علی الباقر جن کی والدہ ام عبد اللہ بنت حسن بن علی ابن ابی طالب، ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق جن کی والدہ ام ثروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر، ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر ثقفی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہ، ابو الحسن علی بن موسیٰ رضا جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمہ، ابو جعفر محمد بن علی

باب (۲۷) جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام

اور اہمات ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے ابو عمرو سعید بن محمد بن نصر ققان نے ان سے عبد اللہ بن محمد سلطی نے ان سے محمد بن عبدالرحمن نے ان سے محمد بن سعید بن محمد نے ان سے عباس بن ابو عمرو نے ان سے صدقہ بن ابو موسیٰ نے ان سے ابو نصرہ نے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ رحلت آیا تو آپ نے اپنے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور ان سے عہد (امامت) لیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی زید بن علی بن حسین نے امام (محمد باقر علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے بھائی آپ کیوں نہیں (امامت کو) حسن و حسین (علیہما السلام) کی طرح انجام دیتے (یعنی جس طرح امام حسن کے بعد امام حسین امام ہوئے۔ اسی طرح آپ کے بعد میں امام بنایا جاؤں) آپ نے فرمایا: اے ابو الحسن امامت (امامت) کسی مثال کی پیروی میں انجام نہیں دی جاتی۔ اور عہد (امامت) رسم کے طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جتوں میں سے طے شدہ امور ہیں۔ (یعنی اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے) پھر آپ نے جابر بن عبد اللہ کو طلب فرمایا اور کہاناے جابر۔ ہم سے وہ حدیث بیان کرو جو تم نے صحیفہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) میں دیکھی ہے جابر نے کہا: ہاں اے ابو جعفر ایک مرتبہ میں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عظمت سرا پر حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دوں۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک سفید جلد میں بند صحیفہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اے سیدۃ النساء یہ آپ کے ہاتھ میں کیسا صحیفہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے ہونے والے ائمہ کے اسماء ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: اے جابر اس کو صرف نبی یا نبی کا دھی یا اہل بیت ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر ایسا حکم نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور دیتی۔ ہاں میں اتنی اجازت دے سکتی ہوں کہ (بغیر ہاتھ لگانے) اسے دیکھ سکتے ہو۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں تحریر تھا ابو القاسم محمد بن عبد اللہ مصطفیٰ جن کی والدہ آمنہ بنت وہب، ابو الحسن علی ابن ابی طالب المرتضیٰ، جن کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابو محمد حسن بن علی المر، ابو عبد اللہ حسین بن علی تقی، ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت محمد، ابو محمد علی بن حسین العدل ان کی والدہ شہریاؤ بنت یزدجرد ابن شاپشاہ، ابو جعفر محمد بن علی الباقر جن کی والدہ ام عبد اللہ بنت حسن بن علی ابن ابی طالب، ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق جن کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر، ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر ثقفی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہ، ابو الحسن علی بن موسیٰ رضا جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمہ، ابو جعفر محمد بن علی

ذکی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیران، ابو الحسن علی بن محمد امین جن کی والدہ سوسن کنیز، ابو محمد حسن علی رفیق جن کی والدہ سماتہ کنیز اور ان کی کنیت ام الحسن، ابو القاسم محمد بن حسن یہ خلق پر اللہ کی حجت قائم ہیں جن کی والدہ زہرا کنیز صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام قائم علیہ السلام کا اسم مبارک کا ذکر ہوا ہے اور اگلے ابواب میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کریں گے جن میں امام قائم علیہ السلام کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ۔

باب (۲۸) امام قائم کا تذکرہ اس لوح میں جو حضور نے جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان دونوں سے سعد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابو الحسن صالح بن ابی حماد اور حسن بن طرف نے ان سے بکر بن صالح نے نیز بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن موسیٰ بن متوکل اور محمد بن علی ماجیلویہ اور احمد بن علی بن ابراہیم اور حسن بن ابراہیم بن نائمہ اور احمد بن زیاد ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے بکر بن صالح نے ان سے عبد الرحمن بن سالم نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے فرمایا: اے جابر تجھے تم سے ایک کام ہے جب تم فرصت سے ہو تو مجھ سے ملنا۔ جابر نے کہا: مولا۔ جس وقت فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر ابن عبد اللہ انصاری کو تہنائی میں طلب کیا اور فرمایا: اے جابر۔ اس لوح کے بارے میں بتاؤ جو تم نے میری جدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔ جابر نے کہا: میں اللہ کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی جدہ جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دے سکوں۔ میں نے بی بی کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی مجھے گمان ہو کہ یہ زمرہ کی ہے۔ اور اس کی کتابت ایسی نورانی تھی جیسے سورج کا نور سا طبع ہو۔ میں نے عرض کیا: اے بنت رسول آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ کیسی لوح ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ لوح اللہ نے رسول کو بھیجی ہے۔ اس میں میرے والد کا نام علی کا نام، میرے دونوں فرزندوں کا نام اور ان کے بعد کے ہونے والے اوصیاء کا نام ہے۔ پھر میرے والد نے یہ تجھے

ذکی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیزران، ابو الحسن علی بن محمد امین جن کی والدہ سوسن کنیز، ابو محمد حسن علی رفیق جن کی والدہ سماتہ کنیز اور ان کی کنیت ام الحسن، ابو القاسم محمد بن حسن یہ خلق پر اللہ کی محبت قائم ہیں جن کی والدہ زہرا کنیز صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام قائم علیہ السلام کا اسم مبارک کا ذکر ہوا ہے اور اگلے ابواب میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کریں گے جن میں امام قائم علیہ السلام کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ۔

باب (۲۸) امام قائم کا تذکرہ اس لوح میں جو حضور نے جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان دونوں سے سعد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابو الحسن صالح بن ابی حماد اور حسن بن طرف نے ان سے بکر بن صالح نے نیز بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن موسیٰ بن متوکل اور محمد بن علی ماجیلویہ اور احمد بن علی بن ابراہیم اور حسن بن ابراہیم بن نائمہ اور احمد بن زیاد ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے بکر بن صالح نے ان سے عبد الرحمن بن سالم نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے فرمایا: اے جابر تجھے تم سے ایک کام ہے جب تم فرصت سے ہو تو مجھ سے ملنا۔ جابر نے کہا: مولا۔ جس وقت فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر ابن عبد اللہ انصاری کو تہنائی میں طلب کیا اور فرمایا: اے جابر۔ اس لوح کے بارے میں بتلاؤ جو تم نے میری جدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔ جابر نے کہا: میں اللہ کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی جدہ جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دے سکوں۔ میں نے بی بی کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی مجھے گمان ہو کہ یہ زمرہ کی ہے۔ اور اس کی کتابت ایسی نورانی تھی جیسے سورج کا نور سا طبع ہو۔ میں نے عرض کیا: اے بنت رسول آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ کیسی لوح ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ لوح اللہ نے رسول کو بھیجی ہے۔ اس میں میرے والد کا نام علی کا نام، میرے دونوں فرزندوں کا نام اور ان کے بعد کے ہونے والے اوصیاء کا نام ہے۔ پھر میرے والد نے یہ تجھے

عطا فرمائی ہے۔ تاکہ اس طرح میں خوش ہو جاؤں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی جدہ سلام اللہ علیہا سے وہ لوح لے کر پڑھی اور اس کو نقل کر لیا۔ میرے والد (امام محمد باقر علیہ السلام) نے جابر سے کہا: اسے جابر کیا وہ لوح تم مجھے دکھاؤ گے؟ جابر نے عرض کیا: ضرور۔ پس میرے والد جابر کے ساتھ ان کے گھر گئے اور جابر پتلی کھال پر (لکھا ہوا) ایک صحیفہ نکال کر لائے۔ امام (محمد باقر علیہ السلام) نے فرمایا: اسے جابر تم اپنی کتاب پر نظر رکھو اور میں تمہیں بیان کرتا ہوں جو اس میں لکھا ہے۔ پس جابر نسخہ دیکھتے اور آپ بیان کرتے جاتے اور خدا کی قسم امام محمد باقر علیہ السلام نے جو فرمایا وہ ایک حرف بھی غلط نہ تھا۔ جابر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ نے فرمایا ایسا ہی اس لوح میں لکھا ہے۔ (اس لوح کی عبارت یہ تھی۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب اللہ عزیز و عظیم کی جانب سے محمد کے لئے نور و سفیر و حجاب و دلیل ہے۔ جس کو روح الامین، رب العالمین کی جانب سے لے کر نازل ہوئے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نام کی عظمت بیان کرو میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان کا انکار نہ کرو۔ میں اللہ ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ میں جابروں کا جبر توڑنے والا اور تکبر کرنے والوں کو نابود کرنے والا عالموں کو ذلیل کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن حساب کرنے والا ہوں۔ میں اللہ ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ پس جو میرے علاوہ کسی غیر سے امید لگائے اور کسی غیر سے خوف کرے تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جیسا عذاب کائنات میں کسی کو نہیں ہوا۔ پس میری عبادت کرو اور مجھ پر ہی توکل کرو۔ پس میں نے کوئی بھی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ جب اس کے دن پورے ہوئے اور اس کی عمر تمام ہوئی تو میں نے اس کا وصی مقرر کیا اور میں نے تم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور تمہارے وصی کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی اور اس کے بعد تم کو سبطین حسن و حسین (علیہما السلام) سے مکرّم کیا اور میں نے حسن (علیہ السلام) کو اس کے والد کے بعد اپنے علم کا معدن قرار دیا اور حسین (علیہ السلام) کو اپنی وحی کا خزینہ دار قرار دیا اور اس کو شہادت کے ساتھ مکرّم کیا۔ اور اس پر سعادت کو ختم کیا وہ شہداء میں افضل ہے اور سب سے بلند درجہ والا ہے۔ اس کے ساتھ میرا کلمہ تامہ اور جنت بالغہ ہے۔ اس کے بعد اس کی عمرت کو (فضائل سے مکرّم) قرار دیا۔ ان میں اول علی سید العابدین (علیہ السلام) اور گزشتہ اولیاء کی نسبت ہیں۔ اور ان کا فرزند جس کا نام اس کے جد کے نام پر محمد باقر (علیہ السلام) ہے۔ جو میرے علم کو ظاہر کرنے والا اور میری حکمت کا معدن ہے۔ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے وہ لوگ جو جعفر (کی امامت) کے بارے میں شک کریں گے۔ اس کا انکار کرنے والا میرا منکر ہے۔ میرا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ میں جعفر کی عظمت کو اجاگر کر دوں گا اور اس کے دوستوں، پیروکاروں اور مدد کرنے والوں کی وجہ سے اسے خوش کروں گا۔ موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کے بعد شدید فتنہ کھڑا ہوگا۔ شریعت کی رسی نہیں ٹوٹے گی اور میری جنت پوشیدہ نہیں رہے گی اور میرے اولیاء کبھی نہیں

شقوات کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ پس جو ان ائمہ میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا گویا اس نے میری نعمتوں کو جھٹلایا اور میری کتاب میں تغیر کیا اور مجھ پر جھوٹ باندھا۔ ایسے جھوٹوں اور منکروں کے لئے جہنم ہے جو میرے بندے اور حبیب موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کے بعد فتنہ اٹھائیں گے۔ اور آٹھویں (امام) کو جھٹلانے والا ایسا ہے گویا اس نے تمام کو جھٹلایا۔ علی (رضا علیہ السلام) میرا ولی اور ناصر ہے جس کے کندھے پر میں نبوت۔ کا بوجھ ڈال دوں گا اور سختیوں سے اس کی آزمائش کروں گا۔ اس کو عالم قتل کریں گے۔ اور وہ اس شہر میں دفن ہوگا جن کی بنیاد عہد صالح ذوالقرنین نے رکھی تھی اور وہ میری بدترین مخلوق کے پہلو میں دفن ہوگا۔ میں اس کی آنکھوں میں اس کے بیٹے محمد (نقی علیہ السلام) سے ٹھنڈک دوں گا۔ جو اس کے بعد خلیفہ ہوگا۔ وہ میرے علم کا وارث، میری حکمت کا معدن، میرے راز کا امین اور میری خلق پر رحمت ہوگا۔ جنت اس کی جائے بازگشت ہوگی اور وہ اپنے اہل خاندان میں سے ان کی شفاعت کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔ انتہائی سعادت ہے اس کے بیٹے علی (نقی علیہ السلام) کے لئے جو میرا ولی و مددگار ہے۔ وہ خلق پر گواہ اور میری وحی کا امین ہے۔ اس کا ایک فرزند ہوگا جو میرے رستے پر بلانے والا اور میرے علم کا خازن ہوگا وہ حسن (عسکری علیہ السلام) ہوگا۔ پھر میں اس سلسلہ (امامت) کو اس کے بیٹے کے ذریعے مکمل کروں گا جو عالمین کے لئے رحمت ہوگا۔ اس کے لئے کمال موسیٰ (علیہ السلام) ہدیہ عینی (علیہ السلام) اور صبر ایوب (علیہ السلام) ہے۔ میرے یہ اولیاء اپنے زمانے میں مصائب و آلام اٹھائیں گے اور ان کے دور کے بادشاہ ظلم ڈھائیں گے جس طرح ترک و دہلیم کے بادشاہ کرتے تھے۔ پس یہ قتل کئے جائیں گے اور ان کے اسباب جلائے جائیں گے اور وہ خوف کے عالم میں زندگی گزاریں گے۔ زمین ان کے خون سے سرخ ہوگی۔ یہ ہی میرے اولیاء حق ہیں جن کے ذریعے میں جہل کا فتنہ دور کروں گا ان کے ذریعے مسیبتوں کو دور کروں گا اور ان پر پڑی ہوئی زنجیروں کو توڑ دوں گا۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے۔ اور یہ یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

عبدالرحمن بن سالم کہتے ہیں کہ ابو بصیر فرماتے تھے کہ اگر آپ نے اپنی زندگی میں صرف یہ یہی ایک حدیث سنی ہے تو یہ بھی آپ کے لئے کافی ہے۔ اور اس حدیث کو اس کے اہل کے علاوہ کسی اور سے بیان کرنے سے پرہیز کرے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین بن شاذیہ مؤدب اور احمد بن ہارون قاضی نے ان سے محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فراری کوفی نے ان سے مالک سلولی نے ان سے درست بن عبدالحمید نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے عبداللہ بن جبلة نے ان سے ابو السقاج نے ان سے جابر جعفی نے ان سے حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ میں جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے جس میں سے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا نور ساطع تھا۔ اس لوح میں بارہ نام تھے تین ظاہر لوح پر اور تین باطن پر تین آخر میں تین

ایک سمت میں ہیں اس طرح بارہ نام تھے۔ میں نے عرض کیا: یہ کن لوگوں کے اسماء گرامی ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کا اول میرا بن عم (علی علیہ السلام) اور گیارہ میری اولاد سے ہوں گے۔ اس میں آخر قائم ہوگا صلوات اللہ علیہم۔ اجمعین جابر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ان میں تین مقام پر محمد محمد محمد لکھا تھا اور چار پر علی علی علی علی تھا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر ابن عبد اللہ انصاری نے ان کا کہنا ہے کہ میں جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے۔ جس میں اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں آخری امام قائم (علیہ السلام) ہیں تین کے اسماء محمد اور چار کے علی ہیں۔

بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن حمزہ علوی نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسین بن درست مروی نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے محمد بن عمران کوفی نے ان سے عبدالرحمن بن ابو نجران اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے اسحاق بن عماد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اسحاق کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ انہوں نے کہا: میں آپ پر نذا فرزند رسول۔ ضرور۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرایا ہے اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے لکھا ہے اس میں یہ تحریر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ کتاب اللہ عز و حکیم کی طرف سے ہے اور اس کے بعد اس حدیث لوح کا ذکر ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ آخر میں یہ فقرہ ہے۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق یہ ملائکہ اور رسولوں کا دین ہے۔ اس کی نااہل افراد سے حفاظت کرو۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہاری اولاد کی اصلاح کرے۔ پھر فرمایا: جس نے اس (دین) کی معرفت حاصل کر لی وہ عذاب الہی سے محفوظ ہو گیا۔

نیز ہم سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے بیان کیا ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے سعید بن محمد بن قطن نے ان سے عبد اللہ بن موسیٰ رویانی ابو تراب نے ان سے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی نے ان سے علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ان سے عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی اولاد کو جمع کیا ان میں ان کے چچا زید بن علی بھی تھے۔ پھر ایک کتاب نکالی جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں سے تحریر تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرایا تھا اس میں تحریر تھا۔ یہ کتاب اللہ عز و حکیم کی طرف سے ہے اس کے بعد حدیث لوح کا تذکرہ ہے

پھر تحریر ہے (یہ سب ائمہ) ہدایت یافتہ ہیں۔

آخر حدیث میں عبد اعقیم کہتے ہیں کہ افسوس صد افسوس ہے محمد بن جعفر کے لئے جس نے امام وقت کے خلاف فروج کیا۔ حالانکہ اس نے یہ حدیث اپنے والد سے سن لی تھی۔ پھر فرمایا یہ اللہ کا راز اور اس کے ملائکہ کا دین ہے۔ پس اس کو پھر اس کے اہل سے بیان کر دو۔

بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس نے ان سے ان کے والد نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو جارد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہ میں (ایک مرتبہ) جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے جن میں اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کی تعداد بارہ ہے۔ اور ان میں کا آخر امام قائم علیہ السلام ہے۔ ان میں تین محمد اور چار علی ہیں۔ صلوات اللہ علیہم (اجمعین)

باب (۲۹) غیبت امام قائم (علیہ السلام) کے بارے میں حضرت امام حسن علیہ السلام

کا خبر دینا

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبد اللہ، عبد اللہ بن جعفر حمیری، محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے احمد بن ابو عبد اللہ برقی نے ان سے ابو ہاشم واؤد بن قاسم جعفری نے ان سے ابو جعفر الثانی محمد بن علی علیہما السلام نے بیان کیا ہے کہ ایک دن جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جناب سلمان فارسی کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ جناب امام حسن علیہ السلام بھی تھے۔ آپ مسجد میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک خوبصورت خوش پوش مرد آیا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا۔ اور بولا: اے امیر المومنین (علیہ السلام) مجھے آپ سے تین مسئلے پوچھنے ہیں اگر آپ نے ان کے جوابات صحیح دے دیئے تو مجھوں گا کہ آپ کی قوم نے جو آپ کے بارے میں فیصلہ کیا ہے (یعنی آپ سے زودگردانی کی اور اختلاف کسی اور طرف لے گئے) اس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں مامون نہیں ہیں۔ بصورت دیگر میں مجھوں گا کہ آپ اور وہ ایک ہی رستے پر گامزن ہیں۔ (یعنی آپ میں اور آپ کی قوم میں کوئی فرق نہیں ہے) جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کہاں جاتی ہے؟ انسان کیسے بھولتا اور یاد رکھتا ہے؟ انسان کی شبہت اپنے چھاؤں یا ماموں پر کیسے ہوتی ہے۔ پس امیر المومنین علیہ السلام میرے والد امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو محمد ان

سوالات کے جوابات دو۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ جہاں تک تیرے اس سوال کا تعلق ہے کہ سوتے میں انسان کی روح کہاں جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی روح ریح سے متعلق ہو جاتی ہے۔ اور ریح ہوا سے اس وقت تک متعلق رہتی ہے جب تک سونے والا جاگنے کے لئے حرکت نہ کرے اور جب اللہ اجازت دیتا ہے تو اس کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے۔ اس طرح روح کو ریح سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور ریح کو ہوا سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور روح صاحب روح کے بدن میں آکر ساکن ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو کہ صاحب روح کو اس کی روح واپس کر دی جائے تو ہوا ریح کو کھینچ لیتی ہے۔ اور ریح روح کو کھینچ لیتی ہے۔ اور پھر صاحب روح کو اس کی روح دوبارہ محسوس ہونے تک واپس نہیں کی جائے گی۔

چہارا دوسرا سوال یہ ہے کہ آدمی کیسے یاد رکھتا اور کیسے بھول جاتا ہے تو آدمی کا قلب ایک صندوق میں ہوتا ہے اس پر ایک طبق ڈھکا ہوتا ہے۔ اگر آدمی محمد و آل محمد پر درود کامل بھیجے تو اس صندوق پر سے وہ طبق ہٹ جاتا ہے۔ اور آدمی جو کچھ بھول گیا ہے اسے یاد آجاتا ہے۔ اور اگر وہ محمد و آل محمد پر درود نہ بھیجے یا ناقص درود بھیجے تو وہ طبق اس صندوق پر ڈھک جاتا ہے پس اس کے قلب پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور انسان بھول جاتا ہے کہ جو کچھ اسے بتایا گیا۔

چہارا تیسرا سوال کہ بچہ اپنے چچا یا ماموں سے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مرد اپنی زوجہ کے پاس سکون قلب، ٹھہری ہوئی رگوں اور غیر مضطرب بدن کے ساتھ جاتا ہے اور اس کا نطفہ اس کی زوجہ کے رحم میں سکون کے ساتھ قرار پاتا ہے تو بچہ اپنے باپ اور ماں کے مشابہ پیدا ہوتا ہے اور اگر مرد اپنی زوجہ کے پاس اس حال میں جاتا ہے کہ اس کا قلب پر سکون نہیں ہے اور اس کی رگیں ٹھہری ہوئی نہیں ہیں۔ اس کا بدن مضطرب ہے تو اس کا نطفہ بھی رحم میں پہنچ کر مضطرب ہوگا اور اندرونی رگوں میں سے کسی رگ پر گرے گا۔ اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو بچاؤں کے لئے ہے تو بچہ اپنے بچاؤں سے مشابہ ہوگا۔ اور اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو ماموں کے لئے ہے تو یہ بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ یہ جوابات سن کر اس شخص نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ کے وصی اور ان کے بعد ان کی جنت پر قائم ہیں یہ کہتے ہوئے اس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں گواہی ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں گواہی دیتا رہوں گا کہ آپ ان کے (علی علیہ السلام کے) وصی اور ان کی جنت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد علی بن حسین (علیہ السلام) ان کے جانشین ہوں گے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن علی علیہما السلام ان کے بعد امام ہوں گے پھر جعفر بن محمد (علیہما السلام) جانشین ہوں گے۔ پھر ان

باب (۳۰) غیبت امام کے بارے میں جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشادات

۱- بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نے ان سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے علی بن محمد شجاع نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے عبدالرحمن بن حجاج نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی بن حسین نے ان سے جناب امام حسین علیہ السلام نے کہ میری اولاد میں سے تو میں امام کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک سنت ہوگی اور موسیٰ بن عمران کی ایک سنت ہوگی اور وہ ہم اہل بیت کا قائم ہوگا اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کے امور کی اصلاح فرمادے گا۔

۲- بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن اسحاق صحاذی نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی کوفی نے ان سے احمد بن موسیٰ بن فرات نے ان سے عبدالواحد بن محمد نے ان سے سفیان نے ان سے عبداللہ بن زبیر نے ان سے عبداللہ بن شریک نے ان سے ہمدان کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس امت کا قائم میری اولاد میں سے نواں ہوگا وہ صاحب غیبت ہوگا اور اس کی میراث کو تقسیم کیا جائے گا جبکہ وہ زندہ ہوگا۔

۳- بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالسلام بن صالح ہردی نے ان سے وکیع بن جراح نے ان سے ربیع بن سعد نے ان سے عبدالرحمن بن سلیمان نے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم میں بارہ ہادی ہوں گے جن میں اول جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخر میری اولاد میں سے نواں فرد ہوگا وہ امام قائم (علیہ السلام) بالحق ہوگا۔ اللہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کرے گا۔ اس کے ذریعہ سے دین حق کو تمام ادیان پر ظاہر کرے گا اگرچہ کہ یہ بات مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اس کے لئے غیبت ہے جس میں ایک قوم دین سے مرتد ہو جائے گی اور دوسری دین پر ثابت قدم رہے گی۔ اس قوم کو تکالیف دی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا اگر تم سچے ہو تو ظہور امام کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ پس دور غیبت میں مصائب و آلام پر صبر کرنے والا اور جھٹلایا جانے والا اس مجاہد کا مرتبہ پائے گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تلوار کے ذریعہ (کفار سے) جہاد کیا ہو۔

۴- بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی نے ان سے محمد بن عبداللہ حضرمی نے ان سے احمد بن یحییٰ احولی نے ان سے خلفاء مرقی نے ان سے قیس بن ابی حصین نے ان سے یحییٰ بن وثاب نے ان سے عبداللہ بن عمر نے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اگر دنیا کے اختتام میں ایک دن رہ جائے تو اللہ اس کو اتنا طویل کر دے گا

کہ اس میں میری اولاد میں سے ایک فرد ظاہر ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ایسا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے حمدان بن منصور نے ان سے سعد بن محمد نے ان سے عیسیٰ خشاب نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آپ صاحب امر ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ صاحب امر تو وہ ہیں جو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ اور مخفی ہوں گے۔ اپنے مقتول والد کے انتقام کے در پہ ہوں گے اپنے بچا کی وجہ سے نام کے بجائے کنیت سے پکارے جائیں گے۔ آٹھ ماہ تک تلوار لئے پھریں گے (جنگ کرتے رہیں گے)۔

باب (۳۱) غیبت امام کے بارے میں حضرت امام زین العابدین کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے ان سے محمد بن حسین بن ابو الخطاب نے ان سے محمد بن حسن نے ان سے ابو سعید عصفری نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے ابو حمزہ نے کہ میں نے علی بن حسین علیہما السلام سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علی (ابن ابی طالب علیہ السلام) اور گیارہ ائمہ کو اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا ہے حالتِ ارواح میں اس کے نور کی روشنی میں انہوں نے اس وقت عبادت کی جب کوئی خلق نہ ہوا تھا۔ انہوں نے اللہ کی تسبیح و تقدیس کی وہ ہی آل محمد میں ائمہ ہدی ہیں۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ یہ روایت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اور طریقوں سے بھی بیان ہوئی ہے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے محمد بن ہارون صوفی نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے ابراہیم بن ابی زیاد نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ابو خالد کاللی نے کہ میں اپنے آقا علی بن حسین امام زین العابدین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرمائیں جن کی اطاعت اور مؤدت اللہ نے فرض کی ہے۔ اور اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اقتداء کریں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے کنکر (ابو خالد کا لقب) وہ ادلی الامر جن کو اللہ نے انسانوں کا امام بنایا اور جن کی اطاعت واجب قرار دی ہے وہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں ان کے بعد امام حسن علیہ السلام پھر امام حسین علیہ السلام فرزند ان علی ابن ابی طالب یہاں تک کہ یہ سلسلہ ہم تک پہنچا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے

میں نے عرض کیا مولا: ہم تک امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک حدیث پہنچی ہے کہ زمین بخت خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی پس آپ کے بعد بخت اور امام کون ہے۔ آپ نے فرمایا میرا بیٹا محمد جس کا نام توریت میں باقر ہے۔ جو علم کو ظاہر کرے گا وہ میرے بعد بخت اور امام ہوگا۔ محمد باقر کے بعد ان کا فرزند جعفر جو اہل سما میں صادق کے نام سے مشہور ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ان کا نام ہی صادق کیوں جبکہ آپ سب صادق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میرا بیٹا جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا اس کی اولاد میں سے پانچویں فرد کا نام جعفر ہوگا جو امامت کا دعویٰ کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے گا وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ وہ ایسی شے کا دعویٰ کرے گا جس کا وہ اہل نہیں وہ اپنے باپ کا مخالف اور اپنے بھائی سے حسد کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے ولی کی غیبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کے راز کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرے گا پھر امام زین العابدین علیہ السلام نے شدید گریہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا: جعفر کذاب ولی اللہ کی تلاش میں طاغوتِ زمان کا ساتھ دے گا۔ ان کی مخبری کی کوشش کرے گا اور امام قائم کی ولادت سے ناواقف ہوتے ہوئے اپنے والد کے حرم کا دکیل بن جائے گا اور خواہش کرے گا کہ اگر امام قائم پر غلبہ حاصل کرے تو انہیں قتل کر دے اور آپ کی میراث میں لالچ کرے گا جہاں تک کہ بغیر حق کے اسے غصب کرے گا۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ فرزند رسول کیا یہ پیشین گوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ قسم بخدا یہ بات ہمارے پاس موجود اس صحیفے میں لکھی ہے جس میں ان مصائب کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم پر گزریں گے۔ ابو خالد کہتے ہیں میں نے پوچھا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کے بعد ولی اللہ عزوجل اور اوصیاء رسول اللہ دائمہ کے بارہویں کے لئے ایک طویل غیبت کا دور ہوگا۔

اے ابو خالد اس کی غیبت کے زمانے میں وہ لوگ جو اس امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر ہوں گے وہ لوگ تمام زمانوں کے لوگوں سے افضل ہوں گے کیونکہ اللہ ان کو عقل و فہم و معرفت عطا کرے گا اور ان کے نزدیک غیبت مشاہدہ کی طرح ہوگی۔ ان کا مرتبہ ان مجاہدین کے برابر ہوگا جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں تلوار سے جہاد کیا۔ یہ ہی لوگ حقیقتاً مخلص اور ہمارے بچے شیعہ ہوں گے۔ وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف ظاہرہ اور پوشیدہ دعوت دیں گے۔ حضرت علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ظہور امام کا انتظار بذاتِ خود مصائب سے نجات کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

اس حدیث کو ہم سے علی بن احمد بن موسیٰ، محمد بن احمد شیبانی اور علی بن عبد اللہ وراق نے بیان کیا ان سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے ان سے سہل بن زیاد الادمی نے ان سے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی نے ان سے صفوان نے

ان سے ابراہیم ابو زیاد نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ابو خالد کاعلی نے ان سے علی بن حسین علیہما السلام نے بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا جعفر کذاب کا تذکرہ کرنا ان اخبار کی صحت پر دلالت کرتا ہے جو اس بارے میں آئے ہیں۔

اور اسی جیسی روایت ابو الحسن علی بن محمد عسکری علیہما السلام سے ہے کہ وہ خوش نہیں ہوئے جبکہ ان کے یہاں ولادت ہوئی اور یہ کہ انہوں نے ہم کو بتایا کہ وہ خلق کثیر کو عنقریب گمراہ کرے گا۔ یہ سب بھی ان کے لئے اس کی دلالت ہے۔ اس لئے کہ امامت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دلالت نہیں کہ ان باتوں کی خبر دیں کہ جو پہلے نہیں ہوئیں اور پھر ہو جائیں۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نبوت کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرمؐ تھے جبکہ ابو سفیان نے اپنے دل میں کہا کہ کسی نے اس طرح کیا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔ میں آیا فوراً میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو دور کر دیا میں اس کے خلاف اہل عہدہ و کنازہ کے کثیر افراد کو جمع کرتا رہا۔ پھر میں نے ان لوگوں کے ساتھ اس سے جنگ لڑی۔ پھر شاید میں اس کو روک سکتا تھا۔ تو نبی اکرمؐ نے اپنے خیمہ سے آواز دی اور فرمایا: اے ابو سفیان اب اللہ تجھ کو جزا دے گا اور یہ اس طرح کی دلالت تھی جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تھی۔ اور جن تمام ائمہ طاہرین نے اس طرح کی خبر دی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ایسے امام ہیں کہ جن کی اطاعت فرض ہے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے جعفر بن محمد بن حسن بن فرات نے ان سے صالح بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن زیاد نے ان سے ان کی والدہ فاطمہ بنت محمد بن ہشیم المعروف ابن سیاب نے کہ جعفر کی پیدائش کے وقت میں جناب امام علی بن محمد عسکری (امام علی نقی علیہ السلام) کے گھر میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ولادت سے گھر کے لوگ مسرور ہوئے لیکن امام علی بن محمد (علیہ السلام) مسرور نہیں ہوئے۔ میں نے دریافت کیا مولا آپ اس بچے کی ولادت سے مسرور کیوں نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا اس بچے کے سبب کثیر خلق گمراہ ہوگی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے الشریف ابو الحسن علی بن موسیٰ بن احمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن محمد نوفلی نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے عثمان بن عیسیٰ کلانی نے ان سے خالد بن یحییٰ نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد (حمران بن اعین) نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائم کے لئے انبیاء کی سنتوں میں سے [حضرت آدم علیہ السلام کی سنت، حضرت نوح علیہ السلام کی سنت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت، حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ [حضرت آدم اور حضرت نوح کی سنت طویل عمر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ولادت کا ننھی اور پوشیدہ ہونا خدا کے دین کی حمایت میں لوگوں سے الگ تھلک رہنا، حضرت موسیٰ کی سنت خوف اور غیبت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یہ کہ لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت یہ کہ بلاؤں اور مصیبتوں کے بعد کشادگی نصیب ہوئی۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت خروج بالسیف ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشیر تروینی نے ان سے ابو فرج مظفر بن احمد نے ان سے محمد بن جعفر کوفی اسدی نے ان سے موسیٰ بن عمران ننھی نے ان سے حسین بن یزید نے ان سے حمزہ بن حران نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ امام قائم کے لئے نوح کی سنت طویل عمر ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد وثاق اور محمد بن احمد شیبانی نے ان سے محمد بن ابو عبد اللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران ننھی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حمزہ بن حران نے ان سے ان کے والد حران بن اعین نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ قائم کے لئے سنت حضرت نوح یعنی طویل عمر ہے۔

۶۔ مندرجہ بالا استاد سے امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہمارے قائم کی ولادت لوگوں سے ننھی رہے گی یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ (حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے) کوئی اولاد ہی نہ تھی جو خروج کرے اور کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس کی بیعت اس کے گے میں ہو۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے بسطام بن مرہ نے ان سے عمرو بن ثابت نے کہ امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غیبت امام میں ہماری ولایت پر ایمان رکھ کر ثابت قدم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہداء بدر واحد کے مرتبہ کے ایک ہزار شہداء کا اجر عطا فرمائے گا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصام کلینی نے ان سے محمد بن یعقوب کلینی نے ان سے قاسم بن علا نے ان سے اسماعیل بن علی تروینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن قیس نے ان سے ثابت ثالی نے ان سے علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے فرمایا کہ یہ آیت "واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله" (سورۃ احزاب آیت ۶) "اور قرابت والے ایک دوسرے

سے لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں " ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت " وجعلها كلمة باقية في عقبه " (سورۃ زخرف آیت ۲۸) " اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں " ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور امامت حسین ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسل میں قیامت تک رہے گی اور ہمارے قائم کے لئے دو غیبتیں ہیں ان میں سے ایک دوسری سے طویل ہے۔ پہلی غیبت چھ دن یا مہینے یا چھ سال ہے۔ دوسری غیبت اتنی طویل ہوگی کہ اکثر لوگ اس امر سے انکار کر دیں گے سوائے اس کے جس کا یقین قوی اور معرفت صحیح ہو اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس پر اپنے نفس میں تنگی نہ محسوس کرے۔ پس سلامتی ہے ہم اہل بیت کے لئے۔

۹۔ انہی استاد کے ساتھ مروی ہے کہ امام علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ناقص عقل سے، باطل رائے سے اور فاسد خیالات سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تسلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ پس جس نے ہمیں تسلیم کیا اس کے لئے سلامتی ہے۔ جس نے ہماری پیروی کی اس کے لئے ہدایت ہے۔ اور جس نے قیاس اور رائے سے کام لیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے ہمارے قول اور ہمارے فیصلہ پر اپنے نفس میں تنگی محسوس کی اس نے سب مٹانی اور قرآن نازل کرنے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کا انکار کیا۔

باب (۳۲) غیبت امام سے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن حسین بن عمر بن یزید نے ان سے حسین بن ربیع مدائنی نے ان سے محمد بن اسحاق نے ان سے اسید بن ثعلبہ نے ان سے ان سے ام ہانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہما السلام (امام محمد باقر علیہ السلام) سے آیت " فلا اقسام بالخنس الجوار الكنس " (سورۃ التکویر آیت ۱۵-۱۶) " سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دیک جانے والوں کی " کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام (زمانہ غیبت میں) لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے آپ نے فرمایا: اس سے مراد وہ امام ہے جو ۲۶۰ھ میں اپنی معرفت رکھنے والوں کی وفات کے بعد پردہ غیبت میں چلا جائے گا۔ پھر (وقت ظہور) اس طرح ظاہر ہوں گے جس طرح تاریک رات میں روشن ستارے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر تم ان کو پاؤ تو یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون ثانی، علی بن حسین بن شاذویہ مؤدب، جعفر بن محمد بن مسرور اور جعفر بن حسین رضی اللہ عنہم نے ان سے محمد بن عبداللہ ابن جعفر حمیری نے ان سے ان کے والد نے ان سے ایوب بن نوح نے

ان سے عباس بن قصبانی نے۔

نیز بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی بن حسن بن علی عبداللہ بن مغیرہ کوئی نے ان سے ان کے دادا حسن بن علی بن عبداللہ نے ان سے عباس بن عامر قصبانی نے ان سے موسیٰ بن ہلال غبی نے ان سے عبداللہ بن عطاء نے کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ عراق میں آپ کے بہت شیعہ ہیں۔ پس اللہ کی قسم آپ کے اہل بیت میں آپ جیسا کوئی نہیں۔ پھر آپ خروج کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عطاء تم نے بے معنی باتوں کی طرف کان دہرا ہے میں تمہارا خروج کرنے والا امام نہیں ہوں۔ میں نے پوچھا پھر وہ کون سے امام ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ جس کی دلاوت لوگوں سے مخفی ہوگی وہ خروج کرے گا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے موسیٰ بن عمر بن یزید صیقل نے ان سے علی بن اسباط نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے ان سے ابو جعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) نے آیت ”قل ارا ایتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین“ کہہ دو بھلا دیکھو تو اگر صبح کو پانی تمہارا خشک ہو جائے پھر کون ہے جو تمہارے پاس تمہارا پانی لائے؟ کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ آیت قائم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تمہارا امام تمہاری نظروں سے غائب ہو جائے گا۔ اور تم نہیں جان سکو گے کہ وہ کہاں گئے۔ جب آپ ظاہر ہوں گے تو تم کو آسمان و زمین کی خبر دیں گے اور خدا کے حلال اور حرام کی۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم اس آیت کی تاویل ابھی واقع نہیں ہوئی بلکہ (آئندہ زمانہ میں) ہونے والی ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عسید نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن و انس کی طرف مبعوث کیا۔ ان کے بعد ان کے بارہ اوصیاء ہیں جن میں سے کچھ گزر گئے اور کچھ باقی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام اوصیاء کے لئے اوصیاء جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت جاری ہوئی اور وہ یہ کہ (عیسیٰ کے اوصیاء بھی) بارہ تھے اور امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لئے حضرت عیسیٰ کی خصوصیات ہیں۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے عبداللہ بن حماد انصاری اور محمد بن ستان نے ان سے ابو جارود زیاد بن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابو جارود جب عرصہ غیبت طویل ہو جائے گا تو لوگ کہنے لگیں گے کہ قائم علیہ السلام مر گئے یا ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور یہ اس سبب سے کہیں گے کہ مصائب و آلام شدید ہو جائیں گے۔ اور ان کے در پہ دشمن نے کہا ایسا کب ہوگا اب تو ان کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ ایسے میں تم لوگ اس کے ظہور کی

امید میں رہو۔ پس اس وقت جب تم سنو تو ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہے کیسی ہی دشواری کیوں نہ ہو۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے سلیمان بن داؤد نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام قائم علیہ السلام کے لئے چار انبیاء علیہم السلام کی چار سنتیں ہوں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت خوف، حضرت یوسف علیہ السلام کی قید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ کہ کچھ ان کے بارے میں کہیں گے مرگئے کچھ کہیں گے نہیں مرے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تلوار (یعنی جہاد)۔

اسی طرح کی ایک حدیث مجھ سے احمد بن زیاد ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے سلیمان بن داؤد نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے بیان کی ہے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصام نے ان سے محمد بن یعقوب کلینی نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حنظل نے ان سے محمد بن مسلم ثقفی طحان نے کہ میں حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد بن مسلم قائم آل محمد علیہ السلام کو پانچ رسولوں سے پانچ خصوصیات میں شبہات حاصل ہے۔ حضرت یونس بن متی، حضرت یوسف بن یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ علیہم۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے شبہات اس طرح ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک غیبت میں رہنے کے بعد جب ظاہر ہوئے تو اس وقت بھی وہ جوان تھے۔ جناب یوسف بن یعقوب علیہما السلام سے شبہات اس طرح ہے کہ آپ خاص و عام کی نظروں سے غائب رہے اور اپنے والد اور اپنے اہل خانہ اور اپنے دوستوں سے مخفی رہے حالانکہ آپ ان سے قریبی مسافت پر قیام پذیر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خوف سے غائب رہے اور طویل غیبت واقع ہوئی اور آپ کی ولادت مخفی رہی۔ اور حضرت موسیٰ کے بعد ان کی قوم پر انتہائی مصائب و آلام نازل ہوئے۔ جہاں تک کہ اللہ عزوجل کی اجازت سے حضرت موسیٰ ظاہر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں پر ان کی مدد و نصرت فرمائی۔ حضرت عیسیٰ سے مشابہت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ایک گروہ نے کہا وہ پیرا ہی نہیں ہوئے۔ دوسرے نے کہا وہ مر گئے، تیسرے گروہ نے کہا وہ قتل ہوئے اور صلیب پر چڑھے اور ان

کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت یہ ہے کہ آپ خروج باسیف کریں گے اور اللہ و رسول کے دشمنوں، جباروں اور طاغوتوں کو قتل کریں گے۔ آپ کی نصرت تلوار اور رعب سے کی جائے گی اور آپ کا علم سرنگوں نہ ہوگا۔

آپ کے خروج کی علامتوں میں شام سے سفیانی اور ایمن سے ایسانی کا ظاہر ہونا۔ ماہ رمضان میں آسمان سے حج اور آسمان سے ایک منادی کا آپ اور آپ کے والد کا نام پکارنا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب اور ہشیم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسن بن محبوب سراد نے ان سے علی بن رباب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے بیان کیا کہ ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک انسانوں میں سب سے مقرب، اعلم اور سب سے زیادہ مہربان استیباں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ پس جہاں یہ داخل ہوں تم بھی داخل ہو جاؤ۔ جنہیں یہ چھوڑ دیں تم بھی چھوڑ دو۔ یہ ائمہ (علی اور حسن علیہما السلام کے بعد) حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد سے ہیں پس حق ان کے ساتھ ہے اور یہ ہی اوصیاء ہیں، یہ ہی ائمہ ہدیٰ ہیں تو جہاں ان کو دیکھو ان کا اتباع کرو۔ اگر کبھی دیکھو کہ ان میں سے کوئی ہستی بھی نظر نہیں آرہی ہے تو خدا سے استغاثہ کرو اور اس سنت (یعنی غیبت) کا انتظار کرو جو تم پر واجب کر دی گئی ہے اور اس سنت کا اتباع کرو۔ اور ان سے محبت کر جن سے تم محبت کرتے رہے ہو اور دشمنی کرو ان سے جن سے دشمنی کرتے رہے ہو۔ پس جلد ہی آزمائش پوری ہو جائے گی۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے جمیل بن دراج نے ان سے محمد بن مسلم نے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت پر حضرت علی اور حضرت خدیجہ علیہما السلام سے پہلے کسی نے بھی جواب نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں تین سال نخی حالت خوف میں زندگی (بعد بعثت) گزاری۔ آپ کو اپنی قوم اور دوسرے لوگوں کا ڈر تھا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا یہ حصہ موضوع کے لحاظ سے ہم نے پیش کیا۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے حسن بن محمد بن سماء نے ان سے احمد بن حارث نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو کہیں گے "میں تم لوگوں سے (بحکم خدا) تمہارے خوف کی وجہ سے غائب ہو گیا تھا اب اللہ کا حکم میرے

پاس پہنچ گیا ہے اور اس نے مجھے مرسلین میں سے قرار دیا ہے۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد نے ان سے محمد بن ابو عبد اللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے حسن بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے (ان کے والد) ابو بصیر نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے کہ صاحب امر کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی ایک سنت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سنت، حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک سنت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت یہ کہ وہ حالت خوف میں قوم سے غائب ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قید اور غیبت تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ حاصل ہوگی کہ آپ تلوار لے کر قیام کریں گے اور آٹھ مہینے تک دشمنان خدا کو اس وقت تک قتل کرتے رہیں گے جب تک اللہ راضی نہ ہو جائے۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے دل میں رحم ڈال دے گا۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نے ان سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے علی بن محمد قمی نے ان سے محمد بن احمد بن یحییٰ نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابو احمد ازدی نے ان سے ضریر کناسی نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب امر کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام فرزند کنیز سیاہ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے امور کی ایک رات میں اصلاح فرمادے گا۔

۱۳۔ مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جبرئیل بن احمد نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی اور یعقوب بن یزید نے ان سے سلیمان بن حسن نے ان سے سعد بن ابی خلف زام نے ان سے معروف بن خربوذ نے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: مولا مجھے آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں، آپ نے فرمایا: ہماری مثال ستاروں جیسی ہے۔ جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا ظاہر ہو جاتا ہے ہم میں امن و امان سلم و اسلام اور قاتح و مفتاح ہیں یہاں تک کہ عبدالملطوب کے تمام فرزند برابر ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کون کس مقام و منزلت کا اہل ہے۔ اللہ تمہارے لئے تمہارے صاحب کو ظاہر کرے گا۔ پس اللہ کی حمد کرو جس نے (اس امام کو) سختی و خواری دونوں کا اختیار دیا۔ میں نے پوچھا: میں آپ پر قربان پھر وہ ان دونوں میں سے کس کو اختیار کریں گے؟ (آپ نے) فرمایا: سختی (مصائب) کو خواری پر اختیار کریں گے۔

۱۴۔ انہی اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود نے بیان کیا ان سے نصر بن صباح نے ان سے جعفر بن سہیل نے ان سے ابو عبد اللہ نے جو علی کا بیٹا کے بھائی ہیں۔ ان سے قابوسی نے ان سے نصر بن سندی نے ان سے خلیل بن عمرو نے ان سے علی بن حسین فرزاری نے ان سے ابراہیم بن عطیہ نے ان سے ام ہانی ثقفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے آقا محمد

بن علی باقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: مولا قرآن کی ایک آیت میرے قلب میں اٹک گئی ہے۔ اور اس کے بارے میں میں رات بھر سوچتی رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے ام ہانی اس آیت کے بارے میں پوچھو۔ میں نے عرض کی: وہ آیت ہے: **فلا أقسم بالخنس الجوار الكنس (سورۃ النکویر آیت ۱۳-۱۵)** سو قسم کھاتا ہوں میں: بچے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دہک جانے والوں کی "آپ نے فرمایا: اے ام ہانی تم نے اچھا سوال کیا جس آیت کے بارے میں دریافت کیا ہے وہ آخر زمانے کے ایک مولود کے بارے میں ہے۔ جو مہدی ہوگا اور عترت سے ہوگا۔ جس کے لئے سرگردانی اور غیبت مقدر کی گئی ہے جس میں قومیں گمراہ بھی ہوں گی اور ہدایت بھی پائیں گی۔ پس طوبیٰ ہے تیرے لئے اگر تو اس کو پائے اور طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کو پائیں۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن ابو عبد اللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے مغیرہ نے ان سے مفضل بن صالح نے ان سے جابر نے ان سے ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب ان کا امام ان کی نظروں سے غائب ہو جائے گا پس طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس زمانے میں بھی ہمارے حکم پر ثابت قدم رہیں گے ان لوگوں کے مقدر کئے جانے والے ثواب میں ادنیٰ ترین ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نداء دے گا کہ اے میرے بندوں تم میرے راز پر ایمان لائے اور میری غیبت کی تصدیق کی پس تمہیں بشارت ہو کہ تمہارا اجر میرے ذمہ ہے۔ تمہاری بندگی کو میں نے قبول کیا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کیا اور تمہاری مغفرت کی۔ تمہارے باعث میں لوگوں کو بادلوں سے سیراب کرتا ہوں اور تمہارے باعث ہی ان سے بلاؤں کو دور کرتا ہوں۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں ان لوگوں پر ضرور عذاب نازل کرتا جابر نے پوچھا: فرزند رسول اس زمانے میں مومن کا بہترین عمل کیا ہونا چاہئے؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کرے اور گھر میں ٹہرے (یعنی گوشہ نشین رہے)۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام نے ان سے محمد بن یعقوب کلینی نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حنظل نے ان سے محمد بن مسلم ثقفی نے کہ میں نے سنا کہ امام ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائم کی اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور رعب کے ذریعہ نصرت کرے گا۔ اس کے لئے زمین کے فاصلے سمٹ جائیں گے اور غزائے ظاہر ہو جائیں گے اس کی سلطنت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوگی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ اگرچہ کہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ زمین پر ہر شے اپنی درست حالت میں آجائے گی۔ روح اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور امام قائم کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا مولا، آپ کے قائم کب ظہور کریں گے؟ آپ نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی شبہت اختیار کر لیں گے۔ مرد مرد پر اور عورت

عورت پر اکتفا کریں گی۔ اور جب عورتیں گھوڑوں پر سواری کرنے لگیں۔ جھوٹی شہادت قبول کی جائے گی اور سچی شہادت رد کر دی جائے گی۔ لوگ خونریزی کو معمولی سمجھیں گے۔ زنا کاری اور سود عام ہوگا۔ شریر لوگوں کی زبانوں سے لوگ ڈریں گے۔ شام سے سفیانی اور یمن سے یمانی ظاہر ہوگا۔ ارض بیداء کی زمین دھنس جائے گی۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جوان رکن اور مقام کے درمیان قتل کر دیا جائے گا۔ اس کا نام محمد بن حسن نفس زکیہ ہوگا۔ آسمان سے ایک نداء آئے گی کہ حق اس کے اور سب شیعوں کے ساتھ ہے۔ ایسے وقت میں ہمارا قائم خروج کرے گا۔ جب وہ ظاہر ہوگا تو کعبہ سے ٹیک لگا کر قیام کرے گا۔ اس کے ارد گرد تین سو تیرہ مرد جمع ہوں گے۔ اس کا سب سے پہلا کلام یہ آیت ہوگی بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین (سورۃ ہود آیت ۸۶) اگر تم مومن ہو تو جو بحکم خدا باقی رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے پھر کہے گا میں زمین پر بقیۃ اللہ اور اللہ کا خلیفہ اور تم پر اللہ کی حجت ہوں۔ پس اسے لوگ اس طرح سلام کریں گے "السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی ارضہ" پس جب اس کے پاس دس ہزار کا لشکر جمع ہو جائے گا تو وہ خروج کرے گا۔ پس زمین پر سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔ اور جھوٹے خداؤں کو آگ میں جلا دیا جائے گا اور یہ سب کچھ ایک طویل غیبت کے بعد ہوگا۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ کون زمانہ غیبت میں اللہ کا فرمانبردار ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو القاسم نے کہ میں نے احمد دہان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ ان سے قاسم بن حمزہ نے بیان کیا ہے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے ابو اسماعیل سراج نے ان سے خیرہ جعفی نے ان سے ابو ایوب مخزومی نے ان سے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ بارہ خلفاء راشدین میں سے جب آخری بار ہوا آئے گا تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے بچے نماز ادا کریں گے۔ تم پر اس امام کی سنت اور قرآن کی اطاعت لازم ہے۔

-----X-----X-----X-----X-----

کتاب "کمال الدین و تمام النعمت" جو غیبت کے اثبات میں شیخ فقیہ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے تالیف کی اس کا حصہ اول اختتام کو پہنچا۔

دوسرے حصہ کا آغاز غیبت امام کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات سے ہوگا۔

التاس سورہ فاتحہ کے تمام مرحومین

۱ [شیخ صدوق	۱۳) سید حسین عباس فرحت	۲۵) بیگم داغلق حسین
۲ [علامہ مجلسی	۱۴) بیگم دسید جعفر علی رضوی	۲۶) سید ممتاز حسین
۳ [علامہ سائبر حسین	۱۵) سید نظام حسین زیدی	۲۷) بیگم دسید اختر عباس
۴ [علامہ سید علی نقی	۱۶) سیدہ زہرہ	۲۸) سید محمد علی
۵ [بیگم دسید عابد علی رضوی	۱۷) سیدہ رضویہ خاتون	۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۶) بیگم دسید احمد علی رضوی	۱۸) سید نجم الحسن	۳۰) سید مظفر حسین
۷) بیگم دسید رضا احمد	۱۹) سید مبارک رضا	۳۱) سید باسط حسین نقوی
۸) بیگم دسید علی حیدر رضوی	۲۰) سید تنہیت حیدر نقوی	۳۲) نظام محی الدین
۹) بیگم دسید سید حسن	۲۱) بیگم دمرزا محمد ہاشم	۳۳) سید ناصر علی زیدی
۱۰) بیگم دسید مردان حسین جعفری	۲۲) سید باقر علی رضوی	۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۱۱) بیگم دسید چار حسین	۲۳) بیگم دسید باسط حسین	۳۵) ریاض الحق
۱۲) بیگم دمرزا تو حید علی	۲۴) سید عرفان حیدر رضوی	۳۶) خورشید بیگم